بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃِ دائمہ مستمرہ کے خلاف تحریر کردہ رسوائے زمانہ کتاب "تحقیقات" کا علمی، تحقیقی، متین، مسکت مسقط اور ترکی بہ ترکی جواب

المعروف بہ

تنبیہات

بجواب

تحقیقات

جلد اول

از قلم

پاسبانِ عظمتِ حبیبِ رحمان

مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی

بارک اللہ لہ وعلیہ وفیہ وکل مالہ

صدر شعبہ تدریس افتاء و مہتمم جامعہ غوث اعظم و جامعہ سعیدیہ و خطیب جامع مسجد نوری

رحیم یار خان سٹی (پنجاب، پاکستان)

قادریہ پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّدِ عالم ﷺ کی نبوۃ دائمہ مستمرہ کے خلاف تحریر کردہ رسوائے زمانہ کتاب ''**تحقیقات**'' کا علمی، تحقیقی، متین، مسکت، مسقط اور ترکی بہ ترکی جواب

تنبیہات

الاخیار علی التوھّمات باسم التحقیقات فی نبوۃ سیّد الابرار

(صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وعلی آلہ الاطائب واصحابہ الاطہار)

فی عالمی الحقائق والارواح والذر وسائر الادوار

المعروف بہ

تنبیہات — بجواب — تحقیقات

جلد اوّل

(تفصیل مسئلہ واثبات مدّعا)

از قلم

پاسبانِ عظمتِ حبیبِ رحمان **مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی** بارک اللہ لہ وفیہ علیہ وکل مالہٗ

صدر شعبہ تدریس وافتاء ومہتمم جامعہ غوثِ اعظم وجامعہ سعیدیہ وخطیب جامع مسجد نوری

رحیم یار خاں سٹی (پنجاب، پاکستان)

قادریہ پبلشرز ○ کراچی

نام کتاب: تنبیہات ___ بجواب ___ تحقیقات (جلد اوّل)

مصنف: حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی

پروف ریڈنگ: مولانا محمد احمد قادری مدرس۔ محمد عمران غوری متعلم جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خان

اشاعت نمبر مع تاریخ: حصہ اوّل اشاعت دوم' حصہ دوم اشاعت اوّل۔ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ جون ۲۰۱۴ء

صفحات: ۱۰۹۶

ناشر: قادریہ پبلشرز' کراچی

باہتمام: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سیّد مظفر حسین شاہ صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ (کراچی)

کتاب ملنے کے پتے

○ کاظمی کتب خانہ (عقب جامعہ غوثِ اعظم' متصل جامع مسجد نوری' شاہی روڈ رحیم یار خان)
○ مکتبہ برکات المدینہ (بہادر آباد کراچی) ○ مکتبہ غوثیہ ہول سیل (سبزی منڈی کراچی)
○ اویسی بک سٹال (جامع مسجد رضائے مجتبےٰ (پیپلز کالونی' گوجرانوالہ) ○ ضیاء الدین پبلشرز' کھارادر' کراچی
○ ادارہ صراطِ مستقیم پبلی کیشنز (۶-۵ مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور) ○ مکتبہ رضویہ' آرام باغ' کراچی
○ مکتبہ نوریہ رضویہ (گلبرک-A فیصل آباد) ○ مسلم کتابوی (داتا دربار مارکیٹ لاہور) ○ مکتبہ زاویہ' لاہور
○ شبیر برادرز (اردو بازار لاہور) ○ مکتبہ مہریہ کاظمیہ نزد جامعہ انوار العلوم' قذافی چوک (ملتان)
○ مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور ○ مکتبہ اہل سنت نزد جامعہ عنائتیہ (خانیوال) Butt

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست عنواناتِ کتاب ہٰذا

(حصہ اوّل)

باب چھارم

باب پنجم

باب هفتم

فہرست عنوانات کتاب ہٰذا (حصہ دوم)

باب دہم

باب یازدہم

باب دوازدہم

(حصہ اوّل و دوم تمام شدند)

◆◆◆

تقریظ جلیل

ذوالمجد ہوالکرم جانشین امام اہل سنت مظہر غزالیٔ زماں پیر طریقت، عالی مرتبت
حضرت علامہ پروفیسر **سید مظہر سعید شاہ** صاحب کاظمی دامت برکاتہم
مرکزی امیر جماعت اہل سنت پاکستان و
مہتمم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

دینِ متین اور مسلکِ حق اہل سنت کے خلاف ہر دور میں فتنے جنم لیتے رہے اور اہلِ حق ان فتنوں کی بیخ کنی اور سرکوبی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ فتنہ گروں نے دینِ متین کو زک پہنچانے کے لیئے ہمیشہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر حملہ کیا اور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کو متنازعہ بنانے کی سعیٔ مذموم کی۔ ادھر اہلِ ایمان نے عظمتِ مصطفیٰ کو اجاگر کیا اور ذاتِ مصطفیٰ کی رفعتوں کو نکھار کر پیش کیا۔

ماضیِ قریب میں علمِ غیبِ نبیٔ اختیاراتِ مصطفیٰ اور نورانیت محمدی علیہ التحیۃ والثنا جیسے مسلمہ کمالات کا انکار کیا گیا بلکہ عصر حاضر میں ایک صاحب نے حضورِ اقدس ﷺ کے نورِ حسّی کا واضح انکار کیا اور اکابر اور جمہور کے علمی اور روحانی موقف کو اپنی نام نہاد تحقیق کی بنیاد پر غلط قرار دے دیا۔

الحمدللہ علمائے حق نے دلائل کی روشنی میں ان فتنوں کا سدِّ باب کیا اور حقیقت کے چہرے پر ڈالی گئی اعتراضات کی گرد کو صاف کر کے اسے پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کیا اور معترضین کے اعتراضات اور فتنہ پردازوں کے دلائل تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ بے وقعت ثابت ہوئے۔

ابھی حال ہی میں ایک اور مسلمہ نظریہ کے خلاف ایک فتنے نے سر اٹھایا محقق علمائے اہل سنت اور اکابر

عرفاء کا یہ مسلّمہ نظریہ ہے کہ حیات مصطفیٰ ﷺ کا کوئی لمحہ بھی خالی از نبوت نہیں۔ عالمِ ارواح ہو یا عالم اجسام، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر آن وصفِ نبوت سے متصف رکھا اور نبوت کی سرفرازیاں عطا فرمائیں۔ اس مسلمہ نظریّہ کو بے بنیاد اور باطل دلائل کی بنیاد پر چیلنج کر کے غلط ثابت کرنے کی سعیٔ مذموم کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مبادیاتِ دین میں عقیدۂ رسالت جتنا اہم ہے اس سے زیادہ نازک بھی ہے کیونکہ جو شخص اُن امور سے بے خبر ہو جو نبی کے لیئے واجب ہیں یا ممکن یا محال ہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں خلافِ واقعہ عقیدہ رکھے اور یہ چیز اس کے ایمان کے لیئے سمِّ قاتل ہو سکتی ہے۔

اس مسئلہ میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیئے اللہ تعالیٰ نے علامہ مفتی عبدالمجید خان سعیدی کی منتخب فرمالیا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے معاصرین میں علم وتحقیق کے حوالے سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کا ذہن نہایت زرخیز، ان کی نظر نہایت بالغ اور ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ وہ نفسِ مسئلہ کی تہہ تک پہنچ کر مختلف جہات سے اس کا جائزہ لے کر کلام کرتے ہیں۔ کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیئے قرآن و سنت سے ایک نص بھی کافی ہوتی ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے دلائل و براہین پیش کر کے اکابر کی تفسیرات اور تشریحات کی روشنی میں سید دوعالم ﷺ کے ہر آن نبی ہونے کے مسئلہ کو نہایت دلآویز انداز میں پیش کر کے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب کی ضخامت میں اضافے کی خاطر غیر ضروری مباحث میں پڑنے یا مضامین کے تکرار کو اختیار کرنے کی بجائے مفتی صاحب نے اہل سنت کے موقف کو دلائل قاہرہ کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ اور اپنی اس کتاب ''تنبیہات'' کے ذریعے نہ صرف مسلکِ حق کی ترجمانی کی ہے بلکہ مسلک حق کی پاسبانی بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور دین متین اور مسلک اہل سنت کی خدمت اور ترجمانی کے لیئے آپ کو تادیر زندہ وسلامت با کرامت رکھے آمین بجاہ سیدہ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

فقیر سید مظہر سعید کاظمی غفرلہٗ

۱۱/جون ۲۰۱۴ء

تقریظ جلیل

جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول' یادگار اسلاف مناظر اعظم وارثِ علوم ومعارف فیضیہ کاظمیہ رضویہ'
استاذ العلماء حضرت استاذ نا العلام قبلہ مولانا مفتی **محمد اقبال** صاحب سعیدی رضوی چشتی صابری قادری
دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ مجاز حضرت غزالی زماں علیہ الرحمۃ والرضوان و یکے از شیوخ حدیث جامعہ انوار العلوم ملتان)

الحمدللہ رب العٰلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سیدالانبیاء و المرسلین وعلی آلہ و صحبہ و اتباعہ اجمعین

عزیز محترم مولانا مفتی عبدالمجید خان صاحب سعیدی بارك الله فی علمہ و نشر ذکرہ فی الآفاق بنشر الخیر و احقاق الحق بالعماق کی کتاب ''تنبیہات الاخیار علی التوھمات باسم التحقیقات فی نبوۃ سید الابرار المعروف ''تنبیہات'' بجواب تحقیقات (جلداوّل) کو بعض مقامات سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔الحمدللہ مولانا مفتی عبدالمجید صاحب نے اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب تحریر فرمائی ہے۔''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''۔

حیرت کی بات ہے کہ جو صاحب ایک مستند سنی عالم کے حوالہ کا چیلنج کرتے اور حوالہ ملنے پر رجوع کا عہد کرتے تھے' اب اس قدر حوالوں کے باوجود کیوں رجوع نہیں کرتے؟

بہر حال رسول کریم ﷺ کا عالم ارواح میں انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ ملائکہ کرام کے لیے نبی اور رسول ہونا ہمارا عقیدہ ہے۔اور اسی وقت آپ ﷺ کو وقت آخر کی نبوت کا تاج پہنا کر اللہ جل شانہ' نے خاتم النبین بھی قرار دیا۔اگر چہ اس نبوت و خاتمیت کا ظہور اس وقت ہوا جب ان لوگوں کا پہلا طبقہ وجود میں آ گیا جنہیں پیغام پہنچانا تھا۔اور یہی معنٰی ہیں آپ ﷺ کی چالیس سال کی عمر میں بعثت کے۔ورنہ آپ ﷺ کی خداداد نبوت و رسالت اور ختم نبوت کا عہد عالم ارواح سے چل کر آدم علیہ السلام کی نسلوں کے زمانہ میں اور سرکار

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت طیبہ کے وقت سے چالیس سال تک بھی جاری رہا۔ اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ جبرائیل امین جب پہلی وحی قرآنی عطا فرمائی تو یہ آپ ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔

اور یہ بعثت بالقرآن ہے یعنی پہلی بعثت بغیر القرآن کی نبوت و رسالت تھی۔ قرآن آنے کے بعد پہلی نبوت و رسالت زائل نہیں ہوئی پہلے بھی روح نبی تھی اگرچہ غیر متعلق بالبدن تھی اور اب بھی روح ہی نبی رہی۔ اگرچہ متعلق بالبدن ہوگئی۔ جس طرح ایک سورت کے نزول کے بعد دوسری سورت کا پیغام آنے سے پہلی رسالت منقطع نہیں ہوتی اسی طرح انبیاء کرام کی ارواح کو پیغام پہنچانے کے بعد عام انسانوں کو پیغام پہنچانے سے پہلی رسالت و نبوت منقطع نہیں ہوتی۔ علماء نے جو تئیس سال زمانۂ نبوت لکھا ہے وہ بھی ہمارے اس قول کی تائید ہے کہ یہ صرف بعثت ثانیہ میں نزول قرآن کی مدت کا بیان ہے۔ ورنہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تو بعد وفات بھی حقیقۃً جاری و ثابت ہے جو تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کو پہنچنے کے قریب ہے۔ کیا ''صاحب تحقیقات'' اب آپ ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر تئیس برس کی مدت کے قول پر ان کے زور دینے کا مطلب کیا ہے؟

پس جو شخص آپ ﷺ کو عالم ارواح میں نبی مان کر پھر عالم کے بدلنے پر اس چالیس سال سے پہلے کسی بھی وقت مذکورہ بالفعل نبوت کے زوال و انقطاع اور سلب و نزع کا قائل ہوتا ہے تو اُس کا یہ قول لامحالہ کفر قرار پائے گا۔ ہمارے علماء ماتریدیہ او راشعریہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین دونوں نے انقطاع و زوال نبوت کے قول کو بالاتفاق کفر قرار دیا ہے۔

التمہید لابی الشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ''قال اهل السنة والجماعة ان النبوة لاتزول بالذنب ولا يجوز بالعزل عن النبوة وقالت المتقشفة ان النبی يصير معزولا بالذنب''

اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ بے شک نبوت گناہ سے زائل نہیں ہوتی۔ اور ممکن نہیں نبوت سے کوئی نبی معزول ہو جائے اور بد مذہب فرقہ نے کہا کہ نبی معزول ہو جاتا ہے بوجہ گناہ کے اور اسی طرح بوجہ موت کے اور ان کا یہ قول کفر ہے۔ (التمہید: لابی الشکور السالمی رحمۃ اللہ علیہ' صفحہ ۶۷' مطبوعہ ادارہ حزب الاحناف' لاہور)

المعتقد المنتقد للعلامہ الشاہ فضل الرسول القادری رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ''من جوز زوال النبوة من نبی فانه يصير كافرا كذا فی التمهيد'' جس شخص نے کسی نبی سے نبوت کے زائل ہونے کو ممکن قرار دیا وہ کافر ہے۔ (المعتقد المنتقد: صفحہ ۱۱۵' ۱۱۷' مطبوعہ مکتبہ حامدیہ' لاہور)

عالَم کے بدلنے سے نبوت کا حکم تبدیل ہو جانے کا مغالطہ کوئی نیا نہیں۔ پہلے بھی یہ قول بعض علماء کی

طرف سے منسوب کر کے مغالطہ دیا گیا یہاں تک کہ جھوٹ اور افتراء کے طور پر یہ قول امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے آقا خاتم النبیین ﷺ اپنی وفات کے بعد حکماً نبی ہیں حقیقۃً نہیں رہے۔ یہیں سے موجودہ زمانہ کے دعویٰ تحقیقات رکھنے والوں نے یہ قول چرایا۔ لیکن مسلمانوں کے خوف سے صرف اتنا کہتے ہیں عالَم کے بدلنے سے احکام تبدیل ہوجاتے ہیں اور کھل کر یہ نہیں کہتے کہ نعوذ باللہ بعد از وفات آپ ﷺ بالفعل نبی نہیں رہے۔ ورنہ عام مسلمان ان سے خود نمٹ لیں اور کسی کو ان کے جواب میں کتابیں لکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

بہرحال امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ سے یہ قول منسوب کیئے جانے کے بعد اشعری علماء کھڑے ہوگئے اور انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا کہ تغیّر عالَم سے تغیّر نبوت کا قول امام ابوالحسن اشعری کا قول نہیں یہ جھوٹ ہے افتراء ہے۔ امام اشعری علیہ الرحمۃ اس سے بَری ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں "طبقات الشافعیۃ الکبری" امام تاج الدین ابی نصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں: "فاما ما حکی عنه وعن اصحابه انهم یقولون ان محمدا صلی اللہ علیه وسلم لیس بنبی فی قبره ولا رسول بعد موته فبهتان عظیم و کذب محض لم ینطق منهم احد ولا سمع فی مجلس مناظرة ذلك عنهم ولا وجد ذلك فی کتاب لهم و کیف یصح ذلك وعندهم محمد صلی اللہ علیه وسلم حی فی قبره"۔

"وہ جو حکایت کیا جاتا ہے کہ امام ابوالحسن اشعری اور آپ کے اصحاب کے بارے میں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ اپنی قبر پاک میں نبی نہیں ہیں اور اپنی وفات کے بعد رسول نہیں ہیں۔ یہ حکایت اور نسبت بہتان عظیم اور جھوٹ ہے۔ اشعریوں میں نہ کوئی اسے اپنی زبان پر لایا نہ کسی مجلس مناظرہ میں ان سے سنا گیا اور نہ ان کی کسی کتاب میں پایا گیا اور یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے حالانکہ ان کے عقیدہ میں نبی کریم ﷺ مزار شریف میں زندہ ہیں"۔ (طبقات الشافعیۃ الکبری: جز۳ صفحہ ۴۰۶ مطبوعہ احیاء الکتب العربیۃ سن طبع ۱۹۱۸ء)

عالَم ارواح سے آپ ﷺ کی نبوت کے اثبات میں علماء کے دلائل والفاظ مختلف ہیں، لیکن معنیٰ ایک ہے کہ سرکار ﷺ کو جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا تب سے اب تک کسی وقت بھی نبوت آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوئی۔

علامہ امام احمد قسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ پھر امام محمد عبدالباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ علامہ قشیری سے نقل کرتے ہیں: "(کلام اللہ تعالیٰ) النفسی الازلی لا الا لفاظ الدالة علیه (لمن اصطفاه ارسلتك او بلغ عنی و کلامه تعالیٰ قدیم فهو علیه الصلوٰة والسلام قبل ان یوجد کان رسولا) بقوله

ارسلتك او بلغ عني (وفي حال كونه) اى وجوده خارجا بعد تكوينه وايجاده رسولا وان تاخر الامر بالتبليغ الى بعدالوحي ''۔''(قشیری نے فرمایا اللہ کا کلام) یعنی نفسی ازلی نہ کہ اس پر دلالت کرنے والے الفاظ (جب کسی ایسے شخص کے لیئے وارد ہوا جسے اس نے چن لیا اپنے اس ارشاد کے ساتھ کہ ''میں نے تمہیں رسول بنایا'' یا ''میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ'' وہ کلام قدیم ہے تو نبی کریم ﷺ اپنے وجود میں لائے جانے سے پہلے بھی رسول تھے) یعنی اس وجودِ دنیوی سے پہلے بھی رسول تھے اور اس وقت بھی جو آپ ﷺ کی تکوین اور ایجاد کے بعد (دنیوی وجود) کا ہے اگر چہ تبلیغ کا امروحی کے نزول کے بعد تک پیچھے ہٹ گیا''۔

مزید فرماتے ہیں:

''لبقاء الكلام وقدمه واستحالة البطلان على الارسال الذى هو كلام الله تعالىٰ ''۔ ''اس لیئے کہ کلام الٰہی قدیم ہونے کے ساتھ باقی بھی ہے اور محال ہے کہ وہ ارسال (کا ارشاد) جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، باطل اور معدوم ہو سکے۔(زرقانی علی المواہب، جلد ۶، صفحہ ۱۶۹، مطبوعہ مصر، سن طبع ۱۳۲۸ھ۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

''وهذا ظاهر على ماهو الراجح من ان كلامه تعالىٰ الازلى يتنوع حقيقة الى امر ونهى وخبر واستخبار وغير ذلك'' علامہ قشیری کی یہ بات واضح اور ظاہر ہے اس بناء پر راجح مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی حقیقۃً امر، نہی، خبر اور استخبار وغیرہ سے متنوع ہوتا ہے۔

(زرقانی علی المواہب، جلد ۶، مطبوعہ مصر، سن طبع ۱۳۲۸ھ)۔

علامہ ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی پر یہ بہتان باندھا گیا تھا کہ وہ سرکار ﷺ کو بعد وفات حقیقۃً نبی نہیں مانتے۔ علامہ قسطلانی نے واضح طور پر اس کا رد فرمایا اور لکھا کہ:

''نقل السبكى فى طبقاته عن ابن فورك انه عليه السلام حى فى قبره رسول ابد الآباد على الحقيقة لا المجاز''۔(تاج الدین سبکی نے) اپنی کتاب طبقات میں علامہ ابن فورک سے نقل کیا کہ نبی ﷺ اپنی مزار مبارک میں زندہ ہیں اور اللہ کے حقیقۃً رسول ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے کہ نہ مجازاً۔

(متن زرقانی علی المواہب، جلد ۶، صفحہ ۱۶۹، مطبوعہ مصر، سن ۱۳۲۸ھ)

بات پوری نہ ہوگی جب تک کہ ہم علامہ تاج الدین سبکی کی اپنی نقل نہ دیکھ لیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''علامہ ابن فورک نے سلطان محمد کے سامنے حاضر ہو کر اپنے او پر لگائے گئے جھوٹے الزام کا جواب دیا:

"وقال ما هو معتقد الاشاعرة على الاطلاق ان نبينا صلى الله عليه وسلم حى فى قبره رسول الله ابدا لآباد على الحقيقة لاالمجاز وانه كان نبيا وآدم بين الماء والطين ولم تبرح نبوته باقية ولا تزال"۔ "علامہ ابن فورک شافع اشعری نے جواب میں وہ بات کہی جو علی الاطلاق تمام اہل سنت جنہیں اشاعرہ کہتے ہیں (ماتریدی، اشعری، محدثین وغیرہ) کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی مزار شریف میں حقیقۃً زندہ اور حقیقۃً رسول اللہ ہیں، ہمیشہ ہمیشہ تک اس میں مجاز کا کوئی دخل نہیں اور آپ ﷺ اس حالت میں نبی ہوئے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور آپ ﷺ کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ باقی رہی اور کبھی بھی زائل نہ ہوگی"۔

(طبقات الشافعية الكبرى: جزء ۴، صفحہ ۱۳۱، مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ، سن طبع ۱۹۱۸ء)۔

علامہ ابن فورک شافعی کے اس بیان سے صاف طور پر واضح ہوا کہ وہ خلق آدم سے قبل آپ ﷺ کی نبوت کا شروع مان کا ہمیشہ جاری وساری مانتے ہیں۔ یعنی بعد آدم ولادت شریفہ سے قبل بھی اور بعد ولادت بعثت بالقرآن سے قبل بھی"۔

"ولم تبرح نبوته باقية ولاتزال" ہمارے دعویٰ کی چمکتی دلیل ہے۔

علامہ سبکی ایک دفعہ پھر فرماتے ہیں "انقطاع الرسالة بعدالموت" کا قول "مكذوبة قديماً على الامام ابى الحسن الاشعرى نفسه وقد مضى الكلام عليها فى ترجمته"۔ "یہ بہت پرانا جھوٹا سا قول ہے جو امام ابوالحسن اشعری کی ذات سے منسوب کیا گیا ہے اس پر تفصیلی کلام آپ کے ترجمہ میں گزر چکا ہے"۔ (طبقات الشافعية الكبرى: جزء ۴، صفحہ ۱۳۱، مطبوعہ احیاء الکتب العربیہ، سن طبع ۱۹۱۸ء)۔

الغرض ہمارے ان علماء کے اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت آفرینش آدم سے پہلے شروع ہو کر تا قیامت بلا انقطاع اور بغیر انفصال آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ قائم اور دائم ہے۔

اس مختصر تفصیل کے بعد میں عرض کروں گا کہ جس طرح امام جلیل ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ افتراء کیا گیا اسی طرح "صاحب تحقیقات" نے ہمارے نبی ﷺ کے بعد نزول ابتداء العلق نبی ورسول نہ ہونے کا قول گھڑ کر حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بھی افتراء کرتے ہوئے ان کو ناقل قرار دیا۔ نہ صرف ناقل بلکہ اس افترائی قول کا قائل بھی قرار دیا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں "صاحب تحقیقات" نے "اشعة اللمعات" سے ایک عبارت نقل کی اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

''تم جان لو کہ نبی کریم ﷺ پر حضرت ورقہ کے ایمان لانے میں کوئی اختلاف نہیں لیکن ان کے صحابی ہونے میں قدرے اختلاف ہے اگر یہ واقعہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہے تو صحابی ہے اور اگر نبوت کے ثبوت سے پہلے ابتدائی احوال کا واقعہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے صحابی نہیں واللہ اعلم''۔

(اشعۃ اللمعات: جلد۴' صفحہ ۵۰۹' مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان و مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

''صاحب تحقیقات'' لکھتے ہیں:

> ''لیکن (حضرت شیخ محقق نے) اُن کے صحابی ہونے میں اختلاف ذکر کیا بعض صحابیت کے قائل ہیں اور اُن کی دلیل یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ اس وقت بالفعل نبی بن چکے تھے اور کلام مجید کی چند آیات بھی آپ پر نازل ہو چکی تھیں تو جسے نبی کی ذات کو نبی بننے کے بعد حالت ایمان میں زیارت کا شرف حاصل ہو جائے تو وہ یقیناً صحابی ہوتا ہے۔ مگر بعض دوسرے حضرت کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نبوت کے ابتدائی دور کا ہے اور مبادیات نبوت میں سے ہے۔ ابھی آپ کی نبوت بالفعل ثابت اور محقق نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ صحابی نہیں ہوئے''۔

شیخ قدس سرہٗ نے بھی اس واقعہ کو مبادیات نبوت ہونے سے ظاہر و واضح قرار دیا ہے۔ جس سے اُن کا ذہنی رجحان بھی دوسرے قول کی طرف معلوم ہو رہا ہے۔ چہ جائیکہ دوسرا قول آپ کے نزدیک باطل و مردود اور ناقابل قبول ہو بلکہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہی ہے۔ جیسا کہ ان کی اس عبارت میں تصریح پائی گئی ہے (یہاں شیخ محقق کی فارسی عبارت مدارج النبوۃ جلد۲' صفحہ ۳۲ سے دی ہے۔ ترجمہ مصنف کے الفاظ میں آگے آ رہا ہے) بہت وقت گزر گیا کہ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور نبی مکرم ﷺ کی دعوت کا زمانہ ظہور نہ پایا وہ نبی مکرم ﷺ پر ایمان لانے والوں میں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں میں شامل ہیں اور انہوں نے آپ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا''۔ (تحقیقات: صفحہ ۱۶۳' ۱۶۴' مطبوعہ سرگودھا' طبع اوّل)

تبصرہ:

> ''صاحب تحقیقات'' نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے جو عبارت دی ہے ''لیکن در صحبت خلاف نیست گر ایں واقعہ بعد از ثبوت نبوت است صحابی است و اگر در مبادیٔ احوال است چونکہ ظاہر ست صحابی نیست''۔

''لیکن (ورقہ رضی اللہ عنہ کے) صحابی ہونے میں اختلاف ہے اگر یہ واقعہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہے تو وہ

صحابی ہیں اور اگر نبوت سے پہلے کے احوال میں ہوا ہے تو جیسا کہ ظاہر ہے صحابی نہیں واللہ اعلم''۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ ''نبوت سے پہلے کے احوال میں ہوا ہے جیسا کہ ظاہر ہے صحابی نہیں'' یہ جملہ کسی اور نے ملا دیا ہے۔ یہ شیخ قدس سرہ کی کتاب میں تحریف ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی عبارت کے فوراً بعد حدیث شریف کے لفظ ہیں ''وفتر الوحی'' شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''وبعد ازاں کہ وحی بر آنحضرت ﷺ آمد و نبوت ثابت شد فتور پذیرفت وحی'' بعد اس کے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی آچکی اور نبوت ثابت ہوئی پھر وحی میں وقفہ ہو گیا''۔

شیخ محقق کی عبارت سے یہ واضح طور پر ثابت ہے کہ سورۃ اقرأ کی آیات کے نزول ہونے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہوگئی اور یہ انہوں نے حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔ اِس سے پہلے یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ ''اقرأ کے نزول کے بعد ثبوت نہیں تھا بلکہ نبوت سے پہلے کے حالات تھے اور حدیث کے خلاف یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ یہی ظاہر ہے''۔

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اسی جگہ اسی صفحہ پر دو سطر کے بعد شیخ محقق لکھتے ہیں :

''شیخ ابن حجر گفت مراد بفترۃ وحی میان نزول اقرأ باسم ربك ویاایها المدثر عدم مجی جبریل نیست بلکہ تاخیر نزول قرآن جبرئیل مے آمد اما قرآن نمی آورد''۔

''وحی کا وقفہ جو اقرأ باسم ربك کے نزول اور یا ایها المدثر کے نزول کے درمیان ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جبریل آیا ہی نہیں کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کے نازل ہونے میں تاخیر ہوئی جبریل تو آتے تھے لیکن قرآن نہیں لاتے تھے''۔ (اشعۃ اللمعات: جلد ۴، صفحہ ۵۰۹، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان و مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ محقق جس وحی سے نبوت ثابت کر رہے تھے وہ اقرأ باسم ربك کی وحی ہی ہے۔

اس کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس سے آگے بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ''تبدی له جبرئیل فقال یا محمد انك رسول الله حقاً'' بار بار حضرت جبریل ظاہر ہو کر اس وقفہ میں جو اقرأ باسم ربك کے نزول کے بعد پیش آیا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور یہ کہتے تھے (شیخ کے الفاظ میں) ''بدرستی کہ تو فرستادہ خدائے براستی'' یہ بات صحیح ہے کہ اے محمد ﷺ آپ خدا کے برحق رسول ہیں۔ یہاں بھی شیخ آپ ﷺ کے برحق رسول ہونے کو مان رہے ہیں پس یہ کیسے ممکن ہے کہ اسی صفحہ پر تین جگہ شیخ محقق جس رسالت کا اقرار کر رہے ہیں اور احادیث شریفہ (مذکورہ در بخاری و مسلم) سے حوالہ دے رہے ہیں۔ اسی صفحہ

میں اس سے پہلے اس کا انکار کریں۔(اشعۃ اللمعات: جلد۴، صفحہ ۵۰۹، ۵۱۰، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان، ومکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ محقق کے بارے میں ''صاحب تحقیقات'' کے دوسرے حوالہ پر تبصرہ

دوسرے حوالہ میں ''صاحب تحقیقات'' نے ترجمہ بھی ساتھ کر دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود شیخ کی عبارت خود اس کا جواب دے رہی ہے۔ ''صاحب تحقیقات'' کا زور تو اس بات پر ہے کہ ورقہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا لیکن اسی سطر پہلے وہ خود لکھ آئے ہیں کہ شیخ محقق نے فرمایا کہ ''ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور نبی مکرم ﷺ کی دعوت کا زمانہ ظہور نہ پایا''۔

میں عرض کروں گا دعوت کا معنی ہے اسلام کی طرف بلانا ظاہراً اقرأ کے بعد آپ نے بلانا شروع نہیں فرمایا پھر دعوت دو قسم ہوتی ہے۔ خفیہ اور ظاہر۔ اس عبارت میں شیخ زمانہ ظہور دعوت کی بات کر رہے ہیں نہ کہ آپ کے نبوت کے زمانہ کی۔ تو پھر وہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا۔ لہٰذا اس عبارت میں بھی غلط واقع ہوا ہے۔ اصل میں یہ عبارت یوں تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کے ظہور کا زمانہ نہیں پایا۔ ہماری اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اسی عبارت میں ایک اور غلطی بھی ہوئی ہے۔ عبارت یہاں سے شروع کی گئی کہ ''بہت دیر ہوگئی کہ ورقہ وفات پاگئے'' جب کہ اشعۃ اللمعات (مدارج النبوۃ کے بعد کی تصنیف ہے) جلد۴ صفحہ ۵۰۹ پر اسی عبارت سے ایک سطر پہلے جو عبارت ''صاحب تحقیقات'' نے اقرأ کے بعد نبی کریم ﷺ کی نبوت کے معاذ اللہ ابطال کے لیے پیش کی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کا یہ جملہ شیخ نے نقل فرمایا ''ثم لم ینشب ورقۃ ان توفی پستر درنگ نہ کرد ورقہ کہ میرانیدہ'' ورقہ رضی اللہ عنہ نے جب سرکار ﷺ کی تائید کی تو اس کے بعد کچھ دیر نہ گزری کہ (جلد ہی) ورقہ کی وفات ہوگئی۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ حدیث کا جملہ تھا کہ ''دیر نہ ہوئی'' اور یہ بخاری و مسلم سے ثابت تھا۔ شیخ اس کے خلاف کیسے لکھ سکتے تھے۔ لیکن یہاں مدارج کے جو الفاظ ''صاحب تحقیقات'' نے نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ ''دیر شد کہ ورقہ وفات یافت'' بہت وقت گزر گیا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ (تحقیقات: صفحہ۱۶۴، مطبوعہ سرگودھا)

ظاہر ہے کہ یہ عبارت غلط ہے اور یہ غلطی کسی کاتب کی عمداً تحریر سے ہے یا سہو کتابت ہے جو کاتب یا شیخ محقق قدس سرہٗ سے ظہور میں آیا۔ جو بھی ہو بخاری و مسلم کی متفقہ حدیث کے جملے کے مقابل غلط ہے۔ جب یہاں غلطی ثابت ہوگئی تو ''زمانہ نبوت درنیافت'' میں غلطی بطریق اولیٰ ثابت ہوئی چاہے اسے تحریف سمجھا جائے یا اسے سہو کاتب پر محمول کیا جائے۔ لیکن شیخ کی دوسری عبارات دونوں کتابوں میں پے درپے اس تحریف

کورد کررہی ہیں۔اس لیے شیخ قدس سرہٗ کے عالی مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔البتہ ''صاحب تحقیقات'' جنہوں نے شیخ محقق کی تصریحات کو ہر صفحہ میں تھیں رد کر کے اپنے غلط مطلب کے لیۓ تحریفی کلمات کو اپنا لیا اُن کے علم وفضل پر حیرت ضرور ہوتی ہے۔آخر مشکلات کتب کو حل کرنا بھی تو ایک فن ہے۔حالانکہ ''مدارج النبوۃ'' کی مذکورہ بالا عبارت میں زمانۂ ظہور دعوت کا لفظ بتارہا تھا کہ آخر میں بھی زمانہ ظہور دعوت ہونا چاہیۓ۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ ہماری اپنی کتابوں میں تحریف کس طرح راہ پاسکتی ہے۔تو اس بارے میں عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین ابن حجر مکی و ملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ 'جلد ششم' صفحہ ۱۰۱' مطبوعہ امجدیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال میں ملا علی قاری کے دو قول پیش کیۓ ہیں جو ایک ہی کتاب سے ہیں۔ایک میں ہے کہ ''مخلوق کو قیوم کہنا کفر ہے'' اور دوسری عبارت میں یہ ہے ''مخلوق کا نام قیوم رکھنا جائز ہے'' اعلیٰ حضرت نے اس دوسری عبارت کو تحریف قرار دیا ہے یعنی اس لیۓ کہ یہ اہل سنت کے مسلّمہ عقیدے اور خود شارح کے عقیدے کے خلاف ہے جب کہ خود ملا علی قاری علیہ الرحمہ کے عقیدے کے مطابق اسے ایک جگہ کفر کہا گیا ہے۔

اب آیئے مدارج النبوّۃ اور اشعۃ اللمعات کی جانب!

شاید کوئی یہ سوچے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں شیخ محقق قرار دیتے ہیں تو ان کی کتاب میں غلطی کیسے ہوسکتی ہے۔تو اِس سلسلہ میں پیش خدمت ہے فتاویٰ رضویہ جلد دہم کا نصف اوّل مطبع اخوان المؤمنین لاہور صفحہ ۲۴۹ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''(بیماریوں کے متعدی ہونے کے بارے میں) چھٹا قول یہ ہے کہ جذام لاعدویٰ کے جملہ سے مستثنیٰ ہے۔عزاہ فی اشعۃ اللمعات الی الکرمانی الشافعی فی کواکب الدراری شرح صحیح البخاری اقول لم یقله بل نقله وما رضی له بل مرضه فانما حکاه بقیل کما نقل عنه فی مجمع البحار بل والشیخ نفسه فی ماثبت بالسنة فما ھھنا سبق قلم ''اشعۃ اللمعات'' میں شیخ نے اس قول کو علامہ کرمانی شافعی کی طرف منسوب کیا کہ ان کا قول ہے (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں کہتا ہوں) انہوں نے یہ قول اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ کسی دوسرے کا قول نقل کیا اور اس پر راضی بھی نہیں ہوئے بلکہ اس قول کو بیمار قرار

دیا اس لیے کہ کرمانی نے فقط قیل سے نقل کیا جیسا کہ مجمع البحار میں ان سے نقل کیا گیا ہے اور خود شیخ نے ماثبت بالسنۃ میں بھی اس طرح نقل کیا۔ لہٰذا یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے یہ سبقت قلم (سہو) ہے''۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ومن العجب ماوقع من الاشعۃ تحت حدیث جابر بن سمرۃ ﷺ عنہ صلیت مع رسول اللہ ا العیدین غیر مرۃ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامۃ انہ زاد فی روایۃ ولا صلٰوۃ جامعۃ ۵۱ فلا اثر لہ فی صحیح مسلم''

عجیب باتوں میں سے ہے جو''اشعۃ اللمعات ''میں واقع ہوا کہ جابر بن سمرۃ ﷺ کی اس حدیث کے نیچے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عیدین کی نمازیں ایک نہیں دو نہیں کئی بار پڑھیں۔ نہ اذان ہوتی تھی نہ اقامت، شیخ نے لکھا کہ مسلم نے ایک روایت میں لفظ بڑھائے ہیں کہ نہ ہی''الصلٰوۃ جامعۃ'' کا جملہ ہوتا تھا اھ (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) اس جملہ کا صحیح مسلم میں کہیں نشان بھی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد دوم، صفحہ ۴۷۳، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ شیخ محقق قدس سرہٗ کی کتابوں میں بھی کہیں غیر تحقیقی باتیں آ جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ امام فخر الدین رازی اور دیگر اجلہ علماء نے کتاب اور معجزہ کے جامع کو رسول و نبی قرار دیا ہے جب کہ اقرأ کتاب کا حصہ ہے اور قرآن خود معجزہ ہے۔ علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں: ''ذکروا فی الفرق بین الرسول والنبی اموراً احدھا ان الرسول من الانبیاء من جمع الی المعجزۃ الکتاب المنزل علیہ ''رسول وہ نبی ہوتا ہے جو معجزہ مع کتاب لے کر آتا ہے۔

رازی نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ: ''اس کے ساتھ ساتھ اس کی شریعت ناسخ بھی ہو''۔

اور تیسرا قول یہ لائے ہیں کہ: ''اس کے ساتھ ساتھ فرشتہ بھی اس کے سامنے ظاہر ہو کر آئے''۔

تو ایسا نبی، رسول بھی ہوگا۔ (تفسیر کبیر للرازی: جزء ۲۲، صفحہ ۴۹، مطبوعہ بیروت)

علاوہ ازیں تفسیر بغوی علیٰ ہامش تفسیر الخازن جلد ۵، صفحہ ۱۹۔ تفسیر مظہری: جلد ۶، صفحہ ۳۳۸۔ تفسیر قرطبی: جلد ۶، صفحہ ۸۰۔ تفسیر بیضاوی: جلد ۲، صفحہ ۹۶۔ تفسیر مدارک: جلد ۳، صفحہ ۲۸۳، اور تفسیر الصاوی: جزء ۴، صفحہ ۱۴۲ پر بھی ملخصاً انہی اقوال کو بیان کیا گیا ہے۔

اِن بیان کردہ حوالوں سے یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ جس کے پاس کتاب کی وحی آ جائے تو وہ رسول اور

نبی دونوں کا منصب رکھتا ہے تو ''صاحب تحقیقات'' کا شیخ محقق قدس سرہٗ کی چار پانچ صحیح عبارات کو رد کر کے محرفہ عبارات کی آڑ میں تمام علماء امت کے مسلّمہ عقیدے کو رد کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ شیخ محقق کا مختار ہے۔ اور یہ بھی کہ شیخ کے نزدیک اور دیگر علماء اسلام کے نزدیک نزول آیات کے بعد آپ ﷺ کا نبی ہونا مسلّم نہیں۔ (تحقیقات: صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ سرگودھا) بلکہ اس دوران آپ ﷺ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ بات تمام امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ بلکہ خود قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے اور اس لیئے بھی کہ آپ ﷺ کی طرف نبوت کا اعلان اور حق کی جانب دعوت دینا بالاتفاق نزول سورۃ المدثر کے بعد ہوا جب کہ تفسیر الجمل میں دی گئی ترتیب نزول کے مطابق سورۃ المدثر سے پہلے سورۃ المزمل نازل ہوئی ہے۔ اور اس میں صریحاً ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے۔

''انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا ''(سورۃ المزمل: الآیۃ ۱۵)''بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے''۔ (کنزالایمان)

تو نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نزول اقراٴ کے بعد ظہور دعوت سے پہلے بھی رسول تھے۔

خود شیخ محقق کی پیش کردہ بخاری کی حدیث سے بھی ہم ثابت کر آئے ہیں کہ نزول اقراٴ کے بعد جب وحی میں وقفہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے غم کو ہلکا کرنے کے لیئے جبریل علیہ السلام بار بار آتے تھے۔ اور عرض کرتے تھے:

''انک رسول اللہ حقًا'' (اشعۃ اللمعات: جلد ۴ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان و مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)۔

تو ثابت ہوا کہ خود شیخ کے نزدیک بھی آپ ﷺ کا اقراٴ کے بعد رسول اور نبی ہونا ثابت ہے، شاید بلکہ یقیناً یہ سید المرسلین ﷺ کے بارے میں زوال نبوت کا قول ہے۔ جس کی شامت سے ''صاحب تحقیقات'' قرآن و احادیث اور رسالت و نبوت کے بارے میں تعریفات علماء کو رد کر کے آپ ﷺ کی انس و جن کے لیئے ظاہر ہونے والی قطعی رسالت کے بھی منکر ہو گئے اس لیئے انہیں چاہیئے کہ دوبارہ ایمان لانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے اور اس کفریہ قول سے باہر نکلنے کی توفیق دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

خلاصہ یہ کہ نزول اقراٴ کے بعد نبوت اور رسالت ثابت تھی اگرچہ فوراً اعلان نہیں ہوا تھا بلکہ زمانہ عدم اعلان یعنی زمانہ خفاء تھا۔

شاید اس سے کوئی یہ سمجھے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا معاملہ ہم نے واضح نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ''صاحب تحقیقات'' مان رہے ہیں کہ حضرت ورقہ رضی اللہ عنہ کا سرکار ﷺ پر ایمان لانا بالاتفاق ثابت ہے

اور وہ بھی نزول قرآن کے بعد لیکن میں عرض کروں گا کہ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں

الحافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری المعروف بابن الصلاح المتوفی ۶۴۶ھ اپنے ''مقدمہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''امام ابوالمظفر سمعانی مروزی سے منقول ہے کہ محدثین کے ہاں جو شخص نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث روایت کرے یا سرکار ﷺ سے ایک کلمہ روایت کرے (یعنی حضور ﷺ کی ملاقات کے بعد) تو وہ صحابی ہے۔

''وذکر ان اسم الصحابی من حیث اللغة والظاهر یقع علی من طالت صحبته للنبی ﷺ وکثرت مجالسته له علی طریق التبع له والاخذ عنه قال وهذا طریق الاصولیین''۔

لغت اور ظاہر کے مطابق اور علماء اصولیین کے نزدیک صحابی کا لفظ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی لمبی صحبت پائی ہو اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت حاضری کی سعادت سے شرف یاب ہوا ہو۔ درانحالیکہ آپ ﷺ کی اتباع کے ساتھ آپ ﷺ سے علم دین حاصل کرتا رہا ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۱۴۶، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)۔

علمائے اصول کی بیان کردہ اس تعریف کی روشنی میں حضرت وائل بن حجر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما جیسے لوگ بھی صحابی نہیں رہتے۔ چنانچہ حافظ ابن الصلاح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی وقت پوچھا گیا کہ آپ کے علاوہ اصحاب رسول ﷺ میں کوئی باقی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بقی ناس من الاعراب قد رأوه فاما من صحبه فلا'' ''صحابی تو اب کوئی باقی نہیں البتہ کچھ دیہاتی باقی ہیں جنہوں نے سرکار ﷺ کی زیارت کی ہوئی ہے۔ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں اس حدیث کی سند جید ہے۔ اور امام مسلم نے حافظ ابوزرعہ کی موجودگی میں یہ حدیث بیان فرمائی۔ (مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۱۴۶، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

ہماری اس نقل سے معلوم ہوا کہ صحابی کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے نے آپ کی لمبی صحبت پائی ہو حتی کہ بعض نے سال دو سال کی مدت کے ساتھ جنگوں میں شریک ہونے کی بھی شرط لگائی تھی۔ تاہم جمہور محدثین کے نزدیک یہ تعریف ہے کہ جس مسلمان نے نبی کریم ﷺ سے حالت اسلام میں ملاقات کی ہو اور اسلام ہی میں وفات پائی ہو۔ چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

''اختلف فی حدالصحابی فالمعروف عندالمحدثین انه کل مسلم رای رسول اللہ ﷺ''

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہوا (قول اوّل) محدثین کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ ہر مسلمان

جس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی وہ صحابی ہے۔ (التقریب النواوی مع التدریب : جزء۲' صفحہ۱۸۶' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت امام سیوطی اس کے شرح میں لکھتے ہیں: ''کذا قال ابن الصلاح و نقله عن البخاری و غیرہ'' حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح فرمایا ہے اور اسی تعریف کو امام بخاری اور دوسروں سے نقل کیا گیا ہے۔

امام سیوطی مزید فرماتے ہیں: ''فالاولی ان یقال من لقی النبی ﷺ مسلما و مات علی اسلامه'' اس لیئے یہ کہنا اولیٰ ہے کہ صحابی وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کو مسلمان ہونے کی حالت میں ملا ہو اور اسی اسلام کی حالت پر وفات پائی ہو۔ (تدریب الراوی: جزء۲' صفحہ۱۸۶' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بہر حال محدثین کی تعریف کی روشنی میں جناب حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کو صحابی کہا جائے گا۔ خود جناب شیخ محقق قدس سرہٗ بھی یہ لکھ رہے ہیں ''آنکہ ورقہ را صحابی تواں گفت ظاہر تعریف صحابی کہ کردہ ای النبی ﷺ مؤمنا بہ صادق است بروے و ظہور دعوت دراں شرط نکردند''۔

اور یہ بات ہے کہ ورقہ کو صحابی کہا جاسکتا ہے (محدثین نے) صحابی کی جو تعریف کی ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو آپ پر ایمان لانے کی حالت میں دیکھا ہو یہ تعریف اپنے ظاہر کے اعتبار سے حضرت ورقہ پر سچی آتی ہے اور محدثین نے دعوت الی الاسلام کے ظاہر ہونے کی شرط اس تعریف میں نہیں لگائی۔ (مدارج النبوۃ: جزء۲' صفحہ۳۲' مطبوعہ نوریہ رضویہ' لاہور)

شیخ کی اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ورقہ رضی اللہ عنہ محدثین کی تعریف پر بالاتفاق صحابی ہیں۔ اس پر ایک شبہ حدیث سے پیش کر کے شیخ قدس سرہٗ نے اس کا جواب دیا کہ سرکار ﷺ کا وہ فرمان تاکیدِ مزید کے لیئے ہوسکتا ہے۔ لیکن شیخ علیہ الرحمہ نے کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جو محدثین کی طرف سے اس کے خلاف کوئی قول ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ ورقہ رضی اللہ عنہ یقیناً صحابی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ظہور نبوت کے بعد آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے اگرچہ ظہور دعوت کا زمانہ نہیں پایا۔ اس جملہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کی عبارات میں یہ اقوال کہ نبوت ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اور ابھی نبوت کے پہلے نشانات تھے۔ یہ سب حضرت شیخ قدس سرہٗ پر افتراء ہے اور اسی افتراء کو بغیر سوچے سمجھے ''صاحب تحقیقات'' سے اپنے باطل مسلک کی تائید میں نقل کر دیا۔ واللہ المستعان۔

اللہ تعالیٰ مصنف علّام مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب کو سرکار رسالت مآب ﷺ کے دفاع کی بہترین جزاء عطا فرمائے انہیں بیش از بیش دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دربارِ رسالت صلی اللہ علیٰ صاحبہا

وسلم کی جسمانی وروحانی حاضری ان کے لیئے ہمیشہ جاری رکھے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ''مصنف تحقیقات'' کوبھی ہدایت عطافرمائے۔

''ایں دعاازمن واز جملہ جہاں آمین باد''

احقر خلائق فقیر **محمد اقبال** قادری چشتی صابری حنفی رضوی

یکے از شیوخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم' ملتان

رائے عالی

دنیا عرب کے عظیم وجلیل عالم دین محقق، مدقق مقتداء اہل سنت

علامہ الشیخ السید **احمد محمد عوف صادق**

احد خطباء جامع بنی امیة (دمشق، شام)

بسم ا للہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنامحمد النور الذاتی الساری سرہ فی جمیع الاسماء والصفات وعلی الہ واصحابہ ومن اهتدی بهدية وسار علی نهجه وسلم تسليماً كثيراً الی یوم الدین ۔ وبعد:

فقد اطلعنی اخی الفاضل الشیخ : عامر صدیقی والذی تتلمذ علی ایدی علماء بلاد الشام ونهل من المعين الصافی والنهل العذب فی احکام الشريعة الغراء علی رسالة تتعلق بمسألة مهمة فی عقيدةً اهل السنة والجماعة ذکرفيها المؤلف (هداه الله) اسماها التحقیقات ان النبی ﷺ اصبح نبیاً فی سن الاربعين حيث كان التبليغ ونزول الوحی علیه فی هذه الآوان وبذلك جعل النبی ﷺ قبل سن الاربعين رجلاً كباقی الرجال ولعل الكاتب غفل عن كون القرآن ازلياً ومعناه انكلام الله قديم والحق سبحانه قال فی كلامه :(محمد رسول الله)

وقال: (**وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ**)

وقال: (**وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ .... ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه**)۔

ومعلوم عند اهل العلم ان الالفاظ العامة لا تخصص الابدليل فكلمة رسول بينت نبوته ﷺ من الازل و هكذا شان انبياء الله جمعياً، لا سيما والنبی ﷺ جزم بهذا لامر وبين وكلامه يرد كل كلام وحكمه يدحض كل حكم وهو قوله ﷺ(كنت نبيا وآدم مجبول فی طينته) وهو حديث

صحیح وقوله ﷺ (فضلت علی الانبیاء بست) فقوله ﷺفضلت جاء ت مبنية للمجهول دلالة منهﷺ علی ان التفضيل قد حصل فيما مضى وهو مستمر الى قيام الساعة والمعلوم ان التفضيل على الخلق انما يكون للانبياء دليل على نبوته منذ خلقه وتفضيل الله له قبل ولادته ولا سيما عقيدة اهل السنة والجماعة وعلماء اهل الشام۔ ان العصمة واجبة للأنبياء قبل النبوة وبعدها فلولم يكنﷺ نبياً منذ خلقه لما جازت له العصمة قبل بعثته لأن الانسان مناط بالتكليف حين التبليغ وهناك ادلة كثيرة تدل على هذا المعنى لاسيما والرسالة التى بين ايدينا التى كتبها فضيلة العلامة سيدى الشيخ المفتى عبدالمجيد السعيدى حفظه الله والتى اسماها (التنبيهات) رداً على رسالة (التحقيقات) التى اجاد فيها و بين فيها بطلان ما ذهب اليه صاحب رسالة التحقيقات وامثاله (كما (بين لى الاخ الثقة الشيخ عامر صديقى)

وانى لا يسعنى الا ان اسال الله العلى القدير ان يوفق المؤلف حفظه الله وامثاله للذب والدفاع عن سيدالوجود سيدنا ومولانا وقائدنا محمد ﷺ

واننى اوجه نداءً الى علماء الامة الاسلامية عن اختلاف مشاربهم وافكارهم فاقول:

ان مايجمعنا اكثر مما يفرقنا وان المسلم الحق هوالذى يقدم للامة ما يجمعها ويقوى او اصرالاخوة والمحبة والتعاون فيما بينها۔

والمسلم الحق: من يهتم بايجاد الحلول للمسائل المستجدة ويقدم النصيحة والخير ساعياً الى لم الشمل وجمع الكلمة حيث يكون بعيداً اشدا لبعد عن المسائل التى ليس من ورائها الا التفرق والاختلاف وحب الظهور ورحم الله من قال:

داء التفرق داء لا دواء له　　　يمحى شعوبا وتشقى منه اجيال

فحذار يا علماء من ان تكونوا سبباً فى بث الخلاف والشقاق بين صفوف الامة ولقد تعلمنا منكم ان درء المفاسد مقدم على جلب المصالح وانه من شذ شذ فى النار وان امة محمد ﷺ لا تجتمع على ضلالة فعليكم بكتاب الله وسنة رسولهﷺ والاخذ بالحكمة قال تعالىٰ:(**وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ وَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ**)

ولقد تعلمنا فى كتب العقيدة الصحيحة ان منكر الاسراء كافر لانكار الآية ومنكر المعراج فاسق لانكار الحديث وعلى هذا فان منكر نبوتهﷺ بالكلية كافر ومنكر هاقبل بعثته

فاسق لأن الحقيقة انه ﷺ نبی منذ خلقه الله الا انه بعث فی سن الاربعين ولا يخفى على عاقل ما جـاء مـن ارهـاصات عند ولادته وعبر مسيرة حياته الى ان بلغ الرسالة من حادثة النور الذى رأته امه وشق صدره ﷺ وقـصتـه مع الراهب بحيره وعصمته عليها الصلوة والسلام من سماع الغناء وغير ذلك الا اننى لا اميل الى تفسيق مسلم او تكفيره الا باجتماع الادلة على ذلك ومذهبى ان من شهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله واقام الصلاة واتى الزكاة وحج البيت فهو مسلم بشهادة رسول الله ﷺ۔

وختـامـاً ادعـو كـل مولف غيور على دين الاسلام نبيه ﷺان يـجـرد قـلمه وفكره عن الخوض فى المسائل الخلافية التى تبث فى الامة الضياع والاشتتات والفرقة والبغضاء وان نهتم بـقـضـايـا الامة مـن جـمع الكلمة وتوحيد الصف ولم الشمل حيث قال لنا الحق: **(وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا)**

وقال نبى الاسلام (لا ترجعوا بعدى كفارًا يضرب بعضكم رقاب بعض)

والحقيقة: اقول:مـا الفائدة من انكار صفة النبوة عن اشرف الخلق قبل البعثة والخوض فـى هذه المسألة لا سيما والنبى ﷺ قال: (انـا سيـد ولد ادم) والسيادة جاء ته باعتباره نبيا ولـم يفصل ﷺ السيـادة بـانها قبل البعثة ا وبعدها ومن كان سيداً عاماً كان نبياً عاماً لا سيما والأمة الاسلامية مجمعة على نبوته وعدم التفريق فيما لو كانت قبل البعثة او بعدها۔

اسـأل اللّٰه ان يـلهمنا الصواب والرشد فيما نقول انه خير مسؤول واعظم مأمول وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه والحمد لله رب العالمين۔

كتبه العبد الفقير الى مولاه الشيخ

احمد محمد عوف صادق الاشعرى

عقيدة الشافعى مذهباً الدمشقى ولادة

خطيب جامع سيدنا انس بن مالك حىّ المالكى

واحد خطباء جامع بنى امية الكبير بدمشق وصاحب دار صادق

للطباعة والنشر ومدير عام مكتب صادق للحج والعمرة

نزيل مكة المكرمة۔ ۲۱/ ذوالحجه ۱۴۳۱ھ

اردو خلاصہ

تقریظ جلیل مقتداء اہل سنت علامہ الشیخ احمد محمد عوف صادق اشعری شافعی دمشقی دامت برکاتہم العالیۃ
از فاضل جلیل مجاہد کبیر علامہ قاری عامر اخلاق صدیقی سلمہ ربہ
خریج معہد الفتح و جامعہ ابوالنور و متوطن (دمشق شام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی
اللھم صل و سلم و بارك علی سیدنا محمد النور الذاتی الساری سرّہ فی جمیع الاسماء و الصفات
و علی آلہ و اصحابہ و من اھتدیٰ بھدیہ و سار علیٰ نھجہ و سلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین

علماء شام کے تلمیذ اور فیض یافتہ برادرم شیخ فاضل عامر صدیقی نے ایک اہم مسئلہ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کے ایک شخص نے ''تحقیقات'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر یہ تأثر دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے نبوت سے خالی (نبی نہیں) تھے۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ دلائل شرعیہ کے مطابق صحیح نظریہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی شان ہے۔ چالیس سال کی عمر شریف میں اس کا محض اظہار کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ علماء شام اسی کے قائل ہیں جس کا منکر فاسق ہے۔ مؤلف تحقیقات نے ان سے شدید غفلت کا مظاہرہ کیا ہے ـــــــ

چنانچہ ○ قرآن مجید ازلی کتاب ہے جب کہ اس میں ''محمد رسول اللہ'' اور ''وما محمد الا رسول'' نیز ''ثم جاء کم رسول'' موجود ہے جو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے ازل سے ہونے کی دلیل ہے۔

○ نیز عصمت خاصۂ نبوت ہے جب کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک قبل از اعلان نبوت بھی عصمت انبیاء علیہم السلام کے لیۓ لازم ہے یہ بھی قبل از اعلان نبوت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

○ نیز ولادت باسعادت کے وقت معجزات کا ظہور، والدۂ ماجدہ کا مشاہدۂ نور نیز شق صدر مبارک، بحیرا راہب کا واقعہ اور گانے باجے سننے سے آپ ﷺ کا معصوم ہونا سب اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہیں۔

○ نیز حدیث ''انا سید ولد آدم'' سے بھی آپ کے نبی ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آپ کی یہ سیادت آپ کی نبوت کی بنیاد پر ہے۔

○ نیز حدیث صحیح ''کنت نبیا و آدم مجبول فی طینة'' اس میں نص صریح ہے جس سے ہر ایسا قول اور ہر ایسا فیصلہ جو اس کے مضمون کے برخلاف ہو واجب الرد قرار دیا جاتا ہے۔

اس کے مزید دلائل خصوصیت کے ساتھ ''تحقیقات'' کے جواب ''تنبیہات'' میں ہیں جسے فضیلۃ العلامۃ سیدی الشیخ المفتی عبدالمجید السعیدی حفظہ اللہ نے تحریر کر کے صاحب تحقیقات اور اس کے ماننے والوں کے نظریہ کا خوب ابطال کیا ہے۔ جس کے تناظر میں لازم ہو گیا ہے کہ میں اللہ علی قدیر سے یہ دعا کروں کہ وہ مؤلف تنبیہات اور ان کے ہمنواؤں کو حضور سید الوجود سیدنا و مولانا و قائدنا محمد ﷺ کی عظمت کے تحفظ و دفاع کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

نیز علماء امت مسلمہ تک اپنی یہ آواز پہنچانا بھی لازم سمجھتا ہوں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی عظمت کے مسائل کو تختۂ مشق بنا کر انتشار پھیلانے کی بجائے ایسا انداز اختیار کریں جس سے امت کی شیرازہ بندی ہو اور افتراق پیدا نہ ہو اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں رشد و ہدایت پر چلائے۔ اسی کی ذات خیر مسؤل ہے اور سب سے بڑا مقصود۔ وصلی اللہ علی سید نا محمد وعلی اله و اصحابه والحمد لله رب العلمین

کتبہ العبد الفقیر الی مولاہ الشیخ احمد محمد عوف صادق الاشعری الشافعی الدمشقی

خطیب جامع مسجد سیدنا انس بن مالک

یکے از خطباء کبیر جامع بنی امیہ مالک دار صادق للطباعۃ والنشر

مدیر عام مکتب صادق للحج والعمرۃ

نزیل مکہ المکرمۃ۔ ۲۱/ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

از فقیر عامر اخلاق صدیقی حال ساکن دمشق (شام)

رائے گرامی

عمدۃ الافاضل فخر الاماثل حضرت مولانا علامہ

محمد یوسف صاحب سعیدی دام ظلہ

ساکن مدینہ طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صلی اللہ علیك وعلی الك واصحابك یا سیدی یا سندی یامولائی یا ملجائی یا غوثی یا غیاثی یا ناصری یا رسول اللہ وعلی الك اصحابك یا نوراللہ

مٹ گئے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

زبدۃ العلماء الفضلاء منبع علوم روحانی مجمع فیوض سبحانی قبلہ ورع وحلم کعبہ تقویٰ وعلم

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی

ادام اللہ ظللکم علینا وعلی جمیع المسلمین

بعد دعا کثیر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس عاجز نے یہ چند حروف بہت جلدی میں حرم حبیب ﷺ میں آقا کی بارگاہ اقدس میں بیٹھ کر تحریر کیئے جن میں اختصار کے ساتھ آپ کی کتاب ''تنبیہات'' اور مولوی اشرف کی کتاب ''تحقیقات'' میں موازنہ کے بعد اپنے تاثرات کو قلم بند کیا ہے۔

فقیر نے آپ کی تحریرات پڑھیں اور مدینہ طیبہ پاکستان میں بھی آپ کے بعض بیانات سنے تو بے دریغ کہا کہ آپ پر غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں، ضیغم اسلام، حجۃ الاسلام والمسلمین ﷺ کی خاص نظر عنایت ہے کہ لکھنے کے وقت یا خطاب کے وقت حضرت خود لکھواتے یا بلواتے ہیں۔

واضح کردینا چاہتا ہوں کہ آپ کا مؤقف برحق اور مولوی اشرف کا نظریہ باطل پر ہے۔ بلکہ اس میں جو بھی آپ کے اس مؤقف کے خلاف کہے' لکھے وہ باطل ہے۔آپ نے حق ادا کردیا ہے اور ''تنبیہات'' لکھ کر

امت رسول اللہ ﷺ پر احسان عظیم فرمایا تا کہ آئندہ نسلیں اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو محفوظ رکھیں۔

صحابہ کرام سے لے کر اولیاء کبار صدیقین و اہل کشف رضی اللہ عنہم سب کا یہی عقیدہ ہے کہ محبوب خدا ﷺ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اور بعد میں اپنی ولادت مبارکہ سے پہلے اور بعد میں اعلان نبوت سے پہلے اور بعد نیز وفات مبارکہ کے بعد برزخ میں پھر عقبیٰ میں اور جنت میں ہر جگہ، ہر مکان، ہر زمان میں بمعنی حقیقی نبوت سے سرفراز تھے اور ہیں اور رہیں گے۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کی رُو سے آپ کے درجات میں ہر لحہ، ہر آن بے حد اضافے ہو رہے ہیں عند اللہ اور عند الرسول ﷺ بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیکون للعٰلمین نذیرا حبیب کریم ﷺ کا اٹل فرمان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم وروح کے درمیان تھے جو صحیح ثابت ہے کوئی منکر جس کے حقیقی معنی میں نہ ہونے کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتا نہ ہی علیحدہ کوئی دلیل ان کے پاس ہے۔ الغرض حق و صحیح مؤقف وہی ہے جو آپ نے ''تنبیہات'' میں اختیار کیا ہے۔ جس سے انکار مودودی صاحب جیسے لوگوں کا نظریہ ہے جو اس کی کتاب سیرت سرور عالم، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶ وغیرہ میں ہے۔ پس مولوی اشرف نے ''تحقیقات'' لکھ کر مودودی وغیرہ بدعقیدوں کی ترجمانی اور تائید کی اور ان کی موافقت کا پورا حق ادا کیا ہے۔

اگر مولوی اشرف نے اپنے اس عقیدہ جدیدہ سے رجوع نہ کیا تو اگر اس کی موت...... بدتر نہ ہو تو پھر کہنا کہ اس گدائے مدینہ نے غلط کہا تھا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے تمام حاجات پوری فرمائے۔ پاکستان میں خصوصاً اور عالم اسلام میں عموماً ذکر مصطفیٰ ﷺ کے ڈنکے بجتے رہیں اور حرمین شریفین میں کھلم کھلا مجالس میلاد النبی ﷺ منعقد ہوں۔ سنیت و رضویت کا بول بالا ہو۔ علماء اہل سنت کی خیر ہو اور مشائخ عظام کا سایہ ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ آپ کو عمر خضری عطا فرمائے، تمام دشمنوں سے محفوظ رکھے اور کاظمی کریم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت زندہ و سلامت رہے۔ آپ کے فیوض و برکات سے عاشقین حبیب خدا ﷺ کو قیامت تک مستفیض فرمائے۔

آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وصحبہٖ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔

املاءہ الفقیر محمد یوسف المدنی السعیدی

ساکن مدینہ طیبہ حفظہا اللہ

۱۴/ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء بیوم الاثنین فی الحرم النبوی ﷺ

الحمدللہ تقریباً اٹھائیس برس سے مدینہ منورہ میں مقیم و حاضر ہوں۔

تاثرات شریفہ

مناظر اسلام پیر طریقت استاذ العلماء حضرت

خواجہ محمد اکرم صاحب شاہ جمالی

مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

بانی وسرپرست شاہ جمالی ٹرسٹ تعلیم الاسلام مانہ احمدانی ڈیرہ غازی خان

الحبر النحریر افصح فی البیان والتقریر والدرالفرید

حضرت مولانا عبدالمجید سعیدی صاحب ادام اللہ تعالٰی فیوضاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد نامہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا۔ یاد آوری پہ دل خوش ہوا۔ اللہ تعالٰی آپ کو عمر خضری عطا فرماویں اور آپ کا علمی فیض تادیر جاری وساری فرماویں۔ آمین۔

آپ کی علمی فقط گرفت نہیں بلکہ فائز تحقیق سے متاثر ہوں اللہ تعالٰی آپ کی تمام مساعی اور کاوشیں دین متین کے لیئے مقبول فرماویں اور آپ کے علم میں برکات اور درجات عطا فرماویں۔ آمین ثم آمین۔

تمام خدام اور خوشہ چینان کی خدمت توجہ تسلیمات والسلام

افقر الی اللہ الولی فقیر محمد اکرم شاہ جمالی بقلم خود

غفر اللہ ذنوبہ الخفی والجلی بحق سیدنا العربی والمدنی

رائے گرامی

خلیفہ مفتی اعظم ہند بقیۃ السلف حضرت مولانا

محمد قمر الزمان خان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سید عالم سرور کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت مطلقہ اور سیادت عامہ کے بارے میں میرا بھی وہی موقف ہے جو جمہور علماء اہل سنت بالخصوص مجدد مائۃ حاضرۃ و ماضیہ امام اہل سنت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں کسی کی رائے مختلف ہو مگر جمہور سے اختلاف کرنا یہ کسی حال میں مناسب نہیں ہے۔ میری علامہ اشرف سیالوی صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موقف سے رجوع فرمالیں تاکہ امت میں انتشار کا ایک اور دروازہ نہ کھل جائے۔ اللہ رب العزت امت مسلمہ پر رحم فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو ہر طرح کے انتشار سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ

خیر اندیش

محمد قمر الزمان اعظمی

سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

نزیل مدینہ منورہ

۹/ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

رائے گرامی

خلیفہ مفتی اعظم ہند رئیس القلم حضرت مولانا نسیم احمد صدیقی دامت برکاتہم العالیہ (کراچی)

اللہ رب سیدنا محمد صلی علیہ وسلما

نحن عباد سیدنا محمد صلی علیہ وسلما

فقیر بے توقیر پر تقصیر نسیم احمد صدیقی نوری سگ درگاہ مفتی اعظم (نوراللہ مرقدہ) مناظر اہل سنت شیخ الحدیث حضرت العلامہ مفتی عبدالمجید سعیدی مدفیوضہم النورانیۃ کے مؤقف بابت رسول اکرم نبی محتشم ﷺ کی نبوت ورسالت کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ورسول ہیں سے بالکلیہ متفق ومؤید ہے۔ بلاشبہ یہی عقیدہ اکابرین امت اور جمہور علماء نیز مجدد برحق قرن چہاردہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس السرہ القوی اور آپ کے جملہ خلفاء وغیرہ رکھتے تھے۔ متعدد احادیث مبارکہ مثلاً "کنت نبیا و ادم بین الماء والطین" (روی ثانیاً) "بین الروح والجسد" (روی ثالثاً) "انا خاتم النبیین عنداللہ مکتوب وان آدم لمنجدل فی طینتہ" کی صراحتوں کے بعد بلاشبہ یہی عقیدہ حق وصواب ہے کہ آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام عدم سے مشاہدہ قدم تک تمام مراحل میں نبی ورسول ہیں۔

فقیر نسیم احمد صدیقی غفرلہ
نزیل مکۃ المکرّمۃ
برموقع حج مبارک ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

رائے عالی

استاذ العلماء، شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی حفظہ اللہ
بانی و مہتمم جامعہ سراجیہ رضویہ حسن آباد جھنگ روڈ بھکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کی تالیف ''تنبیہات'' کا بعض مقامات وصفحات سے مطالعہ کیا ہے، حضرت مولانا کی کوشش اور کاوش پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں، اوران کے موقف کی تائیداور توثیق کرتا ہوں۔ فقیر کا عقیدہ نبوت مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں یہ ہے کہ آپ تخلیق آدم سے قبل عالم ارواح میں بھی متصف بالنبوت تھے۔ آپ پہلے نبیوں کے اوران کی امتوں کے بھی نبی ہیں اور اوّلین وآخرین کے بھی نبی ہیں اور آپ کی نبوت بالفعل تھی اور ہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب نے ''تحقیقات'' نامی کتاب کا مدلل جواب دے کر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اس پر دلائل اور بھی دیئے جاسکتے ہیں مگر منصف کے لیے اتنا کافی ہے جو مولانا نے تحریر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فقیر محمد شریف رضوی عفی عنہ
جامعہ سراجیہ رضویہ جھنگ روڈ بھکر

رائے عالی

محسن دعوت اسلامی، تلمیذ حضرت محدث اعظم، حضرت مولانا

علامہ مفتی محمد اشفاق رضوی صاحب حفظہ اللہ

(خانیوال، انگلینڈ)

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ، اما بعد

آج مورخہ ۳۰-۱۱-۲۰۱۰ء کو رسالہ موسومہ باسم دعوت رجوع مؤلفہ محقق العصر عمدۃ المحققین مفتی عبدالمجید خان سعیدی صاحب زید فضلہ از علامہ نسیم احمد صدیقی صاحب مدظلہ موصول ہوا اور اظہار رائے کا حکم ملا۔ مختصراً عرض ہے کہ فقیر کو اس کے مندرجات سے مکمل اتفاق ہے بلکہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے حامل ہر پہلو سے جو کہ اظہار عظمت میں نمایاں ہو دیگر تمام موجود توجیہات کے ہوتے ہوئے بھی ارجح اتفاق ہے۔

فقیر محمد اشفاق احمد غفرلہ

رائے گرامی

مفتی محمود حسین شائق ہاشمی صاحب

امیر جماعت اہل سنت ضلع جہلم، صدر جماعت اہل سنت تحصیل میرپور

حضرت مولانا مفتی شیخ الحدیث عبدالمجید خان سعیدی زیدہ مجدہ الکریم

السلام علیکم

آپ نے علامہ محمد اشرف سابقہ سیالوی حال سلوی (Silvi) کو راہِ راست پر لانے کے لیئے ماشاءاللہ خوب محنت کی۔ مگر پتھر پر اثر رکھتا ہے سلوی پر کلام نرم نازک بے اثر۔

دعا گو و دعا جو

مفتی محمود غفرلہ الودود

رائے گرامی

جانشین مفتی اعظم سندھ وبلوچستان
مفتی احمد میاں برکاتی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ

اما بعد! حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی زید مجدہ کی کتاب لاجواب ''تنبیہات'' بجواب ''تحقیقات'' کے ابتدائی ۸۰ صفحات بغور پڑھے' نہایت مفید پایا۔ پوری کتاب کو سرسری طور پر دیکھا مضمون سمجھ میں خوب آیا تنبیہہ کے ضمن میں خوب تحقیق فرمائی ہے۔ دل خوش ہوگیا۔ مولوی اشرف سابقہ سیالوی شاید بزعم خود عقل کل ہیں اس سے قبل بھی ان کی زہرافشانیاں سامنے آتی رہی ہیں۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کیا کم کارنامہ تھا کہ مزید کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق اپنے اندر کا سارا ملغوبہ نکال باہر پھینکا اور آقائے دوجہاں ﷺ کی شان اقدس واطہر میں اوران کی بارگاہ عالی پُر معالی میں اپنے نامناسب کلمات کو پھینک مارا آخر صفائی تو کرنی ہی تھی۔ برادرم مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب نے یہ کام سنبھالا اور خوب صفائی کی اس سے قبل بھی اشرف سرگودھوی سابقہ سیالوی (ش بغیر نقطہ کے زیادہ موزوں ہے) ہمارے شہر حیدرآباد کے ایک فاضل نوجوان کی بے اعتدالی سے قلم گما چکے ہیں جس میں علماء کے بورڈ سے مکمل انحراف کرتے ہوئے اپنا فتویٰ عوام پر تھوپا ہے جو سراسر بددیانتی اور ظلم پر مشتمل ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ مولوی اشرف سرگودھوی کی فائل مکدّر ہو چکی ہے تو بے جانہ ہوگا۔ جو شخص بارگاہ رسالت ﷺ اور ارشاد غوث کا پاس دار نہ ہو وہ راندۂ درگاہ ہی ہوگا کتاب پڑھیں اور غور سے پڑھیں حضرت موصوف مصنف کا حکم اور اصرار ہے کہ چند کلمے ضرور لکھوں

فقیر کو لکھنا کہاں آتا ہے یہ تو امام رضا رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ کرام اور والدی خلیل ملت کا فیضان ہے کہ

''ہوں بزم سخن میں نغمہ سرا اللہ رے قسمت کیا کہئے''

مجموعی تأثر یہ ہے کہ دل کو سرور ہوا' کلیجہ ٹھنڈا ہوا' اللہ تعالیٰ فاضل موصوف کو دارین میں اس کا اعلیٰ صلہ عطا فرمائے اور سرگودھوی کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

حررہ العبد

القاری احمد میاں برکاتی غفر والحمید

۱۵/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ'۱۶/اگست ۲۰۱۱ء یوم سہ شنبہ

خادم الحدیث والفقہ احسن البرکات حیدر آباد

رائے گرامی

بقیۃ السلف عمدۃ الفضلاء حضرت مولانا علامہ

ابو امجد صوفی رضا محمد صاحب عباسی قادری

سابق شیخ الفقہ احسن البرکات حیدرآباد' خطیب جامع مسجد مصری شاہ تلاؤ نمبر ۳' حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! ہمارے آقا و مولا سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدائشی نبی ہیں۔ اس مسئلہ میں مناظر اسلام جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب نے جو کتاب تنبیہات بجواب تحقیقات لکھ کر اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کا تحفظ کیا ہے۔

اس کتاب کو پڑھ کر مناظر اہل سنت قبلہ علامہ سعیدی صاحب کے متعلق کہنا پڑے گا کہ آپ اہل سنت کے عظیم محقق و ترجمان ہیں۔ مولا تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں مزید برکت دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقط رضا محمد عباسی قادری

سابق شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات و سابق ڈسٹرکٹ خطیب حیدرآباد

۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

رائے گرامی

مجاہدِ کبیر' مصنف تصانیف کثیرہ حضرت علامہ
صاحبزادہ محمد مظہرالحق صاحب بندیالوی مدّ ظلہ العالی
مہتمم دارالعلوم امدادیہ بندیال شریف

ذوالمجد والکرم وحید العصر فرید الدہر حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد عبدالمجید خان صاحب سعیدی زیدت مکارہم جلیل القدر محدث اعظم فقیہ اس دور کے صاحبِ طرز مصنف' نامور محقق بے مثال' مدرس لاجواب' خطیب اور ایک متبحر عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فکر کی بلندی نظر کی دقت مطالعہ کی وسعت اور اظہار مافی الضمیر کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ علامہ عبدالمجید خان صاحب مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں۔ فکر کی جمود کا شکار نہیں ایسے ہی اہل علم نے تفقہ اور تحقیق کی روش کے تسلسل کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا بلکہ اس کو آگے بڑھاتے رہے۔ لیکن اس شان حزم احتیاط کے ساتھ کہ شریعت کے جادہ مستقیم سے ذرہ بھر بھی نہ ڈگمگائے اور افراط وتفریط کا شکار بھی نہیں ہوئے۔

مصنف تنبیہات علامہ سعیدی نے بھی اپنی کتاب میں کتاب وسنت اجماع امت' آثار صحابہ' اقوال ائمہ' مجتہدین اور سلف صالحین سے استمساک کو نہایت ضبط اور احتیاط کے ساتھ قائم رکھا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں کمال توازن ہے۔

حضرت علامہ سعیدی نے کمال احتیاط سے کام لیا۔ آپ نے اپنی تحقیق کے شہکار کتاب میں نبوت کے مخالفین اور منکرین کے تمام ناقص بوگس اور لایعنی اعتراضات کے مسکت جوابات تحریر فرما کر تحفظ ناموس رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔ نبوت کے مسئلہ پر اتنا جامع مواد قاری پڑھنے والے کو ان شاء اللہ پہلی مرتبہ مرتب اور منضبط شکل میں ملے گا۔

تنبیہات میں طرز استدلال کثرت دلائل انداز تفہیم معاصرین کا تعاقب سلاست و روانی اور ندرت فکر کا ایک عظیم شہکار ہے۔

الحمد للہ اس مسئلہ پر ہم بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حجت شرعیہ کو اس طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ تمام شبہات دم توڑ جاتے ہیں۔ اور اگر کسی کی ضد ہٹ دھرمی اور انا قبول حق میں مانع نہ ہو تو سر تسلیم خم کئے بغیر چارہ نہیں۔ گویا کہ احقاق حق اور ابطال باطل کا علامہ سعیدی نے حق ادا کر دیا۔ علامہ صاحب کی تحریر ایک عظیم محقق و محدث اور عظیم مجتہد عصر کی رائے ہے۔ ضروری نہیں کہ سب اہل علم اس سے اتفاق کریں لیکن ہر ذی شعور یہ ضرور تسلیم کرے گا کہ صحرا و بیاباں میں ایک اذان حق ہے۔ اور خانقاہ سے نکل کر رسم شبیری کی ادائیگی ہے۔ اہل علم کو چاہئے کہ نہایت وسعت ظرف کے ساتھ دلائل حقہ کی بنیاد پر اس تحریر و تحقیق سے اتفاق کریں اور اگر اختلاف رائے رکھتے ہیں تو علامہ سعیدی صاحب کے دلائل قاہرہ کا جواب دیں اور گریز کی بجائے مسئلہ کو حل کریں۔ بعض مقتدر اہل علم کے خالی دعوے تو سننے میں آئے ہیں لیکن افسوس کہ کوئی علمی اور تحقیقی تردید سامنے نہیں آئی۔ یہ بات اس رائے کو تقویت پہنچاتی ہے کہ اختلاف کی بنیاد دلائل پر مبنی نہیں بلکہ ذہنی جمود غیر محققانہ فکر اور عصبیت سے عاری ہونا اس کا باعث اور سبب ہے۔

تحقیق کے عظیم شہکار تحفظ ناموس رسالت کی تلوار (تنبیہات) میں مخالفین نبوت اور منکرین رسالت کے رد اور اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کر کے ۔خود کو مصنف نے شفاعت مصطفیٰ ﷺ کا حق دار بنالیا ہے۔

کتاب ہذا تنبیہات ایک رسوائے زمانہ کتاب تحقیقات جو حقیقت میں غلاف کعبہ میں لپٹا ہوا صنم خانہ وہابیت و نجدیت و غلام خانیت اور مودودیت انداز گستاخانہ اور آمرانہ کا عکس جمیل کتاب تحقیقات کے لفظوں کے عموم گھٹیا پن اور نہایت گستاخانہ اور خبیثانہ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم اپنے سینے میں پوشیدہ بغض رسالت اور عناد نبوت کا اظہار کرنے میں نہایت بے قرار اور مجبور ہے۔

کتاب ہذا رسوائے زمانہ کتاب تحقیقات کا وافی و شافی و کافی محققانہ مدللانہ و عالمانہ اور مسکت اور مثبت جواب لاجواب ہے۔ لیکن ایسی بدنام تحریرات کا جواب دینے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے غلاموں کو چن لیا ہے جن کے سینے میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے سمندر موجود ہوتے ہیں۔ جن میں شاید علامہ شیخ الحدیث عبدالمجید خان سعیدی سرفہرست ہیں۔

علامہ کی کتاب تنبیہات کے ایک ایک لفظ سے محبت رسول ﷺ اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو آ رہی ہے اور ہر غلام مصطفیٰ ﷺ کو عشق رسول ﷺ کا درس دے رہی ہے اور ہدایت کا راستہ دکھا رہی ہے۔ یہ اپنے اپنے

مقدر اور نصیب کی بات ہے کہ کسی کو عاشق رسول سے گستاخ رسول بنادے اور کسی کو تحفظ ناموسِ رسالت کا سپاہی بنادے۔ ع

یہ مزاج عشق رسول ہے جسے چاہے نواز دے

عزیز دوست محمد رمضان صاحب کے اصرار صد بار کے بعد نہایت سرعت و تیزی اور جلدی میں الٹے سیدھے ٹوٹے پھوٹے بے ربط سے چند جملے لکھ پایا' شاید یہی چند جملے میری نجاۃ کا سامان بن جائیں۔ مجھے اپنی کم علمی' کم ظرفی' کم نظری اور کم ہمتی کا پورا پورا احساس ہے لیکن صرف اس امید پر کہ تیرا نام بھی غلامان مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہوجائے۔

منجانب: محمد مظہر الحق بندیالوی

رائے عالی

بقیۃ السلف، امام الخطباء الاعلام علامہ محمد محفوظ الحق شاہ صاحب
خطیب جامع مسجد جامع غلہ منڈی بورے والا ضلع وہاڑی

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

قرآن کریم میں رب العزت نے حضور نبی کریم کو بے شمار اسماء صفاتیہ کے ساتھ یاد فرمایا، جن میں سے ایک اسم مبارک ''شاہد'' ہے۔ قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ: یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا (الاحزاب:۴۵) اور حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شاہد کے تین معانی ہیں: ۱، گواہ　۲، حاضر و ناظر　۳، محبوب۔ اور اس معنی کی تائید و تاکید حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد عالی سے ہوتی ہے۔ ''الا وانا حبیب اللہ'' (کتاب فضائل سید المرسلین ﷺ مشکوۃ شریف) فعیل بمعنی مفعول، حبیب بمعنی محبوب یعنی آپ نے ''آلا'' کی وارننگ سے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور محبت کے کچھ تقاضے ہیں، محبت حسن کے ساتھ ہوتی ہے اور عیب کے ساتھ نہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے: ''حبك الشي يعمي ويصم'' ''کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے''۔ اور یہ محبت کا عمومی دستور ہے۔ لیکن نبی کریم نورِ مجسّم ﷺ جو کہ رب العالمین جل جلالہ کے محبوب ہیں تو اس دستور کے مطابق جو کہ خود حبیب رب العالمین ﷺ نے بیان فرمایا ہے واضح ہوتا ہے کہ نگاہ قدرت کو حسن حبیب علیہ الصلوۃ والسلام میں کوئی نقص کوئی عیب نظر نہیں آتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ میں عیب ہے ہی نہیں کیونکہ رب العزت صرف محبت ہی نہیں بلکہ اپنے محبوب ﷺ کا خالق بھی ہے۔ اس کا آپ سے محبت فرمانا ہی اس امر کی دلیل قاطع ہے کہ آپ ہر عیب سے پاک ہیں کہ آپ کا بنانے والا آپ کا محبّ ہے جس نے عیب رکھا ہی نہیں اسی لیئے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

خلقت مبرءً من کل عیب　　　کانك قد خلقت کما تشاءُ

اس سے واضح ہوا کہ کسی توجیہ کے ساتھ بھی آپ میں کوئی عیب ثابت نہیں کیا جا سکتا۔اسی کو امام اہل سنت حضرت مولانا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے یوں بیان فرمایا:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حب سید عالم ﷺ جب کسی خوش نصیب کو عطا ہو تو اس کی سوچوں میں بھی آپ کے حسن و کمال کے متعلق کوئی جھول نہیں آتی نہ وہ برداشت کرتا ہے جو بھی لڑکھڑایا اسی معیار محبت سے فروتر ہونے کی وجہ سے لڑکھڑایا۔

مناظر اسلام فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی اسعدہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نے علم وفضیلت کی وسعتوں سے نوازا ہے جو کہ دراصل حضور نبی کریم ﷺ کی محبت اور عقیدت کی برکت ہے جس سے آپ کا قلب سعید معمور و منور ہے۔یہ محض توفیق الٰہی ہے جو کہ آپ کو اپنے مرشد کریم امام اہل سنت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ''نور اللہ مرقدہ'' کے دامان کرم سے وابستگی کی بدولت حاصل ہے۔اغیار واجانب تو اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر کریں یہاں تو اگر بعض علمائے اہل سنت سے تسامح ہوتا ہے تو آپ عظمت سید عالم ﷺ کی دربانی کی خاطر محض لوجہ اللہی طور پر ان کی اصلاح وفلاح کی خاطر اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ایسا محتاط انداز اختیار کرتے ہیں کہ قاری محسوس کرتا ہے کہ یہ جدال نہیں محض احقاق حق کے لیئے ایک پرخلوص کوشش ہے۔

چنانچہ ''تنبیہات'' کے مطالعہ کے دوران آپ بجا طور پر محسوس کریں گے اور دیکھیں گے کہ آپ نے صاحب تحقیقات کے مندرجات کا ایسے مثبت انداز میں تجزیہ فرمایا ہے کہ حقیقت مسئلہ بھی نکھر کر سامنے آ جائے اور جس نقطہ پر فریق ثانی سے زلت ہوئی اس کا اظہار بھی ہو جائے۔اور ''ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن'' کی تعمیل بھی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت مفتی صاحب ''زید مجدہم'' کو بہمہ وجوہ استقامت علی الحق کا شرف بخشے اور اہل سنت وجماعت کو ان کی مساعی جمیلہ سے مستنیر ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وانا المفتقر الی الحق
محمد محفوظ الحق غفرلہ
جامع مسجد غلہ منڈی بورے والا ضلع وہاڑی

رائے عالی

فاضل جلیل مفتی نصیرالدین نصیرالحسنی حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعہ سلطانیہ شورکوٹ شہر

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ

حضرت مولانا محمد صفدر علی صابر آف کبیر والا نے ایک کتاب بنام ''تنبیہات'' مصنفہ محقق اہل سنت صاحب القاب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی آف رحیم یار خان عطا فرمائی جو کہ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف علی سیالوی آف سرگودھا کی کتاب ''تحقیقات'' کے جواب میں ہے۔ صابر صاحب نے کتاب پڑھنے اور اس پر تبصرہ بصورت تقریظ کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا گو کہ کتاب پر تقریظات لکھنا یا ان پر تبصرہ کرنا فحول علماء کا کام ہے مجھ جیسا بضاعۃ مزجات رکھنے والا سوائے چند ٹوٹے پھوٹے جملے لکھنے کے اور کیا کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ معاملہ عظمت رسالت کا ہے اس لیئے صاحب تنبیہات کو داد نہ دینا اور ان کی عملی شہکار تصنیف کی تائید نہ کرنا کوئے وفا سے دور ہے۔ خصوصاً ہم جیسے خاکپائے سگان مدینہ (زادہم اللہ شرفا) کے لیئے تو یہ ایک اعزاز ہے کہ ہم بھی آقائے کریم ﷺ کے ان جانثار غلاموں کی صف میں شامل ہوں جو ہر لمحہ ہر آن ہر زمان حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کے قائل ہیں۔

مجھے بھی اس لحاظ سے ایک گونہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس مسئلہ پر شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کے شبہات کے رد میں سب سے پہلے قلم میں نے اٹھایا تھا۔ اس وقت تک یہ مسئلہ صرف تقریروں تک محدود تھا کہ میں مجلّہ آئینہ کرم آستانہ عالیہ منگانی شریف میں درس حدیث کے عنوان سے اس مسئلہ کی وضاحت اور منکرین نبوت کا علمی انداز میں رد کیا۔ جسے متعدد ملکوں خصوصاً یورپ میں بہت پسند کیا گیا۔ جب موصوف کی مصنفہ کتاب ''تحقیقات'' سامنے آئی تو میں نے دانستہ اس کا مطالعہ نہ کیا کہ عظمت محبوب گھٹانے کی کوئی بھی تحریر

ہمارے دل پر ایک نشتر سے کم نہیں۔ البتہ اس پر یادگار اسلاف فخر عرب و عجم استاذی المحترم حضرت شیخ العلماء والمحدثین حضرت علامہ عبدالرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ دیکھ کر ضرور چونک گیا اور پھر شاگرد ہونے کے ناطے آپ کی خدمت میں بمعیت حضرت مولانا فاروق سلطان قادری آف جھنگ حاضر ہوا

آپ نے ارشاد فرمایا میں ازل سے ابد تک ہر لحہ نبوت و رسالت مصطفیٰ ﷺ کا قائل ہوں۔ تقریظ سیالوی صاحب کے بار بار اصرار پر کسی طالب علم کو کہا لکھ دے اس نے لکھ دی۔ کتاب تحقیقات کے مندرجات کو آپ نے قطعاً نہیں پڑھا۔ یہ بات میں خدا اور رسول کو حاضر و ناظر جان کر لکھ رہا ہوں اور ببانگِ دہل اعلان کرتا ہوں لعنت اللہ علی الکاذبین پھر اس کے بعد پیر طریقت حضور پیر فضل رسول صاحب سجادہ نشین محدث اعظم فیصل آباد نے حضرت شیخ الحدیث محمد شریف رضوی آف بھکر کے ہاتھ مشکوۃ شریف بھیجی جس کے حاشیہ میں خود حضور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ تحقیق یہی ہے کہ حضور ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی اور رسول تھے۔ جب استاذ محترم نے یہ تحریر دیکھی اسے چوم کر آنکھوں سے لگایا اور سیالوی صاحب کی تائید و تقریظ سے مکمل رجوع فرمایا ساتھ یہ بھی فرمایا میرا مذہب وہی ہے جو میرے شیخ کریم محدث اعظم کا ہے۔ اس بات کے عینی گواہان یہ ہیں:

۱____ شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی صاحب آف بھکر

۲____ علامہ مفتی غلام سرور نقشبندی صاحب آف بھکر

۳____ پروفیسر علامہ ڈاکٹر عطاء المصطفی صاحب آپ کے صاحبزادہ گرامی

ان کے علاوہ جو واقعاتی گواہ ہیں وہ یہ ہیں:

۱____ فقیر (خود راقم الحروف)

۲____ حضرت مولانا مفتی محمد عجیب القادری صاحب آف جھنگ

۳____ حضرت مولانا فاروق سلطان قادری صاحب آف جھنگ

۴____ شیخ الحدیث محمد سعید قمر صاحب جامعہ رضویہ فیصل آباد

۵____ مفتی اعظم محمد بخش رضوی صاحب جامعہ محدث اعظم چنیوٹ

۶____ علماء کی ایک کثیر تعداد

آپ کی یہ تقریظ رجوع نامہ آپ کی زندگی میں ہی چھپ چکی تھی۔

آپ کا وصال چودہ شعبان ۱۴۳۲ھ کو ہوا جب کہ کتاب تقریباً یکم شعبان ۱۴۳۲ھ سے بھی پہلے چھپ

چکی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی قل خوانی پہ ہزاروں کے اجتماع میں آپ کے صاحبزادہ گرامی پروفیسر ڈاکٹر عطاء المصطفیٰ صاحب کے ایماء پر اس بات کا باضابطہ علان کر دیا گیا۔ جس کے بعد کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جاتی ہے۔ حضرت استاذ العلماء کے رجوع کے بعد حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کی اس بات میں بڑا وزن بن جاتا ہے کہ حضرت سیالوی صاحب کی تائید کرنے والے محض نوعمر' نوخیز نوجوان چھوکرے ہیں جب کہ اکثریت ان کے اپنے ہی حلقہ احباب کی ہے۔

حضرت استاذ محترم کے وصال کے بعد سیالوی صاحب شدید علیل ہو گئے اس لیے عشرہ اوّل رمضان المبارک میں جھنگ سے ہم تین علماء ان کی عیادت کے لیئے گئے:

۱___ فقیر راقم الحروف۔

۲___ مفتی الٰہی بخش صاحب باروی پرنسپل پرانی عیدگاہ جھنگ

۳___ حضرت مولانا فاروق سلطان قادری صاحب آف جھنگ

دورانِ عیادت انہوں نے خود یہ بات چھیڑ دی اور فرمایا کہ رضوی' سیالوی سب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں اور پوری جماعت میں کوئی بھی ایسا نہیں جو میرے مؤقف کو سمجھے کسی نے بھی میرے مؤقف کو سمجھا نہیں ہے۔ میں زوال کا قائل نہیں ہوں بلکہ استتار نبوت کا قائل ہوں کہ چالیس سال تک آپ کی نبوت بشریت کے پردے میں مستور رہی

لیکن اس بارے میں جو مولانا فاروق سلطانی صاحب نے بات کی تو سیالوی صاحب نے جو دلائل دیئے وہ سراسر انکار نبوت کے تھے اور بات بات پر ان کے صاحبزادے گرامی حضرت مولانا نصیرالدین صاحب بھی بار باران کو یاد ہانی کراتے رہے۔ اوران کی نقاہت سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے جس سے یہ احساس ہوا کہ اس تحریک کے اصل محرک ہی صاحبزادہ ہیں جو عام تاثر تھا اس کی صداقت سامنے دیکھ لی۔

آمدم برسر مطلب: جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی عبدالمجید خان سعیدی کی یہ تصنیف حوالہ جات سے مزین' دلائل سے مملوٗ جمہور و جماعت اہل سنت کے مذہب وعقیدہ کی ترجمان' حضور ﷺ کی بے مثال اور لازوال نبوت ورسالت کے ثبوت کے لیئے ایک عظیم تحفہ اور منکرین شان رسالت کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ جب کہ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی اوران کے مؤیدین کے لیئے دعوت حق کا ایک کھلا اور واضح پیغام ہے

گو کہ اتنے کثیر حوالہ جات کے سامنے علامہ سیالوی صاحب کے شبہات کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی مگر پھر بھی اتمام حجت کے لیے علامہ سعیدی صاحب کی کتاب تنبیہات کی دوسری جلد کا شدت سے انتظار ہے تاکہ معاملہ اور بھی واضح ہو جائے۔

حضرت سعیدی صاحب نے جو مؤقف پیش کیا ہے چودہ سو سال سے مسلمانانِ امت کا یہی عقیدہ ونظریہ ہے اس بارے میں سرِ دست دو حوالے بطور تائید کے پیش خدمت ہیں۔ عظیم مفسر حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۷ھ) اپنی عظیم شاہکار تصنیف روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں:

لما تجلی اللہ وجد جمیع الارواح فوجدا ولاً روح نبیا ﷺ ثم سائر الارواح فلقن التوحید لا الہ الا اللہ فقال: فکرمہ اللہ بقولہ: محمدرسول اللہ فاعطی الرسالۃ فی ذالک الوقت ولذا قال علیہ السلام: کنت نبیا آدم بین الماء والطین انتھی ومضی الحدیث انہ کان نبیا بالفعل عالماً بنبوتہ وغیرہ من الانبیاء ماکان نبیاً بالفعل ولا عالماً بنبوتہ الا حین بعث بعد وجودہ ببدنہ العنصری واستکمال شرائط النبوۃ فکل من بدا بعد وجود المصطفی علیہ السلام فھم نوابہ و خلفاء و مقدمین کالأنبیاء والرسل أو مؤخرین کأولیاء اللہ الکمل قال علیہ السلام: (أنا من نور اللہ والمؤمنون من فیض نوری)۔ (روح البیان، جلد ۹، صفحہ ۶۷)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کی طرف توجہ فرمائی تو سب سے پہلی توجہ خداوندی روح محمد پر پڑی جس کو اللہ نے خود توحید کی تلقین کی تو روح محمد ﷺ نے پڑھا لا الــــہ الا اللہ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا محــمــد رسول اللہ بس اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رسالت عطا فرمائی۔ اسی لیۓ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ اسی وقت سے بالفعل نبی ہیں۔ برخلاف دوسرے انبیاء کرام کے وہ بعثت کے بعد ہی بالفعل نبی بنتے ہیں۔ لہٰذا تمام انبیاء کرام حضور کے نائب اور خلیفہ ہیں۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ولادت مبارکہ کے وقت ختم نبوت خدمتِ ملائکہ سے نوازا جب کہ نبوت تو ولادت سے بھی قبل عطا فرمائی گئی تھی۔ اس لیۓ حضور ﷺ نے وقت ولادت سجدہ کرتے ہوۓ اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔

ان کے علاوہ عظیم مجدد اور محدث حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) اپنی عظیم تفسیر قرآن ''تفسیر مظہری'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مثــل نــورہ کــمشــکوۃ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور نبی کریم کی مثال بیان فرمائی ہے۔ مشکوۃ آپ کا سینہ مبارک ہے۔ زجاجہ آپ کا قلب اقدس ہے اور مصباح نبوت ہے اور یکاد حضور ﷺ کا معاملہ نبوت ہے کہ آپ اگر اظہار نبوت نہ بھی فرمائیں تو پھر بھی آپ کی نبوت ظاہر و باہر ہے پھر

حضرت مفسر نے ایک طویل فصل تحریر فرمائی جس میں وہ معجزات ذکر فرمائے جن کا تعلق بعثت سے قبل کا ہے اور مفسر نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ قبل بعثت بھی حضور ﷺ کی نبوت ظاہر اور واضح ہے یہاں ایک بات خاص قابل توجہ ہے حضرت مفسر نے جو فصل کا عنوان بنایا:

فی معجزاته التی ظهرت قبل بعثته صلی الله علیه و آله وسلم (جلد ۶، صفحہ ۵۳۶)

ترجمہ: یہ وہ معجزات ہیں جو بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے

اور یہ بات فریقین میں مسلم ہے کہ معجزہ صرف نبی کا ہوتا ہے لہٰذا ان ہر دو عظیم مفسرین جو کہ حضرت سیالوی صاحب کے ممدوحین ہیں کے مقابلے میں امید ہے کہ حضرت علامہ سیالوی صاحب اپنے مؤقف پر ڈٹے نہیں رہیں گے بلکہ اہل سنت پر عموماً اور اپنی آخرت پر خصوصاً رحم کرتے ہوئے رجوع فرمائیں گے۔

والسلام
مفتی نصیر الدین نصیر الحسنی
جامعہ سلطانیہ شورکوٹ

رائے عالی

مناظر اہل سنت عالم یلمعی فاضل لوذعی

حضرت علامہ مفتی محمد شوکت علی سیالوی صاحب

سلمہ ربہ القوی (خانیوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین اما بعد

دور حاضر میں سرزمین پاکستان پر جمہور اہل اسلام، اہل سنت و جماعت کی علمی، فکری تدریسی و تربیتی خدمات سرانجام دینے والی سربرآوردہ شخصیات میں استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب حفظہ اللہ کا اپنا ایک امتیازی مقام ہے۔

ماضی قریب میں برصغیر میں رسوخ فی العلم رکھنے والی ہستیوں میں حضور غزالیٔ زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ وارث علوم اہل بیت اطہار ہونے میں ایک یکتا ہستی تھے۔ آپ کے علم میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نور اور برکت رکھی تھی جس کی بنا پر آپ نے اپنے دست مبارک میں اہل سنت و جماعت کو خوب فیض یاب فرمایا ______ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب حفظہ اللہ کو اسی منبع فیض و برکت سے بالواسطہ و بلا واسطہ فیض یاب ہونے کا عظیم موقع میسر آیا اور جس طرح ہم حضور غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر شاگردان و فیض یافتگان میں بھرپور طریقے سے نور علم، تقویٰ و طہارت اور عظمت اسلام و ترویج حق کا جذبہ فراواں پاتے ہیں۔ یہ تمام امور حضرت ممدوح مفتی اسلام علامہ محمد عبدالمجید سعیدی رضوی صاحب میں بدرجہ اتم نظر آتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے (اہل سنّت و جماعت پر کرم فرماتے ہوئے) یہ نعمت بھی عطا فرمائی ہے کہ دنیا بھر میں کہیں کوئی آواز اہل سنّت کے معتقدات و معمولات کے خلاف اٹھے، حضرت مفتی صاحب قبلہ بروقت اس کی خبر لیتے ہیں اور پر زور علمی استدلالات کے ساتھ، اہل سنّت کا بھرپور دفاع اور مخالفین کے جملہ اعتراضات کا قلع قمع فرما کر حق کو ظاہر و غالب اور باطل کو مغلوب فرما دیتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ مخالفین اہل سنّت و جماعت کی تقریرات و تحریرات کا مکمل تجزیہ و پوسٹ مارٹم فرما کر رکھ دیتے ہیں اور اٹھائے گئے ایک ایک نکتے کا ایسا ردّ بلیغ فرماتے ہیں اور حق موقف کو اتنا مدلل پیش فرماتے ہیں کہ مجھ جیسے طلباء اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ قرب قیامت کے، امت مسلمہ کے اس دور زوال میں اس ذات کریم جل جلالہٗ نے ہمیں حضرت مفتی صاحب جیسی علمی شخصیت سے نوازا ہوا ہے۔ اس وقت مجھ طالب علم کو حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ایک نئی تصنیف ''تنبیہات بجواب تحقیقات'' کے حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے۔

''تنبیہات'' اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ لاجواب بھی رہے گی۔ یہ جواب ہے ''تحقیقات'' نامی ایک کتاب کا۔ جسے شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب حفظہ اللہ کی تصنیف کے طور پر شہرت دی گئی ہے۔

علامہ موصوف کی خدمات جلیلہ کا ایک زمانہ معترف ہے مگر اب ایک نئی صورت حال سیالوی صاحب کی زندگی میں آ گئی ہے کہ انہوں نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ ولادت باسعادت سے لے کر چالیس کی حیاتِ مبارکہ میں اعلان نبوت تک نبی نہیں ہیں۔ علامہ سیالوی صاحب کا یہ موقف بالکل نیا ہے۔ ان کا پہلا موقف ان کی متعدد کتب میں موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے اس چالیس سالہ دور مبارک میں نبی ہی ہیں۔ اپنے موقف کے ثبوت کے لیے آپ نے ''تحقیقات'' نامی کتاب تحریر فرمائی۔

ا۔ آپ عالم ارواح میں نبی علیہ السلام کی نبوت کے موجود ہونے کے قائل ہیں۔ لہٰذا چاہئے تھا کہ تسلیم نبوت کے بعد انقطاع نبوت پر کوئی قطعی دلیل پیش فرماتے۔ مگر از اوّل تا آخر پوری کتاب میں کوئی ایک دلیل ایسی انقطاع نبوت پر قائم نہیں فرما سکے۔ دلیل کی عدم دستیابی سبب بن گئی ہے کہ اب آپ کے سرگرم شاگردوں نے آپ کے موقف کے برخلاف حدیث صحیح ''کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد'' کو مؤول قرار دینا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ کے شاگرد رشید حافظ فریاد علی قادری آف گوجرہ نے اپنے رسالہ ''الـزلـزلة المتدهيش'' صفحہ ۱۸ پر فرمایا ہے: ایها المفتی الغشیش! آپ نے جو حدیث بیان فرمائی ہے میں نے اس کا

جواب دے دیا ہے وہ حدیث مؤول ہے۔اپنے ظاہر پر نہیں الخ۔

علامہ کے شاگردوں کے نزدیک جب یہ حدیث مؤول ہے اپنے ظاہر پر نہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے شاگرد عالم ارواح میں بھی نبوت کے منکر ہوگئے۔ یہ حضرت صاحب کی تحقیق کا نتیجہ ہے کہ اب عالم ارواح والی نبوت بھی ختم ____ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عالم اجسام کے اس چالیس سالہ دور مبارک میں انکار نبوت کے فلسفہ کی تقریر ''تحقیقات'' میں اس طرز پر ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی بشریت مبارکہ تمام لوگوں کی بشریت کی طرح نظر آنے لگتی ہے۔حتیٰ کہ خود تحقیقات کے صفحہ ۴۸ (اوّل ایڈیشن) میں فرمادیا گیا ہے کہ ''ضروری تھا کہ ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لیے نبی اور رسول بنایا جاتا کیوں کہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے''۔

جب کہ مذہب محقق یہ ہے کہ (اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ) بالرسالة والخصائص الروحانية والجسمانية ولذلك قوا واعلىٰ مالم يقول عليه غيرهم'' یعنی قرآن پاک سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ) کے تحت تفسیر بیضاوی جلد اوّل، صفحہ ۱۵۶ (مصطفیٰ البابی، مصر) پر علامہ امام ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ ابن عمر بیضاوی (المتوفی ۷۹۱ھ) فرماتے ہیں کہ آیت بینہ میں مذکور انبیائے کرام علیہم السلام کو چن لیا اور اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لیۓ اور روحانی وجسمانی خصائص کے لیۓ اسی لیۓ وہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ان باتوں پر قدرت رکھتے تھے جن پر غیر انبیاء قادر نہیں ہوسکتے''۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) کی تفسیر کبیر جلد ۵ جز الثالث مطبوعہ لاہور پر سورۃ انعام آیت ۱۲۴ ''اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ''اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ لاہور زیر آیت سورہ آل عمران آیت ۳۳ ''اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا ''الآیۃ۔ملاحظہ فرمالیں ''وذكر الحليمى فى كتاب المنهاج '' ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لا بدان يكونوا مخالفين لغير هم فى القوىٰ الجسمانية والقوىٰ الروحانية الخ''یعنی امام حلیمی نے اپنی کتاب ''منہاج'' میں ذکر فرمایا ہے کہ انتہائی ضروری ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنے غیروں سے قوائے جسمانی اور قوائے روحانی دونوں میں ممتاز و الگ ہوں۔

اہل سنت وجماعت محبوب کریم ﷺ میں بے مثل و بے مثال شان بشریت مانتے ہیں۔ایسی بشریت مبارکہ کہ جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے بالکلیہ باقی تمام بشروں سے الگ ہے۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ شیخ الحدیث صاحب نبی علیہ السلام کے اس دور میں اعلیٰ ترین مقام ولایت

کے بھی قائل ہیں۔ جب ولائت کے قائل ہیں تو ولی کا مقام ہے۔ کنت سمعه الذی یسمع به (الحدیث القدسی رواہ البخاری) بشریت بھی نبی ﷺ کی بے مثال پھر شروع سے تمام اعضائے جسمانی مبارک میں نور الٰہی بھی جلوہ گر اور پھر بار نبوت سے بنائے بشریت کے انہدام کا قول بھی۔ یہ تعارض کیوں ہے؟

شیخ الحدیث قبلہ ابریز شریف کے حوالے خود پیش فرماتے ہیں۔ حضرت عبدالعزیز دبّاغ رضی اللہ عنہ کو ولی کبیر غوث کبیر کے القابات سے یاد فرماتے ہیں اور پھر ہم حوالہ دیں انہیں کا تو اس پر پھبتی کس دیتے ہیں۔ حضور والا! بتائیے کیا حضرت دباغ نے نہیں فرمایا کہ ''حضور ﷺ کو فتح بچپن مبارک میں ہی عطا ہو گئی تھی؟ کیا حضرت غوث کبیر دباغ کا فرمان نہیں ہے۔ ابریز شریف میں ہے کہ ''جب روح کے شایان شان عطا ہوتا ہے تو جو کمالات روح کو حاصل ہوتے ہیں بوقت ولادت وہ تمام کمالات جسم کو بھی عطا ہو جاتے ہیں؟

تحقیقات کے صفحہ ۱۰۴ پر عجب صورت حال پیدا کر دی گئی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لباس بشری میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے مادہ تولید کے ساتھ نفخ سیدنا جبرائیل علیہ السلام جمع ہو گیا تو ان کی ذات میں بشری حجاب ان کی نوری حقیقت پر بہت خفیف تھا اور نبی ﷺ کے لباس بشری میں والدہ ماجدہ کے مادہ تولید کے ساتھ ساتھ والد گرامی رضی اللہ عنہ کا مادہ تولید بھی جمع ہو گیا تھا۔ لہٰذا بشری حجاب حقیقت نوری پر نسبتاً دبیز و کثیف تھا (مفہوماً)۔

جناب والا نے خود جلاء الصدور میں فرمایا تھا کہ ایک آیت کی متعدد تفاسیر ہو سکتی ہیں۔ ''القرآن حجة من کل وجه''، ''وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارکہ میں جب نبی ﷺ جلوہ گر تھے تو انوار پیشانی اقدس پر تو چمکتے تھے اور وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ کے مطابق سیدنا عبداللہ بھی الطاف ربانی کا یقیناً مورد تھے۔ انوار مصطفیٰ ان کی پیشانی میں چمکتے تھے مگر ان کے مادہ تولید سے کثافت ختم نہ کر سکے؟ اور وہ کثافت اسی طرح اتنی مؤثر رہی کہ روح مصطفیٰ سے نبوت کو ہی منتزع و الگ کر دیا (لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم)۔

حضور سید عالم ﷺ کی بشریت مقدسہ میں کبھی کوئی کثافت نہیں رہی شق صدر اور دیگر ایسے امور سے ہمیشہ بشریت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عظمت وجلاء کا اضافہ کیا گیا ہے۔

تحقیقات کا صفحہ ۱۰۳ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام سے نبی ﷺ افضل ہیں اس لیے بچپن میں نبوت ہونی چاہیے اور جناب والا بالکل ''المہند'' میں اختیار کیے گئے طرز کلام کے طریق پر دیوبندیوں کی طرح یہ جواب دیتے ہیں کہ پھر بالاتفاق حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام بھی عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں ان میں

بھی بچپن سے نبوت جانئے؟

جناب جیسی حکیم ومدبر ہستی سے یہ بات کیسے پوشیدہ رہ گئی کہ اہل سنت نبی علیہ السلام کو جہاں عیسیٰ علیہ السلام سے افضل مانتے ہیں وہاں نبی علیہ السلام کو تمام کمالات کی اصل مانتے ہیں۔ اگر اہل سنت والی بات سیدنا ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام میں ہے تو آپ کی بات ٹھیک ورنہ اصل ہر کمال کا تقاضا کیا ہے۔

تحقیقات کے منظر عام پر آنے کے بعد جس طرح اعلان نبوت سے قبل کے چالیس سالہ دور مبارک میں انکار ہونے لگ گیا ہے اسی طرح اہل سنت میں حضرت والا کے شاگرد اب عالم ارواح میں بھی نبوت کا انکار کرنے لگ گئے ہیں۔ پھر جو اسلوب تحقیقات میں اپنایا گیا ہے خوانخواستہ برقرار رہا تو کوئی اور اس قبیل کے مسائل کا انکار بھی ہونے لگ جائے گا۔ مثلاً نبی علیہ السلام کا اول الخلق ہونا۔ نور مصطفیٰ ﷺ وغیرہ ایسے کئی بابِ فضائل کے مسائل خود اہل سنت میں متنازعہ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔

الحمدللہ تعالیٰ حضرت علامہ مفتی عبدالمجید صاحب سعیدی رضوی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بار پھر یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ مذہب اہل سنت کو بکھرنے سے بچانے اور حضور سید عالم ﷺ کی ثابت ایک فضیلت کے دفاع میں آپ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

مجھ طالب علم کی کوئی حیثیت نہیں مگر میں نے آپ کی تصنیف لطیف ''تنبیہات'' کا حرف بحرف مطالعہ کیا ہے اور بندہ آپ کی اس کتاب سے مکمل متفق ہے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بڑی احسن ترتیب قائم فرما کر پہلے متعلقہ تمام امور کی وضاحت فرمائی ہے۔ پھر ابواب کی نہایت اعلیٰ ترتیب بندی فرمائی ہے۔ ہمیں بڑی شدت سے انتظار ہے کہ ''تنبیہات'' کی دوسری جلد جلد از جلد آئے تا کہ علامہ سیالوی صاحب کے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا مدلل ومحقق جواب قوم تک پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی کے ظل ہمایوں میں برکات عطا فرمائے اور آپ کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مشکور فرمائے۔ آمین۔

راقم السطور

محمد شوکت علی سیالوی

۲۷/ شوال المکرّم ۱۴۳۲ھ

پیر ۲۶/ ستمبر ۲۰۱۱ء

رائے عالی

حضرت علامہ مفتی ابوالفائز محمد وسیم رضا حفظہ اللہ
خطیب مرکزی جامع مسجد چکسواری میرپور آزاد کشمیر
مفتی وزیراعظم سیکرٹریٹ مظفر آباد (AK)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔

بندہ ناچیز کے پاس ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اشفاق احمد مہردی صاحب آف کبیروالا تشریف لائے۔ مختصر ملاقات ہوئی اور کئی یادیں چھوڑ گئے۔ بعد ازاں انہوں نے کتاب ''تنبیہات'' بھجوائی اور ساتھ کچھ لکھنے کا بھی حکم فرمایا۔

میری گزارش اہل علم اور قارئین سے یہی ہوگی کہ موجودہ دور میں عقیدہ کے تحفظ کی ضرورت ہے۔ اسلاف کے عقائد کے مطابق اخلاف کو چلنا چاہئے اور اسی میں ہماری نجات و کامیابی ہے۔

جہاں تک نبوت کا مسئلہ ہے اس بارے میں صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد جمہور علماء و متکلمین کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دوام نبوت اور استمرار نبوت کی صفت کے ساتھ متصف کیا ہے اور ایک آن کے لیئے نبوت کے انتزاع اور جدا ہونے کے عقیدہ کو گمراہی کہا ہے۔ (کنت نبیا و آدم بین الماء والطین) یہ حدیث مبارکہ اس عقیدہ پر دال ہے کہ وجود نبوت کے اعتبار سے اوّل الانبیاء نبی ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور ظہور نبوت کے اعتبار سے آپ آخر الانبیاء ہیں۔ چالیس سال بعد کی نبوت وجود کے اعتبار سے نہیں بلکہ ظہور کے اعتبار سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ سے استفسار کرنا کہ (متی وجبت لك النبوۃ) یارسول اللہ ﷺ آپ کے لیئے نبوت کب واجب ہوگئی؟ خود اس پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کو یہ پتہ تھا کہ چالیس سال کے بعد اعلان نبوت درحقیقت اظہار نبوت اور ظہور نبوت ہے۔ اگر آپ ﷺ پہلے سے نبی نہ تھے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سوال کی ضرورت کیوں پڑی اور وہ بھی اس چیز کی جو اظہر من الشمس ہے۔

کتاب ''تنبیہات'' عظیم فاضل قبلہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کی اس لحاظ سے داد کے لائق ہے کہ اس کتاب میں عقیدہ اہل سنت کو نہایت لطیف اور مدلل انداز سے بیان کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے مفتی صاحب بھی قابل داد اور صد ستائش ہیں کہ انہوں نے علمی انداز کی کتاب اہل سنت کو میسر فرمائی۔دعا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور عقیدہ اہل سنت کی حفاظت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مفتی محمد وسیم رضا

مفتی وزیر اعظم سیکرٹریٹ' مظفر آباد (AK)

رائے عالی

صاحب تصانیف کثیرہ، رئیس القلم، فاضل محتشم

علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب حفظہ اللہ

مفتی دارالافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ سمندری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

نبی کریم رؤف الرحیم نور مجسم امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی نبوت سے سرفراز فرمائے جا چکے تھے۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل بھی آپ ﷺ کا نبی ہونا کتب احادیث میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کسی شخص کا عالم ارواح میں نبی کریم ﷺ کو بالفعل نبی ماننا اور پھر عالم اجساد میں چالیس سالہ دور میں نبی بالفعل ہونے کی نفی کرنا آپ ﷺ سے نبوت کا انفکاک وانقطاع ثابت کرنا ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ سے ایک لمحہ کے لیئے بھی نبوت کا انقطاع ناممکن ہے۔ بدقسمتی سے جمہور اہل سنت کے مقابل اپنی رائے کو مقدم کرنے کے لیئے کتنی محنت کی جارہی ہے جس سے عامۃ الناس میں افتراق واضطراب بڑھتا ہی جارہا ہے۔ پھر اس پر چیلنج بازی کر کے فضا کو مزید مکدر کیا جارہا ہے حالانکہ اس قدر تشدد وتعصب کا مظاہرہ دین کی کوئی خدمت نہیں بلکہ اس سے خود ان کی شخصیت مجروح سے مجروح ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہم اب بھی دست بستہ نہایت دلسوزی سے عرض کرتے ہیں کہ خدارا اہل سنت جمہور کے عقیدہ کے مطابق وابستگی کر کے اس انتشار وافتراق کو ختم کر کے اہل سنت عوام وخواص کی دلی تسکین اور خدا اور سول کی رضا کا سامان پیدا کر دیں۔

''تحقیقات'' نامی کتاب کے جواب میں ہمارے فاضل محقق عالم نبیل حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب نے ''تنبیہات'' کے عنوان سے کتاب لکھ کر اہل سنت کی تسکین اور اپنے آقا کریم ﷺ کی

عظمت وشان کے دفاع کی سعی محمود کی ہے۔مولیٰ تعالیٰ حبیب کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت مصنف کی اس سعی محمود کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین۔

کتبہٗ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

خادم دارالافتاء جامعہ غوثیہ رضویہ

مظہر الاسلام، سمندری، ضلع فیصل آباد

۲۵/شوال المکرم ۱۴۳۲ھ

رائے گرامی

دردمند مسلک حضرت پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ قادری لاہور

محترم ومکرم محقق العصر مولانا عبدالمجید خان سعیدی صاحب حفظہ اللہ

سلام مسنون' مزاج گرامی۔ آپ کی عالمانہ' محققانہ' ایمان افروز وباطل سوز کتاب ''دعوت رجوع'' استاذ العلماء مولانا خادم حسین رضوی حفظہ اللہ کے ذریعے ملی۔ اس کتاب لاجواب کا ازاوّل تا آخر مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب لاجواب ہے اور لاجواب رہے گی۔ ماشاءاللہ

سرورِ دوعالم ﷺ کی اعلان نبوت سے قبل غار حرا میں عبادت' مہر نبوت' شق صدر' بوقت ولادت ظاہر ہونے والے عجائب کو امام سیوطی ودیگر محدثین کی جانب سے معجزات قرار دیا جانا' بوقت ولادت رب ھب لی امتــــی فرمانا اور اعلان نبوت سے قبل سلام کرنے والے پتھر جیسے مستند احادیث میں بیان کیے گئے واقعات سے نہایت خوب صورت انداز میں استدلال کیا گیا ہے مزید خوبی یہ ہے کہ کتاب میں دلیل گرم اور زبان نرم کے فارمولے پر بڑی خوبی کے ساتھ عمل کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے مولانا سیالوی کی جانب سے سرکار دوعالم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل بالقوۃ نبی ہونے کی خبریں مل رہی تھیں جو جگر کو زخمی اور دل کو گھائل کررہی تھیں۔ بہت عرصہ سے افاضل کی جانب سے رد کرنے' مناظرہ کرنے اور تحریری جواب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جارہا تھا۔ لیکن میدان عمل میں کوئی نہیں آیا۔ یہ سعادت میرے علم کے مطابق فقط آپ کے حصے میں آئی کہ میدان میں اتر کر عظمت وشان رسالت کے دفاع کے لیئے محنت فرمائی۔ مولائے کریم آپ کو اور ناشر کو بہترین جزاعطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام مع الاکرام

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی عفی عنہ

رائے عالی

خلیفہ حضرت تاج الشریعۃ

مولانا علامہ محمد یونس شاکر صاحب کراچی

نحمد و نصلی علی رسوله الکریم۔ اما بعد

سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت مبارکہ کے حوالے سے قبلہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب کے دلائل اور آپ کا مؤقف بعینہٖ وہی مؤقف ہے جو سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اکابرین اہل سنت کا رہا ہے اور میں بھی حضرت کے اس مؤقف سے متفق ہوں کہ سرکار کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف ہی اس حالت میں لائے کہ منصب نبوت و رسالت سے متصف تھے اور آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین'' اس پر صریح دلیل ہے۔

یکے از خاکپائے حضور تاج الشریعہ

فقیر محمد یونس شاکر (کراچی)

نزیل مکۃ المکرّمۃ

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ۔ ۴/دسمبر ۲۰۱۰ء

نوٹ: یہاں ''تاج الشریعہ'' سے مراد نبیرۂ اعلیٰ حضرت' حضرت علامہ اختر رضا خان دامت برکاتہم ہیں۔

رائے عالی

سرمایہ مسلک حضرت علامہ ڈاکٹر الطاف حسین صاحب سعیدی حفظہ اللہ

(جہانیاں)

سلام مسنون

آپ کی کتاب مستطاب تنبیہات کا مطالعہ کیا۔اس کے دلائل میں حضور غزالی زماں کا فیض ہے۔قبلہ علامہ منظور احمد فیضی کی سی کثرت حوالہ جات ہے۔سرکار علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی کی ندرت استنباط و استدلال ہے۔مخالف کے لیئے دعوت رجوع بھی ہے اور اتمام حجت بھی ہے۔میں سرکار ﷺ کی نبوت دائمی کا قائل ہوں اور جو اس کا مخالف ہے اس کے لیئے میرے کان بند ہیں اور مجھے آپ کی کتاب کے دوسرے حصے کا انتظار ہے۔

دعا گو

الطاف حسین سعیدی

رائے عالی

فاضل اجل حضرت علامہ سید محمد عبدالوہاب اکرم قادری
(کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام مسنون

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی صاحب قبلہ کی تحریر حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کے حوالے سے نہایت مدلل اور قوی دلائل پر مبنی تفصیلی طور پر پڑھی وہی مؤقف جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین رحمۃ اللہ علیہم کا ہے نہایت شرح وبسط سے واضح کیا گیا ہے۔ الحمدللہ فقیر اسی عقیدے کا حامل اور اس تحریر سے کامل متفق اور مؤید ہے اللہ تعالیٰ حضرت سعیدی صاحب کے علم وعمل اور عزت ووقار میں مزید اضافہ فرمائے۔

آمین بجاہ سیدالمرسلین والہٖ وصحبہ اجمعین

فقیر سید محمد عبدالوہاب اکرم قادری
خطیب جامع مسجد قادریہ سی ایریا ملیر کراچی
نزیل مکہ مکرمہ

رائے عالی

مخدوم اہل سنت حضرت مولانا سید اللہ رکھا قادری ضیائی

(کراچی)

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف ''تنبیہات'' بجواب ''تحقیقات'' کے اس مؤقف سے کہ رسول اللہ ﷺ پیدائشی نبی ہیں متفق اور مؤید ہوں۔ الحمدللہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا اس معاملے میں جو عقیدہ اور جو مؤقف ہے وہی میرا اور جملہ اہل سنت کا موقف ہے۔

خادم غوث ورضا

سید اللہ رکھا قادری ضیائی

۴/دسمبر ۲۰۱۰ء مطابق ۲/ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ

رائے عالی

پاسبان مسلک صاحبزادہ مولانا فیاض احمد صاحب اویسی

وعقیدۂ علامہ فیض ملت اویسی صاحب علیہ الرحمۃ

مہتمم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علیك سیدنا یا رسول اللہ وعلی آلك واصحابك اجمعین اما بعد

چالیس سال قبل نبوت کا مسئلہ امت مسلمہ کا مسلّمہ ہے کہ ہمارے پیارے رسول کریم رؤف ورحیم ﷺ پیدائشی نبی ہیں، اس پر علماء حق کے دلائل موجود ہیں صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین سلف صالحین، علماء متقدمین میں اس بات پر اتفاق ہے ہاں البتہ وہابیہ دیوبندیہ اس حقیقت کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ سینکڑوں صفحات کی کتابیں لکھ کر کاغذ کالے کیئے مناظرے بھی ہوتے رہے۔

میرے حضور قبلہ وکعبہ والد گرامی حضرت مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ فروری ۱۹۷۸ء کو دیوبندیوں کے مولوی یوسف رحمانی کے ساتھ ملتان کے قریب جھوک وینس میں اس موضوع پر مناظرہ بھی کیا۔ اس میں فقیر بھی موجود تھا جھوک وینس کے لوگ آج بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ مولوی سیف رحمانی نماز عصر کے بہانے مسجد میں گھس گیا اور مسجد کی کھڑکی سے نکل کر راہ فرار اختیار کر گیا۔ اہل سنت کو عظیم فتح نصیب ہوئی۔ (مزید تفصیل کتاب ''مناظرے ہی مناظرے'' میں دیکھی جاسکتی ہے)۔

ہمارے علماء کرام نے اس موضوع پر اٹھائے گئے اعتراضات کے مدلل ومحقق جوابات بھی دیئے منکرین کے ساتھ بحث ومباحثہ مناظرے ومقابلے ہورہے ہیں۔

حضور فیض ملت سے سوال ہوا؟

میرے حضور قبلہ والد گرامی مفسر اعظم پاکستان فیض ملت نوراللہ مرقدہٗ نے ۷/ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ/۷ جنوری ۱۹۶۰ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر برمکان حاجی احمد دین نزد بستی سالار رلاڑ پکالاڑاں ضلع رحیم یار خان میں تقریر بعنوان نور مصطفیٰ ﷺ خطاب فرمایا۔اس مجمع میں اکثریت دیوبندی مسلک کے لوگوں کی تھی۔ تقریر کے اختتام پر مجمع سے ایک سوالیہ پرچی آئی کہ مولانا یہ بتائیں کہ حضور ﷺ چالیس سال قبل از نبوت کسی نبی کی پیروی میں رہے؟ یا خود نبی کی حیثیت سے تھے؟ جواب دیں۔

آپ نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ قبل از اعلان نبوت محققین علماء امت کے نزدیک کسی نبی کی پیروی میں نہیں تھے بلکہ تمام انبیاء کرام آپ کے امتی ہیں۔فرمایا حضرت علامہ امام فخر الدین رازی نے تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آپ پیدائشی طور نبوت کے وصف سے موصوف تھے۔

• ـــــ قبل از اعلان نبوت آپ کو وحی خفی اور کشوف صادقہ کے ذریعے احکامات پر عمل فرماتے اس کی وجہ تو وہی ہے کہ آپ نے چالیس سال بعد صرف نبوت کا اظہار فرمایا ورنہ آپ اس سے قبل وصف نبوت سے موصوف تھے۔منکرین کی یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپ چالیس سال بعد نبی بنے۔

• ـــــ احناف کے معروف مستند محدث امام ملا علی القاری علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) شرح عمدۃ النسفی کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ کی عبادت قبل اعلان نبوت اور کس شریعت کے تابع تھے لکھتے ہیں:

کان فی مقام النبوۃ قبل الرسالۃ و کان یعمل بما ھوالحق الذی ظھر علیہ فی مقام نبوتہ بالوحی والکشوف الصادقۃ من شریعۃ ابراھیم وغیرھا ۔یعنی آپ (اعلان نبوت) سے قبل مقام نبوت پر فائز تھے اور آپ اپنے اس مقام کی بناء پر وحی اور سچے کشوف کے ذریعے واضح ہونے والے طریقہ ہائے کے مطابق عمل فرماتے جو جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی غیر تحریف شدہ شریعتوں کے موافق ہوتا تھا۔(شرح فقہ اکبر، مطبوعہ کراچی)

• ـــــ شومیٔ قسمت اہل سنت کے ایک مولانا کو پتہ نہیں کیا مصیبت پڑ گئی کہ چالیس سال قبل نبوت پر ''تحقیقات'' کے نام سے ایک نیا فتنہ شروع کر دیا گذشتہ دنوں فقیر سرگودھا ایک جلسہ میں حاضر ہوا فقیر کو ''معراج النبی ﷺ'' کے موضوع پر گفتگو کرنے کو کہا گیا فقیر نے دوران تقریر ضمناً کہا کہ چالیس سال قبل نبوت کا انکار جہالت ہے۔فراغت کے بعد ایک مولانا نے کہا کہ آپ نے تقریر میں ہمارے مولانا کے متعلق نازیبا

زبان استعمال کی ہے۔فقیر کو حیرت ہوئی کہ رسول کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات کے سامنے کسی مولانا کی کیا حیثیت ہے۔ایک آدمی بالقوہ اور بالفعل کا منطقی چکر چلا کرامت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہمارے بھولے بھالے احباب واللہ اعلم کیوں نہیں سمجھتے۔فقیر نے گذشتہ سال اس موضوع پر ایک مختصر مقالہ ''کیا چالیس سال بعد نبوت ملی؟'' تحریر کیا تھا جو فیض عالم میں شائع ہوا۔اب اس مقالہ میں دلائل کا اضافہ کر کے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔اللہ کرے یہ چند حروف امت مسلمہ کی رہبری کا باعث بنیں اور فقیر کے لیئے ذریعہ نجات۔ویسے اس فتنہ کے سدّ باب کے لیے بہت سارے مردان حق میدان میں اترے ہیں۔جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور کے فاضل حضرت مولانا محمد صفدر صابر (کبیر والا) نے فقیر کو نوید سنائی کہ مناظر اہل سنت محقق عالم حضرت علامہ مولانا عبدالمجید سعیدی رضوی مدظلہٗ (رحیم یار خان) نے اس اہم مسئلہ پر بہت ہی تحقیقی کتاب لکھی اس میں بہت سنجیدہ انداز. اختیار کیا گیا ہے۔فقیر کو حکم فرمایا ہے اس پر کچھ لکھوں۔حضرت .... مولانا سعیدی رضوی کے دلائل کے سامنے فقیر کیا عرض کرے۔اس موضوع پر حضرت علامہ مولانا عبدالمجید سعیدی رضوی نے کافی وشافی دلائل لکھے ہیں امید کی جاتی ہے کہ اہل سنت میں اس نئے فتنے سے نجات کے لیئے یہ کتاب اہم کردار ادا کرے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالٰی اس امت مسلمہ کو ہر طرح کے فتنے وفساد سے محفوظ و مامون رکھے۔
آمین بحرمت سیدالانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

مدینے کا بھکاری
الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ
جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور
۷/ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱/۶ اکتوبر ۲۰۱۱ء جمعرات صبح ۱۰ بجے

رائے عالی

فاضل نوجوان مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد جاوید اکرم رضوی (جمال پور)

مدرس مدرسہ انوار القرآن

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

جب بھی کوئی فتنہ بارگاہِ رسالت کے خلاف اٹھا ہے تو اس کی سرکوبی اور اس کا قلع قمع ایسے علماء نے ہی کیا ہے جو راسخ فی العلوم العقلیہ النقلیہ ہوں انہی علماء میں سے میرے ممدوح فخر المناظرین علامہ مفتی عبد المجید خان صاحب دام ظلہ ہیں جنہوں نے اس مسئلہ میں مقام نبوت و رسالت کے تحفظ کے لیے سعیٔ جمیل فرمائی۔ مسئلہ کچھ اس طرح ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ایک مسئلہ اٹھایا گیا کہ حضور پرنور ﷺ چالیس سال اور اس سے پہلے نبی بالقوۃ تھے نبی بالفعل نہ تھے معاذ اللہ۔ اس مسئلہ کو اچھالا گیا یہاں تک کہ ''تحقیقات'' نامی کتاب بھی معرض وجود میں آئی۔ حالانکہ اگر اس کتاب کے دلائل کو سامنے رکھا جائے تو پھر قرآن پاک کی آیات کثیرہ جو کہ اللہ پاک کے رازق ہونے پر دال ہیں۔ جیسا کہ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین کا کیا کیا جائے۔ اگر اسی فلسفہ کو سامنے رکھا جائے تو پھر جب مخلوق نہ تھی پھر اللہ پاک بھی رازق بالقوۃ تھا رازق بالفعل نہ تھا۔ علیٰ ہذا القیاس حالانکہ اس کے نافی خود مصنف تحقیقات بھی ہیں اور اس کا بطلان بھی ضروری ہے تو اس کے جواب میں تنبیہات منصۂ شہود پر آئی جس کے مصنف محقق اہل سنت علامہ مفتی عبد المجید صاحب سعیدی رضوی مدظلہ العالی ہیں۔ یہ کتاب تشنگی اذہان کو ختم کر کے ایسے سیراب کرتی ہے کہ چمن رسالت کے گلوں کی خوشبو سے معطر و معنبر کر کے اکابرین اہل سنت کے عقائد کو اظہر من الشّمس کر دیتی ہے۔ محققین اور مدققین کے لیے بحر بے کراں ہے۔ اللہ پیارے محبوب مکرم ﷺ کے تقدس کے توسل سے حضرت مفتی صاحب دام برکاتہم العالیہ کی اس کاوش کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں درجۂ قبولیت عطا فرمائے

بندہ کے پاس استاذ محترم حضرت قبلہ مولانا علامہ ارشاد احمد صاحب مدظلہ تشریف لائے ''تنبیہات''

ملاحظہ فرمائی، جسے مطالعہ کے اپنے ساتھ لے گئے، کچھ ایام کے بعد واپس فرما کر فرمایا کہ تم اسے بالاستیعاب پڑھ کر اس کا خلاصہ مجھے بتاؤ، میں نے تعمیل کی تو فرمایا: بہت اچھی کتاب لکھی ہے میں اس کے موقف سے بالکل متفق ہوں۔ مولانا اشرف صاحب کا موقف غلط ہے۔ انہوں نے نبی پاک پاک ﷺ کی نبوت دائمہ کی نفی میں کتاب (تحقیقات) لکھ کر بہت برا کیا ہے۔

میں نے عرض کیا آپ کی رائے گرامی لکھ کر مصنف تنبہات کو دے دوں؟ تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ایسا کرلو۔

احقر الناس

محمد جاوید اکرم رضوی غفرلہ

مدرس مدرسہ انوار القرآن جمال پور (حاصل پور)

رائے گرامی

مولانا مجددی (لندن)

نحمد ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش نظر کتاب تنبیہات بجواب تحقیقات (حصہ اوّل) (مناظر اسلام ترجمان اہل سنت مصنف بے باک فاضل جلیل عالمِ نبیل مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی زید مجدہ' مہتمم جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خان کی عظیم کاوش ہے جو سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت دائمہ مستمرہ کے اثبات میں لکھی گئی ہے۔ حضرت علامہ نے کسی جگہ بھی متانت وسنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا' اپنے علمی وتحقیقی وقار کو قائم رکھتے ہوئے دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے ہیں۔ آج کل عجیب رواج چل پڑا ہے کہ ہر کس وناکس اسلام کے موضوع پر بے دھڑک اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اس کے لیے دین اسلام کا علم ہونا ضروری نہیں خیال کیا جاتا۔

ہمارے محترم مفتی عبدالمجید سعیدی جن کو جملہ سلاسل عالیہ کا فیضان حاصل ہے' ان سوالات کے جو تحقیقات میں کیئے گئے ہیں' قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دیئے۔ چونکہ یہ سوالات آج کل گلی محلوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور کم علم اہل سنت وجماعت کو گمراہ کرنے اور اپنے عقیدے وعمل میں مشکوک بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس لیے ان تمام سوالوں کا جواب دے کر مفتی صاحب نے عقیدۂ اہل سنت کی بے حد خدمت کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید ترقی عطا فرمائے اور ان کو اسی طرح ہمیشہ عقیدہ اہل سنت کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

احقر العباد

مجددی

امیر اعلیٰ عالمی ادارہ دعوتِ حق (لندن)　۱۱/دسمبر ۲۰۱۱ء

رائے عالی

فاضل اجل مناظر اسلام مصنف ومؤلف کتب کثیرہ
حضرت مولانا علامہ غلام مرتضیٰ ساقی صاحب (گوجرانوالہ)

الحمد للہ و کفی والصلوٰۃ السلام علی سیدالانبیاء وعلی آلہ واصحابہ جمیعا

پیش نظر کتاب تنبیہات بجواب تحقیقات (حصہ اوّل) مناظر اسلام، فاضل جلیل، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی زید مجدہم مہتمم جامعہ غوثِ اعظم رحیم یار خان کی عظیم کاوش ہے، جو سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوتِ دائمہ مستمرہ کے اثبات میں لکھی گئی ہے۔ حضرت علامہ نے کسی جگہ بھی متانت وسنجیدگی کا دامن نہیں چھوڑا۔ اپنے علمی وتحقیقی وقار کو قائم رکھتے ہوئے دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے ہیں جو ان کی وسعتِ مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ واقعی انہوں نے حقِ تحقیق ادا کر دیا ہے۔ اہل سنت وجماعت (حنفی بریلوی) کے نزدیک راجح اور مختار موقف یہی ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اس وقت بھی متحقق تھی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ آپ بالفعل اور خارج میں نبی تھے۔ قرآن وحدیث اکابرین اہل سنت حتیٰ کہ منکرین عظمتِ رسالت کی متعدد عبارتیں بھی اس کی تائید وحمایت میں موجود ہیں۔ اس کی ایک روح پرور اور ایمان افروز طویل فہرست اس کتاب میں جمع کر دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ سرگودھا کے منطق وفلسفہ کی بنیاد پر اپنے علم وشہرت سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے چشم بددور، عمدۃ الاذکیا واشرف العلماء کے منصب سے بے وفائی کرنے والے سیالوی صاحب کی عبارات سے بھی اپنا موقف ثابت کیا گیا ہے اور ان کی عبارات و اصولیات سے ثابت کیا ہے کہ ان کا موقف ونظریہ گستاخانہ انداز اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ سب کچھ اپنے علم پر گھمنڈ کرنے کا نتیجہ ہے 'ہمچو ما دیگرے نیست' کے نعرے کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ بھلا جو شخص اپنے استاذ مکرم کی بھی بے جا گرفت کرنے میں سرگرداں (جیسا کہ حضرت العلامہ قبلہ شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالخیر غلام نبی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل

آباد نے راقم کو بتایا تھا) اور اپنے شیخ کریم پر بھی اعتراضات کرنے اور حدیہ کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو آخری جہنم سے نکلنے والے سے تشبیہہ دے اس کا انجام نہایت بھیانک ہی ہوسکتا ہے حتی کہ وہ نبوت کے مسئلہ پر بھی ہاتھ صاف کرنے کے لیے راہِ حق وصواب سے اعراض کرنے لگا ہے۔ معاذ اللہ۔

حضرت علامہ سعیدی رضوی صاحب نے اعتبار سے سرگودھوی صاحب کا محاسبہ کیا اور ان کے تمام اعتراضات کے علمی، تحقیقی، مسکت اور مسقط جوابات سپردقلم فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمیں حق وصداقت کی ترجمانی اور مسلکِ اہل سنت پر استقامت عطا فرمائے اور مخالفین کو بھی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

ابواسحاق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
خطیب مرکزی جامع مسجد شہیدیہ و مہتمم جامعہ مجددیہ سعیدیہ
قلعہ دیدار مصطفیٰ ﷺ ضلع گوجرانوالہ
۱۴/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ/۱۰دسمبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ

رائے گرام

مصنف تصانیفِ کثیرہ عمدۃ المدرسین، فاضل جلیل استاذ العلماء، یادگارِ اسلاف
حضرت مولانا علامہ حافظ عبدالستار صاحب سعیدی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

مسئلۂ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ میں اہل سنت و جماعت کا محقق موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ کو زمانہ قبل تخلیق آدم علیہ السلام میں نبوت سے متصف کیا گیا اور آپ اسی نبوت کے ساتھ ہمیشہ ہر دور میں متصف رہے، جس میں کسی قسم کا تعطل یا انقطاع وغیرہ کبھی کسی دور میں نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس دنیا میں اپنی چالیس سال کی عمر شریف میں اپنے نبی ہونے کا اعلان و اظہار فرمایا۔ جس کے بے شمار دلائل و براہین قرآن و سنت کے بے شمار نصوص اور ائمہ شان کے متعدد ارشادات سے ملتے ہیں۔ جب کہ مصنف تحقیقات نے اس کے برعکس یہ موقف اختیار کیا کہ عالم ارواح میں تو آپ ﷺ بالفعل خارج میں اور حقیقی معنی میں نبی تھے لیکن بعد کے ادوار میں دنیوی عمر شریف کے چالیس سال تک آپ نبی نہ رہے، معاذ اللہ اس کے بعد آپ کو نئے سرے سے بنایا گیا جو ایک بالکل نیا موقف ہے، جس میں ان کا کوئی سلف نہیں ہے اور نہ ہی قرآن و سنت سے اس کی کوئی دلیل ملتی ہے۔ بناءً علیہ ان کا یہ موقف قرآن و سنت کے معتبر فی الباب دلائل اور عقیدہ اہل سنت و جماعت کے بالکل خلاف ہے۔

پیش نظر کتاب میں فاضل جلیل محقق شہیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی زید مجدہ، نے اسی مذکورہ بالا عقیدۂ اہل سنت و جماعت کو معیاری شرعی ٹھوس دلائل سے ثابت کیا۔ فقیر مسئلہ ہذا میں مصنف تحقیقات کے موقف سے شدید اختلاف اور مصنف تنبیہات دامت برکاتہم العالیہ کے مذکورہ صحیح موقف کی پرزور تائید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف مدظلہ العالی کے علم و عمل میں مزید برکات عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔

حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رائے گرامی

فاضلِ شہیر، مجاہدِ کبیر، حضرت مولانا حافظ خادم حسین صاحب رضوی
فاضل مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
سرپرست اعلیٰ فدایانِ ختم نبوت پاکستان

میں قبلہ استادِ محترم (شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی دامت برکاتہم) کے موقف کی مکمل تائید کرتا ہوں۔

خادم حسین رضوی

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ المصطفی الذی کان نبیا وادم بین الطین والماء وعلیٰ آلہ الاتقیاء واصحابہ اولی الصدق والصفاء وتبعہ الاصفیاء وعلینا معھم الیٰ یوم الجزاء

تعارف کتاب ہذا:

یہ سطور ''تحقیقات'' نامی کتاب کا بالاستیعاب جواب ہیں جس میں بر سبیل غلط' یہ گمراہ کن اور باطل نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ عالم ارواح کے بعد خصوصاً اپنی ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بمعنیٰ حقیقی نبی معاذ اللہ نہیں تھے بلکہ صرف ولی تھے۔(والعیاذ باللہ)

مختصراً پس منظر مسئلہ:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مذکور کا جواب پیش کرنے سے پہلے مسئلہ کا مختصراً پس منظر بھی عرض کر دیا جائے تا کہ اس کے کماحقہٗ سمجھنے میں قارئین کرام کو کسی دِقّت کا سامنا نہ ہو جو حسبِ ذیل ہے:

○ ۲۰۰۶ء کے اواخر اور ۲۰۰۷ء کے اوائل میں مختلف ذرائع سے فقیر کو جب یہ خبریں پہنچیں کہ مصنف تحقیقات مسئلۂ نبوت کے متعلق مذکورہ عقیدہ رکھتے ہیں تو تحقیق کرنے کی غرض سے میں نے مؤرخہ ۵/ جنوری ۲۰۰۷ء کو جامعہ کے ایک طالب علم کے ذریعے موصوف سے تحریراً یہ استفسار کیا کہ:

> ''ایک شخص نے آپ کی نسبت سے بیان کیا ہے کہ آپ سیّدِ عالم سلام اللہ علیہ کے حق میں بعثت بمعنیٰ جعل (حضور ﷺ کے ۴۰ سال تک نبی و رسول نہ ہونے) کے قائل ہیں۔ صحیح صورت حال سے آگاہ فرما کر عوام کے قلق کو دور فرمائیں بصورت اثبات دلیل ایک بھی کافی رہے گی۔ نیز اس صورت میں وہابیہ' مودودیہ اور پرویزیہ اور جناب کے موقف میں کیا

فرق ہوگا؟''

جس کا جواب دیتے ہوئے موصوف نے لکھا کہ:

''جناب نے اچھا کیا استفسار فرمالیا ورنہ آج کل تو اتنی تکلیف کرنا ہمارے حضرات کے لیے بہت گراں بار ہے''۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے تحریر کیا کہ وہ واقعی اسی نظریہ کے حامل ہیں نیز یہ کہ صحیح نظریہ بھی یہی ہے۔ پھر اپنے مرکزی دلائل دے کر کہا کہ ''مزید تفصیل بندہ کی کتاب تنویرالابصار اور ہدایت المتذبذب الحیران میں ملاحظہ فرماویں''۔

فقیر نے پہلی فرصت میں مورخہ ۲۳/ محرم ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۲/ فروری ۲۰۰۷ء کو پچیس صفحات (فل سکیپ) پر مشتمل اس کا مکمل جواب لکھ کر انہیں رجسٹری سے بھیجا جو انہیں موصول ہوا جس کے آخر میں ان کے جملہ آداب کا خیال رکھ کر انہیں دعوت رجوع پیش کرتے ہوئے ان سے گزارش کی گئی تھی کہ:

''جب آپ خود لکھ چکے ہیں کہ اسلاف میں ایسے حضرات بھی ہیں جو چالیس سال کی عمر شریف تک آپ ﷺ کے نبی ہونے کے قائل ہیں جب کہ جناب خود بھی اسی کے قائل رہے ہیں اور یہ بے دلیل بھی نہیں مسئلہ بھی عظمت رسول کا ہے ﷺ۔ نیز عامہ اذہان میں یہ ثبت ہے کہ اس میں نفی کا پہلو وہابیہ پرویزیہ نیز مودودیہ کے خواص مذہب سے ہے تو اس پر اصرار دوگنا نقصان کا باعث ہوگا۔ ایک یہ کہ حضرت کے بارے میں بدگمانی پھیلے گی۔ دوسرا وہابیت کو خواہ مخواہ تقویت ملے گی تو حضرت اپنی اس رائے کو بدل لیں تو مسلک پر بہت بڑا احسان ہوگا اور بدنامی سے تحفظ بھی''۔

تقریباً چار ماہ بعد مؤرخہ ۲۹/ جون ۲۰۰۷ء کو دینہ ضلع جہلم کے شعیب حسن نامی شخص سے کچھ غیر مرتب اوراق موصول ہوئے جنہیں فقیر کے ارسال کردہ جواب کا جواب ظاہر کیا گیا۔ چونکہ میرے براہِ راست مخاطب مصنف تحقیقات تھے اس لیے میں نے مؤرخہ ۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۳/ جولائی ۲۰۰۷ء کو انہیں فوری خط لکھا اور گزارش کی کہ آپ اس کی ذمہ داری قبول فرمائیں تا کہ جواب پیش کرسکوں لیکن ان کی طرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

○　فقیر کی مذکورہ (۳/ جولائی ۲۰۰۷ء کی) تحریر کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد بعض احباب کے ذریعہ موصوف کے بیٹے مولوی غلام نصیرالدین صاحب کی ایک تحریر دیکھنے میں آئی جس میں انہوں نے صاف صاف لکھا تھا کہ

''اگر ہمیں کسی صحیح حدیث یا شرح حدیث یا عقائد کی کتاب کا کوئی صریح حوالہ دے دیا جائے کہ سرکار ﷺ بچپن ہی سے نبی تھے تو ہمیں رجوع کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگی۔ ہم علانیہ ایسا رجوع تحریری طور پر شائع کریں گے اھ بلفظہ۔

نوٹ: تحریر ہٰذا فقیر کے پاس رکارڈ پر محفوظ ہے۔ فقیر نے اسے خوش آئند قرار دیتے ہوئے مؤرخہ ۲۱/ محرم ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۹/ جنوری ۲۰۰۹ء بروز دوشنبہ مبارکہ اسے قبول کر کے مصنف تحقیقات کو لکھا کہ:

''فقیر حسبِ مطالبہ حوالہ پیش کرنے کا فرض ادا کرنا چاہتا ہے' جناب اس کے لیے آمادہ ہو جائیں''۔

اوران کے سامنے اس کے دو طریقے رکھے:

''**نمبر۱**: یہ کہ منتخب اہل علم حضرات پر مشتمل ایک نشست رکھ لی جائے اور آپ مطلوبہ تحریر ملاحظہ فرما کر رجوع کی تحریر عنایت فرمائیں''۔

اور **نمبر۲**: یہ کہ میں مطلوبہ حوالہ آپ کو کسی محفوظ ذریعہ سے بھجوادوں اور آپ اپنے مذکورہ اعلان کے مطابق ایفاءِ عہد کرتے ہوئے اپنا رجوع نامہ کسی محفوظ ذریعہ سے فقیر کو پہنچوائیں''۔

نیز انہیں مہلت دیتے ہوئے لکھا کہ:

''اپنی پسند سے پہلی فرصت میں تحریر ہٰذا کی تاریخ موصولی سے زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ کے دوران مکتوب گرامی کے ذریعہ مطلع فرمائیں تاکہ تعمیل ارشاد کی جائے''۔

مگر صد افسوس کہ خود ہی تجویز کرنے کے باوجود ہماری گزارش کو عملی جامہ پہنانے کی بجائے انہوں نے مکمل خاموشی اختیار کر لی اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

○ اس صورتِ حال کے پیش نظر ضرورت محسوس ہوئی کہ ہمارا موقف بھی عوام تک پہنچنا چاہیے لہٰذا فقیر نے مسلک کے معروف موقّر جریدہ ماہنامہ السعید ملتان میں موصوف سے کی گئی مراسلت کا وہ حصہ جو نفس مسئلہ سے متعلق تھا' شائع کرا دیا جو اس کے مارچ واپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ نمبر۳' نمبر۴ میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا اور اس کے اس حصہ کی اشاعت سے پھر بھی گریز کی گئی جس میں ان سے ترکی بہ ترکی کلام تھا تاکہ وہ طیش میں آنے کا باعث بن کر رجوع میں رکاوٹ قرار نہ دیا جا سکے۔

○ اس دوران ملک کے گوشے گوشے سے بکثرت علماء اہل سنّت دامت برکاتہم نے انہیں واپس لانے کے لیے ہر طرح سے کوششیں فرمائیں اور مختلف ذرائع استعمال کیے مگر سب کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

○ ۲۰۰۹ء کے اوائل میں یہ خبری پھیلی کہ مصنف تحقیقات نے اپنے اختراعی موقف سے رجوع کرلیا ہے لیکن تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ موصوف نے محض دفع وقتی کرنے کی غرض سے ''بالقوۃ'' اور ''بالفعل'' کی اصطلاحات استعمال کی ہیں یعنی عالم ارواح میں آپ ﷺ بالفعل نبی تھے' اس کے بعد کے ادوار میں خصوصاً ولادت باسعادت کے بعد سے چالیس سال کی عمر شریف تک بالقوۃ نبی تھے پھر چالیس سال کے بعد بالفعل نبی بنے۔ جب کہ اہل علم جانتے ہیں کہ ''بالقوۃ'' کے لفظ نفی ہی کے معنیٰ میں ہیں۔ اس دوران خود مصنف تحقیقات کا یہ بیان بعض ذرائع سے پہنچا کہ یہ ان پر افتراء کیا گیا ہے انہوں نے کوئی رجوع وجوع نہیں کیا ہے' سخت تعجب خیز یہ کہ انہوں نے بعض علماء سے ملاقات کے دوران یہ طے کیا کہ وہ آئندہ اس پر کچھ نہ لکھیں گے نہ بولیں گے مگر جونہی وہ گھر پہنچے تو اس کے چند دنوں کے بعد ان کی یہ کتاب ''تحقیقات'' چھپ کر منظر عام پر آ گئی

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے؟

بناءً علیہ اس کا جواب پیش کرنا ہمارا اصولاً قانوناً اخلاقاً ہر حوالہ سے حق بن گیا ہے جو حاضر ہے۔

نوٹ: مصنف تحقیقات سے مراسلت کی مکمل فائل ''دعوتِ رجوع'' کے نام سے حضرت مولانا خادم حسین رضوی دامت برکاتہم کے زیر سرپرستی لاہور سے شائع کی گئی ہے۔

اسماء گرامی بعض علماء کرام ومشائخ اہل سنت (موافقین):

○ اس وقت تک جن علماء ومشائخ اہل سنّت کی اس سلسلہ کی مجموعی کوششیں ہمارے علم میں آئی ہیں ان کے اسماء گرامی کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہیں۔ سو وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ جانشین امام اہلِ سنّت غزالیٔ زماں حضرت علامہ مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم (صدر جماعت اہل سنت پاکستان ومہتمم اعلیٰ جامعہ انوار العلوم ملتان)

سراج العلوم خان پور میں مصنف تحقیقات کا بیان تھا جس میں انہوں نے مسئلۂ نبوت کے حوالہ سے حدیث وحیٔ اوّل کو اپنے مخصوص نظریّہ کے مطابق بیان کیا' اس کے بعد حضرت کا خطاب تھا آپ نے اپنے خطاب میں موصوف کے اختراعی نظریّہ کی دھجیاں فضا میں بکھیر دیں۔

۲۔ فقیر کے استاذ گرامی مستغنی عن الالقاب استاذ العلماء حضرت سیّدی وسندی قبلہ علامہ مولانا مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی مدظلّہ العالی (حال شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان)۔

۳۔ مصنف تحقیقات کے استاذ زادہ جانشین حضرت محدّث اعظم' مولانا قاضی فضل رسول صاحب مدظلّہ (فیصل آباد)۔

۴۔ مجاہدِ ملّت سرمایۂ مسلک حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب باروی مدظلّہ۔
۵۔ مصنف تحقیقات کے استاذ بھائی شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد شریف رضوی مدظلّہ (بھکر)۔
۶۔ سرمایۂ ملّت مناظر اہلِ سنّت حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب بندیالوی مدظلّہ۔
۷۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی صاحب (پشاور)۔
۸۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی نذیر احمد صاحب سیالوی (فیصل آباد)
۹۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب رضوی علیہ الرحمۃ (جھنگ)۔
۱۰۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب سیالوی (ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل السنۃ پاکستان)۔
۱۱۔ عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طیب ارشد صاحب (جہلم)
۱۲۔ مفسّرِ قرآن محدّثِ دوراں حضرت علامہ اللہ بخش صاحب نیّر علیہ الرحمۃ (لیّہ' جھنگ)۔
۱۳۔ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی قاری احمد حسن رضوی علیہ الرحمۃ (منکیرہ)۔
۱۴۔ جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ علامہ محمد محبّ اللہ نوری (بصیر پور شریف)
۱۵۔ معروف مناظر اہلِ سنّت حضرت مولانا مفتی محمد شوکت علی سیالوی (خانیوال)۔
۱۶۔ ملک التدریس سراپا غیرت مسلک حضرت شیخ الحدیث مولانا خادم حسین رضوی (لاہور)۔
۱۷۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبدالستار سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور)۔
۱۸۔ محقق العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خاں قادری (لاہور)۔
۱۹۔ مناظر اہلِ سنّت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل صدیقی (بھلّی شریف)۔
۲۰۔ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمود حسین شائق (منگلا)۔
۲۱۔ فاضل اجل شہنشاہ تدریس حضرت مولانا حافظ بشیر احمد فردوسی (حاصل پور)
۲۲۔ شیر اہل سنّت حضرت مولانا قاری شیر محمد سیالوی (نور پور تھل)۔
۲۳۔ مبلغ اہلِ سنّت حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب مہروی سعیدی (عیسن لعل کروڑ)۔
۲۴۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا قاری فیصل عباس جماعتی (لاہور)۔
۲۵۔ مجاہد اہل سنّت حضرت مولانا صفدر علی صابر صاحب (کبیر والا)۔
۲۶۔ فخر الاماثل مناظر اہلِ سنّت حضرت مولانا جاوید اکرم رضوی (جمال پور)۔
۲۷۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی جیلانی (راولپنڈی)۔

۲۸۔ پاسبان مسلکِ رضا حضرت مولانا فضل رسول صاحب رضوی (چنیوٹ)

۲۹۔ سیّد السادات فاضل مکرم حضرت مولانا مفتی سیّد محمد ارشد شاہ صاحب بخاری (جڑانوالہ)۔

۳۰۔ مخدوم اہل سنّت حضرت مولانا علامہ سیّد محسن علی شاہ صاحب بخاری (چیچہ وطنی)۔

۳۱۔ بروایت حضرت شاہ صاحب موصوف' مناظرِ اسلام علامہ محمد سعید اسعد صاحب (فیصل آباد)۔

۳۲۔ شیر مسلک استاذ الفضلاء حضرت مولانا مفتی شیر خاں صاحب (میانوالی' بھیرہ)۔

۳۳۔ سر پرست مسلک رئیس القلم والتحریر علامہ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی (جہانیاں)۔

۳۴۔ حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ سیالوی صاحب (پرنسپل جامعہ سیال شریف)۔

۳۵۔ عمدۃ الافاضل فخر الاماثل مجاہد کبیر مناظر اہلِ سنّت حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی) کتاب ہٰذا سمیت مسئلہ ہٰذا کے دیگر رسائل کی طباعت واشاعت کا سہرا حضرت شاہ صاحب موصوف ہی کے سر اور انہی کا کارنامہ ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔

نوٹ: بے شمار افاضل اور بھی ہیں سب کا ذکر موجب طوالت ہے استقصاء بھی مقصود نہیں اس لیے انہی پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

نام کتاب ہٰذا: اس ناچیز کاوش کا یہ نام نوک قلم پر آیا۔

"تنبیہات الاخیار علی التوہّمات باسم التحقیقات فی نبوۃ سیّد الابرار"

(صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وآلہ الاطائب واصحابہ الاطہار)

فی عالم الحقائق والارواح والذر وسائر الادوار

المعروف بہ

تنبیہات بجواب تحقیقات

انتساب:

جسے اپنے مشائخ کرام کے توسط سے بارگاہِ حضور رسالت مآب ﷺ میں

سراپا ادب و نیاز بن کر بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

عبد المجید سعیدی رضوی

بقلمہ مؤلف ہٰذا

مقدمۃ الکتاب

یعنی پہلے پڑھنے کی بعض ضروری باتیں

مؤلف یا مصنف ''تحقیقات'' کون؟

بعض احباب اس شش و پنج میں ہیں کہ معلوم نہیں کہ ''تحقیقات'' مولانا اشرف صاحب کی کتاب ہے بھی سہی یا نہیں بلکہ فاضل نوجوان صاحبزادہ علامہ مفتی سیّد محمد ارشد شہزاد بخاری سلمہ ربّہ آف جڑانوالہ وغیرہ نے بعض فضلاء کے حوالہ سے بتایا کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ کتاب ''تحقیقات'' مولانا کی تصنیف یا تالیف نہیں یہ محض ان کے نام منسوب ہے جو دراصل ان کے بیٹے مولوی غلام نصیر الدین صاحب کی کارگزاری ہے جن کے آگے موصوف بے بس ہیں اور ان کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے ہیں کیونکہ بقول البعض ان کے بیٹے نے انہیں دھمکی دے رکھی ہے کہ اگر انہوں نے مسئلہ ہٰذا میں اس کے موقف کے خلاف رائے دی یا رجوع کے نام سے کوئی قدم اٹھایا تو وہ خودکشی کر لے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہمیں اس سے بحث نہیں ہم نے یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ ان حضرات کا یہ عندیہ محض ان کی خوش فہمی ہے جو سراسر خلاف واقعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خود موصوف کا ہی کیا دھرا ہے۔ بیٹے کا حوالہ اگر خود ان سے ثابت ہو تو یہ محض اپنی کمزوریوں کو چھپانے کا حیلہ ہے۔ موصوف کے مؤلف یا مصنف تحقیقات ہونے کے بعض دلائل حسبِ ذیل ہیں:

مولانا اشرف صاحب کے مؤلف یا مصنف تحقیقات ہونے کے دلائل:

دلیل نمبر۱: ان سے اس کے مؤلّف یا مصنف ہونے کے انکار کا کوئی صریحی دستاویزی ثبوت نہیں ہے و من ادّعیٰ فلیأت بہٖ۔

دلیل نمبر۲،۳: موصوف نے نفسِ مسئلہ کے متعلق عزیزم مولانا محمد سلیم اسد صاحب کے نام اپنے وضاحتی مکتوب میں نیز اپنی کتاب ہدایۃ المتذبذب الحیران میں (جس کے مطالعہ کا مکتوب مذکور میں انہوں نے

مشورہ بھی دیا) دونوں میں مسئلہ ہٰذا کے بارے میں بیان کیا گیا موقف بعینہٖ وہی ہے جو تحقیقات میں مذکور ہے یعنی آپ ﷺ کا چالیس برس تک معاذ اللہ نبی نہ ہونا محض ولی ہونا وغیرہ۔

دلائل بھی ایک ہی نوعیت کے ہیں جو مانحن فیہ کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر۴: تحقیقات کی اوّلین اشاعت اپریل ۲۰۱۰ء/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ میں ہوئی جب کہ اس کا دوسرا ایڈیشن نومبر ۲۰۱۰ء/ذوالحج ۱۴۳۱ھ کو شائع ہوا۔ دونوں پر مصنف کے طور پر موصوف ہی کا نام لکھا ہے اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اختلاف کی آگ انہی کے نام سے لگی ہوئی ہے۔ جس پر تحریراً تقریراً لے دے ہو رہی ہے بایں ہمہ موصوف نے اس سے اظہار برأت نہیں کیا۔

آخر اس کی تردید نہ کرنے کی وجہ؟ یا کیا کوئی بدنامی بھی مول لیتا ہے؟ جب کہ معرض بیان میں سکوت' بیان ہی ہوتا ہے۔ بیٹے کے خوف سے خاموشی کی خبر درست ہے تو کیا یہ مداہنت اور حق پوشی نہیں؟

دلیل نمبر۵: تحقیقات میں ''سخن اوّلین'' کے زیر عنوان موصوف کے ایک تلمیذ نے (جس نے اشاعت اوّل میں اپنا نام ظاہر نہ کیا تھا اور اشاعت دوم میں محمد سہیل احمد سیالوی لکھا ہے) بھی یہی لکھا ہے کہ کتاب ہٰذا موصوف کی تصنیف یا تالیف ہے۔ مذکور کے لفظ ہیں:

''حضرت اشرف العلماء نے پیش نظر کتاب میں اس دعویٰ پر (الیٰ) بھرپور گفتگو کی ہے''۔

نیز

''حضرت اشرف العلماء نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا' اکابر کی ترجمانی کی ہے''۔

(اشاعت اوّل' صفحہ ۱۳' ۱۴۔ اشاعت دوم صفحہ ۱۶)۔

تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''اشرف العلماء'' نے کسی دوسرے کی تصنیف میں بھرپور گفتگو اور اکابر کی ترجمانی کی ہے؟

دلیل نمبر۶: موصوف کے ایک اور تلمیذ نے قائلِ نبوّت حضرت مفتی مظہر اللہ سیالوی صاحب مدظلّہ (پرنسپل جامعہ سیال شریف) کے ردّ اور موصوف کے دفاع میں الزلۃ التدھیس میں جگہ جگہ تحقیقات کو ان کی تصنیف اور موصوف کو اس کا مصنف گردانا ہے۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ ''علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی زیدہ مجدہٗ نے اپنی کتاب تحقیقات میں (الیٰ) فرمایا ہے''۔

نیز رسالہ مذکورہ کے آخر میں کتاب مذکور کا نمایاں اشتہار دے کر موصوف کا نام بطور مصنف درج کیا گیا اور کتاب کی قیمت -/۲۸۰ روپے بتا کر لوگوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تو کیا یہ سب اس لیے کیا گیا ہے کہ کتاب مذکور موصوف کی تصنیف اور موصوف اس کے مصنف نہیں ہیں؟

دلیل نمبر۷: اسی طرح موصوف کے ایک اور فیض یافتہ زبدۃ المصنفین غلام حسن صاحب نے بھی اپنے رسالہ ''حضرت مولا پیر محمد چشتی صاحب'' خدارا انصاف'' میں تحقیقات کو موصوف کی تصنیف اور موصوف کو اس کا مصنف مانتے ہوئے اس کا دفاع کیا ہے۔

دلیل نمبر۸: تحقیقات کی اوّلین اشاعت میں صفحہ ۶ اور صفحہ ۲۴۶ پر لکھا ہے:

''تتمہ از صاحبزادہ علامہ غلام نصیر الدین سیالوی''۔

اسی طرح اس کی اشاعت دوم کے صفحہ ۸ اور صفحہ ۳۵۶ پر بھی یہ الفاظ لکھے ہیں۔

مزید اس کے صفحہ ۸ اور صفحہ ۳۸۰ پر یہ الفاظ ہیں: تتمہ تکملہ ثانیہ از عمدۃ العلماء علامہ صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالوی''۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اشاعتِ اوّل کے صفحہ ۲۴۶ اور اشاعت دوم کے صفحہ ۳۸۰ سے آگے کا حصہ ہی (جو مع اضافات جدیدہ تقریباً تیس صفحات پر مشتمل ہے) صاحب زادہ مذکور کا لکھا ہوا ہے اور بقیہ ٹوٹلی طور پر موصوف کا تحریر کردہ ہے۔

الغرض اگر یہ کتاب موصوف کی تصنیف یا تالیف نہیں ہے تو اس کے صرف ایک قلیل حصہ کو غلام نصیر الدین صاحب سے مختص کرنے اور اسے تتمہ اور تکملہ کا عنوان دینے کا کیا معنیٰ؟

دلیل نمبر۹: مانحن فیہ کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ موصوف نے اپنے حلقۂ اثر کے کئی علماء سے کتاب مذکور پر تقریظیں حاصل کرکے انہیں اشاعت دوم میں شامل کیا ہے جن میں انہوں نے کھلے لفظوں میں کتاب مذکور کو موصوف کی لاجواب تصنیف و تالیف اور انہیں اس کا بے بدل مصنف و مؤلف قرار دے کر ان کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے ہیں۔

تو اتنے مقدس حضرات نے ان سے جھوٹ کو منسوب کرنے پر کیسے اتفاق کرلیا اور انہیں ان سے کیا دشمنی تھی کہ جس کا وہ ان سے بدلہ لے رہے ہیں؟ پھر اس کے باوجود موصوف نے ان کے خلاف مقدمہ کیوں نہیں کیا یا کم از کم ان سے اظہارِ برأت کیوں نہیں کیا؟

○ چنانچہ بزرگ عالم دین تلمیذِ ارشد حضرت محدّث پاکستان' مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرشید رضوی علیہ الرحمۃ آف جھنگ سے منسوب تقریظ میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ''جو تحقیق انیق کی ہے کامل و اکمل ہے'' (ملخصاً) ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۸)۔

اقول: منسوب اس لیے کہا ہے کہ حضرت علامہ رضوی علیہ الرحمۃ نے وفات سے قبل اس سے رجوع

فرمالیا نیز ان سے یہ تحریر کیسے حاصل کی گئی؟ اس کا ایک پس منظر ہے جس کی تفصیل حضرت علامہ کے تلمیذ رشید حضرت مفتی نصیرالدین حسنی دامت برکاتہم کی زبانی کتاب ہذا (تنبیہات) پر دی گئی ان کی تقریظ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

- مقرظ مولانا صالح محمد نقشبندی (میانہ میانوالی) کے لفظ ہیں: "محسن اہلِ سنّت علامہ محمد اشرف سیالوی کے دلائل کو بغور پڑھنے کا موقع ملا اور نہایت مضبوط پایا"۔

نیز "التحقیقات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ (الیٰ) للہ در المصنف" (صفحہ ۱۹، ۲۰)۔

مقرظ علامہ عمر حیات باروی (چوبارہ) کے لفظ "اشرف العلماء محمد اشرف سیالوی کی نئی تصنیف تحقیقات کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا (ملخصاً) (صفحہ ۳۲)۔

- مقرظ غلام حسن صاحب (لاہور) کہتے ہیں: "فقیر نے اشرف العلماء کی تازہ کتاب دیکھی"۔ (صفحہ ۲۹)۔

- مقرظ مولانا غلام محمد بندیالوی شرقپوری صاحب (شرقپور شریف) نے القاب وآداب کے بعد یوں قصیدہ خوانی فرمائی: "علامہ محمد اشرف سیالوی نے تحقیقات لکھ کر بہت بڑا احسان فرمایا جس کا بدلہ چکانے سے اُمّت مصطفویہ عاجز وقاصر ہے (ملخّصاً)۔ سبحٰن اللہ۔

- مقرظ مُسمّی علامہ محمد اقبال مصطفوی صاحب (لاہور) لکھتے ہیں کہ: "اشرف العلماء نے اپنی کتاب مستطاب تحقیقات میں مضبوط دلائل قائم کیے ہیں"۔ (ملخّصاً) (صفحہ ۴۰)۔

- مقرظ مفتی محمد رشید چشتی (آف سرگودھا) کا کہنا ہے کہ: "میں نے آپ کی تازہ کتاب تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ (ملخّصاً) (صفحہ ۴۶)۔

- مقرظ مولانا علی احمد سندیلوی (آف لاہور) کا بیان ہے کہ: "اشرف العلماء کی ایک تالیف تحقیقات مارکیٹ میں آئی ہے (الیٰ) کتاب شائع کر کے بہت اچھا کیا اور اہل سنّت پر بڑا احسان کیا ہے۔ (ملخّصاً) (صفحہ ۴۸، ۴۹)۔

ان سطور سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ موصوف کے حلقۂ اثر کے یہ سب معتمد علماء اس پر متفق ہیں جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تحقیقات کے مصنف وہ خود ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰: علماءِ اہلِ سنّت (قائلینِ نبوّت) آف لاہور نے مسئلہ ہذا میں تنازع کے ختم کرانے کی غرض سے مولانا علامہ پیر محمد چشتی صاحب آف پشاور کو حکم مقرر کر کے اپنے اپنے لیٹر پیڈز پر لکھ کر دیا کہ وہ ان

کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے جس کی بنیاد ان کی کتاب تحقیقات ہی بنی۔ موصوف نے اپنے قلم سے مولانا چشتی صاحب کو مخاطب کر کے زیر دستخطی یہ الفاظ لکھ کر دیئے:

''نبی الانبیاء ﷺ کی عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام والی نبوّت کے متعلق بندہ نے اپنا موقف کتاب و سنّت اور اکابرین اُمت کے ارشادات کی روشنی میں واضح کر دیا ہے اگر علماء اسلام نے اس کا مطالعہ فرمایا ہو اور اس میں انہیں کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنے موقف کے دلائل و براہین بیان فرما دیں، بندہ کو کھلے دل سے ان کے برحق اور برمحل ہونے کی صورت میں اقرار و اعتراف کے لیے تیار پائیں گے اور میں جناب کو اس معاملہ میں حَکَم اور فیصل تسلیم کرتے ہوئے آپ کے فیصلہ پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ خلوصِ نیت سے عمل کی سعی مشکور سے دریغ نہیں کروں گا''۔

نوٹ: موصوف کی اس تحریر کا عکس ماہنامہ آوازِ حق پشاور (شمارہ ۱۰۰، جلد ۱۲، مطبوعہ فروری ۲۰۱۱ء)۔ میں شائع ہوا ہے جو مولانا چشتی صاحب ممدوح کے زیر سرپرستی چلتا ہے۔

یہ بھی کتاب مذکور کے موصوف کی تصنیف ہونے کی دلیل ہے ورنہ معاملہ کو طول دینے کی کیا ضرورت تھی، اتنا ہی لکھ دینا کافی تھا کہ وہ اس سے بری الذمہ ہیں کیونکہ کتاب مذکور ان کی لکھی ہوئی ہی نہیں ہے جسے کسی نے لکھ کر ان کے نام لگا دیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۱: موصوف کے مسلّم حَکَم مذکور نے بھی اپنے فیصلہ میں انہیں صفحہ ۱۱ پر اس کا مصنف قرار دیتے ہوئے ان کے متعلق اپنا سخت عندیہ پیش کیا مثلاً ''میں نے برادرم کی اس موضوع پر لکھی ہوئی تحقیقات کے نام سے کتاب کو پڑھا''۔

نیز ''انہوں نے اسے پڑھ کر تقریظ لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی''، ''کتاب کو پڑھنے کے بعد دل میں جو تأثر پیدا ہوا وحدہ لاشریک کو ہی علم ہے کہ مجھ پر کیا گزری''۔ چالیس سال سے پہلے نبی نہ تھے تقاضائے محبت و تعظیم، ادب کے منافی، اہلِ اسلام کے انداز سے بھی خلاف، بے ادبی کا موہم ان کی عظمت شان کے منافی ہے اور سوءِ ادب کی بو سے خالی نہیں۔ ایسے کلام کے جواز کا تصوّر ہی ممکن نہیں چہ جائیکہ اسے موضوعِ سخن بنایا جائے''۔

نیز عمر مبارک کے چالیس سال تک جسمانی نبوّت کی بالفعل نفی کرنا، اسے موضوعِ سخن بنانا ایک لحظہ کے لیے بھی نبی الانبیاء والمرسلین منبع النبوۃ والرسالۃ ﷺ سے نبوّت کی نفی کرنے کا تصوّر اسلام میں نہیں ہے''۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو (ماہنامہ مذکور، صفحہ ۶، ۷، ۹، ۱۱)۔

اتنا سخت سست سننے کے باوجود انہوں نے پھر بھی اس کے اپنی تصنیف و تالیف ہونے سے انکار نہ کیا بلکہ اس کا جواب لکھ کر مصنف ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری قبول کر لی جسے انہوں نے ''**کیا یہ فیصلہ ہے**'' کے نام سے موسوم کیا جس میں وجہ نہم میں تحقیقات کے اپنی تصنیف ہونے کی صراحت بھی کر دی۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''میری کتاب کا اگر مطالعہ کر رکھا تھا اور میرے نظریہ سے واقف تھے اور اس کے خلاف تھے تو وہ خود فریق تھے ان کو ثالث بننے کا حق نہ تھا الخ۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۷ طبع دارالاسلام دکان نمبر ۵ لاہور تاریخ ندارد)۔

اقول: یہ سوچ جناب کو انہیں حکم کے طور پر قبول کرنے سے پہلے کیوں نہ آئی؟ یعنی ذہن شریف میں یہ تھا کہ فیصلہ جناب کے حق میں ہی آئے گا جو غلط نکلا تو لگے تبصرے کرنے۔

دلیل نمبر ۱۳: اس کے بعد ''**کیا یہ فیصلہ ہے**'' کا جواب مولانا چشتی نے اسی ماہنامہ کے شمارہ ۱۰۳ (جلد ۱۲، مطبوعہ مئی ۲۰۱۱ء) میں شائع کیا جس میں انہوں نے موصوف کو ایک بار پھر تحقیقات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے انہیں ''تحقیقات کے درویش منش مصنف'' اور ''مصنف تحقیقات'' کر کے لکھا اور ان کے موقف کو مزید ''ناجائز و نامناسب اور عظمت شان نبوی ﷺ کے تقاضوں اور اکابرین اہلِ سنّت کے منافی بتایا۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۲۱ طبع پشاور)۔ پیر محمد چشتی صاحب زندہ باد۔

دلیل نمبر ۱۴: ہمارے اس موقف کی مزید دلیل یہ ہے کہ تحقیقات کے آغاز میں لکھا: ہے کہ ''کچھ عرصہ سے چند نوخیز واعظین کرام اور مقررین عظام اس طرح کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور شور شرابا برپا کیئے ہوئے ہیں کہ محمد اشرف سیالوی چالیس سال بعد آپ ﷺ کے لیئے نبوّت و رسالت کا تحقق تسلیم کرتا ہے اور یہ سراسر بے ادبی، گستاخی اور توہین و تحقیر ہے۔ وہ گستاخی کا مرتکب ہو کر دائرۂ اسلام اور حلقۂ ایمان سے بھی باہر چلا گیا اور اس نے سابقہ عقیدہ اور نظریہ ترک کر دیا ہے، وہابیہ والا نظریہ اور عقیدہ اپنا لیا ہے (الٰی) بندہ سنتا رہا اور صبر سے کام لیتے ہوئے انتظار کرتا رہا (الٰی) الحاصل بندہ کا موجودہ جملہ مدعیان علم کے بارے میں یہ تأثر پختہ ہو گیا ہے، حالانکہ بندہ ابھی زندہ موجود تھا، ملاقات ہو سکتی تھی، میرا اہلِ سنّت کے اہلِ علم سے یہ سوال ہے'' (ملخصاً)۔

ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۱۵، ۱۶، ۱۸ اشاعت اوّل۔ صفحہ ۵۴، ۵۵، ۵۷ اشاعت ثانی)۔

اگر تحقیقات موصوف کی تصنیف نہیں تو یہ خود کو ''محمد اشرف سیالوی''، ''بندہ سنتا، انتظار کرتا رہا''، بندہ ابھی زندہ تھا''، ''الحاصل بندہ کا'' اور میرا اہلِ سنّت کے اہلِ علم سے سوال ہے'' وغیرہ وغیرہ کون کہہ رہا ہے، کوئی اور ہے تو موصوف اس کی تردید کرنے کی بجائے خاموش کیوں ہیں؟ بہرحال اس سے بھی ان کا تحقیقات کا مصنف ہونا روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آ رہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۵: بلکہ اسی (تحقیقات اشاعت ثانی) کے صفحہ ۵۲ پر اللہ بخش کمانگر کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی کتاب ہٰذا کو موصوف کی تصنیف قرار دیا ہے یعنی ان کی پوری کارگزاری دربار اقدس میں پہنچ چکی ہے جس کے وہ جواب دہ ہیں اور اس میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر وہ اس سے رجوع کرتے ہیں تو ان کے طور پر زیارتِ نبوی کے اس خواب کی تردید ہوتی ہے۔ رجوع نہیں کرتے تو حساب کا سامنا ہے۔ کمانگر موصوف کے لفظ ہیں وہ مولانا موصوف سے مخاطب ہیں کہ:

"آپ کی تازہ تصنیف تحقیقات پڑھ کر اس کے مفہوم کا اندازہ ہو گیا۔ تازہ تصنیف تحقیقات میں جس طرح آپ نے تحقیق فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا ہی نہیں ہو سکتا دل نے کئی مرتبہ کہا مبارک باد دوں اسی کشمکش میں پرسوں اونگھ آ گئی۔ دیکھتا ہوں کہ سیّد عالم ﷺ مجھے کہہ رہے ہیں تم محمد اشرف سیالوی کی کتاب تحقیقات پر مبارک باد کیوں نہیں دیتے؟ لہٰذا آپ نبی رحمت ﷺ کی طرف سے بھی اور اس کے بعد اس گنہگار کی طرف سے بھی مبارک باد قبول فرمائیں۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۵۲' اشاعت ثانی)۔

الغرض حقائق و دلائل اور تحقیقات میں شائع کیئے گئے اس خواب کے مطابق خود حضور سیّدِ عالم ﷺ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ تحقیقات کے مصنف مولانا موصوف ہی ہیں ان کا بیٹا نہیں۔ اگر ان کے بیٹے کی تالیف بھی ہو تو اب یہ مولانا ہی کی ہے کیونکہ وہ ان کی سرپرستی میں اور ان کی رضا سے پروان چڑھی ہے اور انہی کے ایماء پر اسے منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ بیٹے کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے کا مقصد کتاب کے موقف کی تغلیط ہے جب کہ مولانا کم از کم مسئلہ کی حد تک اس کے حامی ہی نہیں بانی ہیں۔ پس اس تأویل کا کچھ فائدہ نہ ہوا اور اگر یہ مطلب ہو کہ وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں پھر بھی وہ اس پر بیٹے کی وجہ سے خاموش ہیں (جو اگرچہ خلاف واقع ہے) تو اس کا نتیجہ بہت سخت ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ سرکار ﷺ پر بیٹے کو ترجیح دے رہے ہیں جو تقاضائے ایماں کے قطعاً منافی ہے جس کو سمجھنے کے لیئے حضرت صدیق اکبر اور ان کے بیٹے کا بدر کے موقع والا قصہ مشعل راہ ہے۔

وقال تعالیٰ ۔فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا۔

رہا یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم سیالوی کو تحقیقات پر مبارک باد کیوں نہیں دیتے؟ تو اگر یہ خود ساختہ خواب نہیں ہے تو زیارت نبوی کا خواب غلط نہیں ہو سکتا' صحیح حدیث میں ہے فقد رانی ۔ بناءً علیہ کمانگر صاحب نے آپ ﷺ ہی کو دیکھا البتہ طرزِ کلام کو نہ سمجھ سکے۔ آپ نے تو یہ بات طنزیہ فرمائی جسے اس نے مولانا کے ساتھ اپنی اندھی محبت کے باعث آپ کا حکم سمجھا، دلیل یہ ہے کہ کتاب اور اس کے مصنف کا موقف قرآن وسنّت

اور عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔ نیز خواب دیکھنے والے کے متعلق اسی کتاب لکھا ہے "محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کے ایک مریدِ صادق" (صفحہ ۵۲) جب کہ حضرت محدّثِ اعظم (حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا کے بھی حدیث شریف میں استاذ اور شیخ ہیں) اپنے قلم سے مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں لکھ گئے ہیں کہ آپ ﷺ زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام سے اعلانِ نبوّت تک کے تمام ادوار میں بلا انقطاع نبی رہے۔ چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں بلکہ اپنے نبی ہونے کو ظاہر فرمایا۔

پس مذکورہ الفاظ سے کتاب کی پسندیدگی والا معنٰی مراد نہیں ہوسکتا ورنہ یہ محدثِ اعظم کی تردید ہو جائے گی اور کمانگر کا سلسلہ منقطع شمار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے مولانا کا نام محبت سے نہیں لیا بلکہ روکھا سوکھا نام لیا۔ پھر زیادہ دیر بار یاب نہیں فرمایا بلکہ خود کمانگر کے لفظوں میں "اتنا کہہ کر آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے"۔ (صفحہ ۵۲)۔ لہٰذا یہ فرمان "نبی رحمت" ہونے کے حوالہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت جلال و غضب کے مظہر ہونے کے حوالہ سے ہوا جس کی عمدہ مثال زمانۂ ماضی کے ایک شرابی کبابی شخص کا زیارتِ نبوی کا وہ خواب بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا اشـــرب الـخـمـــر شراب پیو جیسا کہ حضرت شیخ محقق وغیرہم نے لکھا ہے تفصیل تقریظات کے جوابات کے باب میں آرہی ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

الغرض ان دلائل وحقائق نیز بیان کردہ زیارتِ نبوی کے اس خواب کی رو سے تحقیقات کے مصنف مولانا اشرف صاحب خود ہی ہیں جو ان کے نامۂ اعمال میں درج ہو چکی اور دربارِ رسالت میں کٹہرے میں لٹکائی جا چکی ہے جس سے توبہ کیئے بغیر جان خلاصی ناممکن ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

"تحقیقات" مولانا کی تصنیف یا تالیف؟

کتاب لکھنے والا اگر کتاب میں اپنے خیالات کو لائے یا اس کے مندرجات اس کی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہوں تو اسے "تصنیف" یا "مصنّفہ" اور اس جیسے دیگر الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کی حیثیت ناقل کی ہو اور وہ محض دوسروں کی آراء و خیالات و اقوال کا جامع ہو تو اسے "تالیف" یا "مؤلّفہ" وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کا پورا نام کتاب پر اس طرح لکھا ہے:

"تحقیقات العلماء الکرام والائمۃ الاعلام فی نبوۃ سیّد الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فی عالمی الارواح والاجسام"۔ ملاحظہ ہو (ٹائیٹل پیج نیز صفحہ ۲ کتاب ہٰذا)

جب کہ مولانا کا نام اس پر بطور "مصنف" لکھا ہے:

"کتاب کے نام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس میں محض علماء کی اس سلسلہ کی نقول

پر اکتفا کیا ہے اپنے خیالات کو پیش نہیں کیا۔اس صورت میں ان کا نام بطور ''مؤلّف'' ہونا چاہیئے تھے جب کہ درحقیقت انہوں نے اس میں اپنا اختراعی نظریّہ ہی پیش کیا ہے جس کے مطابق عبارات کوزبردستی ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔لہٰذا مصنف کے لفظ کا ہی موزوں ہونا ظاہر ہوا۔

اس سے عنوان اور معنی آپس میں متصادم ہوگئے ہیں۔یعنی کتاب کا نام اس کی کیفیت کے خلاف ہے جب کہ اس کی کیفیت اس کے نام کے صحیح ہونے سے اباء کرتی ہے۔تو اب کیا کہا جائے''تصنیف یا تالیف''؟یا''نہ تصنیف نہ تالیف''؟

مولانا کے لفظوں میں''بینوا فتوجروا''(تحقیقات'صفحہ۱۳۹)

جب کہ یہ بتانا ان کے مزید ذمہ ہوگیا ہے کہ اس مقام پر ان کی اس(''بینوا فتوجروا''(کی'') ترکیب میں امر وجواب امر کے مابین''ف''کون سی اور کس بناء پر ہے اور اس کا ترجمہ کیا بنے گا جواب دیتے وقت یہ نصوص ضرور ملحوظ رہیں۔''تعالوا اندع''۔تعالوا اتلُ''(پ۳'آل عمران ۶۱'جز پارہ۸'الانعام۱۰۱)نیز حدیث شفاعت میں ہے سل تعط واشفع تشفع)۔

نیز صحیح بخاری(جلد۱'صفحہ۱۹۲'طبع کراچی)میں ہے:''اشفعوا توجروا''اعنی اس میں''فتوجروا'' نہیں ہے کماقاله هذا الشیخ۔

کیا تحقیقات کی تالیف وتصنیف للّٰہیت کی بنیاد پر ہے؟

نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا نے اپنی مطلب برآری کے لیئے لطائف الحیل سے بھی کام لیا ہے جس میں قطع وبرید تک شامل ہے اور خلافِ واقعہ بیان بھی اور اس میں انہوں نے ذرہ بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ ان کی کتاب ہٰذا کی تالیف وتصنیف کے للّٰہیّت کی بنیاد پر ہونے کے دعویٰ میں کتنی صداقت ہے؟بعض مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

چنانچہ صفحہ۲۰۴ پر اشعۃ اللمعات(جلد۴'صفحہ۴۹۹)سے شیخ محقق کی ایک عبارت کے الفاظ''مراد اظہار نبوّت اوست ﷺ پیش از وجود عنصری وے در ملٰئکہ وارواح(الیٰ)بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ روح شریف وے نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح میکرد الخ''۔کا کھینچا تانی سے یہ مطلب لیا کہ''گویا نہ اس وقت آپ کا بالفعل نبی ہونا مراد ہے اور نہ محض علم الٰہی میں(الیٰ)اس وقت تشہیر واشاعت مقصود ہے(الیٰ)گویا علماء ظاہر کا اس پر اجماع واتفاق ہے اس لیئے اکثر یا بعض کا لفظ استعمال نہیں کیا لیکن عرفاء کا قول نقل کرتے ہوئے

بعض کا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۰۵) جس سے انہوں نے اس عالم میں بالفعل نبی ہونے کا قول صرف بعض صوفیاء کا بنا کر رکھ دیا ہے حالانکہ یہاں ''اظہارِ نبوت'' کا وہ معنٰی نہیں ہے جس سے اس عالم میں بالفعل نبی ہونے کی نفی مراد ہو کیونکہ وہ حدیث ''کنت نبیا'' میں مصرح ہے جس کے تحت شیخ یہ بحث لائے ہیں پس نفی والا معنٰی لینے کی صورت میں وہ علماء ظاہر معاذ اللہ منکر حدیث قرار پائیں گے علاوہ ازیں شیخ خود بھی نفی والے معنٰی کے قائل نہیں نیز خود موصوف نے بھی یہ لکھ دیا ہے کہ وہ بھی اس کے قائل نہیں ہیں (تحقیقات' صفحہ ۲۶)۔

عبارت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اس جہاں میں رسول اللہ ﷺ کا بالفعل نبی ہونا اٹل بات ہے البتہ اس کی نوعیت میں اہل علم حضرات کا اختلاف ہے۔ بعض علماء ظاہر کے نزدیک آپ کو اس وقت صرف نبی قرار دے دیا گیا تھا جب کہ صوفیاء اس کے ساتھ اس کے بھی قائل ہیں کہ آپ کو نبی قرار دینے کے علاوہ ملٰئکہ وارواح کی تربیت بھی باقاعدہ سے آپ کے سپرد کر دی گئی تھی۔ پس یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا اس کو سمجھ نہیں پائے کیونکہ یہ ان کے مقام کے خلاف ہے۔ اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ کم پڑھے لکھے عوام کو انہوں نے ''اظہارِ نبوّت'' کے لفظوں سے مغالطہ دینے کی کوشش فرمائی ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔

○　صفحہ ۱۲۳ پر ایک عبارت ان لفظوں میں لائے ''ووجدك ضالاً عن النبوة فهداك للنبوة'' پھر اس کا اردو ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''اور پایا تمہیں نبوت سے بے توجہ اور بے التفات تو نبوت کی طرف راہ دکھلائی بلکہ بنوت تک واصل فرمایا''۔ عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا معنٰی ہو ''بلکہ نبوت تک واصل فرمایا'' پس یہ الفاظ حضرت نے خود شامل فرمائے ہیں کیونکہ اس کے بغیر مطلب برآری ناممکن تھی۔

علاوہ ازیں اس میں انہوں نے قطع و برید بھی فرمائی ہے کیونکہ مؤرخہ ۲۹ جون ۲۰۰۷ء میں آپ نے اپنے نمائندہ یا شاگرد مولوی شعیب (آف دینہ جہلم) کے نام سے جو تحریر مجھے بھجوائی تھی اس میں اسی عبارت میں ''جاهلاً عن النبوة'' کے الفاظ ہیں جو ریکارڈ پر محفوظ ہے اور وہ ''لفظ یہاں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ غلط تھے تو لکھے کیوں تھے اور صحیح تھے تو چھپائے اور اڑائے کیوں ہیں

ع　کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے

○　صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸ پر سرکار ﷺ کے بارے میں لکھا ہے: ''بارہ سال کی عمر میں چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت کے لیئے جانے پر بصریٰ میں بحیراہ راہب نے آپ پر نظر پڑتے ہی پکار کر کہا: ''هذا سيّد العلمين هذا يبعثه الله رحمة للعلمين'' یہ سب جہانوں کے لیئے سردار اور ملجاء و ماویٰ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سب جہانوں کے لیئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا''۔ اھ بلفظہ۔

اس عبارت میں ہٰذا اور بعثہ کے درمیان رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے الفاظ بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو (ترمذی جلد۲، صفحہ۲۰۲، طبع دہلی) لیکن چونکہ وہ ان کے نظریہ کے صریحاً خلاف تھے اس لیئے ان پر ہاتھ صاف فرما گئے۔ جسے کتابت کی غلطی بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترجمہ میں بھی انہیں نہیں لیا گیا۔ مولانا یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس کتاب سے انہوں نے یہ عبارت لی ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کیونکہ نقل کرنے میں الفاظ کی کمی بیشی ممکن ہی نہیں یقین الوقوع ہے۔

علاوہ ازیں جب وہ ترمذی کا دورہ پڑھاتے رہے ہیں شیخ الحدیث بھی ہیں۔ اور صفحہ ۷ ا پر لکھ آئے ہیں کہ وہ اپنے مطالعہ کو ہمیشہ تازہ رکھتے ہیں تو ترمذی سے عدول میں کیا حکمت تھی۔ لامحالہ یہی کہنا ہوگا کہ یہ سب انہوں نے عمداً کیا ہے۔

○ علاوہ ازیں اپنے مکتوب میں موصوف نے اس کا صریحاً اعتراف کیا ہے کہ حدیث کنت نبیا الخ کو اس کے حقیقی معنٰی میں سمجھنے والا بھی علماء کا ایک طبقہ ہے جس پر ان سے گزارش کی گئی کہ جب اس میں شدت نہیں ہے تو آپ کو اس کے متعلق اپنے سخت رویّہ پر نظر ثانی کرنی چاہیئے مگر اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ تو کیا یہ بھی للّٰہیّت کا حصّہ ہے؟

○ ابن مصنف کے نام سے تحقیقات کے تتمہ میں علامہ علی القاری رحمہ اللہ تعالٰی کی شرح فقہ اکبر کی ایک عربی عبارت کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''نبی پاک ﷺ وقتِ ولادت سے ہی نبی تھے نہ کہ چالیس سال کے بعد نبوّت ملی جیسے کہ ایک جماعت کا خیال ہے''۔

عبارت یہ ہے: ''ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة'' (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۶۰، طبع قدیمی) مولانا نے ''كما قال جماعة'' کا ترجمہ کیا ہے ''جیسے کہ ایک جماعت کا خیال ہے'' جو غلط ہی نہیں انتہائی جاہلانہ ترجمہ بھی ہے کیونکہ ''قال'' افعال قلوب سے نہیں اور نہ ہی یہ خیال کرنے کا ترجمہ دیتا ہے اس سے قطع نظر حقیقی معنٰی سے عدول کس حُبِ نبی ﷺ کی دلیل ہے۔ اتنے بڑے فاضل کے بارے میں یہ بدگمانی تو نہیں کی جا سکتی کہ انہیں اس کا علم نہیں۔ پس لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے کیونکہ اگر وہ اس کا صحیح اور صاف ترجمہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیتے کہ جیسا کہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے'' تو ان کے پورے پروپیگنڈہ پر پانی پھر جاتا اور اس کا جواب ان سے نہ بن پڑتا اس لیئے انہوں نے عافیت اس میں سمجھی کہ سوال ہی میں اس کو گول کر گئے۔ یہ ہے ان کا خلوص، للّٰہیّت اور جذبۂ حُبِ رسول ﷺ؟

○ صفحہ ۱۶ پر مولانا موصوف نے یہ تأثر دیا ہے کہ علماء وخطباء اہلِ سنّت میں سے کسی نے بھی ان کا موقف معلوم کرنے کی تکلیف نہیں کی وہ سب ایسے ہی بلا سوچے سمجھے ان کے پیچھے پڑ گئے۔ البتہ ان کے ایک تلمیذ نے (جس نے اپنا نام ظاہر کرنے کی بجائے خود کو ''نا کارۂ خلائق یکے از تلامذۂ اشرف العلماء) لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو تحقیقات' صفحہ ۱۴)۔

اپنے شیخ کے مطلق وعام کو مقید ومخصوص کرتے ہوئے یوں کہا ہے: ''افسوس ہے کہ سوائے دو یا تین اہلِ علم کے کسی بھی مہربان نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اصل مسئلہ ہے کیا؟ حضرت اشرف العلماء کا کیا موقف ہے؟ اس موقف کے دلائل کیا ہیں؟ الخ''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۸)۔

اقول: **اولاً**: اس میں شیخ وتلمیذ کے بیانات متضاد ہیں۔

ثانیاً: جب کہ انہوں نے یہ ٹھان لی ہے کہ کسی کی سننی ہی نہیں اور کوئی ان کے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کا اہل ہی نہیں تو اس پروپیگنڈہ کا فائدہ ہی کیا ہے۔

ثالثاً: موقف جاننے کی کوشش کرنے والوں کو انہوں نے کیا باریاب فرمایا؟ فقیر یقیناً ان ''دو تین'' میں سے ہے جس کا خود مولانا ——— کو بھی اعتراف ہے۔

چنانچہ ۲۰۰۶ء کے اواخر میں فقیر نے ایک طالب علم کے توسط سے ان سے استفسار کیا تو انہوں نے اپنے جوابی مکتوب میں صریحاً تحریر فرمایا تھا: ''جناب نے اچھا کیا استفسار فرمالیا ورنہ آج کل تو اتنی تکلیف کرنا ہمارے حضرات کے لیئے بہت ہی گرانبار ہے''۔ اس کی مکمل تفصیل ''مختصراً پس منظر مسئلہ'' کے تحت آغاز میں گزر چکی ہے۔ فلیلاحظ۔

پس جب موقف جاننے کے بعد ان کے دلائل کا جواب بھی لکھ دیا گیا اور تغلیط یا رجوع کا بار بار مطالبہ کیا گیا جو تا حال جاری ہے تو خاموشی کے باوجود اس پروپیگنڈہ کا کیا مطلب؟

علاوہ ازیں حضرت محدّثِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ اور مصنفِ تحقیقات کے استاذ بھائی مولانا علامہ عبدالرشید رضوی علیہ الرحمۃ سے تحقیقات کے لیئے جو تقریظ ایک خاص طریقہ سے ان کی علالت میں حاصل کی گئی تھی' جب صحیح صورت حال سامنے آئی تو حضرت نے نہ صرف یہ کہ تقریظ سے رجوع فرمایا بلکہ وفات سے چند دن قبل اپنے متعلقین کے جمِ غفیر کے سامنے اظہار لاتعلقی بھی فرمایا جس کی مکمل تفصیل کتاب ہٰذا پر علامہ مفتی غلام نصیر الدین حسنی صاحب کی تقریظ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ بناءً علیہ ان کی تقریظ کو تحقیقات میں شامل نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر وہ مسلسل شامل کی جا رہی ہے۔ اس سے بھی مصنف کی للّٰہیت پر روشنی پڑتی ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں　　ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خلاصہ یہ کہ ان مثالوں سے تحقیقات کی تصنیف سے مولانا کی کمال للّٰہیّت کا پتہ چلتا ہے۔ پھر اس سے انہوں نے دین ومسلک کی شان وشوکت میں کون سا اضافہ کیا ہے اور اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نیز اس سے حضور سیّد عالم ﷺ کی عظمت کو کون سا دوبالا کیا ہے۔ نیز اس سے اہلِ سنّت کو مزید افتراق کے سوا حاصل ہی کیا ہوا ہے؟ قال اللہ تعالٰی وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔

———◆◆◆———

باب اوّل

فریقین کے موقف ومتعلقات کا بیان

"مصنف تحقیقات کا مسئلۂ نبوت میں سابقہ عقیدہ ان کی سابقہ کتب سے"

مسئلۂ ہٰذا کے حوالہ سے مصنف تحقیقات اب سے کچھ عرصہ پہلے تک پوری زندگی جس امر کے قائل رہے اور تحریراً تقریراً بڑی شدّ ومدّ کے ساتھ اس کا پرچار کرتے اور اس پر زور دیتے رہے اور منکرین پر برق خاطف بن کر ان کا ردّ فرماتے رہے وہ من وعن یہی تھا کہ سیّد عالم ﷺ کی نبوت سے کوئی زمانہ خالی نہ تھا اور آپ ﷺ اپنی ولادت باسعادت سے بعمر چالیس سال وحی جلی کے نزول تک بھی نبی تھے' چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں بلکہ اپنے نبی ورسول ہونے کا اظہار واعلان فرمایا۔ نیز یہ کہ: ''قبل نبوت'' اور ''بعد نبوت'' کا مطلب ہے ''قبل از اعلانِ نبوّت'' اور ''بعد از اعلانِ نبوّت''۔ جس کا صریحاً یہ معنٰی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے لے کر اعلانِ نبوّت تک کے عرصہ میں بھی بالفعل نبی تھے جب کہ اب وہ اس کے برخلاف کہنے لگ گئے ہیں۔

مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ غیر نبی کو نبی ماننا اسی طرح نبی کو نبی نہ ماننا دونوں کفر ہیں اور یہ مجمع علیہ ہے جس میں کسی بھی صحیح العقیدہ اور منصف مزاج اہل علم کو انکار نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر کی سربراہی میں سرکار ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے جس مسئلہ پر قولاً وعملاً سب سے زیادہ اتفاق فرمایا وہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف کاروائی تھی۔

قادیانی بے ایمان کو نبی ماننا اس لیئے کفر ہے کہ وہ قطعی طور پر اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

کوئی بے ایمان اگر حضرت سیّدنا عیسٰی علٰی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے کا معاذ اللہ انکار

کردے تو وہ اس لیئے کافر قرار پائے گا کہ سچے نبی کو وہ نبی نہیں مان رہا۔

اسی لیئے محققین کا فیصلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تحدید نہ کی جائے بلکہ مثلاً یوں کہا جائے کہ کم وبیش ایک لاکھ یا دولاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کیونکہ اس کے متعلق واردشدہ روایات اخبار آحاد ہیں جو مفید قطعیت نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی تعداد اتنی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کم یا زیادہ ہو۔ تحدید کی صورت میں خرابی یہ لازم آئے گی کہ اگر اس سے کم ہوئے تو غیر انبیاء کو انبیاء کہا اور اگر اس سے زیادہ تعداد ہوئی تو انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار ہوا۔ (والعیاذ باللہ تعالٰی)۔

بناءً علیہ مسئلہ ہٰذا کے حوالہ سے ان کا پہلا نظریہ درست تھا تو ان کے یہ ایام کفر میں گزر رہے ہیں اور اگر ان کا یہ دوسرا نظریہ صحیح ہے تو ان کی زندگی کا سابقہ بیشتر حصہ کفر پر گزرا۔ اور نرم لفظوں میں دو میں سے ایک ضرور لازم ہے کہ وہ پہلے غلط عقیدہ پر تھے یا اب غلط ہیں کیونکہ پہلی صورت میں وہ ''غیر نبی کو نبی کہتے رہے اور اب دوسری صورت میں وہ نبی کو غیر نبی کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالٰی انجام بخیر فرمائے۔

اس کے بعض حوالہ جات:

بعض حوالہ جات حسبِ ذیل ہیں:

کوثر الخیرات سے:

شعبان ۱۳۹۵ھ مطابق اگست ۱۹۷۵ء میں مصنف تحقیقات نے ''کوثر الخیرات'' کے نام سے سورۂ کوثر شریف کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی جس کے کئی مقامات پر اس کی تصریحات موجود ہیں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۵۵ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد لکھا ہے: ''ارسلت الی الخلق کافۃ'' مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا''۔

صفحہ ۸۹، ۱۰۰ پر اسی مضمون کو ادا کرتے ہوئے لکھا ہے: ''تمام اجزاء عالم اور ذرات موجودات کی طرف مبعوث ہیں فرمایا: ارسلت الی الخلق کافۃ میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ فرمایا: ''مامن شئ الا وقد یعلم انی رسول اللہ ''جہان کی کوئی شے ایسی نہیں جو یہ نہ جانتی اور مانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں (الٰی) غرضیکہ اس محبوب کریم ﷺ کی رسالت ونبوت عزت وعظمت کی ہر مخلوق معترف''۔

صفحہ ۸۴ پر ہے: آپ ﷺ کی رسالت ونبوت ہر شے کو شامل ہے اور اجزاء عالم کو محیط ہے۔ کائنات کی کوئی شے عموم نبوت سے خارج نہیں''۔

صفحہ ۸۵ پر آیت رحمۃ للعٰلمین کے حوالہ سے لکھا ہے: ''اصل رحمت رسالت ونبوت ہے وہ تمام اجزاء

عالم کو شامل ہے تو رسالت اور نبوت مصطفیٰ ﷺ بھی تمام اجزاء عالم کو محیط ہے اور کائنات ارضی وسماری کی ہر شے کو شامل ۔لہٰذا انسان، جن اور فرشتے بھی اور فرش وعرش، لوح وقلم، جنت ودوزخ، حور وغلمان اور ذرات عالم میں سے کوئی بھی ایسی شے نہیں جو آپ کی رحمت اور رسالت سے فیض یاب نہ ہو۔

صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے: ''ان کی رسالت ونبوت سے ہی ابتداء ہوئی اور اسی پر اس کی انتہاء بھی وہی رسول اعظم ہیں وہی خلیفہ اوّل بھی''۔

صفحہ ۶۵، ۶۹، ۸۴، ۸۸، ۹۹، ۱۰۱ اور ۱۲۶ پر آپ ﷺ کے متعلق لکھا ہے: ''نبی الانبیاء، فخر الرسل''، سب نبیوں کا نبی''۔ ''سب رسولوں کا رسول'' ﷺ۔ نیز ''نبی امی ﷺ جیسے نبی الامّت ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں اور انبیاء بھی آپ کی امت ہیں''۔

صفحہ ۸۷ پر لکھا ہے: ''عرشِ عظیم کے پائے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ ہر آسمان پر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ نقش ہے۔ جنتی درختوں کے پتوں پر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ثبت ہے۔ جنت کے دروازہ پر، جنت کے برتنوں پر غرضیکہ جہاں بھی لا الٰہ الا اللہ موجود ہے، ساتھ ہی محمد رسول اللہ کا ذکر موجود ہے۔ گویا عالم بالا کے مکینوں کی جدھر بھی نگاہ اٹھتی ہے، ہر چیز انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت مصطفیٰ ﷺ کے اقرار واعتراف اور ایقان واذعان کی تلقین کر رہی ہے۔''

صفحہ ۵۵ پر ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بین کتفیہ خاتم النبوۃ آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوّت ہے رواہ الترمذی''۔

صفحہ ۶۰، ۶۱ پر حدیث ''متٰی وجب لك النبوۃ'' ''انی عنداللّٰہ مکتوب الخ۔ حوالہ سے لکھا ہے: ''بظاہر اوّل انبیاء حضرت آدم علیہ السلام لیکن درحقیقت اوّل بھی آپ ہیں''۔

نیز لکھا ہے کہ: ''ان دونوں حدیثوں میں جس نبوّت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ نبوّت حقیقیہ ہے اور امر محقق اور خارجی ہے نہ کہ محض علم الٰہی کے لحاظ سے ورنہ سب انبیاء علم الٰہی کے لحاظ سے اس وقت سے بلکہ اس سے پہلے بھی نبی تھے (الیٰ) نبوت کا مبداء بھی آپ کی ذات ہے اور منتہی بھی، درخت نبوت ورسالت کی جڑ اور تخم بھی آپ ہی اور اس کا ثمر وپھل بھی''۔

نیز صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵ پر بھی یہ دونوں حدیثیں اور ان سے اخذ کردہ مذکورہ بالا مضمون موجود ہے۔

نیز صفحہ ۲۹۵، ۲۹۶ آپ ﷺ کا نور مبارک ملٰئکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مربی ومفیض تھا۔ (ملخصاً)

صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے: تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمۃ للعٰلمین ﷺ کی بدولت اور آپ کے طفیل

ہیں۔ روح مصطفیٰ اور انوارِ مجتبیٰ ﷺ نے عالم ارواح میں تمام ارواح انبیاء کی تربیت فرمائی اور انہیں علم وارشاد کا فیضان کیا جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے کنت نبیا وادم بین الروح والجسد کے تحت ارقام فرمایا الخ۔

صفحہ ۲۹۵ پر لکھا ہے: حدیث ارباض ﷺ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''میں اپنے رب کے ہاں منصب ختم نبوت کے لیے متعین ہو چکا تھا اور آدم ﷺ کا جسم ابھی مکمل نہیں ہوا تھا'' ﷺ

صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے: ''ختم نبوت کا معنٰی یہ ہے کہ عالم اجسام میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے''۔ الخ۔

صفحہ ۷۰ پر ایک نزول عیسیٰ ﷺ حوالہ سے سؤال کے ضمن میں لکھا ہے: ''وصف نبوت کے ساتھ موصوف نہ ہوں تو نبی کا نبوت سے معزول ہونا لازم آئے گا اور یہ بالکل باطل ہے''۔

نیز اسی صفحہ پر تھوڑا سا آگے اس کے جواب کے دوران لکھا ہے: ''پہلا مرتبہ (مرتبۂ نبوت) ہر نبی کو ہمیشہ کے لیے حاصل ہے اس میں معزول اور نقص وتنزل ممکن نہیں''۔

اقول: اس سلسلہ کے کچھ حوالہ جات موصوف کی ایک اور کتاب سے ملاحظہ کیجئے

سیرت سیّد الانبیاء ﷺ سے:

''کوثر الخیرات'' شعبان ۱۳۹۵ھ میں لکھی گئی تھی اس کے ٹھیک چار سال بعد شعبان ۱۳۹۹ھ میں انہوں نے علامہ ابن الجوزی کی عربی کتاب ''الوفاء باحوال المصطفی ﷺ'' کا ''سیرت سیّد الانبیاء ﷺ'' کے عنوان سے اردو ترجمہ تحریر کیا اس میں بھی موصوف نے اسی عقیدہ کو ایک بار پھر بڑی شدّ ومدّ سے دہرایا جس کے بعد ان کا تغیر انتہائی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ پڑھیئے اور ان کی اس تبدیلی پر استرجاع کیجئے۔

چنانچہ پہلے تو موصوف نے علامہ ابن الجوزی کی پیش کردہ احادیث (انی عند اللہ مکتوب لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینة اور کنت نبیا وادم بین الروح والجسد وغیرہا) کی توثیق کرتے ہوئے اور ان کے مأخذ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ یہ احادیث واقعۃً صحیح ثابت ہیں اور اس کے لیے انہوں نے ترمذی شریف، تاریخ امام بخاری، مسند احمد، حاکم اور دلائل النبوۃ لابی نعیم وغیرہا کا نام لیا۔ ملاحظہ ہو: (صفحہ ۴۵، طبع فرید بک سٹال، لاہور)۔

صفحہ ۴۶ پر حاشیہ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے: ''روایت کی صحت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے''

پھر ترجمہ کے دوران قوسین میں آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کی تصریحات کر دیں۔ بالفاظ دیگر ان احادیث کے آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کے معنٰی میں ہونے کو تسلیم کیا۔ چنانچہ حدیث میسرۃ الفجر ﷺ کے ترجمہ

میں یہ لفظ بریکٹ میں لائے ہیں کہ ''میں اس وقت سے صفت نبوت سے موصوف ہوں'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۵)۔

نیز عرش الٰہی پر تحریر کردہ الفاظ ''محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء'' کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے:

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخر الزمان پیغمبر ہیں'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۵)۔

نیز ''آپ شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے'' (صفحہ ۴۵)۔

اقول: ''اس وقت سے''، ''موصوف ہوں'' کے الفاظ سے اسی نبوت کا جود دوام اور تسلسل ثابت ہورہا ہے وہ بھی اہلِ علم اور اہل زبان پر مخفی نہیں یعنی اس سؤال کے جواب تک کہ ''آپ کب سے نبی بنے ہوئے ہیں'' بغیر انقطاع کے آپ کی وہ نبوت بالفعل جاری رہی۔

آمدم برسر مطلب! مزید اسی معنٰی ومفہوم کے صحیح اور اس کے برخلاف کے غلط اور ناحق ہونے کا زور دار الفاظ میں عندیہ بھی دیا ہے۔ چنانچہ اس کی مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''قابل غور یہ امر ہے کہ ان صحابہ نے اپنا سؤال اور سرور عالم ﷺ کا جواب نقل فرمایا۔ اگر ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا وجود عالمِ عناصر کے ظہور سے قبل نہیں تھا تو صحابہ کرام کا سؤال عبث اور آنحضرت کا جواب غلط (نعوذ باللہ من ذلك)۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام نے اپنے نور فراست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جس ذات اقدس نے عالم عناصر میں نمو فرما ہونے کے چالیس سال بعد اعلان نبوت فرمایا' نہ وہ نبی اب بنے ہیں اور نہ ہی صرف چالیس سال قبل وجود میں آئے ہیں بلکہ وہ موجود بھی پہلے سے ہیں اور شرف نبوت سے مشرف بھی پہلے سے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کی تائید وتصدیق فرما کر اپنے اصلی مقام وشان کو واضح فرمایا کہ میں اس وقت سے موجود ہوں جب کہ ابوالبشر کا وجود نہیں تھا اور میں صرف موجود نہیں تھا بلکہ تاج نبوت اور خلعت رسالت بھی زیب تن کیئے ہوئے تھا۔

اور اہلِ علم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ثبوت وتحقق وصف نبوت بغیر تحقق ذات نبی کے ممکن نہیں ہے علی الخصوص جب کہ سؤال بھی وقت اتصاف سے ہے اور جواب میں بھی وقت اتصاف بیان فرمایا گیا یعنی میں اس وقت سے نبوت کے ساتھ موصوف ہوں جب کہ تخلیقِ آدم علیہ السلام مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اگر آپ کا وجود مسعود تھا تو وقت اتصاف کا بیان ممکن۔ ورنہ نہیں۔

نیز اگر علم باری تعالیٰ کے لحاظ سے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونا مقصود ہوتا تو یہ

اولاً: اس لیئے ممکن نہیں کہ علم باری تعالیٰ میں سارے نبی وصف نبوت کے ساتھ ازلاً موصوف تھے۔ آپ کی نہ تو اس میں کوئی تخصیص ہے اور نہ اوّلیت کی کوئی وجہ۔ اور

ثانیاً: اس لیئے باطل ہے کہ باری تعالیٰ کے علم میں اگر آپ کا وصف نبوت سے موصوف ہونا اس وقت

محقق ہوا جب آدم ﷺ کی تخلیق شروع ہو چکی تھی تو اس سے قبل اللہ رب العزت کا العیاذ باللہ اس علم سے خالی ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے۔ وہ ازلاً بکل شیئ علیم ہے۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حادث علم کا قیام لازم آئے گا اور جو محل حوادث ہو وہ حادث ہوتا ہے تو العیاذ باللہ' اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آ گیا۔ حالانکہ وہ واجب الوجود ہے۔ قدیم بالذات والزمان ہے اور ازلی ابدی۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوالبشر سے قبل' خارج میں متحقق تھی اور وصف نبوت بلکہ خاتم النبین والے واصف سے موصوف تھی اگر چہ وہ وجود عنصری کے لحاظ سے ظہور بعد میں ہوا اور یہی مفہوم ہے احادیث مذکور کا۔ الحمد للہ''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۶' ۴۷' حاشیہ بعنوان فائدہ ثانیہ)۔

مزید لکھا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ' حضرت آدم ﷺ کی تخلیق سے پہلے موجود تھے کیونکہ لغت عرب میں لولا شرط وجزا پر داخل ہوتا ہے اور وجود اوّل کی وجہ سے ثانی کی نفی پر دال ہوتا ہے۔ اور احادیث سابقہ سے آنحضرت ﷺ کا صرف وجود ہی نہیں بلکہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ الخ''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۸)۔

خلاصہ یہ کہ چودھویں صدی کے اختتام سے تقریباً پانچ ماہ پہلے تک مولانا کا یہی عقیدہ تھا کہ سیّد عالم ﷺ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی بالفعل نبی تھے اور یہی صحابۂ کرام کا ایمان تھا جس پر آپ ﷺ نے مہر تصدیق ثبت فرمائی نیز ثبوتاً و دلالۃً یہی صحیح ہے جس کا برخلاف غلط' جھوٹ' باطل اور قرآن وسنّت کے منافی اور عقیدۂ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متصادم ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اس سب کچھ کے قائل تھے اور اسی سے وہ قلبی مسرت محسوس کرتے اور اس کو آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھتے ہوئے اس کے بیان پر ''الحمد للہ'' کہتے تھے۔ مگر اب وہ اس کے برعکس اس سب سے انکاری اور ماننے سے عاری ہو چکے ہیں تو اس پر نہایت افسوس کے ساتھ اناللہ ہی پڑھا جائے گا۔ اور ساتھ ہی لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی۔ مزید سنیے۔

تنویر الابصار سے:

''کوثر الخیرات'' کی تصنیف کے تقریباً دس سال اور سیرۃ سیّد الانبیاء ﷺ کے تقریباً چھ سال بعد مصنف تحقیقات کا لالیاں کے علاقہ میں دیابنہ کے ساتھ نورانیت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر ایک کامیاب ترین مناظرہ ہوا جس کی روئیداد مع توضیح متعلقات کثیرہ ''تنویر الابصار بنور النبی المختار'' کے نام سے انہوں نے ۱۹۸۵ء میں ایک کتاب شائع کرائی' اس میں بھی زیر بحث مسئلہ پر مثل مذکور تصریحات کیں۔ اس کے بھی کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۲۰' ۲۱' ۲۹' ۹۲' ۹۳' ۹۴' ۹۵' ۹۶' ۱۵۲' ۱۵۳' پر لکھا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ

حقیقت کے لحاظ سے اصل بنیاد کائنات وموجودات ہیں اور اصل آدم صلی اللہ علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء وسلم''۔ ''اور یہی ہمارا عقیدہ ہے''۔

نیز ''حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اصل حقائق جنس الاجناس' کائنات کے جنس اکبر'' نیز ''آپ نورانی حیثیت سے سب کے لیئے اصل ہیں' جنس عالی ہیں اور اب اکبر'' (وغیرہ وغیرہ)۔

نیز صفحہ ١٢٩ پر حدیث لکھی ہے: ''ارسلت الی الخلق کافۃ ''میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں''۔ (روح المعانی عن صحیح مسلم)۔

نیز صفحہ ٢٧' ١٠٨' ١٣٦' ١٤٧' ١٦٤' ١٧٩' ١٨٣ پر ہے کہ آپ نبی الانبیاء ہیں ﷺ۔

صفحہ ٢٠ پر (حدیث عرباض رضی اللہ عنہ کے نقل کرنے کے بعد) لکھا ہے: ''نبی اکرم ﷺ کی نبوت محض علم الٰہی کے لحاظ سے نہیں تھی بلکہ خارج اور واقع میں آپ کا نور انور اور روح اقدس اور حقیقت محمدیہ اس وصف کمال کے ساتھ موصوف ومتصف تھی اور یہی ہمارا نظریہ وعقیدہ ہے'' الخ۔ (نیز صفحہ ٨٢ نحوہ')۔

صفحہ ٢٢' ٢٣ پر حدیث متٰی وجبت لك النبوۃ الخ کے تحت مُفَصّلاً لکھا ہے: ''صحابہ کرام علیہم اجمعین کے پوچھنے اور سوٴال کرنے سے کہ کب سے نبی بنے ہو' پتہ چل گیا کہ جن کے گھر آپ پیدا ہوئے اور عمر شریف کے چالیس سال گزارے تھے اور اس قدر طویل عرصہ گزارنے کے بعد نبوت کا اعلان فرمایا جب وہ اس طرح کا سوٴال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کب سے نبی ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے ایمان نے گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ نبوت کا اعلان اور اظہار چالیس سال کے بعد کیا لیکن آپ نبی بنے ہوئے پہلے کے تھے۔ اس لیے یہ نہیں کہ تم نے اعلانِ نبوت ورسالت کب فرمایا۔ بلکہ پوچھا ہے متٰی وجبت لك النبوۃ یارسول اللہ! آپ کے لیئے اے رسول اللہ! نبوت ثابت کس وقت سے ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کا یہ جواب کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا روح ابھی ان کے جسم میں پھونکا نہیں گیا تھا' صحابۂ کرام کے اس نظریہ وعقیدہ پر مہر تصدیق ہے تم نے درست سمجھا۔ واقعی میں عمر شریف کے چالیس سال گزار کر نبی نہیں بنا بلکہ اس وقت سے یہ منصب اور اعزاز مجھے حاصل ہے جب کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی (الیٰ) آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق وایجاد سے پہلے نبوت ورسالت اور خاتم النبین کے منصب پر فائز تھے''۔

نیز اسی صفحہ پر حدیث مذکور کے مأخذ ترمذی شریف کے متعلق لکھتے ہیں: ''ترمذی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہو وہ یوں سمجھے کہ رب تعالیٰ کا رسول میرے گھر میں موجود اور

تشریف فرما ہے''۔

نیز صفحہ ۲۰، ۲۴، ۲۵، ۳۳، ۷۰، ۸۰، ۸۲ اور ۱۱۱ وغیرہا پر بھی بالفاظ مختلفہ اسی کی مانند موجود ہے۔

نیز صفحہ ۱۸۷ پر ہے: ''آپ کی علامات نبوت اور شواہد و رسالت آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کی نبوت و رسالت کو آشکارا کرنے والی ہیں''۔

صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے: لوگوں کو اس وقت پتہ چلا جب آپ کا ظہور ہوا۔ ظہور اگرچہ بعد میں ہوا لیکن وجود پہلے تھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ظہور اور نشاۃ دنیویہ کے لحاظ سے اولادِ آدم ہیں''۔ (ملخصاً بلفظہٖ)۔ نیز صفحہ ۱۰۹ پر لکھا ہے: ''عدم ظہور اور ہے اور ثبوت و تحقق اور ہے''۔ اھ۔

صفحہ ۳۴ پر بحوالہ صاوی حاشیہ جلالین مع تبصرہ لکھا ہے'' ولانہ اصل کل نور حسی و معنوی ''اور آپ کو نور اس لیئے کہا گیا ہے کہ آپ ہر نور حسی اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس و قمر اور نور کواکب و الابصار کے بھی اصل ہیں اور نور نبوت و رسالت اور نور ولایت و ایمان کے بھی اصل آپ ہیں۔ صفحہ ۳۵ پر بحوالہ روح المعانی لکھا ہے: ''نور عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ ''نور سے مراد نور عظیم، نور الانوار اور نبی مختار ﷺ ہیں''۔

خلاصہ یہ کہ کچھ عرصہ پہلے تک زندگی کے سابقہ بیشتر حصہ میں موصوف جس عقیدہ پر تھے اور جس کا لوگوں کو درس دیتے اور جس پر وہ دیوبندیوں سے مناظرے بھی کرتے تھے۔ یہی تھا کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں ہیں بلکہ اپنے آپ کو ظاہر فرمایا ہے نبی پہلے سے بنے ہوئے تھے۔ بالقوۃ نہیں بالفعل۔ اور آپ کی وہی نبوت بالفعل جاری تھی جو ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف میں بھی باقی تھی۔ نہ تو اس کا کبھی انقطاع ہوا اور نہ ہی عزل وسلب۔ اور اسی کے متعلق وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ یہی ہمارا نظریہ ہے۔ لیکن اب وہ اس کے خلاف کہنے لگے ہیں۔ پس یہ فیصلہ انہی سے لے لیا جائے کہ حضرت آپ پہلے ٹھیک تھے یا اب ٹھیک ہیں۔ کیونکہ ''ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی''۔

مصنف تحقیقات نے دیوبندیوں کی کتب سے نورانیت نبی ﷺ کے حوالہ جات پیش کرنے کے بعد انہیں کوستے ہوئے کہا ''کل تک علماء دیوبند کا یہی نظریہ تھا''۔ (تنویر الابصار، صفحہ ۴۴)۔

اقول: یعنی اب پتہ نہیں انہیں کیا ہو گیا ہے پس اگر جان بخشی ہو تو کیا ہم بھی مولانا سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ حضرت کل تک تو آپ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی بالفعل نبی تھے تو اب اس سے پھر جانے اور ''بالقوۃ نبوت'' کا چکر چلا دینے میں کیا حکمت کارفرما ہوئی ہے؟؟؟

مسئلۂ ہذا کے متعلّق مصنّفِ تحقیقات کا حالیہ موقف ونظریّہ
ان کی کتاب تحقیقات سے

مصنف تحقیقات کے مسئلۂ ہٰذا کے متعلق حالیہ موقف اور نظریّہ کا سمجھنا بھی ضروری ہے تاکہ ان کے دعویٰ سے دلائل کی مطابقت وعدم مطابقت نیز ان کے اختراعی نظریہ کی شرعی حیثیت کے معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ سواس کی تفصیل ان کی اس کتاب (تحقیقات) کے پیش نظر حسبِ ذیل ہے:

تخلیق آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے قبل سیّد عالم ﷺ کی نبوت کے متعلق مصنف تحقیقات کئی مختلف اقوال لائے ہیں۔ نمبر۱: یہ کہ لوح وقلم اور مابعد کی تخلیق سے قبل۔ نمبر۲: تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے۔ نمبر۳: آدم علیہ السلام کی روح مبارک کی تخلیق کے بعد اور جسد مبارک کی تخلیق سے پہلے۔ اور نمبر۴: ان کے روح اور جسد پاک دونوں کی تخلیق کی تکمیل نیز ان کی پشت پاک سے نسمات وذرات کی تخریج کے بعد آپ ﷺ کی نبوت متحقق ہوئی (ملخّصاً) ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ۹۳ تا ۹۵)۔

پھر انہوں نے اوّل الذکر قول کی تغلیط وتردید کی اور اپنا مختار وراجح اس کو قرار دیا کہ آپ ﷺ کے نورِ مبارک کو تو ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا لیکن نبوت ورسالت بالفعل فوراً نہیں عطاء کی گئی بلکہ اس کے ہزاروں اور لاکھوں سال بعد اس وقت دی گئی جب ملٰئکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کر دیئے گئے (ملخّصاً) ملاحظہ ہو (صفحہ ۹۷، ۹۸ نیز صفحہ ۳۶)۔ جس سے ان کا مقصد اپنے اس نظریہ کو تحفظ فراہم کرنا ہے کہ ولادت باسعادت سے ۴۰ سال تک آپ کو معاذ اللہ نبی نہ ماننا گستاخی اور سوءِ ادبی نہیں ہے جس کا انہوں نے کئی طریقوں سے اظہار بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (تحقیقات، صفحہ ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۹۸، وغیرہا) جو غلط ہے کیونکہ تحقق نبوت اس سے قبل بھی ثابت ہے (وسیأتی) نیز اس سے قطع نظر بحث (بر تقدیر تسلیم) قبل تحقق انکار کے گستاخی وسوءِ ادبی ہونے میں نہیں بلکہ بعد تحقیق انکار کے گستاخی اور سوءِ ادبی ہونے میں ہے جب کہ موصوف خود اپنی تصریحات

کی رُو سے بعد تحقق ہی انکار کے مرتکب ہیں (جس کی مکمل تفصیل مقدمۃ الکتاب میں گزر چکی ہے و سیأتی فیما یأتی ایضاً)۔

تحقق نبوت حسب بالا مان لینے کے بعد اس کے لیئے انہوں نے اسے جگہ جگہ بالفعل نبوت لکھا اور آپ ﷺ کے لیے بالفعل نبی کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۶' ۲۷' ۴۵' ۴۶' ۵۱' ۵۲' ۵۲' ۵۶' ۶۳' ۷۲' ۸۴' ۸۸' ۸۹' ۹۴' ۹۶' ۹۷' ۹۸' ۹۹' ۲۰۵' ۲۰۹)۔

نیز انہوں نے اس کے برخلاف بھی لکھ دیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ وہ اس میں ذہنی پراگندگی کا شکار ہیں۔ ان کے لفظ ہیں۔ ''گویا اس وقت نہ بالفعل نبی ہونا مراد ہے نہ محض علم الٰہی میں بلکہ ملٰئکہ وارواح میں اعلان وتشہیر مراد ہے'' پھر اسے انہوں نے علماء ظاہر کا مجمع علیہ اور متفق علیہ ہونا بھی بظاہر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۲۰۴' ۲۰۵)۔

تخلیق آدم علیہ السلام سے ولادت باسعادت تک آپ ﷺ کم وبیش چھ ہزار سال جو اپنے آباءواجداد اور امہات وجدات کے ارحام واصلاب میں رہے اس مدت میں بھی وہ آپ کو بالفعل نبی مانتے نظر نہیں آتے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۳۱' ۳۳' ۳۴' ۳۵)۔

اسی طرح ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک بھی ان کو آپ کے بالفعل نبی ہونے سے انکار ہے بلکہ تحریک کی حد تک وہ اس کے منکر ہیں جس کے متعلق انہوں نے اپنی یہ پوری کتاب وضع کی ہے اور اس پر پورا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی عالم ارواح والی بالفعل نبوت' روح مبارک کے جسم مبارک میں جلوہ فرما ہونے کے بعد بالفعل نہ رہی اس کا کچھ اعتبار نہ رہا بلکہ اس جہان میں وہ کالعدم ہوگئی اس لیئے وہ اسے ''بالقوۃ'' نبوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۲' ۲۳' ۲۴' ۲۵' ۲۹' ۳۰' ۳۱' ۳۹' ۴۰' ۱۰۵' ۱۱۰' ۱۱۶' ۱۱۷' ۱۳۷' ۱۴۱' ۱۴۳' ۱۴۸' ۱۵۰' ۱۵۲' ۱۷۱' ۱۹۶' ۲۱۸' ۲۲۳' ۲۲۵' ۲۲۹' ۲۴۶' ۲۴۸)۔ (اس کی تفصیل مقدمۃ الکتاب میں بھی گزری ہے)۔

مزید صفحہ ۲۰۹ پر صراحۃً لکھا ہے: دنیا والی نبوت کو عالم ارواح والی نبوت کا عین ٹھہرانا اور اس کو اسی کا تسلسل اور دوام ٹھہرانا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ وہ علیحدہ نبوت ورسالت ہے اور یہ عالم اجسام والی علیحدہ ہے'' اھ بلفظہ۔

خلاصہ یہ کہ مصنف تحقیقات کے نزدیک عالمِ ارواح میں آپ ﷺ کا بالفعل نبی ہونا پکی پکی بات ہے۔ بعد ازاں خصوصاً بعد از ولادت باسعادت آپ کی وہ نبوت کا بالقوۃ بن گئی۔ پھر چالیس سال کے بعد بالفعل ہوگئی۔

ہمارا (خالص محقق سنّی) موقف

موقع ومقام کی مناسبت سے مسئلہ ہٰذا کے بارے میں مصنف تحقیقات کے خصوم کے موقف کو سمجھ لینا بھی ضروری ہے تا کہ مسئلہ کو کما حقہ سمجھا جا سکے۔ پس اس بارے میں ہمارا موقف (جو خالص محقق سنّی موقف ہے) یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل کائنات ہونا چونکہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جب کہ "اصل" میں اس کی فرع یا فروع کی جملہ خاصیتوں کے خلاصہ کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً بیج میں پورے پودے اور درخت کا خلاصہ ہوتا ہے اور انڈے میں پورے پرندوغیرہ کا۔ نیز باپ کی صلب میں اولاد کے اجزاء ہوتے ہیں اور یہ سب مصنف تحقیقات کو بھی تسلیم ہے۔ ملاحظہ ہو (تنویر الابصار، صفحہ ۲۹ تفصیل آگے آرہی ہے)۔ اس لیئے آپ کی حقیقت مقدسہ اور نور مبارک کو جب جملہ خلق کی بنیاد اور اصل بنا کر بمعنی حقیقی سب سے پہلے پیدا کیا گیا تو نبوت ورسالت سمیت دیگر تمام کمالات کو اس میں ودیعت رکھ کر اس کی تخلیق کی گئی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کو کسی بھی فرد یا افراد خلق کا پیدا کرنا منظور ہوا تو اس نے انہیں ان کے حسبِ ضرورت آپ کی حقیقت مقدسہ کا فیض دینے کے لیئے آپ کے متعلقہ کمال کو مختلف نوعیّتوں سے پہلے سے طے فرمودہ اوقات میں ظاہر فرمایا۔

بالفاظ دیگر آپ کی حقیقت مقدسہ نوریہ کو تمام کمالات سے متصف کر کے پیدا کیا گیا البتہ ہر کمال کا ظہور اپنے اپنے وقت پر حسبِ حکمت ہوا کیونکہ جب وہ نور، ایجاد افراد کائنات کے لیئے سبب، واسطہ، وسیلہ اور مبداء فیض ہے تو لامحالہ ہر کمال کا اس میں پہلے سے پایا جانا لازم اور حسبِ موقع اس کا ظہور ماننا ضروری ہوا جس میں ان افراد خلق کو معرض وجود میں لایا گیا۔

بناءً علیہ ہمارے نزدیک مختار اور راجح وہی قول ہے جس میں آپ ﷺ کی حقیقت نوریہ کو شروع سے ہی متصف بالنبوۃ والرسالۃ کہا گیا ہے کیونکہ یہ قول ایک تو آپ ﷺ کے اصل کائنات ہونے کی حقیقت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے اس میں دیگر اقوال کی بہ نسبت ایک زائد بات ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قائل کو اس کی دلیل پہنچی جو دوسروں کو نہیں پہنچ پائی جب کہ یہ مسلّمہ اصول سے ہے کہ علم، لاعلمی پر حاوی اور بلفظ دیگر

اثبات، نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں مسئلہ بھی شان رسالت کا ہے جس کی بلاوجہ وجیہ، نفی کرنا خالص محقق سنّی طرز سے ہٹ کر ہے خصوصاً جب کہ اس کے برخلاف بھی کوئی معیاری شرعی دلیل قائم نہیں بلکہ آپ ﷺ کے جامع کمالات ہونے کے نظریہ محققہ کے عین مطابق ہے۔

آپ ﷺ کے وصف نبوت ورسالت کی شانیں مختلف ادوار میں مختلف رنگوں میں حسبِ تقاضائے حکمت ظہور پذیر ہوتی رہیں جس کی فیض رسانی کی ہر ہر صورت اس کے ظہور کا الگ الگ مرتبہ قرار پائی۔ بالفاظ دیگر اس کے فیض کی جملہ صورتیں اس کے ظہور کے مراتب ہیں اور خود اس کے کئی مراحل ہیں۔ چنانچہ اس کمال کی ودیعت کے ساتھ نور مبارک کی تخلیق، پھر کچھ عرصہ کے بعد لوح محفوظ پر اس کا لکھا جانا، ملٰئکہ وارواح کے سامنے اس کا اظہار کہ ہم اسے اس وصف سے متصف فرما چکے ہیں۔ نیز ملٰئکہ وارواح خصوصاً ارواح انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کے لیے مفیض، مربی ومعلم کے طور پر اس کی تعیناتی وغیرہ (جسے عالم ارواح میں بالفعل نبی ہونے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے) یہ سب اس کے مراتب ظہور ہیں۔ پس آپ ﷺ کو جب سے خصوصیت کے ساتھ بالفعل نبی قرار دیا گیا تو اس کے بعد سے آپ ہر دور میں بالفعل نبی رہے۔ خواہ عالم بالا میں رہے ہوں یا آدم ﷺ اور حواء علیہا السلام سے لے کر اپنے جملہ آباء واجداد کرام اور امہات وجدّات طاہرات کے ارحام واصلاب طیبہ میں جلوہ فرما ہوں۔ نبوت کے بالفعل ہو جانے کے بعد اسے بالقوۃ کہنا درست نہیں کیونکہ کسی امر کے بالفعل قرار پانے کے بعد اس کا ''بالقوۃ'' ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ بلفظ دیگر بالقوۃ بالفعل ایک دوسرے کی ضد ہیں جب کہ جمع بین الضدین محال ہے۔ خلاصہ یہ کہ بالفعل قرار پانے کے بعد اس کا بالقوۃ کا تصوّر ختم ہو گیا۔ پس اسے پھر بھی بالقوۃ کہنا غلط ہوا۔

لٰہذا عالمِ ارواح کے بعد دیگر عوالم میں مختلف مراتب میں ظہور سے قبل اسے مرتبۂ استتار واخفاء سے تعبیر کرنا ہی صحیح ہے یعنی نبوت ورسالت کو خصوصاً روح مبارک کے جسم مبارک میں تشریف لانے کے بعد آپ کی ذات میں مستتر، مخفی اور پوشیدہ کر دیا گیا ''بالفعل'' والی حیثیت کو ختم کر کے ''بالقوۃ'' کی صورت میں نہیں لایا گیا۔ بولنے والا آدمی جب چپ بیٹھا ہوا ہو یا سویا ہوا ہو تو اسے گونگا نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے اس کا عدم اظہار تکلم کہا جائے گا۔

پس حضرت آدم وحواء علیہا السلام سے اپنے والدین ماجدین تک پہنچنے نیز عالمِ بطن سے ولادت باسعادت۔ اسی طرح ولادت مبارکہ سے چالیس سال کی عمر شریف تک کے تمام ادوار میں بھی آپ ﷺ بالفعل

نبی ورسول تھے۔اس معنیٰ میں کہ آپ کو عالمَ ارواح میں جب سے نبوت سے متصف وموصوف بنادیا گیا اس کے بعد اسے کینسل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسے غیر معتبر یا کالعدم قرار دیا گیا کیونکہ یہ بے بنیاد اور بلا دلیل دعویٰ ہے۔ نیز یہ سلب نبوت ہے جو بالاتفاق جائز نہیں بلکہ سلب کا قول کفر ہے۔ بناء بریں نبوت وہی تھی جسے مختلف صورتوں میں ظاہر کیا جاتا رہا اور وہ سب صورتیں اس کے ظہور کے مراتب ہیں' اسے دوبارہ نبی بننا نہیں کہیں گے کہ آپ نبی پہلے ہی سے بنے ہوئے تھے۔اسی تفصیل کے مطابق ولادت باسعادت کے بعد آپ کی عمر شریف جب چالیس برس کی ہوئی تو اسے عالمِ اجسام کے لیئے ظاہر فرمایا گیا۔ پس اس مرحلہ کو جسے آپ ﷺ کی بعثت کہا جاتا ہے وہ قطعی طور پر اعلان نبوت ہی کے معنیٰ میں ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال کی عمر شریف میں نبی بنے نہیں بلکہ عمر شریف کے اس حصہ میں آپ نے حکم خداوندی سے اپنے نبی ہونے کو ظاہر فرمایا۔ جب یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ثبوت وتحقق اور چیز ہے اور عدم ظہور چیزے دیگر ہے۔یعنی بننا اور ہوتا ہے اور ظہور واظہار اور ہوتا ہے۔(وھو المقصود والحمدللہ تعالیٰ المعبود المحمود)۔

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام میں نبوّت عطا فرمائی۔ بالفاظ دیگر آپ کو نبی بنایا جس کا معنیٰ عندالبعض یہ ہے کہ آپ کو نبی قرار دے دیا گیا اور اس وقت کی مخلوق کے سامنے اس کا اظہار کردیا گیا لیکن اس جہان میں آپ کو بعثت نہ دی گئی اور مأمور بالتبلیغ نہ فرمایا گیا۔ جب کہ بلند پایہ محققین اور مرتبہ شناسان نبوّت کے نزدیک آپ کو اس معنیٰ میں نبی بنایا گیا کہ بعثت بھی عطا فرمائی گئی اور آپ کو مربی ومفیض بنایا گیا۔اس طرح سے آپ کی ایک بعثت اس جہان میں ہوئی۔ پھر آپ کی ایک اور بعثت اس وقت ہوئی جب ولادت باسعادت کے بعد آپ کی عمر شریف چالیس برس ہوئی۔

الغرض آپ نبی پہلے سے ہیں بعثت بعد میں ہوئی جو نفسِ نبوّت کے منافی نہیں۔

مصنفِ تحقیقات نے یہ اختراعی نظریہ کہاں سے لیا ہے؟

مصنفِ تحقیقات کے اس نظریّہ کے حقیقی پیش رَو اور سلف مشہور منکر حدیث چوہدری غلام احمد پرویز (بانئ طلوعِ اسلام) اور طرزِ جدید کے معروف وہابی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (و امثالھما) ہی ہیں جس کے بعض شواہد حسبِ ذیل ہیں:

○ عقیدہ ہٰذا ان لوگوں کی کتب میں بڑی شدّ و مد کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ پرویز مذکور کے اس بارے میں لفظ ہیں: ''حضورؐ کو نبی بننے سے ذرا بھی پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ آپ اس منصب جلیلہ پر فائز کیے جانے والے ہیں''۔ ملاحظہ ہو (ختم نبوّت اور تحریک احمدیت' صفحہ ۳۵' مطبوعہ طلوعِ اسلام ٹرسٹ لاہور' ایڈیشن ششم' ۱۹۹۸ء)

نیز مودودی صاحب کے الفاظ ہیں: ''آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں (الیٰ) نبی بنائے جانے کا کوئی تصوّر آپ کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا (الیٰ) طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے (الیٰ) کیا واقعی میں نبی ہی بنایا گیا ہوں؟'' (ملخّصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو (سیرت سرورِ عالم ﷺ' جلد ۲' صفحہ ۱۳۶' طبع ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' اشاعت پنجم' اپریل ۱۹۸۹ء)۔

نیز اسی کے اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھا ہے: ''جب آپ نبوت کے منصب عظیم پر یکایک مأمور کر دیئے گئے اس وقت کافی دیر تک آپ کو یہ اطمینان نہ ہوتا تھا کہ دنیا کے کروڑوں انسانوں میں سے تنہا ایک میں ہی اس قابل ہوں کہ اس منصب کے لیے رب کائنات کی نگاہِ انتخاب میرے اوپر پڑے'' (بلفظہ)۔

مزید ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے انتہائی ایمان سوز طرز میں مودودی صاحب نے لکھا ہے: ''اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوّت کے امیدوار ہیں (الیٰ) وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی' چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ' میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۲۷' جلد دوم' طبع مذکور)۔

اسی کو اپناتے ہوئے مصنفِ تحقیقات نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں: ''نبی مکرم

ﷺ عمر شریف کے ابتدائی حصہ میں اپنے نبی بنائے جانے کا علم رکھتے ہوں یہ محل کلام یا موضوعِ بحث نہیں ہے''۔ (تحقیقات' صفحہ ۲۰۸)۔

یہاں مولانا موصوف نے علم کو بالفرض کی مد میں رکھا صاف نفی نہیں کی تا کہ اعتراض ہونے پر دامن بچانے کی گنجائش ہو جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ کو معاذ اللہ اپنے نبی بنائے جانے کا علم تھا تو نہیں مان لیا جائے تو کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ البتہ کچھ ضروری نہیں ہے اور ''نبی بنائے جانے'' کے جو لفظ بولے ہیں بعینہٖ مودودی صاحب کی عبارت میں موجود ہیں۔ پرویز نے بھی ''نبی بننے'' کے جو لفظ لکھے ہیں سامنے ہیں۔

○ یہ بات موصوف کے دل میں بھی کھٹکی تو اسے انہوں نے اپنے بیٹے کے ذریعہ اس طرح سے تحفظ دیا کہ ''وہابیہ کے عقیدہ اور ہمارے عقیدہ میں زمین آسمان کا فرق ہے''۔ اور اس کی توجیہ یہ کی کہ ''وہ وحی سے پہلے معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد سرکار علیہ السلام کو مؤمن بھی تسلیم نہیں کرتے۔ جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار ﷺ وحی سے قبل ولایت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۶۵' من ابن المؤلف)۔

اقول: یعنی یہ ان کا مسلک پر احسانِ عظیم ہے نیز ماشاء اللہ وہ مجتہد ہی نہیں ''مجدد'' بھی ہیں کہ ایک تیسری راہ نکال لی ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کچھ وہابیہ نے بھی اس طرز پر گفتگو کی ہے چنانچہ دیوبندیوں کے حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب آف کراچی نے لکھا ہے: ''نبی قبل از نبوت کم از کم ولی تو ضرور ہوتا ہے''۔ ملاحظہ ہو (ارشاد القاری الیٰ صحیح البخاری' صفحہ ۸۹' طبع ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی)

نیز مشہور دیوبندی مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب نے لکھا ہے: ''قبل از نبوت مقام ولایت میں کرامت زیادہ مناسب ہے''۔ (راہِ ہدایت' صفحہ ۱۰۱' طبع گوجرانوالہ)۔

لہٰذا موصوف کا یہ ''احسانِ عظیم'' بھی ان پر وہابیہ کا ''فیضان'' نکلا۔ مولانا کے بیٹے نے بھی اس کا اشارہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

○ بعض حضرات ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہماری وہابیوں کے ساتھ موافقت ہو جائے گی (الیٰ) ''بعض حضرات یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو مودودی کا عقیدہ تھا''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۶۵)۔

○ اس کی مزید دلیل یہ ہے کہ مصنفِ تحقیقات نے اپنے اس موقف کے دلائل کے سلسلہ میں مودودی صاحب کی خدمات حاصل فرمائی ہیں یعنی اس کے جو دلائل مودودی صاحب نے دیئے ہیں موصوف نے بھی بلا کمی و کاست انہی کو لیا ہے۔ پھر کچھ کا اضافہ بھی کیا ہے جو ان کی ''ذہانت'' اور ''عمدۃ الاذکیائی'' ہے تا کہ ہر شخص ان کے اصل مأخذ کو جلدی سے نہ بھانپ سکے مگر ''تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں''۔

چنانچہ موصوف نے بنیادی طور پر چار عدد آیات قرآنیہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے:

نمبر۱　سورۂ یونس کی آیت نمبر۱۶ قل لو شاء الله ماتلوته علیکم و لا ادرٰکم به فقد لبثت فیکم عمرا من قبله

نمبر۲　سورۂ قصص کی آیت ۸۶ نمبر و ما کنت ترجو ان یلقی الیك الکتاب الا رحمة من ربك

نمبر۳　سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر۵۲ کے الفاظ ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان

نمبر۴　سورۂ والضحیٰ کی آیت نمبر۷　ووجدك ضالًّا فهدیٰ

ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۲۲)

جب کہ بعینہٖ یہی دلائل مودودی صاحب نے پیش کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: (سیرت سرور عالم ﷺ جلد دوم، صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۲۹، ۱۳۸)

مودودی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۷ پر لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ”حالت یہ ہے کہ ششدر رہ جاتے ہیں کانپتے اور لرزتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں“ (ملخّصاً، بلفظہٖ)۔

اسی کو مولانا نے یوں لکھا ہے: ”آپ مرعوب ہو گئے اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے اور لرزتے کانپتے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے“۔ (تحقیقات، صفحہ ۸۵) جس سے یہ بات پختہ ہو گئی کہ مولانا کا مؤقف جدید، مودودی کا چربہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ ہٰذا میں مصنفِ تحقیقات کے اصل سلف و مأخذ وہابیہ وغیرہم اور ان کی کتب ہیں لہٰذا ملک کے گوشہ گوشہ سے علماء اہلِ سنّت کا انہیں اس مسئلہ میں وہابیہ وغیرہم ضلاّل کے موافق کہنا کچھ بے جا اور بے اصل نہیں ہے۔

پس تحقیقات (صفحہ ۱۵،۷ اور ۲۶۴، ۲۶۵ وغیرہا) میں ان کا اس پر شکوہ اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش ہے جو بے سود ہے اور فقیر نے تو اپنے ایک گزارش نامہ کے ذریعہ مؤرخہ ۲۳ محرم ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۲ فروری ۲۰۰۷ء میں ہی دعوت رجوع پیش کرتے ہوئے ان سے مخلصانہ اپیل کرتے ہوئے پیشگی عرض کیا تھا کہ ”مسئلہ عظمت رسول کا ہے ﷺ۔ نیز عامہ اذہان میں یہ ثبت ہے کہ اس میں نفی کا پہلو وہابیہ اور پرویزیہ نیز مودودیہ کے خواص مذہب سے ہے۔ اس پر اصرار سے حضرت کے متعلق بدگمانی پھیلے گی۔ وہابیت کو خواہ مخواہ تقویت ملے گی اس لیے اس رائے کو بدل لیں تو مسلک پر بہت بڑا احسان ہو گا اور بدنامی سے تحفظ بھی“۔ (ملخّصاً)

بناءً علیہ جنگ چھیڑ دینے کے بعد اب رونے یا یہ کہنے کی بجائے کہ مکاًّ کیوں مارا ہے ”ایں ہمہ آوردۂ

تست'' کو ملحوظ رکھیں۔

مزید وضاحت:

اس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ اپنی کمزوری کو سمجھنے اور غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی سابقہ خدمات کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کا انداز اپنایا گیا ہے جو بعینہٖ وہابیہ کا طرز ہے۔ چنانچہ ان کے ایک تلمیذ نے (بر بناء حکمت اپنا نام ظاہر نہ کر کے) لکھا ہے: ''پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنی عظیم شخصیت جس کے تلامذہ کے تلامذہ آج مسند تدریس کی رونق ہیں جس کی ایک درجن سے زائد کتب' ہزاروں خطبات اور بیسیوں تلامذہ ان کی علمی وجاہت کی دلیل ہیں۔ جس کی ساری زندگی بدعقیدہ لوگوں کے خلاف جہاد میں گزری' مناظرہ جھنگ کی فتح ونصرت جس کے ماتھے کا جھومر ہے' آپ کس منہ سے ان کی شان میں لب کشائی کر رہے ہیں''۔ (صفحہ ۸)۔

اقول: یہ معیار ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بڑا استاذ اور کچھ مصنف بن جائے وہ جو کہتا پھرے اسے اس کی اجازت ہوتی ہے۔ بہت خوب! انما الاعمال بالخواتیم کی کوئی اہمیت نہ رہی اور اس سے وہابیہ مرزائیہ وغیرہم کو بھی عام معافی مل گئی

مزید سنیے خود مولانا اسی کو اپنی صداقت وصحت کی دلیل بناتے ہوئے فرماتے ہیں: ''افسوس صد افسوس! کم از کم اتنا ہی سوچ لیا جاتا کہ اشرف سیالوی کم از کم ایک محنتی طالب علم تو تھا بھی اور اب بھی ہے مطالعہ کی عادت اس نے ابھی تک ترک نہیں کی اور نہ ہی کسی سطح کے استاذ نے اسے کند ذہنی اور بلادت یا عدم مطالعہ کا مطعون ومتہم ٹھہرایا اور نہ ایسا ہوا کہ اس کی باتوں کو ناقابل التفات سمجھا ہو''۔ نیز ''اتنا بھی نہ سوچا گیا کہ محمد اشرف سیالوی حسبِ سابق وہابیہ اور گستاخ فرقوں کا رد کر رہا ہے اور ان کے ساتھ اسی طرح محاذ آرا ہے''۔ (تحقیقات' صفحہ ۱۷)۔

اقول: جب مخلصانہ طور پر یہ کام کیے' تھے پوری دنیائے سنیّت نے آپ کو سراہتے ہوئے آپ کے لیے' دیدہ فرش راہ کی تھیں اس میں بحث نہیں۔ بحث تو اس میں جواب کیا گیا ہے۔ آج ہی اس سے تائب ہو جائیں پھر دیکھیں کہ آپ کو کیسے اعزاز دیئے جاتے ہیں۔ یعنی آپ نے اپنے ساتھ جو کیا ہے خود کیا ہے۔

O　حضرت غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان (جن سے تحقیقات میں ۲۵۳ پر استناد کیا گیا ہے) اپنی تصنیف لطیف ''الحق المبین'' میں وہابیہ کے اس پروپیگنڈہ کا تفصیل سے رد فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ علماء دیوبند نے دین کی بہت خدمت کی سینکڑوں علماء ان سے

پیدا ہوئے انہوں نے بے شمار کتابیں لکھیں ان میں سے بہت سے لوگ پیری مریدی کرتے ہیں اور ان میں عابد وزاہد بھی پائے جاتے ہیں انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دین کی بہت کچھ تبلیغ واشاعت کی الخ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں سے توہین رسول ﷺ کا سرزد ہو جانا' عقلاً یا شرعاً کسی طرح بھی محال نہیں۔ بلعم بن باعور کتنا بڑا عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اور ان کی اہانت کا مرتکب ہوکر ولکنہ اخلد الی الارض کا مصداق بن گیا اور ہمیشہ کے لیے قعر مذلت میں گر گیا۔ شیطان کا عابد وزاہد اور عالم و عارف ہونا سب کو معلوم ہے۔ جب وہ حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کر کے راندۂ درگاہ ہو گیا تو دوسروں کے لیے توہین رسول کا مرتکب کیونکر نا ممکن قرار پا سکتا ہے؟ خوارج و معتزلہ اور دیگر فرق باطلہ کے علمی اور عملی کارنامے اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھے جائیں تو اس زمانہ کے حضرات مذکورین سے ان کے علم و عمل کا پلّہ کہیں بھاری تھا۔ ان کی مزعومہ دینی خدمات' تدریس و تبلیغ' تصنیف و تالیف کے مقابلہ میں ابناء زمانہ کی خدمات اور کارگزاریاں ذرہ بے مقدار کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں لیکن ان کے یہ تمام علمی اور عملی کارنامے ان کو قعرِ ضلالت سے بچا نہ سکے الخ۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی' جلد ۲' صفحہ ۲۶۷' ۲۶۸' طبع مکتبہ فریدہ ساہی وال' مطبوعہ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ)۔

خلاصہ یہ کہ اپنی غلطی تسلیم کر کے اس سے تائب ہونے کی بجائے اپنی سابقہ خدمات کو پیش کر کے جان بچانے کی کوشش کرنا طرزِ وہابیہ ہے۔

دوہرا معیار

اورسبب تنزلی پیرزادہ صاحب کے متعلق مصنف تحقیقات کے تلمیذِ رشید نے لکھا ہے : ''یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے وفات سے تقریباً آٹھ سال پہلے سے نجدیت کی بولی بولنی شروع کی''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ۹)۔

خود مولانا نے موصوف کو مخاطب کر کے رقم کیا ہے : ''پتہ نہیں آپ اس قدر فاتر العقل اور کم فہم کیوں بن گئے ہیں؟ کہیں والد گرامی کی ناراضگی اور بد دعاؤں کے اثرات تو نمایاں نہیں ہو رہے ہیں؟ با ادب با نصیب' بے ادب بے نصیب''۔ اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ۳۰)۔

اوّلاً: اگر سابقہ خدمات واقعی معیار ہوتی ہیں تو یہی معیار پیرزادہ صاحب کے متعلق قائم کیوں نہیں رکھا اور اگر اس کو معیار سمجھنا درست نہیں بلکہ جرم عظیم ہے تو اسے دلیل کیوں بنایا؟ یہ دوہرا معیار کیوں؟ انہوں نے ''نجدیت کی بولی بولنی شروع کی'' تو جناب نے بھی تو انہی کی بولی بولنی جاری رکھی ہوئی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ پیرزادہ صاحب کو ان کے والد گرامی کی ناراضگی اور بد دعائیں کھا گئی ہیں جو ضرور لائق فکر ہے۔ لیکن اس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ساری دنیا یہ بھی کہہ رہی ہے کہ مصنفِ تحقیقات نے جب سے مسئلہ قدمی ہٰذہ کے حوالہ سے غیر محتاط انداز اختیار کرتے ہوئے بقول ناقلین اسے کلام باطل نظام قرار دیا ہے (والعیاذ باللہ العظیم) اسی دن سے انہیں تنزلی کا سامنا ہے اور مسئلہ نبوّت میں مزلّت قدم بھی ''قدمی ہٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' سے تنفر کا نتیجہ ہے۔ مزید محکم کاروائی کرنے کے لیئے ''من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب '' کے قائل جلّ جلالہٗ نے اتمام حجت فرماتے ہوئے ان سے یہ لفظ بھی لکھوا لیئے ہیں کہ ''با ادب با نصیب' بے ادب بے نصیب''۔ (یا مقلب القلوب والابصار قلب قلبہ الیٰ ما یرضیک ویرضی احبائک۔ آمین) دیگر وجوہ بھی ہو سکتی ہیں جن کا وہ خود بہتر علم رکھتے ہیں۔ بہرصورت اس پر سوچنے اور اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

بے ادب وغیرہ کون؟ منکر یا قائل:

مصنفِ تحقیقات نے مبحث فیہا مسئلہ کے حوالہ سے سیّد عالم ﷺ کی فضیلت کے قائلین کو کچھ خطابات سے بھی نوازا ہے جن کا (اصل سے مطابقت کی ذمہ داری کے ساتھ) معتبر خلاصہ حسب ذیل ہے: ''ذلیل ورسوا' علم کے جھوٹے دعویدار مکمل بر ہنے علم ودانش سے خالی دامن' ناسمجھ' نرے جاہل' فاتر العقل' کم فہم' زمرۂ عقلاء سے خارج' عقول واذہان کو چھٹی دے رکھنے والے' سنیّت کے جھوٹے مدعی' گمراہ' اصول شریعت سے ناواقف ولاعلم' سنی سناؤں پر چلنے والے' بارگاہِ مصطفوی کے بے ادب' گستاخ' بغض وعناد والے معاندین' شکوک وشبہات کا شکار ہونے والے جہالت سے بھرپور' فریبی' دھوکے باز اور ہیچو ما دیگرے نیست کے زعم میں مبتلا (وغیرہ وغیرہ) (ملخّصاً)۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۸' ۱۹' ۳۰' ۳۹' ۴۰' ۵۱' ۱۳۹' ۱۸۲' ۱۹۱' ۱۹۶' ۲۰۸' ۲۰۹' ۲۲۳' ۲۲۹)۔

حالانکہ یہ شان نبوت کے ماننے والوں کے اوصاف نہیں بلکہ منکرین کی صفات ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولکن لا یشعرون الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون ۔اولئك كالانعام بل ھم اضل واولئك ھم الغافلون ۔ماانت بنعمة ربك بمجنون ۔ كل حلاف مھين۔ معتد اثيم عتل ۔(وغیرہا من النصوص)۔

جس سے بے ساختہ نوک قلم پر آتا ہے ع برعکس نہند نام زنگی کافور

لہٰذا جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اسی طرح انہوں نے اپنے خصوم کو طنزیہ طور پر ائمہ زماں' مقتدایان انام اور محققین عصرو زماں عقل کل اور مجسمہ خرد ودانائی وغیرہ کے الفاظ سے بھی یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱۷' ۱۴۷' ۲۱۸' ۲۴۳)۔ جس سے حضرت کے وصف غرور سے پردہ اٹھتا ہے جب کہ وہ کہہ یہ رہے تھے کہ ''ہیچو ما دیگرے نیست'' کا شکار ان کے مخالفین ہیں۔ سچ ہے

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نیز مزید مہربان ہو کر ان الفاظ سے یاد کر کے بھی کرم فرمائی کی ہے: ''مجتہدین زمانہ' مجتہدین عصر وغیرہ۔ ملاحظہ ہو (۹' ۱۷۹' ۱۸۲' ۲۰۹' ۲۲۹' ۲۲۵' ۲۲۶)۔ جس کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مسئلۂ نبوت (زیر بحث) میں قائلین کے پاس بحمد اللہ تعالیٰ خصوصیت کے ساتھ سرکار رسول اللہ ﷺ کا صریحی فیصلہ موجود ہے پس انہیں اجتہاد کی کیا ضرورت ہے لہٰذا یہ شان بھی حضرت ہی کی ہے جو فیصلہ نبویّہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ہوتے ہوئے واویلے فرمائے جا رہے ہیں۔ ع ہے یہ گنبد کی صدا' جیسی کہو ویسی سنو

نفی کا مضحکہ خیز انداز:

مصنفِ تحقیقات نے بعض مقامات پر سیّد عالم ﷺ سے نبوت کی ان الفاظ میں بھی نفی کی ہے:
''محبوب کریم ﷺ سے نزول کتاب کی امید اور آرزو کی نفی کی جارہی ہے''۔ (بلفظہ) ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۱۱۶' نیز جوابی مکتوب مصنف تحقیقات) جو انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ ''محبوب'' کا لفظ ثبوت کا مقتضی ہے نہ کہ نفی کا یعنی محبوب کی مانی جاتی ہے رد نہیں کی جاتی۔ عطاؤں کی بارش کی جاتی ہے اور اس کو دیا جاتا ہے اس سے چھینا نہیں جاتا۔ اس کے لاڈ چلتے ہیں حوصلہ افزائیاں ہوتی ہیں حوصلہ شکنیاں نہیں ہوتیں۔ مصنف تحقیقات کے طور پر ان کے لفظوں کا مفہوم یہ بن رہا ہے کہ اللہ نے باوجود تمام تر مہربانیوں کے اپنے لاڈلے کو یہ کمال نہیں دیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور یہ ایسے ہے جیسے منکرین فضائل نبوت' اہل سنت کو جواب دہ قرار دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ کیا ''حضور'' حاضر ناظر ہیں؟ نبی ﷺ کو غیب کا علم حاصل تھا اور کیا رسول اللہ نور اور مختار تھے؟ حالانکہ حضور' نبی اور رسول کے الفاظ بذات خود ترتیب وار حاضر ناظر' عطائی علم غیب' نورانیت' اور خداداد اختیارات کا ثبوت ہیں۔ فیا للعجب ولضیعۃ العلم والادب۔

کیا انکار وسلب نبوت کا قول مصنف تحقیقات کے دعا تھم کے خصوم کا ان پر جھوٹا الزام ہے:

مصنفِ تحقیقات کے اتباع نے یہ کہنا شروع کیا ہوا ہے کہ موصوف عالمِ ارواح والی نبوّت کے سلب کے قائل نہیں ہیں نیز خود موصوف نے بھی آغاز کتاب میں یہی تاثر دیا ہے۔

چنانچہ ان کے ایک تلمیذ کے لفظ ہیں: ''گزشتہ کئی مہینوں سے اشرف العلماء کے حوالہ سے علماء واعظین اور مقررین کے ہاں عجیب وغریب نظریات دیکھنے اور سننے کو مل رہے ہیں کوئی یہ کہتا ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے سرکار کی نبوّت ورسالت کا انکار کردیا''۔ (ملخصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۷)۔

خود مصنف تحقیقات کا کہنا ہے کہ: ''کچھ عرصہ سے چند نوجوان' نوخیز واعظین کرام اور مقررین عظام اس طرح کا پروپیگنڈہ کررہے ہیں اور شور شرابا برپا کیے ہوئے ہیں کہ محمد اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ کو بچپن سے نبی تسلیم نہیں کرتا اور چالیس سال کے بعد آپ ﷺ کے لیے نبوّت ورسالت کا تحقق تسلیم کرتا ہے''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۱۵)۔

نیز صفحہ ۲۰' ۲۱ پر یہ عنوانات قائم کیے ہیں: ''الزام واتہام کا مبداء ومنشاء''۔ نفی نبوت اور انکار رسالت کا بہتان عظیم''۔

اوّلاً: واعظین' مقررین اور وہ بھی نوخیز اور نوجوان کو اپنا مخالف ظاہر کرنے کا واضح مطلب یہ ہو رہا ہے کہ ان کے معترضین صرف واعظ اور مقرر ٹائپ کے لوگ ہیں یعنی جہلاء اور کم از کم قلیل العلم قسم کے افراد ہیں' قابل ذکر علماء میں سے کوئی بھی نہیں جب کہ ان کے مؤیدین سب اہل علم حضرات ہیں۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے تمام جلیل القدر علماء اہلِ سنّت اس مسئلہ میں ان کے مخالف ہیں جن میں ماہرین تدریس' شیوخ الحدیث' شیوخ التفسیر' شیوخ الفقہ' مناظرین اور اہل فتویٰ بھی شامل ہیں جس کی کچھ تفصیل شروع میں ''مختصر پس منظر مسئلہ'' کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔ ان کے تلمیذ کے بیان میں ''علماء'' کے الفاظ سے بھی اس کا ردّ ہو رہا ہے۔ ان کے ہم نواؤں میں دینہ کے مولوی شعیب حسن جیسے لوگ ہیں جو درس نظامی کے درجہ ثالثہ تک بھی مکمل پڑھے ہوئے نہیں ہیں اور ہیں بھی جی حضوری قسم کے یا پھر اس میں ان کا حامی بلکہ رپورٹ کے مطابق مسئلہ ہٰذا کا محرک اور مولانا کو خراب کرنے والا ان کا نوخیز اور نوجوان بیٹا ہے جب کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں شرعاً قابل قبول نہیں۔ نیز شاگرد بھی بیٹے ہی ہوتے ہیں لہٰذا ان کے حامی صرف اور صرف ان کے اپنے حلقہ ہی کے نومولود قسم کے چھوکرے ہی ہیں اور ان کے زیر اثر قسم کے لوگ۔ اور بس۔

ثانیاً: پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور شور شرابا برپا کیے ہوئے ہیں'' کے الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ بات محض کم علم قسم کے لوگوں کا قول ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا پر ان لوگوں کا جھوٹا الزام بھی ہے جب کہ یہ بھی سراسر خلاف واقعہ ہے اور خود ان کے لفظوں میں صحیح **اور مطابق واقعہ یہی امر ہے کہ ''محمد اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ کو بچپن سے نبی تسلیم نہیں کرتا اور چالیس سال کے بعد آپ ﷺ کے لیے نبوّت و رسالت کا تحقق تسلیم کرتا ہے''**۔

اگر یہ صحیح نہیں بلکہ محض پروپیگنڈہ اور شور شرابا ہے تو وجہ نزاع کیا امر اور جھگڑے کی بنیاد کیا چیز ہے؟ اور یہ کتاب انہوں نے کس امر کی وضاحت کے لیے لکھی ہے؟ پھر اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ اس کی تصریحات کے ساتھ متعدد مقامات پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی اور بار بار یہ رٹ کیوں لگائی ہے کہ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک آپ ﷺ کو نبی نہ ماننا کسی قسم کی قطعاً کوئی گستاخی اور سوء ادبی نہیں ہے؟ نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا یہاں منکرین شانِ رسالت کی چستی والی روش کو اپنا کر بیک وقت اپنا پیغام بھی دینا چاہتا ہے اور ساتھ ہی اپنا دامن بھی بچانا چاہتے ہیں جو انتہائی مذموم اقدام اور عوام کو چکر دینے والی بات ہے۔ اور ان کے تلمیذ کے لفظوں میں عجیب و غریب بھی جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی کم ہے

ع　　صاف چھپتے بھی نہیں نظر آتے بھی نہیں　ولا حول و لاقوۃ الا باللہ

سلب کا معنٰی اور اس کی صورتیں:

اس امر کو جانچنے کے لیئے کہ مصنفِ تحقیقات نے سلب نبوّت کا عقیدہ اپنایا ہے یا نہیں؟ یہ سمجھیئے کہ سلب کا معنٰی کیا ہوتا ہے اور اس کی صورتیں کیا ہوتی ہیں؟ فاقول و باللہ اصولُ۔

سلب کے معانی:

سلب کے دو معانی ہیں: زبردستی کوئی چیز چھین لینا چنانچہ امام راغب فرماتے ہیں: "السلب نزع الشیئ من الغیر علی القہر" (مفردات صفحہ ۲۳۹، طبع کراچی)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ" بتوں سے اگر کوئی چیز مکھی بھی چھین کر لے جائے تو وہ اتنے عاجز ہیں کہ مکھی سے بھی اس چیز کو واپس نہیں کر سکتے۔ (الحج)۔

نیز نحو میر میں بدل کی بحث میں یہ مثال مبتدیوں کو پڑھائی جاتی ہے "سلب زید ثوبہ" زید سے اس کا کپڑا ازبردستی چھین لیا گیا۔

نمبر ۲: اس کا دوسرا معنٰی نفی ہے یعنی ایجاب کا مقابل۔ چنانچہ ایجاب و سلب، نیز نسبت ایجابیہ وسلبیہ اور قضیہ موجبہ وسالبہ کے الفاظ میں یہی معنٰی ہے۔

ان معانی کو ادا کرنے کے لیئے یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ صاف صاف یہ کہا جائے کہ فلاں سے فلاں چیز چھین لی گئی یا فلاں امر اس طرح سے نہیں ہے بلکہ اس کے لیئے مفہوم کو ادا کرنے والا متبادل انداز بھی کفایت کرتا ہے۔ مثلاً مکروہ تحریمی اور حرام کا مرتکب شمار ہونے کے لیئے ضروری نہیں کہ صیغہ نہی سے وارد شدہ حکم شرعی کی خلاف ورزی کی ہو بلکہ واجب اور فرض کے ترک سے بھی اسی کا ارتکاب متصور ہوگا۔ ایک آدمی کہتا ہے زید موجود نہیں ہے یا کہتا ہے کہ زید چلا گیا ہے دونوں کا ایک ہی معنٰی ہوگا۔

فقیر نے دو آدمیوں کو جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک بڑی عمر کا تھا دوسرا کم عمر۔ بڑی عمر والے نے اسے کتّے کی گالی دی۔ چھوٹے نے سوچا کہ جواب بھی ضروری ہے لیکن یہ لفظ صریحاً بولا تو چھتر ول ہو جانے کا خطرہ ہے اس لیئے اس نے ہاتھ جوڑ کر اس سے کہا آپ جیسے فرمائیں فرما سکتے ہیں کیونکہ آپ میرے بڑے بھائی جو ہیں۔ تو کیا یہ وہی بات نہیں جو وہ کہنا چاہتا تھا بلکہ "الکنایۃ ابلغ من الصریح" کے پیشِ نظر کھول کر بیان کرنے سے زیادہ مؤثر ہے۔

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ لے لیجیئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سلب کی مختلف شکلوں کی وضاحت:

چنانچہ آپ اپنے رسالہ مبارکہ باب العقائد والکلام میں تمام اہل باطل کے فی الحقیقت منکر خدا ہونے

کی (اگر چہ بظاہر مقر بھی کیوں نہ ہوں) وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں ہو سکتے۔ وجود شے اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائص و منافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہوا اور لازم نہ ہو تو شے نہ ہو۔

تو ظاہر ہوا کہ سلب شے کے تین طریقے ہیں' اوّل: خود اس کی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں۔

دوم: اس کے لوازم سے کسی شے کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شے کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم: ان کے منافیات سے کسی شے کا اثبات مثلاً کہے انسان' حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگر چہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا۔ وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہر گز انسان نہیں۔ تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا' سب برابر ہیں۔ فقط لفظ میں فرق ہے'' اھ بلفظہ۔

ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ شریف' جلد ا' صفحہ ۳۶۷' طبع دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ' آرام باغ روڈ کراچی)

امام اہل سنّت کی اس عبارت کے حوالہ سے اتنا بتانا مقصود ہے کہ کسی چیز کی نفی اور سلب کے لیے صرف صاف انکار کرنے کا طریقہ ہی نہیں بلکہ مفہوم ادا ہونے سے بھی سلب و نفی کیا جانا ایک حقیقت ہے۔

آمدم برسرِ مطلب:

لہٰذا مصنفِ تحقیقات نے سلب نبوت کے الفاظ نہ بھی استعمال کیے ہوئے ہوں تو اس سے ہمارا مقصود باطل نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے اس کے لیے کئی طریقے اپنائے ہیں جو سلب کے مفہوم کو پورا پورا ادا کرتے ہیں۔ کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱　تحقیقات میں بزعم خویش اپنے موقف کی تائید میں جتنی آیات اور احادیث و آثار لائے ہیں وہ مطلقاً نفی کے لیے لائے ہیں کوئی آیت یا حدیث و اثر ایسی نہیں جس میں روحانی اور جسمانی نبوّت کی تقسیم ہو یا عند اللہ نبی اور عند الناس ولی ہونے کی تفصیل ہو۔

۲　علامہ مولانا مفتی غلام نصیر الدین نصیر حسنی دامت برکاتہم العالیہ (آف شورکوٹ) نے تنبیہات پر اپنی تقریظ میں ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے وفد کی شکل میں مصنفِ تحقیقات سے ملاقات کر کے ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو موصوف نے دعویٰ کچھ کیا اور دلائل جتنے دیئے وہ مطلقاً نفی کے تھے اس لیے وہ دل برداشتہ ہو کر اٹھ کر چلے آئے۔

۳　نیز مصنف تحقیقات نے لکھا ہے کہ : محبوب کریم ﷺ عالمِ ارواح میں بالفعل نبی تھے (الیٰ) لیکن عالمِ بشریت اور وجود عنصری کا حکم جداگانہ ہے تمام لوگوں نے وہاں الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا اور ایمان لائے لیکن یہاں پھر ایمان لانے کے ساتھ مکلّف بھی ہیں اور کافر و مشرک اور مؤمن موحد اور مخلص و منافق کی تمیز بھی ہے۔ لہٰذا عالمِ ارواح میں نبی ہونے سے پیدا ہوتے ہی نبی ورسول ہونا لازم نہیں آتا"۔ (تحقیقات، صفحہ ۲۶، طبع اوّل)

مصنفِ تحقیقات کی یہ عبارت اس بارے میں کئی وجوہ سے دوٹوک ہے کہ آپ ﷺ کی عالمِ ارواح والی نبوّت حضور کے وجود عنصری میں تشریف لانے کے بعد بالکل کالعدم اور قطعاً غیر معتبر اور غیر مؤثر تھی جیسا کہ آخری جملہ سے واضح ہے۔ نیز وہ کہہ رہے ہیں کہ اس جہان میں سب مؤمن تھے لیکن اس جہان میں کچھ کافر و مشرک اور کچھ منافق ہوگئے یعنی ان کا ایمان باقی نہ رہا جو اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کی نبوت بھی یہاں باقی نہ رہی والعیاذ باللہ العظیم۔

پس وہ کس منہ سے کہہ رہے ہے کہ وہ عالمِ ارواح کی نبوّت کے سلب یا ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

اس عبارت میں مصنفِ تحقیقات نے جو حدیث" لا یقاس بنا احد "سے انحراف کرتے ہوئے سیّد عالم ﷺ کا نبوت والا معاملہ کافروں مشرکوں اور منافقوں سے ملا کر جس سوءِ ادبی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ حالانکہ نبوّت جب سلب سے پاک ہے اور سلب نبوّت محال ہے تو اسے غیر نبی اور وہ بھی کافر و مشرک اور منافق کے کفر و شرک اور نفاق سے ملا دینا اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ وہ سلب نبوّت کے قائل نہ ہوتے تو یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتے اور گندی تشبیہ سے پرہیز کرتے۔

نیز نبی کی نبوّت کے حق میں عالمِ ارواح واجساد کے فرق کے دعویٰ کے باطل ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ موصوف نے صرف اس کی دلیل میں اپنا ذاتی قیاس پیش کیا ہے اس پر کوئی آیت یا حدیث نہیں لا سکے جب کہ یہ مسئلہ غیب کا ہے جو آیت یا حدیث کے بغیر حل ہو سکتا ہی نہیں یعنی یہ قیاس کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

نیز تحقیق یہ ہے کہ جو اس جہان میں کافر ہے وہ اس جہان میں بھی کافر ہی تھا اور بلیٰ کا جواب محض دیکھا دیکھی دیا جس کی مکمل بحث باب ۸، ۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ قیاس ہی سرے سے بے محل ہے اور اس کے بطلان کی مزید دلیل۔ والحمد للہ المولی الجلیل۔

۴　مزید لکھا ہے کہ : " دنیا والی نبوّت کو عالمِ ارواح والی نبوت کا عین ٹھہرانا اور اس کو اسی کا تسلسل اور دوام

ٹھہرانا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ وہ علیحدہ ہے اور یہ علیحدہ"۔ ملخّصاً۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۰۹، طبع اوّل)۔

اس عبارت کا بھی یہی مطلب متعین ہے کہ اس دنیا میں چالیس سال کی عمر شریف تک عالمِ ارواح والی نبوت مصنفِ تحقیقات کے نزدیک معاذ اللہ معطل اور غیر معتبر و غیر مؤثر رہی۔ لہٰذا ان کا زبانی طور پر اس کے برخلاف بیان دینا چستی اور دفع وقتی ہے۔ الامان الحفیظ۔

۵ علاوہ ازیں موصوف نے اپنی اس کتاب کے کم وبیش سولہ صفحات اس امر کے ثابت کرنے کے لیۓ مختص کیۓ ہیں کہ آپ ﷺ پیدائش مبارک کے بعد سے چالیس سال کی عمر شریف تک صرف اور صرف اور بس ولی ہی تھے نبی نہ تھے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۲۹ تا ۲۴۵، طبع اوّل)۔

ظاہر ہے کہ اس میں ولی، نبی کے مقابل کے طور پر ہے جس کی مثال وہ ہستیاں ہیں کہ جن کے صرف ولی اور نبی ہونے میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے یعنی جو انہیں صرف ولی مانتے ہیں وہ انہیں نبی نہیں مانتے اور جو ان کی نبوت کے قائل ہیں وہ انہیں صرف ولی نہیں قرار دیتے۔

مصنفِ تحقیقات نے بھی اس طرح کی بحث حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں سپردِ قلم کی ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۴۲، طبع اوّل)۔

یہ بھی حضور سیّد عالم ﷺ کی عالمِ ارواح والی نبوّت کو ان کے سلب سمجھنے کی دلیل ہے ورنہ اگر اس نبوت کو باقی مانتے ہیں تو صرف ولی ہونے کا نظریہ اس سے باطل ہو گیا اور اس بحث کا انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ لہٰذا جب وہ اسے باقی نہیں مانتے تو ان سے سلبِ نبوت کی نسبت درست ثابت ہوئی اور الزام صحیح ہوا۔ اور یہ ان کے لیۓ اگلتے بنے نہ نگلتے بنے والی کیفیت ہوئی۔ نعوذ باللہ من غضبہٖ۔

۶ اس کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ چالیس سال کے بعد نبوت ملنے کے نظریہ میں آپ لوگوں کا وہابیوں کے ساتھ اشتراک اور توافق ہو گیا ہے تو صاف صاف لکھ دیا کہ وہابیہ وحی سے سرکار علیہ السلام کو معاذ اللہ مؤمن بھی تسلیم نہیں کرتے جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار وحی سے قبل ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے تو وہابیہ اور ہمارے عقیدہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ (ملخّصاً بلفظہ)۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۶۵ نیز ۱۱۲ نحوہ)۔

تو ایمان کے بعد صرف ولایت کا قول نبوت سے خالی ہونے کے معنیٰ میں ہے پس وہ کیسے کہتے ہیں کہ وہ حضور کی اس نبوت کے سلب کے قائل نہیں ہیں۔

۷ وہ یہ بھی خود لکھ چکے ہیں کہ عالمِ ارواح میں بھی آپ ﷺ کی وہ نبوت کچھ وقت کے لیۓ تھی پھر آپ

معاذ اللہ نبی نہ رہے۔(مستفاداً) ملاحظہ ہو(تحقیقات' صفحہ۳۴'۳۵'۹۸طبع اوّل)۔

پس وہ کیسے کہتے ہیں کہ وہ آپ کی اس نبوت کے سلب کے قائل نہیں ہیں اور آپ کی وہ نبوت سلب نہ ہوئی۔

۸　بھلا جو یہ اشارہ دیتا ہو کہ سورۂ علق کی آیات کے نزول کے بعد بھی آپ ﷺ کے نبی ہونے کی بات پکّی نہیں ہے وہ عالمِ ارواح کی نبوّت کے دوام و بقاء نیز عدم سلب و عدم ختم کا کیونکر قائل ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ۲۱۹' طبع اوّل') والعیاذ باللہ العظیم۔

۹　سوال یہ ہے کہ موصوف بعد از ولادت باسعادت حضور اقدس ﷺ کی اس نبوت کو مؤثر یعنی فیض رساں مانتے ہیں یا نہیں؟ بصورت اوّل آپ کے نبی نہ ہونے کا ان کا نظریہ باطل ہوا اور بصورت ثانی سلب نبوت ہونے کا قائل ہونا لازم آیا۔ جوڑبل مصیبت اور دوگونہ عذاب ہے۔

۱۰　امام سالمی نے تمہید میں فرمایا ''جو شخص کسی بھی نبی کو بچپن میں نبی نہ مانے وہ ایسا کافر ہی کہ اس میں کسی تأویل کی بھی گنجائش نہیں۔ نیز یہ بھی صراحۃً لکھا ہے کہ سلب نبوت کو جائز ماننے والا بھی کافر ہے ظاہر ہے کہ بچپن میں تو وہی روحانی نبوت ہی تھی تو معلوم ہوا کہ حضرت سالمی اسی کے سلب کے قول کو کفر قرار دے رہے ہیں۔

نیز علامہ ابوالفیض کتانی نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے نبی نہ ماننا سلب نبوت کے اعتقاد کے مترادف ہے۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو (تنبیہات' باب ہفتم)۔

پس جب مصنفِ تحقیقات اس نبوت کے غیر مؤثر ہونے کے قائل ہیں اس لیئے وہ چالیس سال کے بعد نئے سرے سے نبی بنائے جانے کا نظریہ رکھتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ اس نبوت کے سلب کے قائل ہیں ہٰذا۔

اب آخر میں اس پر خود ان کی تصریحات ملاحظہ کر کے یہ فیصلہ کیجیئے کہ وہ سلب نبوت کا نظریہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ کئی مقامات پر انہوں نے واضح لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو وقت ولادت سے ۴۰ برس تک نبی نہ ماننا آپ کی بے ادبی' توہین اور گستاخی نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۳۱'۳۲'۳۴'۳۵'۳۶'۹۳تا۹۵' نیز ۹۷'۹۸)۔

نیز صفحہ ۲۲'۲۳'۱۴۳'۱۴۸'۱۷۱ پر مصنف تحقیقات نے صفحہ ۲۴۶ پر ان کے بیٹے نے لکھا ہے کہ ۴۰ سال کے بعد آپ کو اس معنٰی میں نبوت عطاء اور حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے آپ معاذ اللہ نبی نہ تھے (ملخصاً)۔

نیز صفحہ ۲۴'۲۵'۱۱۰'۱۴۱' اور ۲۳۵'۲۴۸ پر صراحت ہے کہ آپ ﷺ معاذ اللہ ولادت سے ۴۰ سال تک نبی نہیں تھے (ملخصاً)۔

صفحہ ۱۰۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۵۲، پر اسی کو صحیح اور قرآن وحدیث نیز آثار واقوال سلف سے مرصّع اور اسی کے درست ہونے پر ایمان رکھنے کو لازمی قرار دیا ہے۔ (ملخّصاً)۔

نیز صفحہ ۲۳، ۲۳۷ اور ۲۲۹ پر دوٹوک الفاظ میں کہا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ چالیس سال تک نبی نہیں صرف ولی تھے (ملخّصاً)۔

نیز صفحہ ۳۱، ۱۱۷، ۱۳۷ پر قائلین نبوت کو طنزیہ طور پر ''پروانے''، ''ائمہ زمان''، ''مقتدایان انام'' کے الفاظ بولے ہیں۔

نیز صفحہ ۲۹ اور ۱۱۷ پر عقیدۂ نبوت کو ''اختراعی نظریہ'' اور مفروضہ نظریہ کہا ہے۔

نیز صفحہ ۳۰، ۳۹، ۱۹۶، ۲۱۸ اور ۲۲۳ پر قائلین نبوت کو فاتر العقل، کم فہم، عقل وخرد کے تقاضوں سے دور، غیر عقل مند وغیر دانشمند اور اپنے عقول واذہان کو چھٹی دے رکھنے والے قرار دیا ہے۔ (ملخّصاً)۔

اور صفحہ ۱۹۶ پر لکھا ہے کہ: ''نبی مکرم ﷺ کے حق میں عالمِ اجسام میں آغاز ولادت سے نبوت ثابت کرنا (الٰی) سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اور اصولی شریعت سے ناواقفی اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ (ملخّصاً بلفظہ)۔

اقول: یہ حوالہ جات اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ مصنف تحقیقات نے نہ صرف یہ کہ ولادت باسعادت سے اعلان نبوت تک کے عرصہ میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کا انکار کیا ہے بلکہ نبی نہ ہونے کے عقیدہ کو صحیح، محقق، مدلّل اور لازمی اور ضروری بھی گردانا ہے اور قائلین نبوت کو بہت سخت سست اور برا بھلا بھی کہا ہے پس نظریہ انکار کا حامل ہونے کے باوجود گول مول انداز میں اس کے جھوٹے الزام ہونے کا تاثر دینا بزرگانہ حکمتِ عملی نہیں تو اور کیا ہے؟ ورنہ آخر اسے کیا عنوان دیا جائے؟

انکار کے باوجود منکر نہ ہونے کا مطلب؟

انکار کے باوجود منکر نہ ہونے سے اگر مصنفِ تحقیقات کا یہ مقصد ہو کہ چونکہ ولادتِ باسعادت سے ۴۰ برس تک نبی ہونا ثابت ہی نہیں ہے اس لیئے اسے انکار سے تعبیر کرنا درست نہیں ہے۔ جیسے ام تنبئو نہ بما لا یعلم الآیۃ نیز قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم الآیۃ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توجیہ قطعاً خلاف واقعہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی یہ فضیلت دلائل معتبرہ سے ثابت ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

علاوہ ازیں خود مصنفِ تحقیقات بھی اپنے مبارک قلم سے قرآن وسنّت کے دلائل وبراہین سے اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرچکے ہیں جس کی تفصیل مسئلہ ہٰذا میں ان کے عقیدہ سابقہ کے زیر عنوان دیکھی جاسکتی ہے۔ جو گزر چکی ہے۔

مصنف تحقیقات کا یہ اقدام طریقۂ اہل سنت سے ہٹ کر ہے:

رسول اللہ ﷺ کی کوئی فضیلت جب ثابت ہو جائے یا اس کا کہیں ذکر بھی آ جائے اگرچہ علماء ظاہر کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق ثابت نہ بھی ہو بشرطیکہ کسی مافوق دلیل شرعی سے متصادم نہ ہو تو اس سے انکار کرنا طریقۂ اہلِ سنّت کے خلاف اور اسلاف کے معمول سے ہٹ کر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ماسوائے الوہیت ہر کمال کے جامع ہیں۔ پس انکار خلاف اصل ہے۔ تو جب موصوف کو یہ تسلیم ہے کہ ولادت باسعادت سے چالیس سال تک بھی نبوت تک قائلین سلف میں پائے جاتے ہیں (تحقیقات صفحہ ۹۳، ۲۰۷ وغیرہ ویقول ہٰذا الفقیر اس کے خلاف بھی دلیل قائم نہیں) تو ان کا اس سے انکار اور اقدام یقیناً طریق اہل سنّت سے ہٹ کر ہوا۔

اس کی بے شمار مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ حدیث "مناغاۃِ قمر" (کہ چاند گہوارہ میں آپ ﷺ کا کھلونا بن کر آپ کے اشارہ پر جھکتا تھا اور آپ اس سے سرگوشی فرماتے تھی۔ اس) کی سند پر کلام ہے اور حسبِ تصریح بعض ائمہ شان ایسے راوی کے تفردات سے ہے جو مجہول ہے (قال البیہقی تفرد بہ احمد بن ابراہیم الجبلی وہو مجہول۔ الخصائص الکبریٰ' جلد ا' صفحہ ۵۳) لیکن ائمہ اسلام نے محض شان رسالت پر مبنی ہونے کی وجہ سے اسے قبول فرمایا۔ امام علامہ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسے الخصائص الکبریٰ میں لائے اور اس پر وارد کلام کا بھی ذکر فرمایا (وقد رایتہ انفا) اس کے باوجود دیباچہ میں فرمایا: "ونزھۃ عن الاخبار الموضوعۃ و مایرد" یعنی میں نے اپنی اس کتاب کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے پاک رکھا ہے (صفحہ ۳)۔

نیز اس حدیث کے تحت ارقام فرمایا: "قال الصابونی ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن"۔ یعنی محدّث صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ روایت سنداً متناً غریب اور نادر ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں (شان رسالت کے بیان پر مشتمل) ہونے کے باعث "حسن" ہے۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد ا' صفحہ ۵۳' طبع نوریہ رضویہ فیصل آباد' پاکستان)۔

امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ماخذ بناتے ہوئے حدائق میں فرمایا: ؎

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

اسی طرح فرزندان حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے احیاء کا واقعہ بطریق محدثین کتب حدیث میں نہیں آیا۔ بعض علماء نے سیرت طیبہ کی اپنی کتب میں ذکر فرمایا جیسے علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

ملاحظہ ہو۔ (شواہد النبوۃ' مترجم اردو صفحہ ۱۴۳' طبع مکتبہ نبویہ لاہور)۔

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ (جن پر موصوف نے مکمل اعتماد ظاہر کیا ہے تحقیقات، صفحہ ۱۶۳، ۲۰۳، ۲۱۹) نے بھی اس کا ذکر فرمایا اور اس کے ماٴخذ پر کلام فرمانے کی بجائے یہ لکھا کہ: ''در شواہد النبوۃ بتفصیل مذکور است'' یعنی شواہد النبوۃ میں مفصّلاً مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ فارسی، جلد ا، صفحہ ۱۹۹، طبع نوریہ رضویہ لاہور)۔

اس کی مزید مثال یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ دن میں ہوئی پھر اس کی بنیاد پر وقت ولادت باسعادت سقوط نجوم کی روایت کی تصنیف کی اس پر علامہ زرکشی نے فرمایا:

''وھذا لایصلح ان یکون تعلیلا فان زمان النبوۃ صالح للخوارق و یجوز ان تسقط النجوم نھاراً'' یعنی ان کی یہ تعلیل غلط ہے کیونکہ زمانۂ نبوت میں خوارق کا ظہور ممکن ہے اور دن میں ستاروں کا نیچے آنا بھی مستبعد نہیں (سبل الہدیٰ، جلد ا، صفحہ ۳۳۳، ۳۳۴، طبع بیروت)۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کا ضابطہ تحریر کرتے ہوئے فرمایا: ہر چہ جز مرتبۂ الوہیت است از فضل وکمال ہمہ او را ثابت است و ہیچ کس کامل تراز وے و مساوی بہ او نیست'' یعنی شان مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ آپ الوہیت کے سوا ہر فضیلت اور ہر کمال کے حامل و جامع ہیں اور آپ سے بڑھ کر تو کجا آپ کا ہمسر بھی کوئی نہیں (مدارج النبوۃ)۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں اسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم　　واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

وانسب الٰی ذاتہ ما شئت من شرف　　وانسب الٰی قدرہ ما شئت من عظم

فان فضل رسول اللہ لیس لہ حد　　فیعرب عنہ ناطق بفم

خلاصہ یہ کہ نصاریٰ کا وہ عقیدہ جو انہوں نے اپنے نبی کے متعلق تجویز کیا (الوہیت) چھوڑ کر آپ ﷺ سے فضیلت کو منسوب کرو جس پیرایہ میں آپ کی مدح کرو سب درست ہے کیونکہ آپ کے کمالات بے حد ہیں کوئی فرد مخلوق ان کی حد بیان نہیں کر سکتا۔

خلاصہ یہ کہ مصنفِ تحقیقات کا یہ اقدام مجموعی طور پر طریقۂ اہلِ سنّت سے قطعاً ہٹ کر ہے خصوصاً جب کہ انہیں یہ بھی اعتراف ہے کہ ان کے خصوم کا موقف بھی بے اصل نہیں۔ (ثبوت کے لیئے اگلا عنوان پڑھیئے)۔

اعتراف کہ خصوم مصنف تحقیقات کا موقف بھی بے اصل نہیں:

سنّتِ الٰہیہ ہے کہ جب بھی کوئی اللہ کے محبوب کے کسی کمال یا امر حسن و جمال کا انکار کرتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس نافی کے ہاتھ سے اس کے برخلاف بھی لکھوایا اس کے منہ سے کہلوا دیتا ہے تا کہ اس کا ردّ خود اسی کے ہاتھ سے ہو اور کام بالکل پکا ہو جائے۔

یہی کچھ مصنفِ تحقیقات کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی اس کتاب میں مختلف طریقوں سے جگہ جگہ پر اپنے خصوم کے موقف کی اصلیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ جس سے انہوں نے اصولی طور پر اپنے موقف کو خود اپنے ہاتھ سے اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ فسبحٰن من بیدہ ملکوت کل شیٔ

○ چنانچہ صفحہ ۳۷ پر موصوف نے لکھا ہے: ''سچے اور واقعاتی حقائق پر مشتمل خوابوں کے ذریعہ کی وحی ابتداء کی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اوّل مابدیٔ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ ثم حبب الیہ الخلاء (الحدیث رواہ البخاری)۔ چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اس دوران آپ کے دل میں خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کی محبت اور رغبت پیدا کر دی گئی اور بالآخر چھ ماہ بعد اسی خلوت گاہ اور غارِ حرا میں ہی جبریل علیہ السلام پہلی وحی کے ساتھ نازل ہوئے''۔

اقول: نبی کا خواب وحی ہوتا ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے رؤیا الانبیاء وحی (کمافی صحیح البخاری)۔ بلکہ قرآن مجید میں حضرت خلیل اللہ وذبیح اللہ علیہما السلام کے حوالہ سے ہے: ''قال یٰبنی انّی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتریٰ قال یابت افعل ما تؤمر'' (الصّٰفّٰت)۔

مولانا خود لکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے تو اس سے کم از کم ان کا چالیس سال کے بعد نبی بننے والا دعویٰ تو بے کار ہو گیا اور خود ان کے قلم سے واضح ہو گیا کہ چالیس سال سے پہلے بھی آپ نبی تھے۔

○ صفحہ ۹۳ پر مشہور بزرگ عالمِ دین علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ لکھا ہے کہ انہوں نے بھی آپ ﷺ کی روحانی نبوت کو دائم' باقی اور مستمر تسلیم کیا ہے اور اس کے سلب ہو جانے کا شائبہ بھی نہیں ظاہر ہونے دیا''۔ ملخصاً بلفظہ۔

○ صفحہ ۹۹ پر ایک بزرگ کا نام ان القابات کے ساتھ لکھا ہے ''امام کبیر عارف شہیر قطب عالم سیّد ابوالعباس تیجانی رضی اللہ عنہ'' پھر ان کے متعلق جواہر البحار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ ولادتِ باسعادت کے بعد سے بعثت تک آپ ﷺ کی نبوّۃ کو آپ کی ذات میں چھپا دیا گیا۔ (ملخصاً)۔

اقول: یعنی نبوت سلب نہیں کی گئی اور ظاہر ہے کہ استتار کے بعد ظہور ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے بعثت بمعنی اعلانِ نبوّت متعیّن ہوا۔

○ انہی (امام تیجانی) کے حوالہ سے صفحہ ۹۹' ۱۰۰ پر لکھا ہے کہ چالیس سال کے بعد بعثت عطا فرمائے

جانے میں حکمت تھی (ملخصاً)۔

اقولُ: یعنی اس بناء پر نہیں کہ پہلے سے نبی نہیں تھے ورنہ حکمت پر محمول کرنا بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گا۔

○ ۱۲۰، ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعمر ۲۰ سال شام میں تشریف لے گئے حضرت صدیق بھی آپ کی معیت میں تھے جب کہ ان کی عمر اس وقت اٹھارہ برس تھی آپ ﷺ وہاں پر موجود ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے وہاں قریب موجود ایک راہب نے حضرت صدیق سے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں۔ یہی نبی آخر الزمان ہیں۔ راہب کی یہ بات ان کے دل پر اثر کر گئی اور انہیں اسی دن سے آپ کی نبوّت کا یقین ہو گیا۔ (ملخصاً)۔

اقولُ: یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ راہب نے ۲۰ سال کی عمر شریف میں (اعلانِ نبوت سے بیس سال پہلے) بتایا کہ آپ نبی ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نبی بنیں گے جس میں ابھی بیس سال کی مدت باقی ہے۔ دیگر مباحث اپنے مقام پر آ رہے ہیں۔

○ ۱۲۳ پر آیت **ووجدک ضالا** کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''اور پایا تمہیں نبوت سے بے توجہ اور بے التفات الخ۔

اقولُ: عدم توجہ، عدم وجود کو مستلزم نہیں بلکہ بے توجہی ہوتی ہی تب ہے جب چیز موجود اور حاصل ہو جیسے مسئلہ علمِ غیب میں منکرین کے بہت سے اعتراضات کے جوابات میں ہمارے علماء نے عدم توجہ کی تاویل کرتے ہوئے معترضین کو جھنجوڑا کہ عدم توجہ عدم علم کو ہرگز مستلزم نہیں۔

○ صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶ پر لکھا ہے کہ عند المحدثین نبی کی نبوت کے ثبوت کے لیے وحی کافی ہوتی ہے داعی و مبلغ ہونا لازم نہیں اور اس وحی کے وحیٔ نبوت کے ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ اس کا تعلق ذات نبی سے ہو اُمت سے اگرچہ نہ بھی ہو۔ (ملخصاً)۔

اقولُ: اس سے موصوف کی بیان کردہ تعریف نبی ''انسان بعثہ اللہ تعالٰی الی الخلق لتبلیغ الاحکام'' کا حرف آخر ہونا بھی غلط ہو گیا۔

نیز اس سے ان کے اس سوال کا جواب بھی آ گیا کہ نبی تھے تو تبلیغ کیوں نہ فرمائی۔ باقی تفصیلات اپنے مقام پر آ رہی ہیں۔

○ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ پر لکھا ہے کہ اعلانِ نبوت سے قبل آپ جس پتھر اور درخت سے گزرتے تو وہ عرض کرتا السلام علیك یا رسول اللہ۔

اقول: اعلان نبوت سے پہلے آپ نبی نہیں تھے تو درخت اور پتھر یا رسول اللہ کہہ کر کیوں سلام کرتے تھے کیا یا رسول اللہ اسے کہا جائے گا جو وصف نبوت و رسالت سے خالی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ ان سے اللہ تعالیٰ نے بلوایا کیونکہ درخت اور پتھر بولنے والی مخلوق ہیں ہی نہیں۔ باقی تفاصیل اپنے مقام پر ان شاء اللہ تعالیٰ۔

○　صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۳۰، ۲۴۴ (وغیرہا) پر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ''تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام (اعلان) نبوت سے قبل اور بعد بھی معصوم ہوتے ہیں'' (آگے متصلاً لکھا ہے کہ) ''اور جو اجماع امت کا مخالف ہو وہ سراسر گمراہ اور جہنمی ہے''۔

اقول: عصمت خاصّہ نبوت ہے تو عصمت کے مان لینے سے نبوت کا مان لینا واضح ہوا۔

○　صفحہ ۲۱۳ پر مانا ہے کہ نبی کے لیئے لازم ہے کہ اس کا دل بیدار ہو نیز یہ بھی صراحت کر دی کہ آپ ﷺ کا دل مبارک بچپن کی عمر شریف میں اور چالیس سال سے پہلے بھی بیدار رہتا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ چالیس سال سے پہلے بھی اللہ کے نبی تھے۔

○　صفحہ ۱۶۳، صفحہ ۲۰۳ اور صفحہ ۲۱۹ پر شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زوردار الفاظ میں توثیق کرتے ہوئے آپ کو ''عشاقان مصطفیٰ ﷺ کے سرخیل''، ''افضل المحققین''، ''شیخ اجل''، ''برکۃ المصطفیٰ الکریم فی الہند'' لکھا اور کہا ہے کہ ان سے بڑا نبی مکرم ﷺ کا محبّ صادق اور عاشق صادق اور احادیث رسول اللہ ﷺ پر اور ان کے مطالب و معانی تک رسائی حاصل کرنے والا اور ان جیسا کوئی محقق اس متحدہ ہندوستان میں نہیں گزرا''۔

اقول: حضرت شیخ محقق کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے۔ ملٰئکہ وارواح انبیاء علیہم السلام کے مربی و مفیض تھے اور آپ کی نبوت سے کوئی زمانہ خالی نہیں یعنی بغیر سلب یا زائل ہونے کے دائمہ مستمرہ ہے جو آپ کی کئی کتب میں مصرح ہے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۳۰۲)۔ جس کا خود موصوف کو بھی اقرار ہے۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات، صفحہ ۲۰۷)۔

پس نہ معلوم اس قدر اظہارِ عقیدت کے باوجود شیخ محقق کا یہ عقیدہ مولانا کو کیوں قبول نہیں۔ باقی جو انہوں نے اس کی توجیہہ کی ہے وہ توجیہ القول بمالایرضی بہ قائلہ کے قبیل سے ہے (وسیأتی تفصیلہ فی موضعہ)۔

○　مصنفِ تحقیقات نے امام ابوالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تمہید'' اور حضرت خلیفۂ اعلیٰ حضرت سیّد ابوالبرکات رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی توثیق کی ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''حضرت علامہ ابوالشکور سالمی حضور

داتا گنج بخش علی ہجویری ﷫ کے معاصر ہیں ان کی اس کتاب کو مرکز اہلِ سنّت حزب احناف لاہور سے حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر وفقیہِ اعظم سیّد ابوالبرکات السیّد احمد القادری نے شائع کروایا اور اس کو درسِ نظامی کے نصاب میں داخل کرنے کی وصیت فرمائی ہے (آگے لکھا ہے) ''اس کتاب مستطاب'' الخ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات صفحہ ۲۳۹)۔

اقول: امام ابوالشکور سالمی نے اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ چالیس سال سے قبل آپ ﷺ کے نبی ہونے کے صحیح ہونے کو بیان فرمایا ہے جب کہ حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ اپنے قلم سے فرمایا ہے اور ان مقامات پر اس کی تردید نہیں فرمائی اس طرح سے یہ دونوں حضرات بھی آپ ﷺ کی نبوۃ کے قائل ہوئے اور انہیں اپنا پیشوا ماننے کے ناطے سے خود مولانا پر بھی حجت قاطعہ قرار پائے۔ ان کی نقول آئندہ صفحات میں آ رہی ہیں۔

○　صفحہ ۱۹۸ پر حضرت صاحب نے انتہائی واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ: ''نبوت کا حصول کے بعد زوال اور سلب ہونا جائز نہیں'' اھ بلفظہ۔

اور صفحہ ۲۶، ۲۷، ۳۶ وغیرہا پر انہوں نے یہ بھی صریحاً لکھ دیا ہے کہ آپ ﷺ کو عالم ارواح میں بالفعل نبی بنا کر ملٰئکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مربی و مفیض بنایا گیا یعنی نبوت بالفعل حاصل ہو چکی۔ لہٰذا ان کے اپنے ہی حسبِ بیان اس کے سلب یا زوال کا قول باطل ہوا۔ سبحٰن اللہ ۔ ولنعم ماقیل ۔

ع　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خلاصہ یہ کہ مصنفِ تحقیقات کو اس کا بھی اعتراف ہے کہ ان کے خصوم کا موقف بھی بے اصل نہیں پھر نمعلوم اس کے باوجود وہ محض نفی کے پہلو کو منوانے پر کیوں مصر ہیں۔ لہٰذا ان کا موقف جدید، طریقۂ اہلِ سنّت سے قطعاً ہٹ کر ہے۔

اختراعی نظریّہ کی رُو سے مصنفِ تحقیقات کا شرعی حکم

اختراعی نظریہ کے حوالہ سے مصنفِ تحقیقات کا شرعی حکم علیٰ وجہ البصیرۃ، کما حقہ اور صحیح معنیٰ میں سمجھنے کے لیئے یہ جاننا ضروری ہے کہ مسائل اور امور مسلّمہ کی اقسام مع الحکم کیا ہیں۔ اس بارے میں مظہر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں:

اوّل ضروریاتِ دین:

جن کا منکر کافر ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاؤیل کو راہ۔

دوم ضروریاتِ مذہب اہلِ سنت وجماعت:

جن کا منکر گمراہ بدمذہب، ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگر چہ باحتمال تاؤیل بابِ تکفیر مسدود ہو

سوم ثابتات محکمہ:

جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے۔ ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی۔ جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف، کو مطروح ومضمحل کر دے۔ یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی، اور قول سواد اعظم وجمہور علماء سند وافی۔ فان ید اللہ علی الجماعۃ (یعنی بے شک اس جماعت پر اللہ کا دست قدرت ہے)۔

چہارم ظنیات محتملہ:

جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے۔ ان کے لیئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب کے لیئے گنجائش بھی رکھی ہو۔ الخ۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ حامدیہ، صفحہ ۱۳۴، رسالہ مبارکہ الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی طبع زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور، مطبوعہ ۲۰۰۴ء) نیز ملاحظہ ہو (دس عقیدے شرح اعتقاد الاحباب، مصنفہ: اعلیٰ حضرت صفحہ ۸۱،۸۲، بحوالہ رسالہ مذکورہ۔ از: خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں برکاتی، طبع فرید بک سٹال، لاہور)۔

نیز خلیفۂ وفیض یافتۂ اعلیٰ حضرت پاسبانِ مسلک رضا حضرت مولانا علامہ سیّد عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ

والرضوان رقم طراز ہیں:

مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک ضروریات دین:

ان کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم ضروریات عقائد اہل سنت:

ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم وہ مسائل:

کہ علماء اہلِ سنّت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے الخ۔ ملاحظہ ہو (رماح القہار علی کفر الکفار مشمولہ خالص الاعتقاد مؤلفہ امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت، صفحہ ۵۹، صفحہ ۶۰، طبع حامد اینڈ کمپنی لاہور)۔

حکم مصنف تحقیقات:

اس تفصیل کی رُو سے مصنفِ تحقیقات پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی بیان فرمودہ اقسام میں سے قسم دوم وقسم سوم نیز خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت سیّد صاحب کی بیان کردہ قسم دوم عائد ہوتی ہے یعنی مصنف تحقیقات اور ان کے اتباع مسئلۂ نبوت میں اپنے اختراعی نظریہ کے حوالہ سے خاطی و آثم ''ان کا نظریہ گمراہانہ، ابتداع اور خلاف اہل سنت ہے''۔

خاطی و آثم اس لیئے کہ وہ حدیث صحیح مشہور ''کنت نبیا آدم بین الروح والجسد'' کے مقتضیٰ کے منکر ہیں جو زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام میں بمعنی حقیقی ثبوت نبوت سرکار ﷺ کے بعد اس کا بقاء و دوام ہے۔ (حدیث ہٰذا کے مباحث کتاب ہٰذا کے باب سوم و ہفتم میں دیکھے جاسکتے ہیں)

جب کہ ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسئلہ ہٰذا کے اجماعی پہلوؤں کے کئی طرح سے منکر ہیں بالفاظ دیگر کئی وجوہ سے اجماع اہلِ سنّت کے منکر ہیں بعض وجوہ حسبِ ذیل ہیں:

''مصنف تحقیقات کے نظریہ کے گمراہانہ ہونے کی وجوہ'':

وجہ اوّل:

وہ اس نظریہ کے مخترع اور مبتدع ہیں جن میں ان کا اہل سنّت میں کوئی بھی سلف نہیں ہے یعنی ائمہ اہلِ

سنّت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت پہلے بالفعل ہوچکنے کے بعد بالقوۃ بن گئی جو پھر بالفعل بنی۔ بالفاظ یہ کسی کا عقیدہ نہیں کہ آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل نبی بننے کے کچھ عرصہ بعد بالقوۃ نبی ہوگئے تا آنکہ بعداز پیدائش چالیس سال کی عمر شریف میں بالفعل نبی بنے جس کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ اس کی کوئی دلیل مطابقی نہیں لا سکے اور نہ ہی لا سکتے ہیں بے شک مزید طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں جب کہ ایسا شخص مبتدع گمراہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے "ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار"۔ (سنن ابن ماجہ، صفحہ　مستدرک حاکم، جلد ا، صفحہ ۲۸۸، ۲۹۰ دارمی، جلد ا، صفحہ ۵۷، حدیث نمبر ۹۵۔ شرح السنۃ بغوی، جلد ا، صفحہ ۱۸۱، سنن ابی دواؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۷۸ وغیرہا)۔

تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو (فقیر کی کتاب مصباح سنت بجواب راہِ سنّت، جلد ۲، صفحہ ۸۳ تا ۱۰۷، طبع قادریہ پبلشرز، کراچی، مطبوعہ ۲۰۰۴ء)۔

نیز فرمایا: "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد"۔ (رواہ الشیخان وغیرھما)

وجہ دوم:

نبوت کے لیئے عالمِ ارواح اور عالمِ اجساد کا فرق بتا کر اسے اس عالم میں غیر مؤثر قرار دینے میں بھی وہ مخترع اور مبتدع ہیں یعنی اس میں بھی ان کا کوئی سلف نہیں پس اس میں بھی وہ اسی تفصیل سے گمراہ ہیں جو وجہِ اوّل میں گزری ہے۔

وجہ سوم:

حضور سیّدِ عالم ﷺ کے قدیم النبوت ہونے پر علماء ظاہر و علماء باطن سب کا اجماع ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ بعض علماء ظاہر اس کے قائل ہیں کہ اس جہان میں حضور کو نبی تو قرار دے دیا اور نبوت سے موصوف بنا دیا گیا تھا مگر آپ کی بعثت اس جہان میں نہ ہوئی تھی یعنی مأمور بالتبلیغ نہ ہوئے تھے جب کہ دیگر اعلیٰ پایہ کے محققین و عرفاء یہ فرماتے ہیں کہ آپ اس جہان میں نبی قرار دیئے جانے کے ساتھ ساتھ ملٰئکہ وارواح کی طرف مبعوث بھی فرمائے گئے تھے۔ یعنی آپ مأمور بالتبلیغ ہو کر ان کے مربی و مفیض بھی بنائے گئے تھے۔ تفصیل ابھی کچھ پہلے مصنف تحقیقات کی للّٰہیّت کی بحث میں گزری ہے۔ جب کہ اس کے بعد ان میں سے کوئی بھی اس نبوت کے انقطاع کا قائل نہیں بلکہ سب اس کے دوام و بقاء پر متفق ہیں جس کے مصنف تحقیقات قائل نہیں پس اس طرح سے بھی وہ اجماع کے منکر ہو کر گمراہ ہوئے۔

وجہ چہارم:

اکابر ائمہ شان نے حدیث ''کنت نبیا'' کے بمعنی حقیقی ہونے کی تصریح فرمائی تفصیل کے لیۓ دیکھیۓ تجلی الیقین صفحہ　　از اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔اور جنہوں نے اس کے مضمون کو تقدیر پر محمول کیا کہ حضور کے اس فرمان کا یہ مقصد ہے کہ میں زمانۂ قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام میں اللہ کی تقدیر میں نبی تھا یا بلفظ دیگر میرا نبی ہونا عنداللہ مقدر تھا' تو انہوں نے اس کلام کا مطلب یہ بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا نبی ہونا اس عالم کے اس حصہ تک مقدر تھا جب تک آپ کو بالفعل نبی نہ بنایا گیا یعنی اس کا چالیس سال کی عمر شریف تک کے عرصہ سے سرے سے تعلق ہی نہیں ہے۔مکمل مع مالہ و ماعلیہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہٰذا کے باب نہم میں حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی سے منسوب قول کا جواب۔

اس طرح سے حدیث ہٰذا کے بمعنی حقیقی اور بمعنی تقدیر لینے والے حضرات کے درمیان پایا جانے والا اختلاف نزاع لفظی ہوا پس اس جہان سے آپ کے بالدوام نبی ہونے پر سب کا اتفاق و اجماع ہوا۔مصنف تحقیقات اس حوالہ سے بھی اجماع اہلِ سنّت کے منکر بھی ہونے کی وجہ سے گمراہ ٹھہرے۔

وجہ پنجم :

مصنف تحقیقات خود بھی لکھ چکے ہیں کہ ائمۂ شان اس نبوت کے اس قدر دوام واستمرار کے قائل ہیں کہ اس میں سلب وزوال کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۹۳، ۲۰۷ وغیرہ)۔

بایں ہمہ ان ائمہ سے استناد کرنے کے باوجود انہوں نے اس نبوت کے دوام واستمرار سے کھلا انکار کر دیا ہے۔چنانچہ ان کے لفظ ہیں کہ'' دنیا والی نبوت کو عالم ارواح والی نبوت کا عین ٹھہرانا اور اس کو اسی کا تسلسل اور دوام ٹھہرانا قطعاً درست نہیں ہے بلکہ وہ علیحدہ ہے اور یہ علیحدہ۔(تحقیقات' صفحہ ۲۰۹) جس کا گمراہی ہونا واضح ہے۔

وجہ ششم وہفتم:

ائمہ شان نے تصریح فرمائی ہے کہ نبوت کا نبی سے سلب وزوال نیز نبی کا نبوت سے عزل محال ہے جو سلب وزوال کا قائل ہو' کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ تمہید امام سالمی' المعتقد علامہ بدایونی' المعتمد فتاوٰی رضویہ امام اہلِ سنّت' تکمیل الایمان شیخ محقق اور بہارِ شریعت لصدر الشریعہ وغیرہ میں مصرّح ہے۔ عبارات باب ہفتم وغیرہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔نیز مصنف تحقیقات سے امام سالمی کی توثیق بھی کچھ پہلے ان کے ''اعترافات'' کے زیرِ عنوان پیش کی جا چکی ہیں۔

اس کی رو سے مصنفِ تحقیقات کا نظریہ دو وجوہ سے گمراہانہ ہے۔ ایک اس پر اجماع کی مخالفت کہ ان کا اختراعی نظریہ سلب نبوت کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ علامہ کتانی نے اسے سلب ہی کے معنٰی میں قرار دیا۔ (الکشف والتبیان' صفحہ ۱۵۴)۔

دوسرے اس کا مرتکب ہونے کے باوجود اس کے سلب کے معنٰی میں ہونے سے انکار کرنا جو بذات خود گمراہی ہے۔ مکمل تفصیل ایک مستقل عنوان کے تحت اسی باب میں کچھ پہلے گزر چکی ہے۔

الغرض ان کا یہ رویہ ان کے نظریہ کے مبتدعانہ اور گمراہانہ ہونے کی دلیل ہے جو اس فیصلہ نبویہ "اتبعوا السواد الاعظم" اور "علیکم بالجماعة" سے مزاحم بھی ہے۔

وجہ ہشتم:

اس میں ان کے اصل سلف مبتدعین وضالین لوگ (پرویز' مودودی اور گکھڑوی وغیرہم) ہیں جن کی وساطت سے وہ مبتدع الخ ہوئے (کما مر فی الوجه الاوّل)۔

وجہ نہم:

اس مسئلہ کے بیان میں مصنف تحقیقات نے سوء ادبی کا انداز اختیار کیا ہے جیسے ان کا آپ ﷺ کی نزول وحی کے موقع پر خاص وجد و حال کی کیفیت کو شان نبوت کے مطابق لانے کی بجائے عامیانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے بے دھڑک یہ کہہ دینا کہ آپ "مرعوب ہو گئے اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے اور لرزتے کانپتے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے اور کہا دثرونی الخ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۸۵) یہی انداز بعینہ مودودی کا ہے۔ ملاحظہ ہو (سیرت سرورِ عالم' جلد ۲' صفحہ ۱۳۷' طبع لاہور)۔

نیز آپ کے بارے میں موصوف کے یہ لفظ کہ "عرصہ تک مہر بلب رہیں" (تحقیقات' صفحہ ۴۳)۔

نیز ان کا حضور کی بشریت مقدسہ منورہ کے لیے بار بار کثافت و کدورت اور ظلمت کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اسے سیاہی مائل دبیز بادل سے تشبیہ دینا اور کثافتوں کے دور کرنے کے لیے "ملکوتی آپریشنوں" کے لفظ استعمال کرنا وغیرہ۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۱۰۴' وغیرہ)۔

نیز یہ کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں وغیرہ (تحقیقات' صفحہ ۴۸)۔

پھر اس کے باوجود اس میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرنا اور اپنی غلطی نہ ماننا جس کے گمراہی ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ "وهم يحسنون انهم يحسنون صنعا" یعنی مذموم کام کر کے اسے مذموم نہ سمجھنا اہل اسلام کا شیوہ نہیں۔ (پارہ ۱۶' الکہف)۔

مصنف تحقیقات کے گمراہ ہونے کے خصوصی جزیئے:

تکمیل عنوان کے لیۓ اس اختراعی نظریہ میں مصنف تحقیقات کے گمراہ ہونے کے علماء اہل سنّت کے خصوصی جزیئے اور تصریحات بھی ملاحظہ فرما لیجیۓ۔

امام ابوشکور سالمی و حضرت سید صاحب اور علامہ شرف صاحب رحمۃ اللہ علیہم سے:

آپ فرماتے ہیں: ''کرامیہ میں سے متقشفہ نے کہا کہ نبی قبل وحی نہیں ہوتا مگر معصوم ہوتا ہے اس لیۓ کہ وہ ولی ہوتا ہے''۔ ملاحظہ ہو (تمہید' صفحہ ۱۶۶' مترجم اردو بترجمہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت' حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وبتقدیم حضرت علامہ شرف القادری علیہ الرحمۃ)۔

اقول: بعینہٖ یہی عقیدہ مصنفِ تحقیقات کا ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال سے پہلے صرف ولی تھے اور معصوم بھی (تحقیقات' صفحہ ۲۲۹) جب کہ کرامیہ بالاتفاق ایک انتہائی سخت قسم کا گمراہ فرقہ تھا۔ نتیجہ واضح ہے کہ مصنف تحقیقات نے یہ اختراعی نظریہ گمراہوں سے لیا ہے۔ پس ان کے گمراہ ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔ ایک اور جزئیہ پڑھیۓ:

تلمیذ صدر الشریعہ علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ:

حضرت صاحب بہارِ شریعت کے تلمیذِ رشید علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں: ''چالیس سال کی عمر میں مصنب نبوت پر سرفراز ہوۓ' اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے وہ نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی' نبوی زندگی نہ تھی تو غلط ہے (الیٰ) حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی تھے''۔

حضرت مفتی صاحب نے اس مقام پر سائل کے متعلق فرمایا ہے کہ: ''وہ جاہل نہیں تو گمراہ ہے' گمراہ نہیں تو جاہل ہے''۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ فیض الرسول' جلد اوّل' صفحہ ۱۳' ۱۴' طبع لاہور)۔

اقول: اس سے مصنف تحقیقات کا حکم واضح ہوا کہ جب وہ جاہل نہیں ہیں تو گمراہ ہیں۔ ایک اور جزئیہ لیجیۓ:

مولانا پیر محمد چشتی صاحب آف پشاور سے:

مولانا علامہ پیر محمد چشتی صاحب آف پشاور مصنف تحقیقات کے استاذ بھائی اور سلسلہ عالیہ بندیالویہ کے سپوت ہیں۔ پچھلے سال مصنف تحقیقات نے قائلین نبوت کی شدید علمی مزاحمت اور گرفت سے پریشان ہو

کر یہ ذہن بنا لیا تھا کہ کاش کوئی اسے رفع دفع کرا دیتا۔ چنانچہ علماءِ اہلِ سنّت لاہور اور مصنف تحقیقات نے علامہ چشتی صاحب موصوف کو غیر مشروط طور پر حکم مانتے ہوئے اپنے اپنے لیٹر پیڈ پر اس سلسلہ کی تحریری دی اور اس پر دستخط کر دیئے۔ خیال یہ ہوگا کہ مولانا چشتی صاحب استاذ بھائی ہونے کے ناطے سے شاید ان کے حق میں لکھ دیں گے مگر ہدف غلط نکلا اور انہوں نے ''اہم شرعی فیصلہ'' کے عنوان سے دبا کر یہ فیصلہ لکھا کہ: میں نے تحقیقات کو پڑھا' پڑھنے کے بعد دل میں جو تاثر پیدا ہوا اس کی کیفیت سے علیم بذات الصدور کو ہی علم ہے کہ مجھ پر کیا گزری۔ کسی پیغمبر کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ چالیس سال سے پہلے نبی نہیں تھے' ادب کے منافی ہونے کے ساتھ اہلِ اسلام کے انداز سے بھی خلاف ہوگا جس کی اجازت اسلام میں نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے کسی بھی برحق نبی سے کسی طرح بھی نبوت کی نفی سے متعلق لب کشائی کرنا جائز نہیں ہے اور سوءِ ادب سے خالی نہیں ہے۔ تو پھر ہمارے آقا و مولیٰ سیّدِ عالم ﷺ سے متعلق ایسے کلام کے جواز کا تصوّر ہی ممکن نہیں رہتا۔ جسد عنصری کے حوالہ سے عمر مبارک کے چالیس سال تک جسمانی نبوت کی بالفعل نفی کرنا' اسے بیان کرنا دور کی بات ہے' ایک دن' ایک گھنٹہ اور ایک لحظہ کے لیئے بھی نبی الانبیاء والمرسلین' منبع النبوۃ والرسالۃ ﷺ سے نبوت کی نفی کرنے کا تصوّر اسلام میں نہیں ہے۔ (ملخّصاً بلفظہ)۔

نیز انہوں نے مصنف تحقیقات کے موقف کے متعلق یہ لفظ بھی استعمال کیئے: ''اکابرین اہلِ سنّت کے منافی''، ''دلخراش الفاظ''، ''بے اعتدالی''، ''دھاندلی و تحکم''، ''دلخراش اور غیر مانوس فی الاسلام انداز استدلال'' جو سوءِ ادب کے وہمہ سے خالی نہیں'' جس کو ناجائز و نامناسب اور عظمت شان نبوی ﷺ کے تقاضوں کے منافی ہونے کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا''۔ ملاحظہ ہو (ماہنامہ آوازِ حق' شمارہ فروری ۲۰۱۱ء صفحہ ۶' کالم نمبر ۲' ۳' صفحہ ۱۱' کالم نمبر ۱' ۲ نیز شمارہ مئی ۲۰۱۱ء' صفحہ ۲۱)۔

مصنفِ تحقیقات نے اپنے ہی غیر مشروط طور پر مقرر کردہ ثالث کے اس فیصلہ کے ماننے سے انکار کرتے ہوئے ''کیا یہ فیصلہ ہے'' نامی رسالہ لکھ کر اسے چیلنج کر دیا جو راہ ہدایت کے منافی ہے۔

نیز ان کے ایک غلامِ بے دام مولانا غلام حسن صاحب لاہوری نے بھی اپنے جذبات پیش کرتے ہوئے اس نام سے ایک رسالہ لکھ کر شائع کیا: ''حضرت مولانا پیر محمد چشتی صاحب خدارا انصاف''۔

تو چلیئے مزید ایک جزئیہ ''خدارا انصاف'' کے مصنف کے ''با انصاف'' قلم سے ہی دیکھ لیتے ہیں۔

معتقد خاص مصنف تحقیقات مولانا غلام حسن لاہوری صاحب سے:

موصوف نے اپنے رسالہ ''مخلصانہ کوشش'' میں لکھا ہے کہ مصنف تحقیقات کو اہلِ سنّت میں ان کے شیخ

کریم حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سیالوی اور استاذ گرامی محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہم الرحمۃ نے داخل کیا تھا یعنی لہٰذا اس سے خارج کرنے کا حق بھی انہی کو ہے کسی اور کو نہیں۔ جب کہ ہم نے ان دونوں ہستیوں سے ثابت کیا کہ وہ آپ ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے کے قائل تھے پس منصف تحقیقات اپنے ہی رفیق محترم کے مقرر کردہ معیار کے مطابق اہلِ سنّت سے خارج قرار پائے۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو فقیر کی کتاب ''مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش'' جو کتاب ہٰذا کے حصہ سوم میں شامل اشاعت ہے والحمدللہ۔

مزید جزئیہ تمہید سالمی اور حضرت سیّد صاحب اور علامہ شرف صاحب رحمہم اللہ سے

امام سالمی رحمۃ اللہ علیہ ’’وجعلنی نبیا‘‘ کو دلیل بناتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’نبی بالغ ہونے اور وحی کے نازل ہونے سے قبل بھی اسی طرح ہی نبی ہوتا ہے جس طرح کہ بالغ ہونے اور وحی کے نزول کے بعد نبی ہوتا ہے۔

نیز اسی آیت کو دلیل میں لا کر اہلِ سنّت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہلِ سنّت و جماعت فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام قبل وحی انبیاء ہوتے ہیں اور معصوم واجب العصمۃ۔ اور رسول قبل وحی رسول و نبی ہوتا ہے اور مأمون (الیٰ) دلیل اس کی اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کا قول ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی اور تصدیق فرمائی جب کہ وہ مہد پرورش میں تھے قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا (الیٰ) اور معلوم ہے کہ بچوں کو وحی نہیں ہوتی اور کتاب نہیں ملتی مگر نبی و رسول کو۔ یہ نص قطعی ہے بغیر تأویل و تعریض کے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ ملاحظہ ہو (تمہید صفحہ ۴۵، ۱۶۶ با ترجمہ حضرت سیّد صاحب علیہ الرحمۃ طبع فرید بک سٹال، لاہور) بتقدیم علامہ شرف صاحب)۔

یہ عبارات اپنے اس مفہوم میں واضح ہیں کہ امام سالمی، خلیفہ اعلیٰ حضرت اور علامہ شرف صاحب رحمہم اللہ کے نزدیک ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے جس کے نبی ہونے میں قبل اعلان اور بعد اعلان کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں حضور کا مقام تو سب سے اونچا ہے۔ ﷺ۔

اس میں نبی کے بچپن والی نبوت کے منکر کو ایسا کافر قرار دیا گیا ہے کہ جس کے کفر میں کچھ شک نہیں اور نہ ہی کسی تأویل کی گنجائش ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہی نبوت مراد ہے جو عالم ارواح میں انہیں عطا کی گئی تھی اور اسے اہل سنّت و جماعت کا عقیدہ کہا گیا ہے جس میں کسی کا استثناء مذکور نہیں پس یہ اہلِ سنّت کا اجماعی مسئلہ ہوا جب کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ سیّد عبدالرحمٰن اور خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں علیہم الرحمۃ والرضوان سے ابھی گزرا ہے کہ اہلِ سنّت و جماعت کے اجماعی مسائل کا منکر گمراہ اور بدمذہب ہوتا ہے جس کے بعد مصنف تحقیقات کے اس حکم شرعی میں کچھ شبہ نہیں رہتا کہ وہ اور اس میں ان کے

اتباع بد مذہب اور گمراہ ہیں۔

حدیث کنت نبیا کو خبر واحد قرار دینے کے حیلہ کا آپریشن:

ہمارے اس بیان سے مصنف تحقیقات فریق کے اس اعتراض کا جواب بھی آ گیا کہ حدیث کنت نبیا الخ اخبار آحاد سے ہے لہٰذا وہ ظنیات محتملہ سے ہوئی پس حکم تضلیل و تکفیر درست نہیں کیونکہ یہ حضرت حجۃ الاسلام کی تحریر کی رُو سے "ظنیات محتملہ" سے نہیں بلکہ "ثابتات محکمہ" ہے اور اس کے لیئے انہوں نے جو "حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند وافی" کی شرائط بیان فرمائی تھیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح بھی ہے بمعنی حقیقی ہونا جمہور کا بلکہ سب کا مذہب بھی ہے (کما مرّ)۔

پھر اس کا مضمون تمام اہلِ سنّت کا مجمع علیہ ہے جو آیات قرآنیہ سے مؤید بھی ہے جیسے آیت میثاق وغیرہ۔ لہٰذا اس کے خبر واحد ہونے کا حیلہ کارگر نہ ہوا جو کم از کم امام سالمی حضرت سیّد صاحب اور علامہ شرف صاحب کے نزدیک اس کی کچھ حیثیت نہیں پس یہ واجب الردّ ہے۔ یا بلفظ دیگر نبی کی نبوت خبر واحد سے بھی ثابت ہو تو بھی اس کا انکار کفر ہوگا اور یہ اہل سنّت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

اقول: پھر بھی نہ مانیں تو اتنا بتا دیں کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے نبی ہونے کا ثبوت قرآن کی بجائے اخبار آحاد اور کتب تاریخ سے ملتا ہے جیسے حضرت شیث اور حضرت دانیال وغیرہما علیہم السلام۔ تو ان کی نبوتوں کے انکار کرنے والے کا کیا حکم ہوگا؟ انکار کفر نہیں تو باحوالہ لکھ دیجئے۔ کفر ہے تو حضور امام الانبیاء ﷺ کے بارے میں مطلق العنان ہو کر بولنے اور لکھنے سے زبان و قلم کو لگام دیجئے۔ واللہ الہادی۔

مصنف تحقیقات کے متعلق بعض معاصرین کے دست بستہ عقیدت مندانہ موقف کا رَدّ:

مصنف تحقیقات کا اس قدر گمراہانہ اور مبتدعانہ نظریّہ ہونے کے باوجود بعض معاصرین کا ان کے موقف کو اجتہادی خطاء قرار دینا اور اسی کو صحیح بتانا انتہائی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں:

"حق اور انصاف یہ ہے کہ ہم علامہ سیالوی صاحب کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کر سکتے ہیں۔ اگر بالفرض ہمارا یہ موقف بھی ان پر واضح نہ ہوا اور وہ صرف اسی وجہ سے رجوع نہ کریں تو ہم انہیں معذور سمجھ کر ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں گے"۔ ملاحظہ ہو (خلاصۃ الکلام فی تحقیق رسالۃ خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والسلام، صفحہ ۱۴، طبع ملتان، مطبوعہ ۲۰۱۲ء)۔

نیز صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے: علامہ سیالوی کی طرف تکفیر و تضلیل اور خروج عن اہل السنۃ والجماعت کی نسبت یقیناً تجاوز عن الحد ہے ہاں اجتہاد میں ان سے خطا سرزد ہوئی ہے"۔

اس سے ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ کتاب مصنف تحقیقات کے ردّ کی بجائے ان کی صفائی پیش کرنے میں لکھی گئی ہو اور جیسے وہ کسی حکم شرع کے بیان کرنے والے کی بجائے کسی عقیدت مند کی قصیدہ خوانی ہو۔

بہرحال معاصر گرامی موصوف کا یہ خیال حق وانصاف سے ہٹ کر ہے جس کے لیۓ اتنا بھی کافی ہے کہ اجتہاد کی اجازت مجتہد کو ہوتی ہے جب کہ مصنف تحقیقات اس درجہ کے شخص نہیں ہیں۔ پھر اجتہاد کی اجازت اس وقت ہوتی ہے جہاں نص نہ ہو جب کہ ما نحن فیہ میں حضور سیّد عالم ﷺ کا منصوص فیصلہ موجود ہے ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد''۔

پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کی گئی ''خطأ اجتہادی'' کی دیوار خود بخود زمین بوس ہوگئی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی اجتہادی کاوش بھی نہیں بلکہ۔ باغیانہ اقدام ہے کیونکہ اجتہاد کرنے والا دوسروں کی بات کو سنتا اور حق کو قبول کرتا ہے جب کہ وہ یہاں مفقود ہے۔

مزید یہ کہ معاصر موصوف نے مصنف تحقیقات کے موقف کو دسیوں مرتبہ اختراعی نظریہ اور ملمّع سازی سے تعبیر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (کتاب مذکور صفحہ ۱۴'۱۵' وغیرہما)۔

تو کیا مجتہد بھی مخترع اور ملمّع ساز ہوتے ہیں اور کیا مجتہد کے اجتہاد کی ایک قسم اختراع اور ملمّع سازی بھی ہے؟ کیا اسی کا نام ''حق اور انصاف'' ہے؟

معاصر گرامی کو یہ بھی شکوہ ہے کہ فقیر کا جولب ولہجہ 'دعوت رجوع'' میں ہے'' ''تنبیہات'' میں اس سے مختلف ہے۔اس کے لیۓ اتنا کافی ہے کہ مولانا اگر ''حق اور انصاف'' کا ساتھ دینے سے کام لیتے تو بات پوری کرتے۔کیا مصنف تحقیقات نے تحقیقات میں حضور سیّد عالم ﷺ کی شان اقدس میں عامیانہ انداز کلام استعمال نہیں کیا مثلاً ''ہمارے جیسے بشر''، ''مرعوب ہوگئے''، ''گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے''، ''لرزتے کانپتے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے'' نیز بشیرت مقدسہ منورہ کے لیۓ 'کثافات' کدورات اور ظلمات کے الفاظ۔ نیز بشریت پاک کو سیاہی مائل دبیز بادل سے تشبیہ اور ملکوتی آپریشنوں کے الفاظ کا آزادانہ استعمال؟ نیز سینکڑوں بار یہ کہنا کہ نبی نہ تھے ہوتے تو ایسا ویسا کیوں ہوتا وغیرہ۔کیا حضور کے بارے میں ایسا طرز اپنانے والا قابل رعایت ہوتا ہے اور کیا کوئی حضور کے حقوق کی کسی کو معافی دے سکتا ہے؟ امتی کا کیا فرض بنتا ہے کہ اسے اپنے نبی کی عظمت کا پاس ہو یا بک جانے والے مولویوں کا؟

الغرض اگر کہیں پر شدت نظر آئی ہے تو وہ اسی پس منظر میں ہے اور وہ بھی محض حکم شرعی کے بیان کے ضمن میں ہے اخلاق سے گری ہوئی باتیں نہیں کی ہیں۔ پھر چار پانچ سال کی سر توڑ اصلاحی کوششوں کے بعد ان

سے مایوس ہو کر یہ کتاب دفاعی پوزیشن میں لکھی گئی ہے جب کہ ''دعوت رجوع'' بالکل شروع کی تحریر ہے جس سے مقصود ان کو واپس لانا تھا جس کے لیے ''بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ'' لازم تھا۔

بہرحال موصوف نے کڑوی دوائی کو تو دیکھا ہے کڑی بیماری کا اندازہ نہیں لگایا۔ اور جوش میں آ کر یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ مصنف تحقیقات کی طرف انکار نبوت کی نسبت بھی زیادتی ہے اور میں ایسی تحریر کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جواباً عرض ہے کہ موصوف نے جگہ جگہ خود یہ لکھا ہے کہ مصنف تحقیقات کے موقف کا مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت منقطع رہی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴، ۱۷، ۱۹، وغیرہا۔

پس انکار اور کیا ہوتا ہے۔

نیز اگر اتنا بھی اجازت نہیں ہے کہ صدائے احتجاج ہی بلند کی جائے تو انہوں نے خلاصۃ الکلام لکھنے کی تکلیف ہی کیوں کی ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وقت اور سرمایہ بچاتے ہوئے کوئی اور ہی کام کر لیتے۔

اور مزے کی بات یہ بھی ہے کہ موصوف نے جس امر کو ہمارے حوالہ سے موجب شکایت قرار دیا اور وہ بھی پس منظر سے صرف نظر کر کے۔ خود انہوں نے مصنف تحقیقات کے متعلق سخت لفظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً ''علامہ موصوف کی غلطی''، لغزش، مردود قول، خذلان وخسران'' ''ہیرا پھیری سے کام لیا''، ''بضد ہیں'، تنقیص شان رسالت کے عادی لوگوں کے لیے چور دروازہ کیوں نکال رہے ہیں''، ''علامہ سیالوی دیانت داری سے مطالعہ فرمالیں''، ''علامہ سیالوی کا نظریہ ہے کہ چالیس سال سے پہلے ہمارے نبی میں نبوت کی استعداد و صلاحیت نہ تھی''، ''سخت غلطی کی''، ''علامہ سیالوی اس گھمنڈ میں مبتلا''۔ ملاحظہ ہو (خلاصۃ المرام صفحہ ۲۰، ۳۳، ۵۳، ۹۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۲۵ وغیرہا)۔

تو کہاں گیا جناب کا یہ ارشاد کہ ''میں ایسی تحریر کو اچھا نہیں سمجھتا''۔ (صفحہ ۱۴)۔

پھر اپنے اس طرزِ کلام کی ایک خوب صورت توجیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہ تعبیر چونکہ ضرورتاً اظہار حقیقت کے لیے ہے اس لیے مجھے اپنے اسلوب بیان اور طرزِ تحریر کی وجہ سے معذور تصوّر فرمائیے''۔ (صفحہ ۱۵)۔

سبحٰن اللہ۔ یہی توجیہ دوسروں کی باری میں ذہن شریف میں کیوں نہ آئی۔ بہرحال غیرت ایمانی بھی کوئی چیز ہے ہم بھی کھل کر کہہ دیتے ہیں کہ عظمت رسول ﷺ کے مسئلہ میں اس قدر پلپلا پن ہمیں بھی قطعاً پسند نہیں ہے۔ دیدہ باید۔

متعلقین مصنف تحقیقات کے لیۓ لمحہ ٔفکریہ

آزمائش کی گھڑی نیز ان کی شرعی ذمہ داری

مصنف تحقیقات کا موقف نہایت درجہ غلط اور ان کا یہ اقدام ان کی زندگی کی سنگین غلطی اور بہت بڑا حادثہ ہے جس کا غلط ہونا کئی طرح سے خود ان کی تحریرات سے بھی ثابت ہے۔تفصیل ابھی گزری ہے۔پس ان کے ماننے والوں (شاگردوں' مریدوں' عزیزوں اور تعلق داروں) کے لیۓ ایک سخت آزمائش کی گھڑی اور لمحہ ٔفکریہ ہے کہ وہ انہی سے چپکے رہتے ہیں یا سب کچھ کو ٹھوکر لگا کر سرکار ﷺ کی غلامی اور آپ کے دامن پاک سے وابستگی کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فلا تقعد بعدالذکریٰ مع القوم الظٰلمین۔یعنی یاددہانی کے بعد' حد سے تجاوز کرنے والے لوگوں سے الگ ہو جاؤ (پ ۷' الانعام)۔

ایک اور مقام پر فرمایا: ''فلا تقعدوا معھم حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہ'' خلاصہ یہ کہ ایسے لوگوں کی سنگت سے دور رہو یہاں تک کہ وہ باز آ جائیں۔(پ ۵' النساء)۔

صحیح حدیث میں سیّدِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلك اضعف الایمان'' یعنی تم میں سے جو کسی قسم کی کوئی برائی دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے اپنی طاقت سے مٹائے۔اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت بیان کرے۔اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کم از کم ایمان کے کمزور ترین درجہ پر رہتے ہوئے دل سے اسے ضرور برا سمجھے۔ملاحظہ ہو (مسند احمد' صحیح مسلم' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' عن ابی سعید ﷺ الجامع الصغیر ۲' صفحہ ۱۷۰' قال السیوطی صح)۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی آخری وصیت:

اور سنیئے: امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال مبارک سے کچھ پہلے جو وصیتیں فرمائیں ان میں سے سب سے اہم اور مقدم وصیت وہ تھی جو بالعموم تمام اہلِ سنّت کو تھی اور وہ حسبِ ذیل ہے۔

پڑھیے'اور اپنی صحیح سمت متعین کیجئے۔فرمایا: ''تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں۔تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے' رافضی ہوئے' نیچری ہوئے' قادیانی ہوئے' چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنھوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیئے ہیں۔تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس ﷺ ربّ العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔حضور سے صحابہ روشن ہوئے ان سے تابعین روشن ہوئے۔ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ان سے ہم روشن ہوئے۔اب ہم تم سے کہتے ہیں: یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ ورسول کی سچی محبت' ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم' اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔

جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو' فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ' معظّم کیوں نہ ہو' اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو'' اھ ما اردنا ۔ (وصایا شریف' صفحہ ۴۶۵' ۴۶۶ مشمولہ ملفوظات اعلیٰ حضرت' طبع محمد علی کراچی)۔

بناءً علیہ اہلِ سنّت پر لازم ہے کہ وہ مولانا کو رجوع پر مجبور کریں پھر وہ مان جائیں تو فبہا ورنہ ان سے ہر طرح سے لاتعلقی رکھیں۔خصوصیت کے ساتھ میلادالنبی ﷺ کے جلسوں میں تو انہیں بالکل نہ بلائیں کیونکہ جو سیّد عالم ﷺ کو آپ کی ولادت باسعادت کے وقت نبی نہیں مانتا اسے میلاد شریف کے جلسوں میں بیان کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔اللہ تعالیٰ غیرت عطا فرمائے۔

———O———
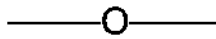
باب دوم

اس کا بیان کہ سیّد دو عالم ﷺ اوّل الخلق ہیں

زمانۂ قبل تخلیق آدم علیہ السلام میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کے نظریہ کے صحیح ہونے کے لیے پہلی بات جو بنیادی حیثیت رکھتی ہے، یہ ہے کہ اس جہان میں آپ کے وجود مبارک کو ثابت کیا جائے کیونکہ نبوت (نبی ہونا) صفت ہے جس کا تحقق وجود موصوف کے بغیر ناممکن ہے۔

فاقول وبا للہ التوفیق: یہ امر ہمہ قسم دلائل معتبرہ فی الباب سے ثابت ہے جو اتفاق سے خود مصنف تحقیقات کے ہاں بھی مسلّم ہے اس لیئے یہاں تکمیلاً للعنوان صرف انہی کے بعض حوالہ جات ہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ مکمل تفصیل دیکھنے کے لیئے ملاحظہ ہو اس موضوع پر تحریر کردہ فقیر کا رسالہ ''جلوۂ اُولٰی حقّ جلّ وعَلَا (علیہ التحیۃ والثناء)''۔

تو لیجیئے پڑھئے مصنف تحقیقات کی مسئلۂ ہٰذا پر بعض نقول۔

چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب کوثر الخیرات صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اوّل ما خلق اللہ نوری سب سے پہلی شے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''ان اللہ تعالٰی خلق قبل الاشیاء کلھا نور نبیك من نورہ '' تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے فیض ذات سے پیدا فرمایا''۔

نیز اسی کے صفحہ ۸۴، ۸۵، ۸۹ پر ہے: نبی الانبیاء ﷺ کی رسالت و نبوت ہر شے کو شامل ہے اور اجزاء عالم کو محیط ہے کائنات کی کوئی شے عموم نبوت سے خارج نہیں لہٰذا انسان جن اور فرشتے بھی اور فرش و عرش، لوح و قلم، جنت و دوزخ، حور و غلمان اور ذرات عالم میں سے کوئی بھی ایسی شے نہیں جو آپ کی رحمت اور رسالت سے فیض یاب نہ ہو۔

علاوہ ازیں انہوں نے اپنی کتاب تنویر الابصار صفحہ ۱۶، ۱۷، ۱۰۲، ۱۰۳ پر حدیث جابر رضی اللہ عنہ مفصلاً نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ "آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا"۔

اسی کے صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے: "اس حدیث سے نور محمدی کا اوّل الخلق ہونا باولیت حقیقۃ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آتا ہے، ان اشیاء کا نور محمدی سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے"۔

نیز اسی کے صفحہ ۱۷ پر ہے: مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریم ﷺ سے پہلے پیدا نہیں کی گئی"۔

نیز صفحہ ۱۸: "نورِ محمدی سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور اسی کو تاج نبوت اور خلعت رسالت سے نوازا گیا"۔

نیز صفحہ ۱۰۰: "نورِ محمدی اوّل حقیقی ہے"۔

نیز صفحہ ۱۰۵ پر اوّل ما خلق اللہ نوری کو استناداً و اثباتاً نقل کیا ہے۔

نیز صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲۹، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶ اور ۱۸۳ پر آپ ﷺ کا حقیقت کے لحاظ سے اصل موجودات ہونا تسلیم کیا ہے۔

نیز صفحہ ۱۵۲ پر لکھا ہے: "سبھی وجود میں آپ کے تابع ہیں اور آپ متبوع و اصل

ہے　　تو اصل وجود آمدی از نخست　　دگر ہرچہ موجود شدم فرع تست

نیز صفحہ ۳۴ پر ہے: "آپ ہر نور حسی اور معنوی کے اصل ہیں یعنی نور شمس و قمر اور نور کواکب و ابصار کے بھی اصل ہیں اور نورِ نبوّت و رسالت اور نور ولایت و ایمان کے بھی اصل آپ ہیں"۔

نیز صفحہ ۳۵ پر آپ ﷺ کو "نور الانوار" (جملہ انوار کا نور) لکھا ہے۔

صفحہ ۱۲۹ پر صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے: "میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں"۔

صفحہ ۱۹۶، پر آیت رحمۃ للعٰلمین کے حوالہ سے ہمہ گیریت تسلیم کی ہے جو اوّل الخلق ہونے کو مستلزم ہے۔

علاوہ ازیں اپنی تازہ پونجی مسماۃ تحقیقات میں ارقام فرماتے ہیں: "لامحالہ راجح اور مختار قول یہی ہوگا کہ نور تو آنحضرت ﷺ کا ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا"۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۹۷، طبع منیر الاسلام، سرگودھا)۔

ولنعم ماقیل　ع　مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

◆◆◆

باب سوم

سیّد عالم ﷺ کے تخلیقِ آدم علیہ السلام سے قبل بالفعل نبی ہونے کا ثبوت

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اپنی ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک کے عرصہ میں بالفعل نبی ہونے کے ناقابل تردید حقیقت ثابتہ واقعیہ ہونے کو کما حقہٗ علیٰ وجہ البصیرۃ اور صحیح معنیٰ میں سمجھنے نیز اس کا یقین حاصل کرنے کے لیئے کہ اس سلسلہ کے ہمارے دلائل واقعی صحیح مطابقی اور مبالغہ سے قطعاً پاک ہیں۔ اس امر کا سمجھنا لازم ہے کہ آپ ﷺ تخلیق سیّدنا آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی اور وصف نبوت سے متصف و موصوف تھے، کیونکہ اس کا دارومدار اسی امر کے ملحوظ رکھنے پر ہے۔ پس اس کے بقدر ضرورت بعض دلائل حسب ذیل ہیں: فاقول و باللہ التوفیق۔

آیت قرآنیہ سے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا: ''واذا اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ بن مریم واخذنا منھم میثاقا غلیظا'' یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے (اداء رسالت کی بابت) عہد لیا اور اے محبوب آپ سے عہد لیا اور نوح و ابراہیم نیز موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے لیا اور لیا بھی پختہ عہد (پ ۲۱، الاحزاب، آیت نمبر ۷ رکوع نمبر ۱۷)۔

وجہ تقدیم نبی ﷺ:

آیت ہٰذا میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر دیگر اولوالعزم رسل عظام علیہم السلام کے ذکر پر مقدم لایا گیا حالانکہ ہونا اس کے برعکس چاہیے تھا کیونکہ اس جہان میں جلوہ گری کے اعتبار سے آپ سب سے آخر میں ہیں تو ضرور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی کیونکہ قرآن مجید عرب محاورہ میں اترا ہے ''قال تعالی بلسان عربی مبین '' جب کہ کلام عرب میں کسی امر کی تقدیم وتاخیر وغیرہ کسی نہ کسی مقصد کی بنیاد پر کی جاتی ہے ولا یخفیٰ

علٰی خادم المعانی۔

بناءً علیہ اس کا محقق کرنا لازم ہوا۔

پس دلچسپی رکھنے والوں نے اس کا کھوج لگایا تو (مبلغ علم، وسائل اور انداز تحقیق نیز زاویہ فکر کے مختلف ہونے کے باعث) اس کی تین مختلف تحقیقیں سامنے آ گئیں۔ چنانچہ:

نمبر۱:____ بعض نے کہا چونکہ آغاز سورت میں آپ ﷺ مخاطب ہیں حیث قال تعالیٰ "واتبع ما یوحی الیک من ربك "اس لیئے کہ درمیان میں فاصلہ ہو جانے کی وجہ سے دوبارہ صیغۂ خطاب لایا گیا جس سے مقصد تاکید ہے۔

نمبر۲:____ بعض نے کہا کہ اس تقدیم سے مقصود آپ ﷺ کے شرف، بزرگی اور برتری کا اظہار ہے یعنی ایسے مواقع پر بڑوں کا نام پہلے لیا جاتا ہے نیز یہ کہ آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں۔

نمبر۳:____ جب کہ بعض دیگر نے کہا اس تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ آپ واقع میں از روئے تخلیق حقیقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے ہیں۔ بعض نقول ملاحظہ ہوں:

چنانچہ تفسیر نسفی (جلد ۳، صفحہ ۱۳۶۱ طبع کراچی) میں ہے: وقدم رسول اللہ علی نوح ومن بعده لان هذا العطف لبيان فضيلة هؤلاء لانهم اولو العزم واصحاب الشرائع فلما كان محمد صلى الله عليه وسلم افضل هؤلاء قدم عليهم ولولا ذلك لقدم من قدمه زمانه "یعنی اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر اس لیئے فرمایا ہے کہ یہ حضرات اصحاب شرائع اور اولوالعزم ہونے کے باعث دیگر انبیائے علیہم السلام سے فائق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر ان سے پہلے فرمایا کیونکہ آپ ان سے بھی بڑی شان والے ہیں اگر آپ کی تقدیم سے یہ مقصود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر پہلے فرماتا جو زمانہ کے اعتبار سے آپ سے پہلے تھے اھ۔

اقول: بعض علماء نے آیت کریمہ "انا اوحينا اليك كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده" کو اس کی نظیر کے طور پر پیش فرمایا ہے کہ وحی جلی اس جہان میں آپ ﷺ پر سب سے آخر میں اتری ہے تو لامحالہ آپ کی تقدیم آپ کی تعظیم کی بناء پر ہوئی فافهم وتدبر۔

نیز البحر المحیط میں ہے: وقدم محمد ﷺ لكونه افضل منهم واكثرهم اتباعاً یعنی آپ ﷺ کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور ان کی بہ نسبت پیروکار بھی آپ کے سب سے زیادہ ہیں۔ (جلد ۷، صفحہ ۲۱۳، طبع بیروت)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ''فبدأ فی ھذہ الآیة بالخاتم لشرفه صلوات اللہ علیه ثم رتبھم بحسب وجودھم صلوات اللہ علیھم ''یعنی آیت ہٰذا میں آپ ﷺ کے ذکر سے آغاز آپ کی بزرگی کی بناء پر ہے صلوات اللہ علیہ۔ پھر بقیہ حضرات کا ذکر ان کے اس جہان میں جلوہ گر ہونے کی ترتیب کے مطابق ہے۔ (جلد ۳' صفحہ ۴۸۵' طبع کراچی)۔

تفسیر بیضاوی (جلد ۲' صفحہ ۶۲۵' ۶۲۶ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت) میں ہے کہ: ''وقدم نبینا صلی اللہ علیه الصلاة والسلام تعظیماً له وتکریماً لشانه'' اھ۔

تفسیر روح المعانی (جلد ۱۱' صفحہ ۱۵۴' طبع ملتان) میں ہے: ''وتقدیم نبیا صلی اللہ علیه وسلم مع انه اخرھم بعثه للایذان بمزید خطرہ الجلیل او لتقدمه فی الخلق ''یعنی باوجودیکہ ہمارے نبی ﷺ زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری ہیں آپ کا ذکر پہلے ہے جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ آپ رتبہ میں سب سے عظیم ہیں یا یہ وجہ ہے کہ آپ تخلیق میں ان سے مقدم ہیں۔ اھ۔

تفسیر الخازن میں ہے: وقدم النبی ﷺ فی الذکر تشریفاً له وتعظیما ولما روی البغوی الخ۔ یعنی نبی ﷺ کی تقدیم فی الذکر آپ کی بزرگی اور برتری کے اظہار کے لیے ہے اور اس لیۓ بھی جو بغوی کی روایت میں ہے (کہ آپ ﷺ از روئے تخلیق تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہیں) ملاحظہ ہو (جلد ۳' صفحہ ۴۸۳' ۴۸۴ طبع پشاور)۔

اسی کی مانند تفسیر مظہری (جلد ۷' صفحہ ۲۸۷' طبع کوئٹہ) میں بھی ہے ولفظہ وقدم النبی ﷺ فی الذکر تعظیما له واشعارا بما اخبر عنه الخ۔

نیز حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی میں بیضاوی کے الفاظ ''تعظیماً'' کے تحت ہے: ''اولتقدمة الواقع وادم ﷺ بین الماء والطین ''یعنی آیت میں آپ ﷺ کے مقدم فی الذکر ہونے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ واقعہ میں سب سے پہلے اور اس وقت بھی نبی تھے کہ جب آدم ﷺ معرض وجود میں نہیں آئے تھے (جلد ۷' طبع دار الکتب العلمیہ' بیروت)۔ اسی طرح دیگر کئی کتب تفسیر میں بھی ہے۔

نیز فریق آخر کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے: ''ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے کما ثبت فی الحدیث'' اھ (تفسیر عثمانی' صفحہ ۵۴۳' طبع کراچی)۔

نیز ان کے پیشوا مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''وتقدیم نبینا ﷺ مع انه آخرھم

بعثا للایذان بمزید خطرہ اولانہ ھو المخاطب فیما سبق من قولہ "اتبع مایوحی" المقصود تاکیدہ بھذہ اولتقدمہ فی الخلق"۔ (بیان القرآن، جلد۲، جزء۹، صفحہ۳۷، طبع ایچ ایم سعید، کراچی)۔

کمالین حاشیۂ جلالین میں ہے: "آنحضرت ﷺ کو پہلے ذکر کرنے میں آپ کی برتری کی طرف اشارہ ہے (الیٰ) یا تقدم فی الخلق کی وجہ سے آپ کا نام پہلے آیا ہے" ملخصاً بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (جلد۵، صفحہ۱۰۱، طبع شرکت علمیہ ملتان، مؤلفہ نعیم دیوبندی صاحب، استاذ مدرسہ دیوبند)۔

خلاصہ یہ کہ پیش نظر آیت میں آپ کی تقدیم ذکر بلاوجہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجوہ ہیں (کمامر ذکرھا آنفاً)۔

وجہ راجح:

ان وجوہ میں درحقیقت کچھ تخالف نہیں تاہم اگر مان لیا جائے تو پھر ہم کہیں گے کہ ان میں وجہ راجح آپ ﷺ کے تقدم فی الخلق والی وجہ ہے کیونکہ دیگر وجوہ کی حیثیت تاویل کی ہے اور وجہ مذکور کی حیثیت تفسیر کی ہے جب کہ تاویل وتفسیر جمع ہوں اور ان میں تطبیق نہ ہو تو تفسیر کو ترجیح ہوتی ہے (اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ شرعاً مفسّر چار ہیں: ۱: قرآن، ۲: حدیث، ۳: صحابی، ۴: تابعی۔ بناءً علیہ تفسیر کے چار درجات ہوتے ہیں۔ ۱: تفسیر القرآن بالقرآن، ۲: تفسیر القرآن بالحدیث النبوی، ۳: تفسیر القرآن بقول الصحابی اور ۴: تفسیر القرآن بقول التابعی۔ لہٰذا مصنفین کتب تفسیر کو مفسرین کہنا ماہرین فن تفسیر کے معنٰی میں ہے پس آیت کا وہی معنٰی ہی تفسیر کہلائے گا جو ان درجات میں سے کسی سے ثابت ہو لا غیر)۔

فاقول وباللہ التوفیق۔ پیش نظر آیت میں "منک" کی تقدیم سے متعلق "تقدیم فی الخلق" والی وجہ کے علاوہ کوئی وجہ ان درجات اربعہ میں سے کسی کے ذریعہ ثابت نہیں پس قطعی طور پر ان کی حیثیت قول اور تاویل کی ہوئی اور اس بارے میں خود رسول اللہ ﷺ کا خصوصی اور صریحی فیصلہ منقول ہے۔ اس طرح سے تقدم فی الخلق والی وجہ صریحی طور پر مؤخر الذکر درجات ثلثہ سے ثابت ہوئی۔ ۱: خود رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے اسے بیان فرمایا اور ۲: صحابۂ کرام سے جنہوں نے اسے آپ سے حاصل کیا نیز ۳: تابعین عظام سے جنہوں نے اسے حضرات صحابۂ کرام سے لیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ملاحظہ ہو اس کے متعلق آپ ﷺ کا قول مبارک۔

آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بروایت ابوہریرہ:

چنانچہ حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت ہٰذا (میں مِنکَ کی تقدیم) کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (علامہ قرطبی نے اسے اس مفہوم سے لکھا ہے

کہ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن قولہ تعالیٰ واذا اخذنا الخ رسول اللہ ﷺ سے منک کی وجہ تقدیم پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: ''کنت اوّل النبین فی الخلق وآخرھم فی البعث ''یعنی اس آیت میں میرا ذکر پہلے اس وجہ سے ہے کہ میں تمام نبیوں سے از روئے تخلیق، پہلے ہوں اور میرا آخری ہونا بعثت کے اعتبار سے ہے۔

ملاحظہ ہو: تفسیر بغوی، جلد۳، صفحہ ۵۰۸ طبع ملتان واللفظ تفسیر خازن، جلد صفحہ ۴۸۳، ۴۸۴ بحوالہ بغوی۔ تفسیر مظہری، جلد ۷، صفحہ ۲۸۸، ایضاً بحوالہ بغوی۔ تفسیر روح المعانی، جلد ۱۱، صفحہ ۱۵۴ اخرج جماعۃ عن الحسن عن ابی ھریرۃ۔ تفسیر قرطبی، جلد ۷ جزو ۱۴، صفحہ ۸۵، طبع بیروت، نیز ضیاء القرآن، جلد ۴، صفحہ ۱۶، بحوالہ قرطبی۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۵، طبع قدیمی بحوالہ ابن ابی حاتم جس کے آخر میں یہ لفظ بھی ہیں فبدأ بی قبلھم یعنی آپ نے فرمایا یہ وجہ ہے ان سے پہلے میرا ذکر فرمانے کی۔ نیز البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۲ صفحہ ۲۷، طبع بیروت، بحوالہ دلائل النبوۃ لابن شاھین۔ نیز الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، جلد ۵، صفحہ ۱۸۴، طبع قم ایران بحوالہ حسن بن سفیان، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، دلائل النبوۃ لابی نعیم، دیلمی وابن عساکر واللفظ ''کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث فبدئ بہ قبلھم ''۔ نیز الخصائص الکبریٰ للسیوطی، جلد ۱، صفحہ ۳، بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم ودلائل النبوۃ لابی نعیم۔

نیز المقاصد الحسنۃ للسخاوی، صفحہ ۳۲۷، بحوالہ دلائل ابی نعیم، تفسیر ابن ابی حاتم، ابن لال ودیلمی، کشف الخفاء للعجلونی، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸، بحوالہ المقاصد۔ نیز تحفۃ الاحوذی، جلد ۴، صفحہ ۲۹۳، طبع ملتان، للمبارک فوری غیر المقلد، بحوالہ احمد، تاریخ بخاری، حاکم ودلائل ابی نعیم۔ نیز الفوائد المجموعۃ للشوکانی، صفحہ ۳۲۶ طبع بیروت۔ تذکرۃ الموضوعات للعلامہ طاھر الفتنی، صفحہ ۸۶، طبع ملتان۔ نیز موضوعات کبیر للعلامۃ علی القاری، صفحہ ۴۵، طبع کراچی بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم ودلائل ابی نعیم عن السیوطی۔ نیز سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ المعروف سیرۃ شامی، مؤلفہ امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی علیہ الرحمۃ، جلد ۱۰، صفحہ ۲۷۴، بحوالہ مسند حسن بن سفیان، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، دلائل النبوۃ لابی نعیم طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، مطبوعہ ۲۰۰۷ء۔ نیز سیرۃ شامی، جلد ۱، صفحہ ۶۸، الباب الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ، ﷺ بکونہ اوّل الانبیاء خلقاً بحوالہ ابو اسحاق جوزجانی وابن ابی حاتم فی التفسیر۔

نیز آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بروایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

نیز سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بدئ بی الخلق و کنت اخرھم فی البعث ''یعنی مجھ سے خلق کی ابتداء کی گئی اور میں بعثت میں سب سے آخر میں ہوں۔

ملاحظہ ہو(تفسیر روح المعانی' پ ۲۱' جلد ۱۱' صفحہ ۱۵۴' طبع ملتان' بحوالہ ابن ابی عاصم و الضیاء فی المختارۃ)۔

نیز آیت کی تفسیر میں آپ ﷺ کا ارشاد ایک اور صحابی کی روایت سے:

نیز ابو مریم الغسانی سے مروی ہے کہ "ان اعرابیا قال للنبی ﷺ ای شیٔ کان اول نبوتك قال اخذ اللہ منی المیثاق کما اخذمن النبیین میثاقھم و دعوۃ ابراھیم و بشریٰ عیسیٰ و رأت امی فی منامھا انہ خرج من بین رجلیھا سراج اضاءَ ت لہ قصور الشام "یعنی ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی حضور! آپ اپنی نبوت کے ابتدائی حالات سے تو کچھ بتائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد لیا جیسا کہ اس نے دوسرے نبیوں سے عہد لیئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے میری بعثت کی دعا کی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی' میری والدہ ماجدہ نے ایک بار عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ ان کے بطن سے ایک چراغ ظہور پذیر ہوا ہے جس کی روشنی سے ملک شام کے محلات چمک اٹھے۔ ملاحظہ ہو(کتاب الاوائل لابن ابی عاصم متوفّٰی ۲۸۷ھ صفحہ ۱۴ حدیث نمبر ۲۸' طبع دارالکتب العلمیہ بیروت' کتاب السنۃ لابن ابی عاصم' جلد ۱' صفحہ ۱۷۸۔ نیز مجمع الزوائد' جلد ۸' صفحہ ۲۲۴' طبع بیروت' بحوالہ طبرانی' نیز الخصائص الکبریٰ' جلد ۱' صفحہ ۴' بحوالہ طبرانی و ابونعیم۔ نیز الدرالمنثور' جلد ۵' صفحہ ۱۸۳' بحوالہ طبرانی' ابن مردویہ' ابونعیم فی الدلائل درمنثور میں یہ بھی ہے "ثم تلا واذا اخذنا من النبیین میثاقھم و منك" الآیۃ یعنی آپ ﷺ نے اخذ میثاق کا ذکر فرمانے کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی و اذا اخذنا الخ ملاحظہ ہو(صفحہ ۱۸۳' جلد ۵)۔

نیز آیت کی تفسیر میں آپ ﷺ کا ارشاد بروایت قتادہ تابعی مرسلا:

مشہور مفسّر تابعی امام قتادہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "ان نبی اللہ ﷺ کان یقول کنت اوّل الانبیاء فی الخلق و اخرھم فی البعث "یعنی نبی اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تخلیق میں سب نبیوں سے پہلے اور بعثت میں ان سب سے آخر میں ہوں۔ ملاحظہ ہو(ابن جریر' پ ۲۱' جلد ۱۰' صفحہ ۹۷' طبع دارالمعرفۃ بیروت' درمنثور' جلد ۵' صفحہ ۱۸۴' بحوالہ ابن جریر۔ نیز تفسیر مظہری' جلد ۷' صفحہ ۲۸۸' بحوالہ ابن سعد و لفظہ'۔ رواہ ابن سعد عن قتادۃ مرسلاً۔ نیز الجامع الصغیر للسیوطی' جلد ۲' صفحہ ۹۶' بحوالہ ابن سعد عن قتادۃ مرسلاً و لفظہ: "کنت اوّل الناس فی الخلق و اخر ھم فی البعث"۔ نیز مفتاح کنوز السنہ' صفحہ ۴۴۹' بحوالہ ابن سعد' جلد ۱' صفحہ ۹۶)۔ نیز ابن کثیر جلد ۳' صفحہ ۴۸۵' و قد رواہ سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ مرسلاً و ھو اشبۃ و رواہ بعضھم عن قتادۃ موقوفاً۔ نیز جواھر البحار' جلد ۱' صفحہ ۱۲' بحوالہ شفاء۔

نیز انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "کان النبی ﷺ اذا قرأ و اذ اخذنا من النبیین میثاقھم

ومنك ومن نوح قال بدئ بی فی الخیر و کنت اخرهم فی البعث ''۔یعنی نبی کریم ﷺ جب آیت کریمہ واذاخذنا الخ پڑھتے تو فرماتے اللہ نے اس شرف کا آغاز مجھ سے فرمایا جب کہ از روئے بعثت میں ان سب سے آخر میں ہوں۔ملاحظہ ہو(درمنثور' جلد۵' صفحہ۱۸۴' بحوالہ ابن ابی شیبہ' طبع ایران۔ نیز سبل الہدیٰ' جلد ۱۰' صفحہ ۴۷۲ بحوالہ ابن ابی شیبہ وابن جریر۔ نیز جلد۱' صفحہ ۶۸' بحوالہ ابن اسحٰق ابوسعد نیشاپوری ابن الجوزی۔

تفسیر آیت مذکورہ بقول قتادہ تابعی:

مفسر قتادہ تابعی جب اس آیت کو تلاوت کرتے تو کہتے: ''کان نبی الله ﷺ فی اوّل النبیین فی الخلق ''یعنی آیت میں آپ کا ذکر اس لیئے سب سے پہلے ہے کہ آپ ﷺ تخلیق میں سب نبیوں سے پہلے ہیں۔ملاحظہ ہو(تفسیر ابن جریر' پ۲۱' جلد۱۰' صفحہ۷۹ طبع بیروت) نیز جواہر البحار' جلد۱' صفحہ۱۲' بحوالہ شفاء۔نیز تفسیر بغوی(جلد۳' صفحہ ۵۰۸) میں ہے:''قال قتادة وذلك قول الله عزوجل واذ اخذنا من النبیین میثاقهم الخ فبدأ به قبلهم ''یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد واخذنا الخ میں آپ ﷺ کا ذکر تمام نبیوں سے پہلے اس لیئے ہے کہ آپ تخلیق میں ان سے پہلے ہیں۔نیز ملاحظہ ہو(تفسیر الخازن' جلد۳' صفحہ۴۸۳' ۴۸۴ بحوالہ بغوی)۔

خلاصہ یہ کہ زیر بحث آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کا تقدیم ذکر از روئے تفسیر اس وجہ سے ہے کہ آپ تخلیق کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہیں اور یہ تفسیر خود رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے نیز بعد کے درجات تفسیر(قول صحابی وتابعی) سے بھی صریحاً ثابت ہے۔مزید سنیئے:

حدیث قدسی سے اس کی تائید:

ایک حدیث قدسی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔چنانچہ واقعہ معراج کی انتہائی طویل حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:''جعلتك اول النبیین خلقاً واخرهم بعثاً '''(الیٰ) وجعلتك فاتحا وخاتماً''یعنی محبوب! آپ پر میری نوازشوں سے یہ ہے کہ میں نے آپ کو تخلیق میں تمام نبیوں سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخری بنایا بلکہ میں نے آپ کو صرف امر نبوت میں نہیں ہر امر میں اوّل وآخر بنایا۔(ملخصاً)۔ملاحظہ ہو(الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ ۱۷۵' ۱۷۱' بحوالہ ابن جریر' ابن ابی حاتم' ابن مردویہ' بزار' ابو یعلیٰ وبیہقی من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔نیز درمنثور' جلد۴' صفحہ۱۴۴' ۱۴۶ بحوالہ بزار' ابویعلیٰ' ابن جریر' کتاب الصلاۃ للمروزی' ابن ابی حاتم' ابن عدی' ابن مردویہ' دلائل النبوۃ للبیقھی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔نیز تفسیر ابن جریر پ۱۵' صفحہ۶' ۹' عن ابی العالیة عن ابی هریرة اوغیرہ شک ابوجعفر۔ تفسیر ابن کثیر' جلد۳' صفحہ ۱۷' ۲۰' بحوالہ ابن جریر۔نیز الشفاء للقاضی عیاض' جلد۱' صفحہ۱۱۱' فی تفصیله بما تضمنه

کرامۃ الاسراء' طبع مکتبہ مصطفی البابی الحلبی مصر۔ نیز شرح شفاء خفاجی وقاری' جلد ا' صفحہ ۲۵۶' طبع ملتان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیز زرقانی' جلد ۵' صفحہ ۲۴۲۔

اقول: حدیث قدسی کو ساتھ ملانے سے واضح ہو گیا کہ تفسیر کے درجات اربعہ کے مطابق پیش نظر آیت کریمہ میں مِنْکَ کی تقدیم اس لیئے ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے تخلیق میں اوّل ہیں۔ اس سے یہ بھی کھل کر سامنے آ گیا کہ جن علماء تفسیر نے اس کے تأویلی معانی اس تفسیری معنیٰ کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں' اس سے ان کا مقصد محض جمع اقوال ہے تفسیری معنیٰ پر تأویلی معنیٰ کو ترجیح دینا ہرگز مقصود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض نے تأویلی معانی سے تعرض کرنے کی بجائے صرف تفسیری معنیٰ کے بیان پر اکتفاء فرمایا ہے' جس سے خصوصیت کے ساتھ اس مقام پر ان کی ژرف نگاہی کا اندازہ بھی ہوتا ہے جیسے امام علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث قال وقدم النبی ﷺ بالذکر لما اخبرنا احمد بن ابراهیم الشریحی (الیٰ) عن ابی هریرة الخ ملاحظہ ہو (معالم التنزیل' جلد ۳' صفحہ ۵۰۸' طبع ملتان)۔

نیز جیسے علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ ولفظہ' وقدم محمداً ﷺ فی الذکر لماروی قتادة عن الحسن عن ابی هریرة الخ۔ ملاحظہ ہو (تفسیر قرطبی' جزء نمبر ۱۴' جلد صفحہ ۸۵' طبع بیروت)۔

نیز جیسے حضرت شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے لفظ ہیں: ''وقدم النبی ﷺ لقول کنت اول النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث''۔ ملاحظہ ہو (حاشیہ بیضاوی' جلد ۴' صفحہ ۵۴' طبع داراحیاء التراث العربی بیروت)۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر جامع بات کہی کہ یہاں آپ ﷺ کی تقدیم آپ کے تقدم فی الرتبہ اور تقدم فی الوجود دونوں کی وجہ سے ہے۔ (مشکوٰۃ' صفحہ ۴۲۰' حاشیہ نمبر ۱۰' نیز علامہ سید احمد عابدین نے بھی یونہی فرمایا۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار' جلد ۳' صفحہ ۲۴۴' طبع مصر)۔

حدیث ہذا کی فنی حیثیت:

حدیث ہذا (کنت اول النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث) کا صحیح اور کم از کم معتبر فی الباب ہونا بالکل بے غبار ہے۔ کیونکہ اس کا مضمون' آیت قرآنیہ کے عین مطابق ہے۔ نیز یہ بطرق متعددہ مروی ہے اگر فرداً فرداً کلام ہو بھی سہی تو مجموعہ سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ نیز اس کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔

علاوہ ازیں علماء شان سے اس کے قبول وصحت کی تصریحات بھی منقول ہیں۔ چنانچہ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ الخصائص الکبریٰ میں لائے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳' جب کہ اس کے دیباچہ میں آپ نے لکھا ہے: ''ونزهته عن الاخبار الموضوعة ومایرد وسقت الطرق والشواهد لما ضعف من

حیث السند ''یعنی میں نے اپنی اس کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں رکھی جو موضوع اور مردود ہو اور جو روایتیں از روئے سند ضعیف ہیں تو ان کے مختلف طرق نیز شواہد کو لا کر میں نے اس کی تلافی کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (جلد ا' صفحہ ۳)۔

نیز اپنی دوسری کتاب الجامع الصغیر میں امام قتادۃ تابعی کی مرسل روایت ''کنت اول الناس فی الخلق واخرھم فی البعث'' بحوالہ ابن سعد نقل فرما کر اس کے آگے ''صح'' کا نشان دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (جلد ۲' طبع صفحہ ۹۶ سمندری' پاکستان)۔

علامہ عزیزی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''قال الشیخ حدیث صحیح ''یعنی حضرت سیوطی نے جو یہاں ''صح'' کا نشان دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو (السراج المنیر' جلد ۴' صفحہ ۳۱' طبع مکتبہ السمان' مدینہ منورہ)۔

نیز علامہ طاہر فتنی حنفی نے تذکرۃ الموضوعات (صفحہ ۸۶ طبع ملتان) علامہ سخاوی شافعی نے المقاصد الحسنہ (صفحہ ۳۲۷) علامہ عجلونی شافعی نے کشف الخفاء (جلد ۲' صفحہ ۱۱۸) میں (بحوالہ سخاوی) اور علامہ علی القاری حنفی نے موضوعات کبیر (صفحہ ۵۴) میں لکھا ہے (واللفظ للقاری): ''ولہ شاھد من حدیث میسرۃ الفجر بلفظ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اخرجہ احمد والبخاری فی تاریخہ وصححہ الحاکم'' یعنی صحابی جلیل میسرۃ الفجر کی مرفوع حدیث ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' جسے امام احمد نے نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت فرمایا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس (حدیث کنت اول النبین فی الخلق الخ) کے ثابت الاصل ہونے کی شاہد ہے۔ اھ۔

نیز علامہ علی القاری نے اسے ابونعیم وغیرہ کے حوالہ سے استناداً لیا ہے۔ ملاحظہ ہو (مرقاۃ ۱۱' صفحہ ۵۸' طبع ملتان)۔

واضح رہے کہ علامہ سخاوی شافعی نے اس مضمون کی دیگر احادیث کو بھی اس کا شاہد بتایا ہے جیسے حدیث عرباض بن ساریہ اور حدیث ابن عباس وغیرہما ملاحظ ہو (المقاصد الحسنۃ' صفحہ ۳۲۷) (ان کی مکمل باحوالہ تفصیل عنقریب آ رہی ہے)۔

توثیق حدیث کنت اول النبین از جانب مخالف:

جانب مخالف کے متعدد پیشواؤں سے بھی حدیث ہذا کے مقبول ومعتبر بلکہ صحیح ہونے کی تصریحات موجود ہیں بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

معروف غیر مقلد شیعی عالم قاضی شوکانی صاحب نے الفوائد المجموعہ (صفحہ ۱۲۵ طبع بیروت) میں لکھا ہے: "لہ شاھد صححہ الحاکم بلفظ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد "یعنی حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد جسے حاکم نے صحیح کہا ہے اس کی مؤید ہے۔

نیز غیر مقلدین کے ایک اور عالم و مقتدا نواب صدیق حسن خان بھوپالی صاحب لکھتے ہیں: "اول النبیین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور آدم اپنی طینت میں منجدل تھے اور سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا"۔ ملاحظہ ہو (الشمامۃ العنبریہ صفحہ ۴۰ طبع بھوپال)۔

اسی کے صفحہ ۹۹ پر اپنی اس کتاب کی صفائی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں "روایات موضوعہ وضعیفہ وحکایات مفتعلہ مختلقہ سے اجتناب کیا گیا ہے"۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ پیش نظر حدیث قطعاً صحیح ہے۔

علاوہ ازیں ان کے ایک اور پیش رو مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب نے اس حدیث کو بلا تردید بلکہ استناداً مرقاۃ کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "وروی ابونعیم فی الدلائل وغیرہ من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعاً کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث "یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "کنت اول النبیین الخ امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تحفۃ الاحوذی جلد ۴ صفحہ ۲۹۲ طبع فاروقی ملتان)۔

علاوہ ازیں دیوبندی حضرات کے پیشوا مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب نے وجہ تقدیم بیان کرتے ہوئے کہا: "او لتقدمہ فی الخلق"۔

پھر استناداً لکھا ہے: "وقولہ علیہ السلام کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث" (بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۷ جزء ۹)۔ نیز نشر الطیب صفحہ ۸ نحوہ تحت روایت شعبی)۔

نیز مدرسہ دیوبند کے استاذ مولوی نعیم دیوبندی صاحب نے اس حوالہ سے تحریر کیا ہے: "با تقدم فی الخلق کی وجہ سے آپ کا نام پہلے آتا ہے حدیث میں ہے: "کنت اول الانبیاء فی الخلق واخرھم فی البعث"۔ ملاحظہ ہو (کمالین شرح جلالین جلد ۵ صفحہ ۱۰ طبع ملتان)۔

نیز ان کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: "اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے" کما ثبت فی الحدیث" ملاحظہ ہو (تفسیر عثمانی صفحہ ۵۴۳ طبع کراچی)۔

نیز لاہوری مرزائیوں کے ترجمان مولوی محمد علی مرزائی نے اپنے ترجمۂ قرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے

''یہاں جومنک میں نبی صلعم کا ذکر سب سے پہلے کیا تو اس بات کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کنت اول النبین فی الخلق و آخرھم فی البعث یعنی پیدائش میں سب نبیوں سے اوّل ہوں اور بعثت میں سب سے آخر''۔ ملاحظہ ہو (بیان القرآن' صفحہ ۷۷۴' طبع احمدیہ انجمن لاہور)۔

مصنف تحقیقات سے اس کی تصدیق:

مصنف تحقیقات بھی اس سلسلہ کی کئی تصریحات کر چکے ہیں چنانچہ اپنی تنویر الابصار (صفحہ ۲۴' مطبوعہ ستمبر ۱۹۸۵ء) میں زیر بحث آیت (و اذاخذنا من النبین الخ) کو وہ نفس مسئلہ کے لیئے بطور دلیل لائے تھے۔

نیز اپنی ایک اور کتاب سیرت سیّد الانبیاء ﷺ ترجمہ الوفاء محررہ شعبان ۱۳۹۹ھ میں موصوف نے لکھا ہے ''ابونعیم نے دلائل النبوۃ وغیرہ میں اس کو ابوہریرہ ؓ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا ہے: کنت اول النبین فی الخلق و آخرھم فی البعث (میں تخلیق میں سب انبیاء سے مقدم ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں)'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۵' طبع فرید بک سٹال' لاہور)

نیز اپنی تازہ کاوش میں اپنے اس اقرار کے ثبوت کے طور پر کہ ''آپ ﷺ عالم ارواح میں بالفعل اور خارج میں نبی اور انبیاء و رسل اور ملٰئکہ علیہم السلام کے مربی اور فیض رساں تھے'' لکھا ہے: ''جیسے کہ کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث ''اور''قالو متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسم'' سے ہے''۔ ملاحظہ ہو (تحقیقات' صفحہ ۲۶)۔ ولنعم ماقیل

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

''قاضی'' شوکانی کے ظالمانہ فیصلہ کا فیصلہ:

اس مقام پر غیر مقلد شیعی عالم قاضی شوکانی صاحب کے ایک ظالمانہ بیان کی حقیقت بھی دیکھتے جایئے۔ موصوف نے مبحث فیہ حدیث (کنت اول النبین الخ) کے متعلق لکھا ہے کہ: ''لہ شاھد صححہ الحاکم بلفظہ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد وقال الصغانی ھو موضوع و کذا قال ابن تیمیہ ''یعنی ثابت الاصل ہونے کا ایک ایسا مؤید موجود ہے جسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور وہ ہے ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ''اور صغانی نے کہا ہے یہ موضوع ہے اور ابن تیمیہ نے بھی یونہی کہا ہے۔ (الفوائد المجموعہ' صفحہ ۳۲۶' طبع بیروت) جو قاضی صاحب موصوف کے ذہنی انتشار پر مبنی نیز قطعاً خلاف واقعہ ہے کہ امام شان سے مدلل تصحیح کی نقل کے ساتھ صغانی اور ابن تیمیہ کا حکم وضع کا بے بنیاد قول لائے ہیں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ صغانی اور ابن تیمیہ نے بھی یہ بات نہیں کی جس کا اندازہ علامہ فہّامہ طاہر پٹنی حنفی علیہ الرحمۃ کی اس مفصل

عبارت سے ہوتا ہے آپ لکھتے ہیں: في المقاصد كنت اول النبيين في الخلق واٰخرهم في البعث من حديث سعيد بن بشير وله شاهد في تاريخ البخاري وغيره وصححه الحاكم بلفظ "كنت نبيا واٰدم بين الروح والجسد "۔ والذي اشتهر بلفظ كنت نبيا واٰدم بين الماء والطين فلم نقف عليه بهٰذا اللفظ فضلا عن زيادة وكنت نبيا ولا اٰدم ولا ماء ولا طين "۔ وقد قال شيخنا ان الزيادة ضعيفة والذي قبلها قوي ۔ قال الحقير قال الصغاني بل هو موضوع ۔ وفي الذيل كنت نبيا واٰدم نبيا واٰدم بين الماء والطين وكنت نبيا ولا اٰدم ولا ماء ولاطين' قال ابن تيميه موضوع وهو كما قال۔"

یعنی علامہ سخاوی کی کتاب المقاصد الحسنہ میں ہے کہ حدیث كنت اول النبيين في الخلق واٰخرهم في البعث "بروایت سعید بن بشیر مروی ہے تاریخ بخاری وغیرہ میں " كنت نبيا واٰدم بين الروح والجسد " کے الفاظ سے اس کا شاہد اور مؤید موجود ہے۔ اور اس سلسلہ کی جو حدیث " كنت نبيا واٰدم بين الماء والطين " کے لفظوں سے مشہور ہے ان الفاظ سے ہمیں اس پر واقفیت نہیں ہو سکی چہ جائیکہ ان لفظوں سے واقفیت ہو جو اس کے ساتھ مزید بیان کیے جاتے ہیں " وكنت نبيا ولا اٰدم ولا ماء ولا طين "۔ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فرمایا یہ زیادہ ضعیف ہے اور اس کا پہلا حصہ (كنت نبيا واٰدم بين الماء والطين) قوی ہے۔

یہ حقیر کہتا ہے کہ صغانی نے کہا یہ ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہے اور ذیل میں ہے کہ ابن تیمیہ نے اس کے پورے مجموعہ کو موضوع قرار دیا ہے اور وہ موصوف کے کہے کے مطابق ہے۔ ملاحظہ ہو (تذکرۃ الموضوعات' صفحہ ۸۶' طبع مکتبہ مجیدیہ ملتان)۔

اقول: اس تفصیلی عبارت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صغانی اور ابن تیمیہ میں سے کسی نے بھی حدیث كنت اول النبيين في الخلق کو موضوع نہیں کہا بلکہ اول الذکر نے الفاظ مشہورہ مذکورہ کے ایک حصہ کو موضوع کہا ہے اور ثانی الذکر نے انہی الفاظ کے مجموعہ پر حکم وضع لگایا ہے بناءً علیہ قاضی شوکانی کا صغانی اور ابن تیمیہ کے حوالہ سے یہ بیان قطعی طور پر واقعہ کے خلاف ہے جس کے بعد نوک قلم پر بے ساختہ آتا ہے ۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیے
ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

باقی " كنت بنيا واٰدم بين الماء والطين " کے الفاظ روایت بالمعنٰی ہیں الماء' الروح کا متبادل ہے اور الطین' الجسد کا قائم مقام۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح روح سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اسی طرح پانی سے مٹی کو زندگی ملتی ہے قال اللہ تعالیٰ " واية لهم الارض الميتة احيينا ها "۔ اسی لیے محقق قسم کے علماء نے اس پر مطلقاً

حکم وضع لگانے کی بجائے ایک حد تک اس کو صحیح اور قوی قرار دیا ہے جیسا کہ پیش نظر عبارت سے بھی واضح ہے

ع　　ببین تفاوت کہ رہ از کجا است تا بہ کجا

اس کی پوری بحث آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔ فمن شاء الاطلاع علیہ فلیرجع الیہ۔

آیت میں مذکور میثاق انبیاء علیہم السلام کی نوعیت:

انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا گیا مذکور فی الآیۃ میثاق وعہد تبلیغ رسالت اور دعوت الی الدین المتین کے بارے میں تھا۔ چنانچہ مؤلف کنز الدقائق، احد الائمۃ المجتہدین حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی (متوفی ۷۱۱ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ مدارک التنزیل وحقائق التأویل المعروف تفسیر النسفی میں مبحث فیہ آیت میثاق النبیین کی نوعیت بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''ای اذکر حین اخذنا میثاقھم بتبلیغ الرسالۃ والدعاء الی الدین القیم ''یعنی الفاظ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اس وقت کو یاد کیجئے جب ہم نے ان سے (نبیوں سے) رسالت کے پہنچانے اور لوگوں کو دین متین کی طرف بلانے کا عہد لیا تھا۔ ملاحظہ ہو (جلد ۳، صفحہ ۱۳۶۱، طبع قدیمی کراچی)۔

اسی طرح بالفاظ مختلفہ بمضمون واحد دیگر متعدد کتب تفسیر میں بھی ہے۔

اقول: یہ معنیٰ تفسیر کے عین مطابق ہے یعنی یہ تأویلی معنیٰ نہیں بلکہ تفسیری ہے کیونکہ یہ تفسیر کے درجہ ثالثہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحابی جلیل سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عہد اَلست کی تفصیل کے بیان میں فرمایا: ''ورأی الانبیاء فیھم مثل السرج علیھم النور خصوا بمیثاق آخر فی الرسالۃ والنبوۃ وھو قولہ تبارك وتعالیٰ واذا اخذنا من النبیین میثاق (الیٰ قولہ) عیسیٰ بن مریم'' یعنی اللہ تعالیٰ نے عہد الست کے موقع پر جب تمام اولاد آدم علیہ السلام کو صلب آدم علیہ السلام سے چھوٹے چھوٹے ذرات کی مقدار پر ان کی دنیوی صورتوں میں باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے ملاحظہ کے دوران انبیاء علیہم السلام کو ان میں دیکھا کہ وہ روشن چراغوں کی مثل تھے جن پر انوار وتجلیات کا پہرہ تھا۔ ان سے عہدِ الست کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ رسالت اور نبوت کا عہد بھی لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذاخذنا من النبیین میثاقھم میں جس میثاق کا ذکر ہے اس سے مراد یہی (رسالت ونبوت کا) میثاق ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی، صفحہ ۲۴ بحوالہ مسند احمد طبع کراچی، نیز مستدرک حاکم، جلد ۲، صفحہ ۳۲۴ نیز تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶، بحوالہ ابوجعفر الرازی۔ نیز کتاب الروح لابن القیم، صفحہ ۲۴۳، طبع منصورہ مصر۔ نیز بیان القرآن تھانوی، جلد ۲، جزء ۹، صفحہ ۳۷، بحوالہ مشکوٰۃ، طبع کراچی)۔

اقول: ابن قیم نے حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے" ھذا اسناد صحیح "یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ نیز محشی نے اسے مستدرک پر محوّل کر کے لکھا" صحّحہ و وافقہ الذھبی "یعنی امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی تردید کرنے کی بجائے اس میں ان سے موافقت کی ہے۔ ملاحظہ ہو (کتاب الروح' صفحہ وطبع مذکور مع حاشیہ ا)

ثم اقول: حضرت ابی کا یہ قول چونکہ امور قیاسیہ سے نہیں ہے اس لیئے حکماً مرفوع (قول رسول اللہ ﷺ) ہے پس یہ در حقیقت تفسیر کا درجہ ثانیہ ہے۔

زمانہ میثاق سید عالم ﷺ:

آیت کی تفسیر سے جہاں یہ ثابت ہو گیا کہ اس میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک اس لیے مقدم ہے کہ آپ ازروئے تخلیقِ انبیاء علیہم السلام سے پہلے ہیں' وہاں آیت میں حضور اقدس کے میثاق کے علیحدہ ذکر سے یہ اشارہ بھی مل گیا کہ آپ ﷺ کا زمانۂ میثاق بھی دیگر انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کے زمانۂ میثاق سے الگ ہے جب کہ حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کیونکہ:

زمانہ میثاق دیگر انبیاء علیہم السلام:

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانۂ میثاق کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ ہر نبی اور ہر رسول سے یہ میثاق الگ الگ سے ان کی اپنی اپنی بعثت کے وقت لیا گیا تھا۔ چنانچہ ابن کثیر دمشقی نے آیت آل عمران و اذا اخذ اللہ میثاق النبیین اور آیت احزاب (زیر بحث) کو لکھنے کے بعد کہا ہے:" فھذا العھد و المیثاق اخذا علیھم بعد ارسالھم و کذلك ھذا "یعنی ان دونوں آیتوں میں ایک ہی میثاق کا ذکر ہے جو انبیاء سے ان کی اپنی اپنی بعثت کے بعد لیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر' جلد ۳' صفحہ ۴۸۵' طبع کراچی)۔

اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد' عہدِ الست کے موقع پر (بہ ہیئتِ کذائیہ اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے) لیا گیا تھا جس کی وضاحت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو حکماً مرفوع ہے اور مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہما کے حوالہ سے ابھی گزرا ہے۔

علاوہ ازیں امام مجاہد تابعی مفسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" ھذا فی ظھر آدم علیہ الصلاۃ و السلام "یعنی یہ عہد اس وقت لیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے پشت آدم علیہ السلام سے ان کی جملہ اولاد کو نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا۔ ملاحظہ ہو (قرطبی جزء نمبر ۱۴' جلد صفحہ ۸۵' طبع بیروت)۔

نیز ابن کثیر نے روایت ابی رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:" و ھذا قول مجاھد ایضاً "یعنی

بعینہٖ یہی قول امام مجاہد کا بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۶ طبع کراچی)۔

اقول: قول اول ابن کثیر کا ذاتی قول ہے جو تاویل کی حیثیت رکھتا ہے جس کے غیر صحیح اور انتہائی نرم لفظوں میں غیر راجح ہونے کے لیئے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ تفسیر (قول صحابی نیز قول تابعی) کے خلاف ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ شروع تفسیر میں یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ طریق تفسیر یہ ہے کہ: ''ان یفسر القرآن بالقرآن'' قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو۔ ''فمن السنة'' پھر حدیث نبوی سے۔ ''اذالم نجد رجعنا فی ذلك الی اقوال الصحابة'' یعنی قرآن وحدیث سے وضاحت نہ ملنے کی صورت میں اقوال صحابہ سے تفسیر لی جائے۔ ان سے بھی نہ ملے تو کثیر ائمہ کے حسب معمول ''الی اقوال التابعین'' اقوال تابعین سے رجوع کیا جائے۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اس کے لیئے انہوں نے سب سے سر فہرست امام مجاہد کا نام لیا ہے اور ائمہ سے اس کی توثیق بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں ''کمجاھد بن جبر فانه کان آیة فی التفسیر (الی) کان سفیان الثوری یقول اذا جاء ك التفسیر عن مجاھد فحسبك به'' یعنی مفسرین تابعین میں امام مجاہد بن جبر ہیں جو تفسیر القرآن میں سب سے ممتاز ہیں (جنہوں نے حضرت ابن عباس سے پورا قرآن مجید ایک ایک آیت کر کے مکمل تفسیر سے پڑھا اسی لیئے) حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے کہ جب تمہیں کسی آیت کی تفسیر حضرت مجاہد سے مل جائے تو بس اسی کو کافی سمجھو۔ (ملخّصاً ماار دنا) ملاحظہ ہو (ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳، ۴، ۵ طبع قدیمی کراچی)۔

علاوہ ازیں البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ میں کئی طرح سے انہوں نے صراحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے بھی قبل کے نبی ہیں۔

الغرض ما نحن فیہ میں مذکورہ دو قولوں میں سے جس کو بھی لیا جائے' اس نکتہ پر سب کا اتفاق ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا زمانۂ میثاق تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بعد ہے جب کہ:

زمانہ میثاق سید الانبیاء ﷺ:

ہمارے آقا و مولیٰ سیّد الانبیاء ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے منصب نبوت و رسالت پر فائز تھے تو لامحالہ آپ کا میثاق بھی ان کے میثاق سے پہلے ماننا لازم ہوا۔ اسی لیئے عہدِ الست کے وقت بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بلیٰ کہا جس سے انبیاء و رسل کرام علیہم السلام وغیرہم کو رہنمائی ہوئی پھر انہوں نے آپ سے سن کر بلیٰ کہا (اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا)۔

چنانچہ سہل بن صالح ہمدانی نے امام اہل بیت محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ بعثت میں آخری

ہونے کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے کیونکر متقدم ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولادِ آدم علیہ السلام کو پشت آدم سے نکال کران سے سؤال فرمایا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ''کان محمد ﷺ اول من قال بلی ولذلك صار يتقدم الانبياء وهو آخر من بعث ''تو حضرت ﷺ نے سب سے پہلے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا بلٰی (کیوں نہیں یعنی واقعی تو ہمارا رب ہے) اسی لیۓ باعتبار بعثت آخری ہونے کے باوجود آپ تمام نبیوں سے پہلے ہیں۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد ا' صفحہ ۳' بجوالہ ابو سہل القطان فی جزء من اماليه) نیز جواہر البحار' جلد ۲' صفحہ ۱۶۱' عن ابن الجزار' نیز المورد الروی' صفحہ ۴۰' طبع مکۃ المکرّمۃ۔ نیز سبل الہدیٰ' جلد ۱۰' صفحہ ۳۰۴۔

الغرض آپ ﷺ کا سب سے پہلے بلی کہہ کر اقرار ربوبیت فرمانا پہلے سے آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی بناء پر تھا جو اس کو مستلزم ہے کہ آپ کا زمانہ میثاق دیگر انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کے زمانہ میثاق سے علیحدہ اور پہلے ہے۔ مزید پڑھیۓ اس پر آپ ﷺ کے دوٹوک صریح فیصلے:

تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کے دوٹوک صریح فیصلے:

یعنی حدیث کنت نبیاً

۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''قالوا يارسول الله متى وجبت لك النبوة قال وادم بين الروح والجسد ''یعنی صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو نبوّت کب حاصل ہوئی؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اھ۔ ملاحظہ ہو (جامع الترمذی' جلد ۲' صفحہ ۲۰۱' المناقب طبع دہلی)۔

نیز مشکوٰۃ عربی' صفحہ ۵۱۳' بحوالہ ترمذی۔ نیز ملاحظہ ہو (مستدرک حاکم' جلد ۳' صفحہ ۵۰۹' حاشیہ ۴۲۶۶) ولفظہ: ''قيل متى وجبت لك النبوة قال بين خلق آدم و نفخ الروح فيه ''یعنی عرض کی گئی آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا آدم علیہ السلام کے جسم کے بنائے جانے اور اس میں روح کے پھونکے جانے کے درمیان۔ اھ۔

نیز ملاحظہ ہو (کتاب الشریعۃ للآجری' صفحہ ۳۴۲' حاشیہ ۹۰۲' ۹۰۳) ولفظہ: سئل صلى الله عليه وسلم متى وجبت (آگے مثل حاکم) نیز ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد ا' صفحہ ۴' الدر المنثور' جلد ۵' صفحہ ۱۸۴' بحوالہ حاکم' بیہقی' ابونعیم) نیز موضوعات کبیر صفحہ ۵۴' بحوالہ ترمذی۔ نیز المقاصد الحسنہ للسخاوی' صفحہ ۳۲۷۔ نیز البدایہ والنہایہ' جلد ۲' صفحہ ۲۷۳' بحوالہ دلائل النبوۃ لابن شاہین۔ کشف الخفاء للعجلونی' جلد ۲' صفحہ ۱۱۸' بحوالہ ترمذی وغیرہ)۔

نیز المستدرک للحاکم، جلد۳، صفحہ ۵۰۹، حاشیہ: بحوالہ ترمذی، دلائل النبوۃ لابی نعیم۔ فوائد التمام، اخبار اصبہان، دلائل بیہقی، تاریخ بغداد)۔ نیز جواہر البحار، جلد۱، صفحہ ۷۱، بحوالہ شفاء شریف۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰، صفحہ ۱۴۹، بحوالہ ترمذی حاکم بیہقی ابونعیم۔

اقول: امام ترمذی نے فرمایا ''ہٰذا حدیث حسن صحیح'' یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی، جلد۲، صفحہ ۲۰۱، المقاصد الحسنہ، صفحہ ۳۲۷)۔

نیز علامہ سخاوی فرماتے ہیں ''صححہ الحاکم ایضاً امام حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (المقاصد الحسنہ، صفحہ ۳۲۷)۔

امام سبکی نے بھی اسے صحیح کہا ولفظہ ''فعرفنا بالخبر الصحیح'' (الخصائص الکبریٰ، جلد۱، صفحہ۵، بحوالہ التعظیم والمنۃ، کشف الخفاء جلد۲، صفحہ ۱۱۸، قال الترمذی حسن صحیح و صححہ الحاکم۔

۲ ___ حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''قلت یارسول اللہ متی کنت نبیا قال وادم بین الروح والجسد'' یعنی میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نبی کب سے بنے؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد۱، صفحہ۳، نیز درمنثور، جلد۵، صفحہ ۱۸۴، بحوالہ مسند احمد، تاریخ بخاری، طبرانی، حاکم، دلائل ابی نعیم، دلائل بیہقی، مسند احمد، جلد۵، صفحہ ۵۹، میں ''متی کتبت نبیا'' کے لفظ ہیں یعنی آپ کب سے نبی متعین فرمائے گئے۔ مستدرک، جلد۳، صفحہ ۵۰۸، حاشیہ ۴۲۶۵ میں ''قلت لرسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ ہیں یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ مزید ملاحظہ ہو (جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی لابن العربی المالکی، جلد۷، صفحہ ۸۷، وفی الباب عن میسرۃ الفجر)۔

نیز کتاب الشریعۃ للامام الآجری، صفحہ ۳۴۲، حدیث ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱۔

نیز تفسیر مظہری، جلد۷، صفحہ ۲۸۸، بحوالہ ابن سعد، حلیہ ابی نعیم۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد۱۱، صفحہ ۵۸، بحوالہ ابن سعد، حلیہ ابی نعیم، ابن ربیع، مسند احمد، تاریخ بخاری، حاکم۔

نیز المقاصد الحسنہ للسخاوی، صفحہ ۳۲۷، ۸۳۷ طبع بیروت، بحوالہ مسند احمد، حلیہ ابی نعیم، حاکم، تاریخ بخاری، بغوی، ابن السکن۔

نیز کشف الخفاء للعجلونی، جلد۲، صفحہ ۱۱۸، بحوالہ المقاصد الحسنہ، تحفۃ الاحوذی، جلد۴، صفحہ ۲۹۳، بحوالہ ابن سعد و حلیہ ابی نعیم۔

نیز مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ ۵۰۸، ۴۲۶۵ حاشیہ: بحوالہ مسند احمد، کتاب السنہ لابن احمد، دلائل النبوۃ للبیہقی، کتاب السنہ لابن ابی عاصم، طبرانی کبیر، حلیہ ابی نعیم، تاریخ کبیر، ابن سعد، سیر اعلام النبلاء للذہبی، اسد الغابہ، تاریخ جرجان للسہمی، الاصابۃ۔

نیز کتاب الشریعۃ للآجری، صفحہ ۳۴۲، حاشیہ ۱، بحوالہ مجمع الزوائد، جلد ۸، صفحہ ۲۲۳، عن الطبرانی۔

نیز موضوعات کبیر، صفحہ ۵۴، بحوالہ احمد تاریخ بخاری، حاکم، نیز فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، صفحہ ۱۴۹، بحوالہ مسند احمد، تاریخ بخاری ابن سعد، حاکم بیہقی، ابونعیم۔

اقول: حاکم نے کہا ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ **یعنی یہ حدیث صحیح السند ہے** اس کے باوجود شیخین نے اسے روایت نہیں فرمایا (مستدرک جلد ۳، صفحہ ۵۰۸)۔

علامہ سیوطی، علامہ سخاوی اور علامہ القاری علامہ عجلونی وغیرہم نے فرمایا: ''صححہ الحاکم ''یعنی امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ملاحظہ ہو (الدر المنثور، جلد ۵، صفحہ ۱۸۴، مرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸، المقاصد الحسنہ، صفحہ ۳۲۷) موضوعات کبیر، صفحہ ۵۴، کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸)۔

نیز علامہ ذہبی نے کہا ''صالح السند '' ہے امام ابن حجر نے فرمایا ''سند قوی'' (مستدرک، جلد ۳، صفحہ ۵۰۸، حاشیہ)۔شوکانی غیر مقلد نے بھی الفوائد المجموعہ صفحہ ۳۲۶ میں لکھا ہے ''صححہ الحاکم '' حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۳____ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ سے

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے: ''ان رجلا سأل النبی ا متٰی کنت نبیا ؟قال کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد ''یعنی ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔ملاحظہ ہو (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۴، صفحہ ۲۹۲، حاشیہ ۱۸۴۰۲، طبع کراچی)۔

نیز مسند احمد جلد ۵، صفحہ ۶۶، ۳۷۹، میں اس طرح ہے ''عن رجل قال قلت یا رسول اللہ متٰی جعلت نبیّا'' الخ۔

اقول: اگر ''رجل '' سے مراد حضرت میسرہ ہوں جیسا کہ مسند احمد جلد ۵، صفحہ ۵۹ پر لکھا ہے کہ ''عبداللہ بن شقیق عن میسرۃ ''تو ایہ لگ سے روایت نہیں ہے بلکہ حدیث میسرہ ہی ہے ورنہ علیحدہ شمار ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴____ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے:

روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''قیل یارسول اللہ متٰی کنت نبیا وقال وادم بین الروح والجسد ''یعنی عرض کی گئی یارسول اللہ! آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا: جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔

ملاحظہ ہو(الدرالمنثور' جلد۵' صفحہ۱۸۴' الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴' بحوالہ البزار' طبرانی اوسط' ابونعیم من طریق الشعبی۔ نیز مرقاۃ جلد۱۱' صفحہ۵۸' بحوالہ طبرانی کبیر بلفظ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد 'نیز تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ ۲۹۳ مثلہ')۔ نیز المقاصد الحسنہ 'صفحہ ۳۲۷' بحوالہ مسند احمد' دارمی' ابونعیم' طبرانی' نیز البدایہ والنہایہ' جلد۲' صفحہ۲۷۲' بحوالہ دلائل النبوۃ لابن شاہین۔ نیز تفسیر المظہری' جلد۷' صفحہ۲۸۸' بحوالہ طبرانی کبیر۔ نیز الجامع الصغیر' جلد۲' صفحہ۹۶' بحوالہ طبرانی' سیوطی نے فرمایا حدیث صحیح ہے۔ فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ۱۴۹)۔

۵____ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ سے

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے روایت ہے: ''ان رجلا سأل رسول اللہ ﷺ متٰی کنت نبیا قال بین الروح والطین من آدم ''یعنی ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ملاحظہ ہو(الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴' بحوالہ ابن سعد نیز الدرالمنثور' جلد۵' صفحہ۱۸۴' بحوالہ ابن سعد واللفظ وآدم بین الروح والطین)۔ نیز فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ۱۴۹۔

۶____ حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے فرمایا: ''قلت یا رسول اللہ متٰی کنت نبیا قال اذا آدم بین الروح والجسد ''یعنی میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نبی کب ہوئے؟ فرمایا: ''جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ملاحظہ ہو(الخصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۴' بحوالہ ابن سعد نیز' الدرالمنثور' جلد۵' صفحہ۱۸۴' بحوالہ ابن سعد واللفظ''متٰی جعلت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد '')۔ نیز الجامع الصغیر للسیوطی' جلد۲' صفحہ۹۶' بحوالہ ابن سعد' امام سیوطی نے فرمایا حدیث صحیح ہے۔ نیز مرقاۃ جلد۱۱' صفحہ۵۸' تفسیر مظہری' جلد۷' صفحہ۲۸۸' کلاہما بحوالہ ابن سعد' ایضاً تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ۲۹۳' عن ابن سعد۔ نیز فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ۱۴۹۔

۷____ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے

صنابحی سے روایت ہے انہوں نے کہا: ''قال عمر رضی اللہ عنہ متٰی جعلت نبیا قال وآدم منجدل فی

طینتہ ''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی آپ نبی کب بنائے گئے؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلدا' صفحہ۴' بحوالہ ابونعیم۔ الدر المنثور' جلد۵' صفحہ۱۸۴' بحوالہ مذکور واللفظ ''فی الطین'' ''بدل فی طینتہ''۔ نیز فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ۱۴۹۔

۸ــــــ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ ''یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میں بلاشبہ لوح محفوظ میں اللہ کے ہاں خاتم النبین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلدا' صفحہ۳' بحوالہ مسند احمد' حاکم' بیہقی۔ نیز جلدا' صفحہ۴۵' بحوالہ بزار' طبرانی' حاکم' بیہقی' ابونعیم)۔ نیز مشکوٰۃ عربیٰ صفحہ۵۱۳' بحوالہ شرح السنہ۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ''عنداللہ'' کی بجائے عبداللہ کے لفظ ہیں۔ ملاحظہ ہو (جلد۴' صفحہ۱۲۷'۱۲۸)۔ نیز آجری کی روایت میں بھی یہ لفظ ہیں۔ ملاحظہ ہو (کتاب الشریعۃ' صفحہ۳۴۲'۹۰۴' انی عبد اللہ وخاتم النبیین)۔ نیز ملاحظہ ہو (صحیح ابن حبان' جلد۸' صفحہ۱۰۶' حاشیہ۶۳۷۰ دار الکتب العلمیۃ' بیروت ولفظہ: انی عند اللہ مکتوب بخاتم النبیین الخ)۔ نیز مستدرک حاکم' جلد۳' صفحہ۴۹۶' ۱۹۴' ۴۹۷' حاشیہ۴۲۳۱' طبع دار المعرفۃ بیروت۔ البدایہ والنہایہ' جلد۲' صفحہ۲۷۲' بحوالہ احمد' طبع دار الفکر۔ نیز المقاصد الحسنہ' صفحہ۳۲۷' بحوالہ صحیح ابن حبان' صحیح حاکم۔ نیز کشف الخفاء' جلد۲' صفحہ۱۱۸۔ نیز شرح السنہ بغوی ۷' صفحہ۱۳' حاشیہ۱: بحوالہ ابن حبان' موارد الظمان' صفحہ۵۱۲' حاشیہ ۲۰۹۳۔ مسند احمد جلد۴' صفحہ۱۲۷' ۱۲۸' کشف الاستار للہیثمی' جلد۳' صفحہ۱۱۳' حاشیہ۲۳۶۵' ۳ طبرانی کبیر' جلد۱۸' صفحہ۲۵۲' حاشیہ ۶۲۹' مستدرک حاکم جلد۲' صفحہ۶۰۰' کتاب التاریخ' حلیہ جلد۶' صفحہ۸۹' فی ترجمۃ ابی بکر الغسانی' دلائل' بیہقی' جلد۲' صفحہ۱۳۰)۔ نیز مرقاۃ' جلد۱۱' صفحہ۵۹' بحوالہ ابن حبان' حاکم۔ نیز مستدرک حاکم' جلد۳' صفحہ۱۹۴' حاشیہ۳۶۱۹ (ابن سعد' مسند احمد' السنہ بعبد اللہ بن احمد' تاریخ کبیر بخاری' ابن حبان' حلیہ ودلائل ابی نعیم 'شعب ودلائل بیہقی 'ابن عساکر' السنۃ لابن ابی عاصم)۔ نیز موضوعات کبیر' صفحہ۵۴' بحوالہ ابن حبان' حاکم۔ نیز جواہر البحار' جلدا' صفحہ۷۱' بحوالہ شفاء شریف۔ نیز سیرۃ شامیہ' جلدا' صفحہ۷۷' مسند احمد' حاکم وصححہ۔ نیز حاشیہ نمبر۴ بحوالہ مسند احمد' دلائل ابی نعیم' البدایہ والنہایہ 'مجمع الزوائد' بحوالہ طبرانی و بزار۔

اقول: حاکم نے کہا: ''ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ''یعنی یہ حدیث صحیح السند ہے

بائنہمہ شیخین نے اسے روایت نہیں کیا (مستدرک، جلد ۳، تحت حدیث نمبر ۴۲۲۱،۳۶۱۹)۔ نیز شرح السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۳، نمبر ۱ میں ہے صحیح الاسناد واقرّہ الذہبی۔ حاشیہ نمبر ۱۔

اپنے زمانہ میثاق نبوت کے متعلق آپ ﷺ کا خصوصی ارشاد:

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما **سے:**

مروی ہے انہوں نے فرمایا: قیل یارسول اللہ متی اخذ میثاقك قال وآدم بین الروح الجسد'' یعنی آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ سے آپ کا میثاق نبوت کب لیا گیا تھا؟ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اھ۔

ملاحظہ ہو (الدرالمنثور، جلد ۵، صفحہ ۱۸۴، طبع ایران بحوالہ ابن مردویہ۔ نیز تفسیر روح المعانی، پ ۲۱، جلد ۱۵۴، طبع ملتان، بحوالۂ مذکورہ۔ نیز بیان القرآن تھانوی، جلد ۲، صفحہ ۳۷، بحوالہ درمنثور)۔

۱۰۔ نیز عامر الشعبی رضی اللہ عنہ **سے**

روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''قال رجل للنبی ﷺ متی استنبئت ؟ قال وآدم بین الروح والجسد حین اخذمنی المیثاق ''۔ یعنی ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی حضور آپ نبی کب بنائے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا جس وقت مجھ سے میثاق لیا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد ۱، صفحہ ۴، الدرالمنثور، جلد ۵، صفحہ ۱۸۴، بحوالہ ابن سعد۔ نیز المورد الروی، صفحہ ۴۰۔ نیز کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸)۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰، صفحہ ۱۴۹۔ نیز سیرۃ شامیہ جلد ۱، صفحہ ۸۳۸، بحوالہ ابن سعد)۔

اقول: ان دو روایتوں سے دو باتیں واضح ہوگئیں ایک یہ کہ آپ ﷺ کو بالفعل نبوت اس وقت ملی جب آپ سے میثاق لیا گیا۔ دوسرے یہ کہ آپ کا زمانۂ میثاق تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کا زمانۂ میثاق دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانۂ میثاق سے پہلے ہے کیونکہ ان سے میثاق تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد لیا گیا جب کہ آپ ﷺ سے جب میثاق لیا گیا تو آدم علیہ السلام اس وقت معرض وجود میں نہیں آئے تھے جو اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ **آپ تخلیق آدم** علیہ السلام **سے بھی پہلے بالفعل نبی تھے**۔ (وھو المقصود والحمد للہ تعالٰی علٰی ذٰلك)۔

یہ روایت تو مصنف تحقیقات نے بھی استناداً لکھی ہے ملاحظہ (تنویر الابصار، صفحہ ۲۴)۔

حدیث کے مذکورہ مختلف طرق سے ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسئلۂ نبوت کے

متعلق یہ استفسارات متعدد مواقع پر رو پذیر ہوئے۔کبھی انہوں نے اجتماعاً پوچھا کبھی انفراداً۔کبھی آیت احزاب میں ''منك'' کی تقدیم دیکھ کر اور کبھی قبل از اعلان بلکہ قبل از ولادت باسعادت کی شان نبوت دیکھ اور سن کر۔ بہرصورت حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے کیونکہ بہ طرق کثیرہ مروی ہے جن میں سے بعض روایۃً درایۃً ہر طرح سے بے غبار ہیں بعض پر کچھ کلام ہو بھی سہی تو کچھ مضر نہیں کہ تعدّد طرق سے اس کی تلافی ہو چکی۔ پھر یہ تلقّی بالقبول کے درجہ پر بھی فائز ہے کہ جمہور اکابر اس کے مضمون کے مطابق نظریہ کے حامل ہیں جب کہ صحت حدیث کا دار و مدار محض سند کی ہی صحت پر نہیں ہوتا ائمہ نے تصریحات کیں کہ صحت سند صحت حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ترمذی کئی مقامات پر اسناد حدیث پر کلام فرمانے کے بعد لکھتے ہیں والعمل علی ھذا عنداھل العلم۔

علاوہ ازیں اس کا مضمون آیت قرآنی (واذاخذنا من النبیین میثاقھم ومنك الآیۃ) کے مضمون کے مطابق ہے۔ پس حدیث سے آیت کی تفسیر اور آیت سے حدیث کی صحت واضح ہوئی۔

لہٰذا بعض دکاتیر نجد کا اس کے بعض طرق پر کلام بالکل بے سود ہے۔ مثلاً دکتور الصادق نجدی نے اپنی کتاب ''خصائص المصطفی ﷺ بین الغلو والجفاء'' طبع ریاض کے صفحہ ۱۷۰ پر حدیث کنت اول الانبیاء الخ کے ایک طریق پر جو کلام کیا ہے اور نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ دکتور مذکور نے یہاں پر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن حجر کی نسبت سے لکھا ہے کہ انہوں نے انہیں ''تعریف اہل التقدیس'' صفحہ ۵۶،۲۳ پر مرتبہ ثالثہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے جن کی روایت کے قبول کرنے کے لیۓ کڑی شرط ہے اور بعض نے تو مطلقاً رد کیا ہے حالانکہ ابن حجر نے انہیں ''مرتبہ ثانیہ'' میں ذکر فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہابیہ (عجم کے ہوں خواہ عرب کے) جب تک غلط بیانی نہ کریں ان کا استدلال مکمل نہیں ہوتا۔ فیاللعجب ولضیعۃ العلم والادب۔

جب کہ صفحہ ۲۷ پر حدیث میسرۃ الفجر کی سند پر تو کلام نہیں کر سکے جو تسلیم صحت سند کی دلیل ہے البتہ ''کُتِبتُ'' الفاظ سے اپنے زعم کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو بالکل غیر معیاری ہے اور مضحکہ خیز بھی جس پر تفصیلی کلام ہم ان شاءاللہ اس سلسلہ کے اپنے مستقل رسالہ میں کریں گے۔ (ونرجو من اللہ اتمامھا)۔

البتہ ''کنت نبیًّا وآدم بین الماء والطین'' پر جو اعتراضات کیۓ ہیں مناسب موقع ہونے کے باعث ان کے بقدر ضرورت مختصر جوابات ابھی پیش کیۓ دیتے ہیں۔

"کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین" کے بارے میں وضاحت:

اس پر دکتور موصوف نے اپنے پیشوا ابن تیمیہ کے حوالہ سے دو اعتراض کیے ہیں جو یہ ہیں: "لا اصل له من نقل ولا عقل فان احداً من المحدثین لم یذکره ومعناه باطل فان آدم علیہ السلام لم یکن بین الماء والطین قط فان الطین ماء وتراب وانما کان بین الروح والجسد" "یعنی یہ روایت عقلاً نقلاً بے اصل ہے۔ ایک تو کسی محدث نے اسے ذکر نہیں کیا۔ دوسرے اس کا معنیٰ بھی غلط ہے کیونکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان ہرگز نہ تھے روح و جسم کے درمیان تھے۔ طین اس مٹی کو کہتے ہیں جس میں پانی ملا ہوا ہو۔ ملاحظہ ہو (کتاب مذکور' صفحہ ۶۷' بحوالہ الرد علی البکری' صفحہ ۹۸ مؤلفہ مولوی ابن تیمیہ' طبع مکتبہ دار المنہاج' ریاض) (نجد)۔

نوٹ: مؤلف نے اس سے کچھ پہلے اس کا ذمہ دار حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا ہے کہ گویا انہوں نے اسے اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے۔ معاذ اللہ۔

اقول: اولاً: یہ دعویٰ عدمِ ذکر کے حوالہ سے ہے جو ذکرِ عدم کو عند اہل العلم ہرگز مستلزم نہیں پس یہ استدلال غیر معیاری ہے۔ آپ نے نہیں دیکھا تو اس کا یہ مطلب کہاں ہے کہ یہ ہے ہی نہیں۔ بالاستیعاب جملہ معلومات کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے ہو۔ جب کہ اس کلام کی بنیاد بھی محض تعصب پر ہے کہ پہلے سے طے کر لیا ہوا ہے کہ اپنی ہی مارے جانا ہے کسی اور کی نہیں سننی۔

ثانیاً: متعدد اکابر ارباب شان کے کلاموں میں بطور روایت ان الفاظ کا ذکر موجود ہے پس یہی کہا جائے گا کہ ان کے ہاں اس کا مأخذ ضرور ہے اگرچہ انہوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ ایسے مواقع پر سلف کا یہی طریق کار رہا کہ کلام اکابر میں کسی حدیث کے آ جانے کے بعد کہیں نہ ملنے کی صورت میں وہ اس پر منگھڑت ہونے کا سیدھا فتویٰ عائد کرنے کی بجائے اسے اپنے قصور علم پر محمول کرتے بشرطیکہ کسی معیاری دلیل شرعی سے متصادم نہ ہو جیسا کہ مانحن فیہ میں کسی شرعی دلیل سے تصادم نہیں۔

چنانچہ معروف محدث ولی الدین الخطیب تبریزی علیہ الرحمۃ (صاحب مشکوٰۃ) مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: وان رأیت اختلافا فی تشعب نفس الحدیث وذلك من تشعب طرق الاحادیث ولعلی ما اطلعت علی تلك الروایة التی سلکها الشیخ رضی اللہ عنہ (الیٰ)" وربما تجد مواضع مهملة و ذلك حیث لم اطلع علی راویه فترکت البیاض "یعنی کسی حدیث کے حوالے سے مصابیح اور مشکوٰۃ کے الفاظ کا اختلاف ہو تو یہ تعدد طرق احادیث کی بناء پر ہوگا نیز اس لیئے کہ ان الفاظ سے مجھے روایت نہیں مل پائی جن سے شیخ رضی اللہ عنہ (علامہ بغوی صاحب مصابیح) نے کتاب میں لکھا۔ بعض مقامات پر راوی پر مطلع نہ ہونے کے

باعث میں نے جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ عربی، صفحہ ۱۱، طبع قدیمی، کراچی)۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

چنانچہ امام اہلِ سنّت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں ''فکان نبیا وآدم بین الماء والطین کما ورد فی الحدیث ''یعنی آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۳۲۳)۔

نیز علامہ سیّد مرتضٰی زبیدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہم آپ ﷺ کے خاتم النبین ہونے پر دل سے ایمان رکھتے ہیں پھر قرآن وحدیث سے اس کے دلائل دیتے ہوئے لکھا: ''فالسنة فماروی وانی لخاتم النبیین وآدم منجدل بین الماء والطین ''یعنی احادیث کے ذخیرہ سے اس کی ایک دلیل یہ حدیث ہے ''وانی لخاتم النبیین وآدم منجدل بین الماء والطین'' بلاشبہ میں اس وقت خاتم النبین تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (جواہر جلد ۲، صفحہ ۳۹۴)۔

نیز علامہ سیّد ابوالعباس فرماتے ہیں: ''ففی الحدیث الشریف کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ''یعنی حدیث شریف میں ہے: کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ''۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۸۸)۔

نیز معروف شارح حدیث علامہ ابن العربی مالکی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں: ''وفی روایة غیرہ وآدم بین الماء والطین ''یعنی ترمذی میں ''بین الروح والجسد'' کے الفاظ ہیں جب کہ ترمذی کے علاوہ کی بعض روایات میں ''وآدم بین الماء والطین'' کے لفظ ہیں۔ ملاحظہ ہو (عارضة الاحوذی شرح جامع الترمذی، جلد ۷، صفحہ ۸۷، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانی جن کی ثقاہت اور خصوصیت کے ساتھ نقد رجال اور دیگر فنون حدیث میں کمال ممارست کو وہابیہ عرب وعجم تحریک کی حد تک تسلیم کرتے ہیں جن سے معترض نے ابھی اپنی اس کتاب میں بکثرت استناد کیا ہے اور اس علم میں ابن تیمیہ صاحب جن کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں، ان سے روایت ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین و کنت نبیا ولآدم ولاماء و لاطین'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ''ان الزیادة ضعیفة و الذی قبلها قوی ''یعنی اس کا پچھلا حصہ (و کنت بنیا ولا آدم ولا ماء ولا طین) ضعیف اور پہلا حصہ (کنت نبیا وآدم بین الماء والطین) قوی ہے۔ ملاحظہ ہو (قانون الموضوعات، صفحہ ۸۶، علامہ طاہر پٹنی ۹۸۶ھ۔ المقاصد الحسنہ، صفحہ ۳۲۷، علامہ سخاوی، ۹۰۲ھ، کشف الخفاء صفحہ

۱۱۸' علامہ عجلونی ۱۱۶۲ھ' موضوعات کبیر صفحہ ۵۴' علامہ قاری۔ مرقاۃ' جلد ۱۱' صفحہ ۵۸' علامہ قاری ۱۰۱۴ھ۔ تحفۃ الاحوذی جلد ۴' صفحہ ۲۹۳ مبارک پوری غیر مقلد)۔

اقول: ان حضرات نے حافظ ابن حجر کے اس فیصلہ کو رد نہیں کیا بناءً علیہ ان کے نزدیک بھی یہ الفاظ قوی ہیں اور ان کے نزدیک بھی یہ حدیث ہے اور ان الفاظ سے ثابت ہے اور کم از کم یہ کہ مفہوم کی صحت پر متفق ہیں۔

علاوہ ازیں مولوی عبدالستار دہلوی غیر مقلد سے اس کے متعلق سوال ہوا تو مذکور نے جواب دیا ''یہ ٹھیک ہے'' ملاحظہ ہو (فتاویٰ ستاریہ' جلد ۴' صفحہ ۱۳۰' سوال نمبر ۶۱۹' طبع کراچی)۔

بانی فکر دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: ''حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین بھی اسی جانب مشیر ہے''۔ (تحذیر الناس' صفحہ ۷' طبع رحیمیہ دیوبند)۔

نیز امداد السلوک صفحہ ۹۳' طبع لاہور' از گنگوہی و عاشق میرٹھی نیز مرقاۃ منطق صفحہ ۲' حاشیہ ۷' از: عثمانی و نانوتوی)۔

ثالثاً: اس سب سے قطع نظر' یہ روایت بالمعنی ہے یعنی اس کے الفاظ' اصل الفاظ کے متبادل ہیں یا اصل الفاظ کا خلاصۂ معنی ہیں جب کہ عندالمحققین روایت بالمعنی حسب اصول درست ہے (و لا یخفی علی خادمها)۔

اقول: اس کی ایک مثال ''اول ما خلق اللہ نوری'' بھی ہے جو روایت بالمعنی ہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا خلاصہ ہے جس پر سب حدیث کا اطلاق کرتے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس مضمون کی احادیث چار طرح کے الفاظ سے مروی ہیں بعض میں ہے (۱) ''و آدم بین الروح و الجسد'' اور بعض میں ہے (۲) ''و آدم'' یا و ان آدم لمنجدل فی طینته''، (۳) ''بین خلق آدم و نفخ الروح فیه'' نیز (۴) ''و آدم'' بین الروح و الطین''۔ جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا ہے۔

''کنت نبیا'' کے الفاظ اس حدیث کے بعض طرق میں موجود ہیں۔

باقی رہے ''و آدم بین الماء و الطین کے لفظ''؟ تو ''و الطین'' کے لفظ نمبر ۴ میں موجود ہیں اور ''بین'' کے الفاظ بھی نمبر ۲ کے سوا سب میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا صرف ''الماء'' کا لفظ لے کر ''الروح'' کی جگہ رکھا گیا ہے اس مناسبت سے کہ جس طرح روح سے جسم میں زندگی آ جاتی ہے اسی طرح پانی بھی سبب حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''و جعلنا من الماء کل شیٔ حی'' نیز فرمان ہے: ''و انزلنا من السماء ماء طهورا لنحیی به بلدة میتاً الآیة''۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "کنت نبیا و آدم بین " تک نمبرا، نمبر۳، نمبر۴ سے لیئے گئے ہوں اور "الماء والطین" نمبر۲ کے الفاظ "فی طینتہ" سے اخذ کیئے گئے ہوں۔ اس بنیاد پر کہ "طین" ماءؔ اور ترابؔ کے مجموعہ کا نام ہے جسے اردو میں گارا اور خمیر بھی کہا جاتا ہے۔ اور طین کا اطلاق اس مٹی پر بھی کیا جاتا ہے جس کو پانی سے تعلق نہ رہا ہو۔ لہٰذا "الماء والطین" کہا گیا اور الطین سے الماء کی تجرید کرلی گئی جیسے "الذی اسری بعبدہ لیلاً" میں کہ اسریٰ رات میں چلنے کا معنٰی دیتا ہے بایں ہمہ لیلاً آگے بولا گیا ہے اس میں بھی تجرید ہے۔ اس تقدیر پر الماء اور الطین کا "الٗ"، "طینتہ" کی ضمیر کا عوض ہوگا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الطین: التراب والماء المختلط و قد یسمی بذلک وان زال عنہ قوۃ الماء (مفردات، صفحہ ۳۱۲، طبع کراچی)۔

لہٰذا "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" کم ازکم اپنی معنوی حیثیت سے بے بنیاد قطعاً نہیں۔ بناءً علیہ "فی الماء والطین" اور "فی الطین" کہنا ایک ہی بات ہے۔

ہمارے اس بیان سے ابن تیمیہ صاحب نیز ڈکٹور صادق کا یہ اعتراض بھی کافور ہوگیا کہ "ان آدم علیہ السلام لم یکن بین الماء والطین وانما کان بین الروح والجسد" کیونکہ پیش نظر روایت میں الماءؔ الروح کے مفہوم کے لیئے اور الطینؔ الجسد کی جگہ ہے علی ماقلنا۔ یا پھر "فی طینتہ" کا خلاصہ ہیں لماذکرنا۔

ابن تیمیہ صاحب اور ان کے مقلد باکمال نے اس سلسلہ کی ایک روایت کو لے کر یہ واویلا شروع کردیا ہے نتیجۃً وہ حدیث عرباض رضی اللہ عنہ "وان آدم لمنجدل فی طینتہ" نیز حدیث فاروق اعظم رضی اللہ عنہ "وآدم منجدل فی طینتہ" جو صحیح ثابت ہیں اور ابھی باحوالہ گزری ہیں، سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام کو "فی طینتہ" فرمایا گیا ہے۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ اگر انہیں صرف "بین الروح والجسد" کہا جاسکتا ہے۔ "بین الماء والطین" وہ تھے ہی نہیں تو وہ "فی طینتہ" کا کیا کریں گے یعنی معاذ اللہ فی طینتہ غلط ہے جس کی تقدیر عبارت یہ نکلتی ہے: "وان آدم لمنجدل فی الطین"۔

اللہ تعالیٰ گمراہی سے بچائے آمین بجاہ نبیہ الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

بہرحال اگر "کنت بنیاً و آدم بین الماء والطین" کو بعینہا ثابت شدہ روایت نہ بھی مانا جائے تو بھی اس کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہ روایت بالمعنی ہے۔ اس پر بھی علماء شان کی بعض نقول ملاحظہ ہوں۔

چنانچہ امام المحدثین محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث

عرباض کے تحت ارقام فرماتے ہیں: ''وحاصل ایں آنچہ مشہوراست برزبانہا بلفظ کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین ''یعنی اس حدیث کا خلاصہ وہی ہے جو''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین '' کے لفظوں سے مشہور اور زبان زد عوام وخواص ہے یعنی یہ حدیث وان آدم لمنجدل فی طینتہ کا متبادل خلاصہ ہے۔(اشعۃ اللمعات ' جلد ۴'۴۷۴ طبع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) مدارج جلد ۲' صفحہ ۳' میں فرماتے ہیں ''معنی یکے است'' دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔

نیز شیخ اجل محقق اکمل علامہ احمد سلاوی متوفی ۱۳۰۰ھ ارقام فرماتے ہیں: ''ولعل قولھم بین الماء والطین (الٰی) روایۃ للحدیث بالمعنٰی ''یعنی زبانوں پر جو بین الماء والطین'' کے لفظ ہیں یہ حدیث کے روایت بالمعنٰی کے طور پر ہیں۔(جواہر البحار' جلد ۴' صفحہ ۱۰۴' طبع مصر)۔

بعض اجلّہ اہل علم نے پیش نظر روایت وغیرہا کے بارے میں لکھا تھا''لا اصل لہ''اس کی کوئی اصل نہیں۔ محدث مکّہ علامہ علی القاری رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کے حوالہ سے ارقام فرمایا: ''یعنی بحسب مبناہ والافھو صحیح باعتبار معناہ لما تقدم ''اس کا مطلب یہ ہے کہ بصورت کذائیہ الفاظ کے اعتبار سے بے اصل ہے ہر حوالہ سے نہیں کیونکہ وہ باعتبار معنٰی' صحیح ہے جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو ابھی گزری ہیں۔(اس سے قبل علامہ حدیث ابی ہریرہ اور حدیث عرباض رضی اللہ عنہما (وآدم بین الروح والجسد اور وان آدم لمنجدل فی طینتہ نقل فرما آئے ہیں۔ اوراس کے بعد اس کی مزید تائید میں کنت اول النبیین وغیرہ احادیث پیش کر کے اس کے صحیح الاصل ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے)۔ ملاحظہ ہو (موضوعات کبیر' صفحہ ۵۴' طبع کراچی)

نیز علامہ قاری نے اپنی کتاب المورد الروی' صفحہ ۳۵ طبع مکۃ المکرّمۃ میں لکھا ہے: ''وھو وان قال بعض الحفاظ لم نقف علیہ بھٰذا اللفظ لکن جاء معناہ فی طرق صحیحۃ یعنی بعض حفاظ کے بقول اگرچہ بلفظہ ثابت نہ ہو معنوی حیثیت سے متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے۔اھ۔

علامہ عجلونی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ قاری کی یہ عبارت استناداً نقل کر کے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین '' کے صحیح الاصل ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو (کشف الخفاء' جلد ۲' صفحہ ۱۱۸)۔ ھٰذا والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی من کان نبیا وآدم بین الماء والطین وعلٰی آلہٖ وصحبہ وتبعہ وعلینا معھم اجمعین۔

آپ ﷺ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے کتنا پہلے بالفعل نبوت حاصل ہوئے

ان احادیث صحیحہ کثیرہ کی رو سے اس پر جملہ ارباب شان (اہلِ سنّت) کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کو بالفعل نبوت، تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل حاصل ہوئی۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ''وآدم بین الروح والجسد'' کا مفہوم بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''کنایة از سبق وتقدم است'' یعنی اس سے مقصود تخلیق آدم علیہ السلام پر سبقت وتقدم نبوت کا بیان ہے۔ (اشعۃ جلد۴، صفحہ۴۷۴، طبع سکھر)۔

اسی طرح جامع ترمذی جلد۲، صفحہ۲۰۱ طبع دہلی میں حدیث ہٰذا کے تحت لمعات کے حوالہ سے بین السطور میں بھی ہے۔

پھر اس میں دو طرح کی تاویلیں کی گئی ہیں کہ قبل تخلیق سے مراد قبل تکمیل ہے یا بالکلیہ روح وجسد مبارک دونوں کی تخلیق سے قبل مقصود ہے۔ بعض نے اول کو اور دیگر بعض نے ثانی کو بیان کیا۔

پھر اول کی دو تاویلیں پائی جاتی ہیں:

نمبر۱: یہ کہ تخلیق روح کے بعد اور تخلیق جسد آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت عطا ہوئی۔ چنانچہ شیخ احمد سلاوی رحمہ اللہ اس کی بحث میں فرماتے ہیں: فیفید ظهور نبوته بعد خلق روحه وقبل خلق جسده'' ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد۴، صفحہ۲۱۰، طبع مصر)۔

نمبر۲: یہ کہ روح وجسد مبارک دونوں کی تخلیق کے بعد عطا فرمائی گئی۔ چنانچہ صاحب ردالمختار علامہ شامی رحمہ اللہ کے بھتیجے علامہ سید احمد عابدین اس کی بحث میں استظہاراً لکھتے ہیں: هذا ما يدل عليه ظاهر بعض الاحاديث من ان نبوته ﷺ كانت بعد خلق جسد آدم علیہ السلام'' (جواہر البحار، جلد۳، صفحہ۳۵۸)۔

مذکورصورت ثانی کے حوالہ سے علامہ سید احمد عابدین موصوف ارقام فرماتے ہیں: ''الظاهر ان المراد عدم الطرفين الروح والجسد اى لاروح ولا جسد (الٰی) لانك اذا قلت مسكنى بين البصرة والكوفة علم انه ليس فيهما'' یعنی ''بین الروح والجسد'' سے ظاہراً یہ مراد ہونا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نہ ان کی روح مبارک تھی اور نہ جسم مبارک تھا کیونکہ جب تم یہ کہو کہ میری رہائش بصرہ اور کوفہ کے

درمیان ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں میں سے کسی میں نہیں۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)۔

اقول: اس تقدیر پر حضرت آدم علیہ السلام کا حوالہ محض تفہیم مسئلہ کے لیے ہوگا کیونکہ ان کو سب جانتے تھے جب کہ ان سے قبل کے ادوار کا سمجھنا مشکل تھا۔ لہٰذا گویا فرمایا یوں سمجھو کہ ابھی ابوالبشر علیہ السلام جو کسی تعارف کے محتاج نہیں بھی نہیں بنے تھے ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ ﷺ۔

پھر روح و جسد مبارک سے پہلے نبوت ملنے کے حوالہ سے بھی کئی تاویلات ہیں:

نمبر ۱: یہ کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے عنایت ہوئی۔ چنانچہ انہی علامہ سید احمد عابدین نے لکھا ہے: ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح و خلع علیھا خلعۃ التشریف بالنبوۃ (الیٰ) وھذا ھو المراد بقولہ ﷺ ان اللہ خلق نوری قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعۃ عشر الف عام کما رواہ ابن القطان ''یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو ابن القطان کی روایت کے مطابق تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس قبل پیدا فرما کر اسے خلعت نبوت سے مشرف فرمایا (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)۔

نمبر ۲: قبل اللوح والقلم ومابعدھما۔ چنانچہ شیخ ابراہیم کورانی اپنے شیخ عارف قشاشی کے حوالہ سے فرماتے ہیں: ''ان نبوتہ ﷺ کانت سابقۃ علی خلق اللوح والقلم وما بعدھما'' یعنی ﷺ آپ کی نبوت، لوح و قلم اور مابعد کی جملہ اشیاء سے پہلے تھی۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۸)۔

نمبر ۳: کائنات کی ہر چیز سے پہلے بالکل شروع میں۔ چنانچہ شیخ احمد عابدین فرماتے ہیں: ''فقد عقدت لہ النبوۃ ﷺ قبل کل شیٔ ''یعنی آپ ﷺ کی نبوت کائنات کی ہر چیز سے پہلے منعقد کی گئی۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۸)۔

نیز امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں: ''ان اللہ تعالیٰ شرف نبیہ ﷺ بسبق نبوتہ فی سابق ازلیتہ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ابتداء خلق ہی میں نبوت سے مشرف فرمایا تھا۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۲۳۱)

نیز امام الشیخ مصطفیٰ ابن سلیمٰن الحنفی رحمہ اللہ نے شرح فصوص الحکم (صفحہ ۳۱۱) میں فرمایا: ''فنبوتہ ازلی'' آپ ﷺ ابتداء آفرینش سے بالفعل نبی ہیں۔

اسی طرح شارح دلائل الخیرات حضرت علامہ محمد مہدی الفاسی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے حیث قال:

''ان النبی ﷺ عقدت لہ النبوۃ قبل کل شیٔ'' (جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۱۹۴)۔

نیز علامہ عبدالرؤف مناوی حضرت شیخ اکبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا: ''لم یقل انساناً ولا کنت موجوداً اشارۃ الی ان نبوۃ ﷺ کانت موجودۃ فی اول خلق الزمان فی عالم الغیب الخ

یعنی آپ نے ﷺ "کنت نبیاً" فرمایا ہے۔ "کنت انساناً" اور "کنت موجوداً" نہیں فرمایا جس سے اس امر کی طرف رہنمائی مقصود ہے کہ آپ ﷺ کی نبوۃ عالم غیب میں ابتداءِ آفرینش سے پائی جاتی ہے (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)۔

نیز حضرت شیخ سلیمان الجمل سیّد عالم ﷺ کے اسم کریم "سابق" کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: "ای فی الخلق (الیٰ) والنبوۃ والرسالۃ" یعنی سابق کا معنیٰ ہے پہل کرنے اور سبقت لے جانے والا اور آپ کا یہ نام اس لیئے ہے کہ آپ تخلیق اور نبوت ورسالت میں سب سے اول ہیں۔ (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۳۸۴)۔

مصنف تحقیقات کے ہم مشرب معروف اہل قلم پیر کرم شاہ صاحب ازہری نے لکھا ہے: "روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین کی بعثت کے اعلان کا آغاز فرمایا" (ضیاء النبی ﷺ جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)۔

علاوہ ازیں حکیم الامۃ حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ الفاظ حدیث "وادم بین الروح والجسد" کو اس عالم میں نبی بننے کے لیئے بطور تخصیص وتقیید نہیں مانتے بلکہ محض سامعین کے لیئے تقریب فہم قرار دیتے ہیں یعنی آسانی سے یوں سمجھو کہ جب سب کے جد امجد حضرت ابوالبشر علیہ السلام بھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے ہم اس وقت بھی منصب نبوت پر فائز تھے (مستفاداً) ملاحظہ ہو (رسائل نعیمیہ صفحہ ۲۷۴ طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور رسالہ درس القرآن درس آیت ان الذین یکتمون ماانزلنا الخ۔ حیث قال یہ تو خبر نہیں کہ حضور ﷺ نبی کب سے ہیں اتنا پتہ لگا ہے کہ جب آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے اس وقت بھی حضور نبی تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (الیٰ) جب سے مخلوق بنی تب سے حضور کو نبی کہا گیا"۔

شیخ القرآن استاذ العلماء مناظر اعظم استاذ استاذی الکریم حضرت مولانا محمد منظور احمد فیضی قدس سرّہ المعنوی اپنے ایک خطبۂ میلاد شریف میں حدیث متٰی وجبت لك النبوۃ الخ کے حوالہ سے فرماتے ہیں: "پوچھنے والے نے یہ پوچھا کہ آپ کو نبوت کب ملی؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت میں تھا اور نبی تھا۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس وقت مجھے نبوت ملی۔ اس سے پہلے نبی تھا۔ کب نبوت ملی؟ یہ جواب نہیں دیا جیسے کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ انیس صاحب کے یہاں کس وقت آئے؟ تو میں عرض کروں کہ میں ۹ بجے یہاں تھا۔ پوچھنے والا پوچھنا چاہتا ہے کہ کب آئے؟ میں آنے کا وقت نہیں بتاتا (الیٰ) اس میں راز کیا تھا؟ اے لوگو! اے بشرو! جہاں تک تمہارے دماغ کی جولانی ہے یہی سوچ لو یہی جان لو کہ ابوالبشر پیدا نہیں ہوئے تھے۔ تمہارے جد اعلیٰ پیدا نہیں ہوتے تھے اس سے پہلے میری ذات بھی تھی اور مجھے نبوت بھی مل

چکی تھی۔ باقی میں وقت بتاؤں؟ تو وقت بنتا ہے لیل ونہار سے، شب وروز سے، دن رات تیار ہوتے ہیں سورج سے، سورج بعد میں پیدا ہوا میں اس سے پہلے تھا۔ وقت میرے بعد میں پیدا ہوا میں وقت سے پہلے نبی تھا۔ وقت تو وہ بتائے جو وقت کے اندر پیدا ہو، پھر وقت میں نبوت ملے۔ وقت تو میرے بعد کی پیداوار ہے میں وقت سے پہلے نبی تھا۔ یہ بشروں کو جواب دیا۔ الخ۔ ملاحظہ ہو (ضیاء میلادالنبی ﷺ، صفحہ ۱۵، طبع انجمن ضیاء طیبہ، کراچی)

موصوف بہ نبوت حقیقت مقدسہ یا روح مبارک:

اقول: پھر اس میں بھی دو قول ہیں کہ نبوت آپ کی روح مبارک کو عطاء کی گئی تھی یا آپ کی حقیقت مقدسہ نوریہ کو جب کہ انہیں دو الگ الگ برکتیں شمار کیا جائے۔ اول کے متعلق علامہ سید احمد عابدین علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت ابھی گزری ہے کہ ''ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح و خلع علیھا خلعۃ التشریف بالنبوۃ'' (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)۔

جب کہ علامہ سلاوی (جنہیں مصنف تحقیقات نے علامہ محقق لکھا ہے تحقیقات صفحہ ۹۵) نے دوسری صورت کو اختیار فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: ''کنت نبیا انہ فی عالم الارواح معنی غیر صحیح بل معناہ ھو الصحیح ونلتزم ان حقیقتہ غیر الروح وتقصر عقولنا عن معرفتھا وانما یعرفھا خالقھا ومن امدہ اللہ بنور الھی ''یعنی کنت نبیا کا یہ معنی کرنا صحیح نہیں ہے کہ عالم ارواح میں آپ کی روح مبارک کو خلعت نبوت پہنائی گئی بلکہ صحیح یہ ہے اور اسی کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ خلعت نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ کو عطا کی گئی تھی۔

رہا یہ کہ اس کی کیفیت کیا تھی؟ تو اس سے ہماری عقلیں عاجز اور قاصر ہیں۔ اسے اس کا پیدا کرنے والا ہی جانتا ہے یا پھر وہ کہ جس کی وہ اپنے نور خاص سے یاوری فرمائے۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۲۱۰)۔

نیز امام عبدالرؤف مناوی نیز علامہ محمد عبدالباری الاہدل نیز علامہ عزیزی رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا: ''قد جعل اللہ حقیقتہ ﷺ تقصر عقولنا عن معرفتھا وافاض علیھا وصف النبوۃ من ذلک الوقت (الی) وشاھد ذلک حدیث عبدالرزاق بسندعن جابر'' (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۱۶۱۔ شرح انموذج اللبیب، صفحہ ۹۱۔ السراج المنیر، جلد ۴، صفحہ ۳۱)۔

راجح تاویل:

ثم اقول: حضرت شیخ محقق سلاوی وامثالہم کا قول موجہ ہے کہ اس میں ایک امر زائد ہے جب کہ علم، عدم علم پر حاوی ہوتا ہے۔ نیز اس میں زیادہ فضیلت نبویہ ہے جس کے خلاف بھی دلیل نہیں بلکہ اس کے دلائل

موجود ہیں جن میں سے ایک یہ کہ آپ ﷺ کی حقیقت نوریہ پوری کائنات کی اصل ہے جس کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ نبوت ورسالت سمیت تمام کمالات شروع ہی سے اس میں پائے جاتے ہوں۔ لہٰذا بعد کے اوقات میں حسب حکمت اس کے مختلف انوار کا مختلف ادوار میں ظہور ہوتا رہا۔

چنانچہ شیخ ممدوح نے بھی اس کی یہ توجیہ بیان فرمادی ہے (جسے مصنف تحقیقات نے خوش فہمی سے اپنا مؤید سمجھ کر تحقیقات' صفحہ ۹۵' ۹۶ میں لیا ہے) ان کے لفظ ہیں: ''وبالجملة فحقيقته سابقة على خلق آدم فيستفاد ان نبوته مقدرة فى العلم اوّلاً اى تعلق علم الله تعالىٰ بانه يصير نبيا وهذه المرتبة الاولىٰ۔ ثم خلق نوره وهذه المرتبة الثانية۔ثم كتبه فى ام الكتاب وهذه هى المرتبة الثالثة والنبوة الثانية۔ ثم اظهره للملئكة وهذه المرتبة والنبوة الثالثة۔ ثم اظهر للوجود وهذه المرتبة الخامسة والنبوة الرابعة فقد علم اتصاف حقيقته ﷺ بالاوصاف الشريفة المفاضة عليه من الحضرة الالهية من اول الامر قبل خلق كل شئ وانما تأخر اتصافه بالاوصاف الوجود العينية لجسده لما وجد فى الدنيا''۔ (جواہر البحار' جلد ۴' صفحہ ۲۱۱)۔

نیز تفسیر عرائس البیان کی حسب ذیل عبارت سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے:

چنانچہ اس میں الفاظ آیت ''وانا اول المسلمين'' کے تحت لکھا ہے: ''اشارة الى تقدم روحه و جوهره على جميع الاكوان فى الحضرة حين خاطبه بالرسالة والولاية والمحبة والخلة فانقاد فى اوّل الاول الازلى الابدى اشار الى ماذكرنا قوله عليه السلام ''كنت نبيا وادم بين الماء والطين'' وقوله عليه السلام اوّل ماخلق الله نورى'' (جلد ۱' صفحہ ۲۳۸)۔

نیز حدیث جابر کے الفاظ ''نور نبيك'' میں اضافت بیانیہ سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔

چنانچہ امام اہلِ سنّت مرشد غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان ارقام فرماتے ہیں: ''نور نبيك'' میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہے''۔ (مقالاتِ کاظمی' جلد ۱' صفحہ ۵۸' طبع مکتبہ فریدیہ' ساہیوال' مطبوعہ ۱۳۹۷ھ)۔

شیخ العرب والعجم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حدیث مذکور میں نور نبيك کی اضافت بھی من نوره کی طرح بیانیہ ہے''۔ ملاحظہ ہو (صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ ﷺ' صفحہ ۲۷' طبع ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا' کراچی)۔

تخلیق کے اوائل ہی سے نبوت سے متصف ہونے کی دلیل:

عرش الٰہی پر کلمہ طیبہ:

اس کی ایک عام فہم اور اہم دلیل عرشِ الٰہی پر کلمہ طیبہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا لکھا ہوا ہونا بھی ہے جو اس کی تخلیق کے اوائل ہی سے اس پر لکھا گیا جب کہ عند المحققین اس کی تخلیق نور محمدی ﷺ کی تخلیق کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہوئی (کما قال الامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ ان اول الاشیاء علی الاطلاق النور المحمدی ثم الماء ثم العرش ثم القلم۔ (جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۹۱)۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ الفاظ مبارکہ "محمد رسول اللہ" کا معنٰی ہے: "حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں" اور یہ بابرکت ترکیب "جملہ اسمیہ" ہے از روئے معانی جس کی وضع، مسند کے مسند الیہ کے لیئے ثبوت کی غرض سے ہوتی ہے بشرطیکہ مسند، فعل نہ ہو جیسا کہ اس میں بھی نہیں ہے۔ اور ثبوت، یہاں حدوث اور تجدّد کے مقابلہ میں ہے۔

بالفاظ دیگر جملہ اسمیہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے حدوث اور تجدد کے لیئے نہیں بلکہ ثبوت اور دوام کے لیئے ہوتا ہے یعنی مسند الیہ سے مسند کی نسبت کا دائمی ہونا، بتانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اگر حضور انور ﷺ کی حقیقت مقدسہ نوریہ وصف رسالت سے متصف نہیں تھی تو اس زمانہ میں عرش الٰہی پر "محمد رسول اللہ" کے لکھنے کے کیا معنٰی؟ ﷺ۔ بہر حال یہ کلمات مبارکہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کا وجود مبارک تھا نیز آپ وصف نبوت و رسالت سے موصوف تھے اور تھے بھی دوامی حیثیت سے۔

یہ مضمون احادیث کثیرہ صحیح، مقبولہ و معتمدہ میں موجود ہے جسے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے کہ ائمہ شان نے اسی کو بنیاد بنا کر اس امر کو سیّد عالم ﷺ کے خصائص عالیہ میں شمار فرمایا۔ نیز وجہ استدلال مذکور بھی سلف صالح سے ثابت ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

عرش پر کلمہ کا احادیث قدسیہ سے ثبوت:

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلاۃ والسلام کی جانب اپنی وحی میں فرمایا: "ما خلقت اکرم علی منه کتبت اسمه مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السموٰت والارض والشمس والقمر بالفی عام الخ" یعنی محمد (ﷺ) میرے ہاں سب سے بڑے رتبہ والے ہیں۔ میں نے زمین و آسمان اور سورج چاند کو تخلیق کرنے سے دو ہزار سال پہلے اپنے عرش پر اپنے نام کے ساتھ ان کے نام کو ملا کر لکھا۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۷، بحوالہ حلیہ ابی نعیم، سبل

الہدیٰ والرشاد جلد ا صفحہ ۸۵ بحوالہ مسند ابن ابی عاصم وابونعیم طبع بیروت)۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰)۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے (جو دائرۂ قیاس سے باہر ہونے کے باعث حکماً مرفوع اور ارشاد نبوی ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی طرف وحی بھیجی (جس میں ایک بات یہ تھی کہ) ''ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن'' جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا تو اس میں تھرتھراہٹ تھی پس میں نے اس پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ سکون میں آ گیا۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۷ بحوالہ حاکم وصححہ۔ سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۴۷ الباب الثانی فی خلق آدم وجمیع المخلوقات لاجلہ ﷺ بحوالہ حاکم وصححہ طبقات اصبہانیین لابی الشیخ نیز شفاء السقام وفتاویٰ بلقینی وقال لبعضہ شاہد من حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رواہ الحاکم۔ نیز تجلی الیقین صفحہ ۴۲ مؤلفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ بحوالہ حاکم، سبکی، فتاویٰ علامہ سراج بلقینی، افضل القریٰ للامام ابن حجر المکی۔ حاکم نے اسے صحیح کہا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی)۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸۔

عرش پر کلمہ کا ثبوت آدم علیہ السلام کے بیان سے:

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے حضور کے وسیلہ سے دعا کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا تھا: ''فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك'' میں نے عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تھا مجھے اسی وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس کے نام کو ملا کر لکھا ہے وہی تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ ''فقال الله تعالی صدقت یا آدم'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا (ملخصاً، ماار دنا)۔

ملاحظہ ہو (مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۴۲۸، طبع دار المعرفۃ، کتاب الشریعۃ للامام الآجری الشافعی، صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴، حدیث نمبر ۹۰۶، ۹۱۳، طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ الخصائص الکبریٰ، جلد ا، صفحہ ۶، بحوالہ حاکم، بیہقی، طبرانی صغیر، ابونعیم، ابن عساکر، مجمع الزوائد، جلد ۸، صفحہ ۲۲۶، جمع الفوائد، جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۴۲۔ حدیث نمبر ۸۳۷۱ بحوالہ طبرانی اوسط وصغیر، طبع مدینہ منورہ، مدارج النبوۃ فارسی، جلد ۲، صفحہ ۳۔ تجلی الیقین صفحہ ۴۱، بحوالہ حاکم، بیہقی، آجری، ابونعیم، ابن عساکر، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا، علامہ ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اسے مقرر کر رکھا والذی تحرر عندی انه لا ینزل عن درجة الحسن

(منہیہ تجلی الیقین)۔ نیز فتاویٰ رضویہ' جلد۳۰' صفحہ۱۸۵تا۱۸۷' طبع لاہور۔ جواہر البحار' جلد۱' صفحہ۲۵۲' جلد۲' صفحہ ۲۳۰' طبع مصر' بحوالہ دلائل النبوۃ للبیہقی وغیرہ۔ نیز مدارج النبوۃ فارسی' جلد۲' صفحہ۳)۔

نیز فتاویٰ رضویہ (جلد۳۰' صفحہ۱۹۴' بحوالہ مواہب لدنیہ جلد۱' صفحہ۲' طبع رضا فاؤنڈیشن) میں ہے:

''جب آدم علیہ السلام جنت سے باہر آئے ساق عرش اور ہر مقام بہشت میں نام پاک محمد ﷺ کا نام الٰہی سے ملا ہوا لکھا دیکھا۔ عرض کی الٰہی: یہ محمد کون ہے؟ فرمایا: ''ھٰذا ولدك الذی لو لاہ ما خلقتك'' یہ تیرا بیٹا ہے۔ یہ اگر نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا۔ عرض کی الٰہی اس بیٹے کی حرمت سے اس باپ پر رحم فرما۔ ارشاد ہوا اے آدم! اگر تو محمد کے وسیلہ سے تمام اہل آسمان و زمین کی شفاعت کرتا ہم قبول فرماتے'' اھ۔ نیز مدارج النبوۃ فارسی' جلد۲' صفحہ۳ نحوہٗ۔

عرش پر کلمہ سے متعلق حضرت آدم علیہ السلام کا فیصلہ:

سیّدنا آدم کے بیٹوں میں یہ بحث چل نکلی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا رتبہ کس کا ہوگا؟ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی تو اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے ثالثی فرماتے ہوئے فرمایا: ''فنظرت فیہ محمد رسول اللہ فذاك اکرم الخلق علی اللہ عزّو جل'' بیٹو! اللہ کے ہاں سب سے بڑے رتبے والے محمد ہیں کیونکہ میں نے عرش پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا دیکھا تھا۔ ﷺ۔ ملاحظہ ہو (سبل الہدیٰ والرشاد' جلد۱' صفحہ۸۶' بحوالہ ابن ابی الدنیا عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ طبع بیروت)۔

آدم علیہ السلام کی شیث علیہ السلام کو وصیت:

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے یکتا بیٹے اور جانشین حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فکلما ذکرت اللہ فاذکر الی جنبہ اسم محمد ﷺ فانی رأیت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش وانا بین الروح والطین'' یعنی تم جب بھی اللہ کا نام لو تو اس کے ساتھ ہی محمد ﷺ کا ذکر بھی کرو کیونکہ ابھی میں معرض وجود میں نہیں آیا تھا کہ اللہ نے آپ کا نام ساقِ عرش پر لکھ دیا تھا جسے میں نے اپنی خلقت کے بعد چشم سر سے دیکھا تھا (اس کے بعد فرمایا میں نے آسمانوں کا دورہ کیا' جنت اور اس کی مخلوق کو دیکھا' طوبیٰ و سدرہ کا مشاہدہ کیا ملٰئکہ سے واسطہ پڑا' الغرض عالم بالا میں جس جگہ پر گیا' جہاں گیا اور جس اہم چیز کو دیکھا تو اس پر میں نے آپ کا نام لکھا پایا'' الا رأیت اسم محمد مکتوباً علیہ'' (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (خصائص الکبریٰ' جلد۱' صفحہ۶۔ سبل الہدیٰ' جلد۱' صفحہ۸۶'۸۷ بحوالہ ابن عساکر عن کعب الاحبار رضی اللہ عنہ)

نوٹ: حدیث مذکور کے آخری حصہ کی تائید حسب ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لما عرج بی الی السماء ما مررت بسماء الا وجدت اسمی فیھا مکتوبا ''محمد رسول اللہ'' یعنی شب معراج میں جس آسمان پر بھی گیا تو اس پر میں نے ''محمد رسول اللہ'' لکھا دیکھا۔ ﷺ۔ (خصائص کبریٰ' جلد ا' صفحہ ۷' بحوالہ بزار عن ابن عمر۔ نیز ابو یعلیٰ' طبرانی اوسط' ابن عساکر' حسن بن عرفة فی جزئه المشهور عن ابی هريرة رضی اللہ عنهم)۔

نیز فرمایا: ''مکتوب علی باب الجنة لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ'' یعنی جنت کے دروازہ پر ''لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہے۔ ﷺ۔ (خصائص' جلد ا' صفحہ ۷' بحوالہ ابن عساکر عن جابر رضی اللہ عنہ)

نیز ''ما فی الجنة شجر علیها ورقة الا مکتوب علیها لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ'' یعنی جنت کے تمام درختوں کے ہر ہر پتے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ ﷺ۔ (ملاحظہ ہو (خصائص' جلد ا' صفحہ ۷' بحوالہ حلیہ ابو نعیم عن ابن عباس عنہما)۔

عرش پر کلمہ طیبہ کی تصدیق رسول اللہ ﷺ سے:

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نبی کب سے ہیں؟ فرمایا: ''لما خلق اللہ الارض واستوىٰ الی السماء فسوّٰهن سبع سمٰوٰت وخلق العرش کتب علی ساق العرش محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء وخلق اللہ تعالٰی الجنة التی اسکنها آدم و حوّاء فکتب اسمی علی الاوراق والابواب والقباب والخیام وادم بین الروح والجسد فلما احیاه اللہ تعالٰی نظر الی العرش فرأى اسمی فاخبره اللہ تعالٰی انه سیدولدك الخ۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی نے ساق عرش پر ''محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء'' لکھا اور اشجار جنت کے پتہ پتہ پر اور جنت کے تمام دروازوں پر میرا نام لکھا اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ ابھی زمین و آسمان نہیں بنے تھے اور نہ ہی ابو البشر آدم علیہ السلام معرض وجود میں آئے تھے۔ پس جب اللہ نے ان کے بے جان جثہ میں جان ڈالی تو انہوں نے عرش پر میرا نام لکھا دیکھا اور اللہ نے انہیں بتایا کہ جس کا نام عرش پر لکھا دیکھ رہے ہو یہ آپ کی اولاد میں سب سے بڑے رتبہ والے ہیں۔ (سبل الهدیٰ والرشاد' جلد ا' صفحہ ۸۶' بحوالہ ابن الجوزی وقال سند جید لا بأس به)۔

اقول: خود رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ عرش الٰہی پر ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کے الفاظ محض تبرّکاً نہیں لکھے گئے تھے اور نہ ہی اس سے یہ مقصود تھا کہ آپ مستقبل میں نبی و رسول بنیں گے بلکہ اس معنٰی میں لکھے گئے کہ آپ اس وقت وصفِ نبوّت سے متصف و موصوف تھے جیسا کہ صحابی جلیل حضرت میسرۃ رضی اللہ عنہ

کے سوالیہ کلمات اس پر شاہد عدل ہیں نیز لاالہ الا اللہ کا مضمون بھی اس کا مؤید ہے یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ معبود ہوگا فافہم۔

ثم اقول: ساق عرش پر "محمد رسول اللہ" (ﷺ) کے لکھے ہونے کی تائید دیگر کئی احادیث سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو (خصائص کبریٰ، جلد۱، صفحہ۷، بحوالہ ابن عدی، ابن عساکر عن انس۔ نیز ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی نیز الافراد للدارقطنی و خطیب و ابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

عرش پر کلمہ طیبہ کا ثبوت از تصریحات ائمہ عظیم الشان وغیرہم:

علامہ سیّد عبدالعزیز دیرینی (متوفّٰی ۶۹۴ھ) اور امام ربانی علامہ قسطلانی (متوفّٰی ۹۱۱ھ) رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان اللہ تعالٰی لما خلق العرش کتب علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بالنور" یعنی اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کر کے اس پر نور کی روشنائی سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔ﷺ۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد۱، صفحہ ۲۰۵، نیز جلد۲، صفحہ۱۰، طبع مصر)۔

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سبل الہدیٰ جلد۱، صفحہ۸۵، طبع بیروت میں ایک مستقل باب قائم فرما کر احادیث سے اس کا اثبات فرمایا ہے ولفظہ: "الباب الخامس فی کتابۃ اسمہ الشریف مع اسم اللہ تعالٰی علی العرش وسائر مافی الملکوت"۔

علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: حضور کا اسم مبارک عرش کے پایہ پر اور ہر ایک آسمان پر اور بہشت کے درختوں اور محلات پر اور حوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔ﷺ۔ ملاحظہ ہو (سیرت رسول عربی ﷺ، صفحہ۴۰۲، خصوصیت نمبر۶، طبع الفیصل لاہور)۔

پیشوائے غیر مقلدیہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی الشمامۃ العنبریہ صفحہ۴۰ میں اس امر کو تسلیم کیا ہے اور صفحہ۹۹ پر یہ تصریح کی ہے کہ موصوف نے اپنی اس کتاب میں صحیح روایات کے لانے کا التزام کیا ہے۔ نیز مقتداء دیوبندیہ مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب نے نہ صرف یہ کہ الشمامۃ کو معتمد مانا بلکہ اپنی کتاب نشر الطیب میں اس سے بکثرت استناد بھی کیا ہے جس سے یہ حوالہ تھانوی صاحب کی جماعت پر بھی حجت قرار پایا۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام والمسلمین امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے (جس کا اردو خلاصہ یہ ہے) کہ چونکہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ ﷺ کو نبوت مل چکی تھی

ولهذا رأى آدم علیہ السلام اسمه مكتوبا على العرش محمد رسول الله فلا بدان يكون ذلك معنى ثابتا في ذلك الوقت ''اسی لیئے آدم علیہ السلام نے عرش پر آپ کا نام محمد رسول اللہ کے الفاظ سے لکھا دیکھا جو اس کو مستلزم ہے کہ نبوت و رسالت آپ کو واقعۃً مل چکی تھی۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۴ بحوالہ التعظيم والمنة في لتؤمنن به ولتنصرنه)۔

نیز اسی کے اسی جلد میں صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ آپ کی حقیقت مقدسہ کو شروع ہی سے نبوت کے ساتھ متصف فرمایا گیا: ''فصار نبيا و كتب اسمه على العرش واخبر عنه بالرسالة ليعلم ملئكته وغيرهم كرامته عنده فحقيقته موجودة من ذلك الوقت ''پس آپ اپنی حقیقت مقدسہ کے حوالہ سے اسی وقت سے نبی قرار پائے اور اللہ نے آپ کا نام آپ کی شان رسالت کے حوالہ سے عرش پر لکھ کر ملٰئکہ وغیرہم کو آپ کی رسالت اور بزرگی سے روشناس کرایا اھ۔

عرش پر کلمہ کا ثبوت مصنف تحقیقات سے:

یہ سب کچھ خود مصنف تحقیقات بھی اپنی کئی کتب میں لکھ کر تسلیم کر چکے ہیں چنانچہ کوثر الخیرات (صفحہ ۸۷) میں انہوں نے لکھا ہے: ''عرش عظیم کے پائے پر لا اله الا الله کے ساتھ محمد رسول الله لکھا ہوا ہے'' اھ۔ ﷺ۔

نیز تنویر الابصار (صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۳) میں حضرت آدم علیہ السلام کی عرش پر کلمہ ہونے کے بیان کی حدیث لکھی ہے۔ نیز اسی میں (صفحہ ۱۴۳ پر) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کئی کتب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا پس وہ لرزنے لگا تو میں نے اس پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھ دیا تو وہ سکون و قرار میں آ گیا''۔

نیز اسی کے صفحہ ۹۲، ۹۶ پر کھول کر لکھ دیا ہے کہ علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے ''نور نبيك ''اور ''كنت نبيا'' کا مصداق حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ ہونا بیان فرمایا ہے جس سے آپ ﷺ کا قدیم النبوۃ ہونا واضح ہوتا ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲ پر اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ علی الاطلاق اول الخلق نور محمدی ہے۔ ﷺ۔ پھر پانی کو پیدا کیا گیا۔ اس کے بعد عرش کی تخلیق ہوئی۔

اس سے بھی آپ ﷺ کا شروع ہی سے وصف نبوت و رسالت سے متصف ہونا ثابت ہوا کیونکہ یہ بھی ثابت ہے کہ عرش کی تخلیق ہونے کے اوائل ہی میں اس پر کلمہ طیبہ لکھ دیا گیا تھا (وقد مرّ انفاً)۔ اور یہ بھی خود رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے اشارۃً ثابت ہے کہ عرش پر ''محمد رسول الله'' اس معنٰی میں لکھا گیا کہ آپ اسی

زمانہ میں وصف نبوت ورسالت سے متصف تھے اس کا حوالہ بھی ابھی کچھ پہلے گزرا ہے بلکہ خدا کے کرنے سے یہ روایت خود مصنف تحقیقات نے بھی بلاتردید بلکہ استناداً لکھ دی ہے۔ ان کے لفظوں میں ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

''میسرۃ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کیا کہ حضور! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے؟ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ رب العزت نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو (ان سے قبل) ایجاد فرمایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا (محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخرالزمان پیغمبر ہیں) اور جن کو پیدا فرمایا (جس میں بعدازاں حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام کو ٹھہرایا) تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر، اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں اور قبّوں پر لکھا حالانکہ آدم علیہ السلام کے روح وجسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ پس جب ان کے روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں الخ''۔

ملاحظہ ہو (سیرت سیّدالانبیاء ﷺ ترجمہ الوفاء لابن الجوزی، صفحہ ۴۵، ۴۶، طبع فرید بک سٹال، لاہور)۔

اقول: اس سے بے ساختہ نوک قلم پر آیا چاہتا ہے کہ

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ثم اقول: مصنف تحقیقات کی ان تصریحات سے ان کے اس نظریہ کا خود ان کے قلم سے غلط ہونا ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ کا نور تو ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا مگر وصفِ نبوت ورسالت سے اسے ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کے بعد متصف کیا گیا کیونکہ ان کے اس نظریہ کی بنیاد بعض غیر معصوم اور بے دلیل اقوال پر ہے جو رجماً بالغیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس سے قول رسول ﷺ صاف اباء کرتا ہے۔ تصریحات علماء جس پر مستزاد ہیں۔

اسی طرح حدیث متی وجبت لك النبوة الخ میں ''وادم بین الروح والجسد'' کے الفاظ کو ان کا تقیید وتخصیص للنبوۃ گردانا بھی غلط ثابت ہوگیا کیونکہ بعض دیگر علماء محققین کی تصریحات کے علاوہ مذکورہ حدیث نبوی بھی اس کی تردید کرتی ہے۔ (موصوف کی یہ دونوں باتیں ان کی کتاب تحقیقات صفحہ ۹۷، ۹۸ وغیرہ میں مذکور ہیں)۔

بہرحال اس عالم میں آغاز زمانہ نبوت کچھ بھی لیا جائے، ٹھوس دلائل اور صحیح تحقیق کی رو سے اتنی بات

اٹل ہے کہ آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل یقینی طور پر بالفعل نبی و رسول تھے جب کہ بحث کا بنیادی نقطہ بھی یہی امر ہے جسے خود مصنف تحقیقات بھی تسلیم کر چکے ہیں اگرچہ کچھ پیچ و تاب کے بعد۔

◆◆◆

باب چہارم

قبل تخلیقِ آدم علیہ السلام بالفعل نبی ہونے پر تصریحات اکابر وعلماءِ اسلام نیز علماء وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدیہ نیز مصنف تحقیقات سے ثبوت

اس اصول کے مطابق کہ راوی اپنی روایت کا پابند ہوتا ہے وہ تمام اجلّہ صحابۂ کرام جیسے حضرت فاروق اعظم، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عرباض بن ساریہ اور حضرت میسرۃ الفجر الضبی وغیرہم رضی اللہ عنہم نیز وہ تمام تابعین اور اتباع اور مابعد ہم ائمہ وعلماء جنہوں نے حدیث ہٰذا کو اپنی اپنی کتب میں راویت کیا جیسے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام حاکم، ابن ابی شیبہ، امام طبرانی، امام ابونعیم، امام ابن سعد، امام ابن عساکر اور ابن شاہین وغیرہم جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی اس سلسلہ کی احادیث کے ضمن میں آچکا ہے اور ان کے علاوہ بھی جن کے حوالے نہیں لیئے گئے کیونکہ یہاں تکمیل عنوان مقصود تھی نہ کہ استقصا دو استیعاب۔

دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کی فہرست بنا کر شوق پورا کر سکتے ہیں۔ اصولی طور پر سب اس کے قائل تھے کہ آپ ﷺ کی نبوّت حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام سے مقدم ہے اور آپ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی تھے۔ خصوصاً جب کہ اپنی مرویات کے خلاف بھی ان سے ثابت نہیں ورنہ معاذ اللہ ان کا منکر حدیث ہونا لازم آئے گا جو صحیح نہیں۔

علاوہ ازیں ان احادیث کے استناداً ناقلین، شارحین، مبصرین اور مؤیدین مضامین مزید ہیں جن میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب شامل ہیں۔ جن کی تفصیل ازبس طویل ہے اور ہم نے طوالت سے بچنا ہے اس لیئے بقدر ضرورت بعض حوالہ جات پیش کیئے جاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

امام علامہ سبکی رحمۃ اللہ سے:

امام تقی الملۃ والدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''التعظیم والمنۃ'' میں آیت میثاق کے حوالہ

سے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دائرۂ نبوت میں پوری مخلوق شامل ہے زمانۂ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ہونے والی نسل انسانیت آپ کی امت میں داخل ہے تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے اُمّتی ہیں۔

بناءً علیہ ان کی اُمّتیں بھی آپ کی اُمّتیں ہیں'' ویتبین بذلك معنى قوله ﷺ كنت نبيا وادم بين الروح والجسد ''یعنی حدیث كنت نبيا وادم بين الروح والجسد'' بھی اس کی دلیل ہے۔

''وان من فسر بعلم الله بانه سيصير نبيا لم يصل الى هذا المعنى لان علم الله محيط بجميع الاشياء ووصف النبي ﷺ بالنبوة في ذلك الوقت ينبغي ان يفهم امر ثابت له في ذلك الوقت (الٰی) ولو كان المراد بذلك مجرد العلم بما سيصير في المستقبل لم يكن له خصوصية بانه نبي وادم بين الروح والجسد لان جميع الانبياء يعلم الله نبوتهم في ذلك الوقت وقبله فلابد من خصوصية للنبي ﷺ''۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ کا مستقبل میں نبی بنناعلم الٰہی میں تھا جس نے بھی یہ معنی کیا ہے اس میں اسے حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو سب انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں تھیں پس آپ کی اس حوالہ سے کیا خصوصیت رہی اور اس کا کیا فائدہ ہوا کہ آپ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے یعنی معرض وجود میں نہیں آئے تھے پس لازم ہے کہ اس میں آپ کی کوئی خصوصیت ہو اور وہ یہی ہے کہ آپ حقیقی معنی میں اس وقت نبی تھے۔

ملاحظہ ہو (ان کا رسالہ مبارکہ ''التعظيم والمنة في لتؤمنن به ولتنصرنه ''۔ نیز الخصائص الکبریٰ للسیوطی' جلد ا' صفحہ ۴' نسیم الریاض' جلد ا' صفحہ ۳۷۹۔ نیز المواہب اللدنیہ مع الزرقانی' جلد ا' صفحہ ۸۳۔ مرشد المختار للامام ابن طولون حنفی' صفحہ ۲۲۷۔ المورد الروی للعلامۃ القاری' صفحہ ۳۵ تا ۴۶۔ الحدیقۃ الندیہ للعلامہ النابلسی' جلد ا' صفحہ ۲۹' ۳۰۔ حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی' صفحہ ۴۱' ۴۳۔ جواہر البحار للعلامۃ النبہانی' جلد ۲' صفحہ ۴۸' ۹۰' ۱۶۱' ۱۹۵' ۳۴۱' جلد ا' صفحہ ۳۶۳۔ نیز سبل الہدیٰ للامام الصالحی' جلد ا' صفحہ ۸۱' ۹۱' ۹۲' جلد ۱۰' صفحہ ۳۰۴' طبع بیروت وقال و''اثر كعب يؤيد ما قاله''،''وهو اقوى من الادلة التي استدل بها''۔

علامہ ابن الجوزی علیہ رحمۃ اللہ الغفار:

''والمراد انه كان نبيا بالفعل (الٰی) لو قيل بانه كان نبيا في علم الله تعالى وادم بين الماء والطين لم يكن في التنصيص على قوله كنت نبيا الخ عظيم فائدة اذهم مستوون في ذلك فتعين تقريره على ما ذكرنا'' یعنی كنت نبيا الخ میں آپ ﷺ کا اس وقت بالفعل نبی ہونا مراد ہے اگر علم الٰہی میں

نبی بننا مراد لیا جائے تو اس حوالہ سے آپ کے خصوصی ذکر کا قابل ذکرہ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ علم الٰہی تو سب انبیاء علیہم السلام سے متعلق تھا۔لہٰذا اس کا یہی معنیٰ متعین ہوا کہ آپ ﷺ بالفعل نبی تھے۔

ملاحظہ ہو ہو (جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۸۸ طبع مصر)۔

علامہ سید احمد عابدین سے:

''ولیس المعنٰی انہ کان نبیافی علم اللہ تعالٰی کما قیل لانہ لا یختص بہ ''یعنی حدیث کا یہ معنٰی نہیں کہ آپ کا نبی ہونا علم الٰہی میں تھا جیسا کہ کہا گیا ہے کیونکہ علم الٰہی میں تو سب تھے۔

ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۳۵۷)۔

امام ابن حجر مکی علامہ مناوی اور علامہ قاری رحمہم اللہ سے:

امام ابن حجر مکی علامہ عبدالرؤف مناوی اور علامہ علی القاری رحمہم اللہ نے بھی علم الٰہی میں نبی ہونے کی تاویل کو رد کرتے ہوئے امام سبکی علیہ الرحمۃ کے بیان فرمودہ معنٰی کو احسن اور ابین قرار دیا۔ملاحظ ہو (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۹۰،۱۶۱۔نیز المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ علی القاری صفحہ ۳۵)۔

نیز امام ابن حجر مکی سے:

''ومعنی وجوب النبوۃ وکتابتھا ثبوتھا وظھورھا فی الخارج نحو کتب اللہ لاغلبن کتب علیکم الصیام'' یعنی حدیث متٰی وجبت لک النبوۃ میں وجود اور کتابت کا معنٰی یہ ہے کہ واقع میں آپ کو اس وقت نبوت ملی اور اس وقت کی مخلوق کے سامنے اس کا ظہور ہوا محض لکھنا اور لوح محفوظ میں درج کرنا مقصود نہیں اور لکھنا کبھی متعین اور لاگو کرنے کے معنٰی میں بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالٰی کی ان ارشادات ''کتب اللہ لاغلبن'' اور ''کتب علیکم الصیام'' میں۔ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۸۹،۹۰)۔

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی ۱۱۲۷ھ علیہ الرحمۃ سے:

ومعنی الحدیث انہ ﷺ کان نبیا بالفعل عالماً بنبوتہ اس حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ آپ ﷺ بالفعل نبی تھے اور آپ کو اپنے نبی ہونے کا علم تھا۔ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)۔

علامہ سید محمد مغربی سے:

"اعلمہ اللہ تعالی بنبوتہ وبشرہ برسالتہ ھذا وادم لم یکن الا کما قال ﷺ بین الروح والجسد '' اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ کو آپ کے نبی اور رسول ہونے کی خبر اور بشارت دی جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان ہی تھے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ)۔

علامہ سید ابو العباس تجانی سے:

''یدل علی ھذاالذی ذکرناہ قولہ ﷺ کنت نبیا وادم بین الماء والطین'' ہمارے مذکورہ دعویٰ (کہ آپ ﷺ تخلیق آدم ﷺ سے بھی قبل بالفعل نبی تھے'اس) کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کنت نبیا وادم بین الماء والطین یعنی میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔(جواہر البحار'جلد۳'صفحہ ۵۳)۔

علامہ عبدالقادر الجزائری سے:

فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کما روی ابو نعیم فی الحلیۃ کان نبیا وادم بین الماء والطین'' یعنی حلیہ ابی نعیم کی روایت کے مطابق آپ ﷺ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم ﷺ گارے کی صورت میں تھے۔ (جواہر البحار'جلد۳'صفحہ ۲۶۵)۔

امام محمد صالحی شافعی علیہ الرحمۃ سے:

''خص ﷺ بانہ اول الانبیاء خلقا''۔وتقدم نبوتہ ﷺ وکان نبیا وادم لمنجدل فی طینتہ' انبیاء علیہم السلام سے تخلیق میں آپ کا اول ہونا آپ کے خصائص سے ہے۔آپ نبوت میں بھی اول ہیں۔ چنانچہ آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے۔ (سیرۃ شامی' جلد۱' صفحہ ۴۷' طبع بیروت)۔

علامہ ابن رجب اور علامہ صالحی سے:

''فتحمل ھذہ الروایۃ مع حدیث العرباض السابق علی وجوب نبوتہ ﷺ وظھورھا فی الخارج ''یعنی حدیث عرباض وغیرہ کا مفہوم یہی ہے کہ آپ ﷺ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے واقع میں منصب نبوت پر فائز تھے۔ملاحظہ ہو (سبل الہدیٰ جلد۱' صفحہ ۷۹' نیز صفحہ ۷۸ تا ۸۰ نیز صفحہ ۸۴،۸۳' بحوالہ لطائف المعارف لابن رجب' طبع بیروت)۔

علامہ سید احمد عابدین ۱۳۲۰ھ سے مزید:

''وقدم نبینا ﷺ تعظیما وتکریما وایماء الٰی تقدم نبوتہ فی عالم الارواح المشار الیہ بقولہ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ''یعنی سورۃ احزاب کی آیت میثاق میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کا نام دیگر انبیاء علیہم السلام سے آپ بزرگی اور عظمت کی بناء پر پہلے لیا۔ نیز اس سے عالم ارواح میں آپ کی نبوت کے مقدم ہونے کی جانب بھی اشارہ فرمانا مقصود ہے جس کا بیان آپ ﷺ کے ارشاد ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' میں ہے (جواہر البحار'جلد۳'صفحہ ۲۴۴)۔

علامہ شیخ احمد سلاوی ۱۳۰۰ھ سے:

"نبأه فی عالم الارواح واطلع الارواح علی ذلك وامرها بمعرفة نبوته والاقرار بها "نیز "جعله نبیا وآدم کان منجدلا بین الطین والماء "یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عالم ارواح میں نبی بنا کر ارواح کو اس سے مطلع فرمادیا اور انہیں آپ کی نبوت کو پہچاننے اور ماننے پر مأمور فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۲۷)۔

شیخ محقق، علامہ علی القاری اور علامہ طیبی سے:

حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: "متی وجبت لك النبوة ای ثبتت (الیٰ) ای وجبت لی النبوة والحال ان اٰدم بین الروح والجسدیعنی وانه مطروح علی الارض صورة بلاروح والمعنٰی انه قبل تعلق روحه بجسده"۔

ملاحظہ ہو (مرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸۔ نیز طیبی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۴ نحوہ) اسی طرح حدیث عرباض کے تحت بھی ہے مرقاۃ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸، بحوالہ طیبی) جلد ۱۰، صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵) ای کتبت خاتم الانبیاء فی الحال التی آدم مطروح علی الارض حاصل فی اثناء خلقته اھ۔ نیز ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات، جلد ۴، صفحہ ۴۷)۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے:

حدیث مذکور کا معنٰی بزبان فارسی بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: کے ثابت شد مرترا نبوت؟ (الیٰ) ثابت شد مرا نبوت وحال آنکہ آدم میان روح وجسد بود یعنی خلقت آدم تمام نہ شدہ بود و روح او بجسد متعلق نہ شدہ بود۔ کنایہ از سبق وتقدم است "یعنی "متی وجبت لك النبوة" کا معنٰی ہے حضور! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ وآدم بین الروح والجسد کا مطلب ہے کہ آپ نے فرمایا میرے لیے نبوت اس وقت ثابت ہوئی جب کہ آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام کی تخلیق پایۂ تکمیل کو نہ پہنچی تھی اور ان کی روح مبارک ان کے جسم مبارک میں داخل نہ ہوئی تھی۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ ان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے مجھے نبوت حاصل ہوئی۔ ملاحظہ ہو (اشعة اللمعات، جلد ۴، صفحہ ۴۷، طبع سکھر)۔

علامہ عجلونی سے:

"ان اللہ خلق الارواح قبل الاجساد فقد تکون الاشارة بقوله کنت نبیا الی روحه الشریفة او حقیقته "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو ان کے متعلقہ اجسام سے پہلے پیدا فرمایا تھا لہٰذا آپ ﷺ کے ارشاد "کنت نبیا" میں آپ کی روح مبارک یا حقیقت مقدسہ کی طرف اشارہ ہے (بناءً علیہ وصف نبوت

اپنے محل میں رہا یعنی موصوف کے بغیر نہ ہوا)۔ ملاحظہ ہو (کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۱۸)۔

محدث ابن ابی شیبہ سے:

امام بخاری و مسلم کے استاذ ابوبکر ابن ابی شیبہ محدّث نے حدیث "بین الروح والجسد" پر یہ عنوان قائم کیا ہے: "ماجاء فی مبعث النبی ﷺ" یعنی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ ﷺ کی بعثت کا بیان (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۴، صفحہ ۲۹۲، نمبر ۱۸۴۰۲، طبع کراچی)۔

امام آجری سے:

امام ابوداؤد کے تلمیذ امام آجری نے پیش نظر مضمون حدیث پر یہ سرخی قائم کی ہے: "باب ذکر متٰی وجبت النبوة للنبی ﷺ" یعنی اس کا بیان کہ نبی ﷺ کو کب نبوۃ ملی۔ ملاحظہ ہو (الشریعۃ، صفحہ ۴۲۱)۔

محدث ابونعیم سے:

اس مضمون کی احادیث نقل کرکے امام ابونعیم محدّث نے کہا: "وھذا اخبار عن التنویه بذکره فی الملاء الاعلٰی وانه معروف بذلك بینهم بانه خاتم النبین وادم لم ینفخ فیه الروح"۔ نیز فرمایا: "اوجب الله له النبوة قبل تمام خلق آدم لانه اول مکتوب فی امر النبوة والعهد" یعنی آدم علیہ السلام کے جسم مبارک میں ابھی روح نہیں ڈالی گئی تھی اور ان کی تخلیق ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سرکار ﷺ کو نبوت عطا فرمائی بلکہ آپ خاتم النبین ہونا بھی متعین فرمادیا جس کے ملأ اعلیٰ میں تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے چرچے تھے۔ ملاحظہ ہو (سیرت سیّد الانام ﷺ جلد ۱، صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹، طبع مدینہ منورہ، مؤلفہ علامہ۔ الدکتور السید جعفر مصطفی سبیه)۔

علامہ ہیثمی سے:

محدّث جلیل علامہ نورالدین ہیثمی صاحب مجمع الزوائد نے اس مضمون کی احادیث پر یہ عنوان دیا: "باب قدم نبوته" یعنی آپ ﷺ کی نبوت کے سب سے پہلے ہونے کا بیان (کشف الاستار، جلد ۳، صفحہ ۱۱۳، تحت ۲۳۶۵، از شرح السنہ بغوی، جلد ۷، صفحہ ۱۳، حاشیہ تحت حدیث ۳۵۲۰)۔

امام بیہقی سے:

معروف محدّث امام بیہقی نے ان احادیث پر یہ عنوانات قائم فرمائے: "جماع ابواب المبعث۔ باب الوقت الذی کتب فیه محمد ﷺ نبیا" یعنی آپ ﷺ کی بعثت کے ابواب کا گلدستہ۔ اس وقت کا بیان جس میں حضرت سیّدنا محمد ﷺ کو نبی متعین کیا گیا۔ (دلائل النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۰، از: شرح السنہ بغوی، جلد ۷، صفحہ ۱۳،

حاشیہ۳۵۲۰)۔

علامہ محی السنہ بغوی سے:

امام بغوی رحمہ اللہ نے حدیث عرباض کی شرح میں فرمایا: ''لمنجدل ای مطروح علی وجہ الارض صورۃ من طین لم یجر فیہ الروح بعد ''معنی یہ ہے کہ میرا خاتم النبین ہونا اس وقت متعین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا پتلا مبارک بغیر روح کے زمین پر رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (شرح السنۃ جلد۷ صفحہ۱۳ طبع بیروت)

علامہ علی القاری سے:

''بل یدل حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد علی انہ متصف بوصف نبوۃ فی عالم الارواح قبل خلق الاشباح وھذا وصف خاص لہ لانہ محمول علی خلقہ للنبوۃ واستعدادہ الرسالۃ کما یفھم من کلام الامام حجۃ الاسلام فانہ حینئذ لا یتمیز عن غیرہ حتی یصلح ان یکون ممدوحا بھذا النعت بین الانام ''یعنی حدیث ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ''اس امر کی لیل ہے کہ آپ ﷺ عالم اجساد کی تخلیق سے قبل عالم ارواح میں وصف نبوت سے موصوف (نبی) تھے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ کی روح مبارک میں نبی و رسول بننے کی صرف صلاحیت رکھ دی گئی تھی جیسا کہ امام حجۃ الاسلام کے کلام سے مترشح ہے کیونکہ اس صورت میں یہ امر آپ کی خصوصیت نہیں رہے گا اور نہ ہی دوسروں سے ممتاز کر کے آپ کے لیئے لائق مدح شمار ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع قدیمی کراچی)۔

نوٹ: علامہ قاری کا کلام امام حجۃ الاسلام سے یہ جواب بر تقدیر تسلیم ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ امام موصوف سے اس کی نسبت موضوع و من گھڑت ہے۔ تفصیل باب ہشتم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

علامہ خفاجی سے:

علامہ شہاب خفاجی حنفی حدیث ''جعلنی فاتحا واخاتما ''کے تحت ارقام فرماتے ہیں: ''للنبوۃ اذ خلق روحی قبل الارواح ونبأھا قبل کل نبی ''یعنی اللہ تعالیٰ نے نبوت کو مجھ سے شروع فرمایا اور مجھی پر اسے مکمل اور ختم فرمایا۔ شروع اس طرح سے کہ اس نے میری روح کو تمام ارواح سے قبل پیدا کر کے تمام انبیاء سے پہلے اسے نبوت عطا فرمائی۔ ملاحظہ ہو (شرح الشفاء جلد۲ صفحہ۲۵۲ طبع ملتان)۔

علامہ محمد جعفر کتانی سے:

''فکان نبیا ورسولا بالفعل عالما بنبوتہ ورسالتہ فی عالمی الحقائق والارواح (الیٰ) وبہ تفھم معنی قولہ الصلاۃ والسلام کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ''یعنی حدیث کنت نبیا وادم

بین الروح والجسد کی روسے آپ ﷺ عالم حقائق اور عالم ارواح میں بالفعل نبی و رسول تھے اور آپ کو اپنے نبی اور رسول ہونے کا علم تھا۔ ملاحظہ ہو (جلاء القلوب، جلد ا، صفحہ ۳۸۵)۔

اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد ماجد سے:

امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی اور آپ کے والد ماجد رئیس المتکلمین حضرت مولانقی علی خاں علیہما الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: ''حضور سیّد المرسلین ﷺ نے حضرت جناب مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا (الی) اے ابوالحسن! بے شک محمد ﷺ رب العالمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم، اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار، نبی ہوئے جب کہ آدم آب و گل میں تھے الخ۔ ملاحظہ ہو (تجلی الیقین، صفحہ ۹۱، طبع نوریہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد)۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰، صفحہ ۲۴۴ طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔ نیز سرور القلوب، صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱، طبع شبیر برادرز لاہور)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مزید:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ التعظیم والمنۃ کی نہایت زوردار الفاظ میں توثیق فرماتے ہوئے اسے ''نہایت نفیس کلام پر مشتمل'' نیز ائمہ شان کے حوالہ سے ''اسے نعمت عظمیٰ اور مواہب کبریٰ'' قرار دیتے ہوئے اسے حوالہ بنا کر ارقام فرماتے ہیں ''ہمارے حضور صلوات اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیّدنا ابوالبشر علیہ الصلاۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام ہے۔ اور حضور کا ارشاد کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اپنے حقیقی معنٰی پر ہے''۔ ملاحظہ ہو (تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین ﷺ، صفحہ ۱۰، طبع مذکور)۔

نیز فرماتے ہیں: محمد ﷺ اصل الاصول ہیں۔ محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے، وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل سے ہے''۔ (صفحہ ۱۰)۔ نیز صفحہ ۱۵، ۱۶، نحوہٗ۔ نیز صفحہ ۱۸ پر فرماتے ہیں: ''حضور کی رسالت زمانۂ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ اولین و آخرین سب کو حاوی''۔

آگے متعدد کتب کے حوالہ سے اور کئی صحابہ و تابعین کے طرق سے یہ حدیث پیش فرمائی ہے:

''حضور پرنور سید المرسلین ﷺ سے عرض کی گئی متی وجبت النبوۃ حضور کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: وادم بین الروح والجسد جب کہ آدم درمیان روح اور جسد کے تھے''۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے

فرمایا: ''سندہ قوی''۔

والد ماجد اعلیٰ حضرت سے:

امام سبکی کے حوالہ سے لکھا کہ وہ فرماتے ہیں: ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' کہ میں اس نبوت کو صرف علم الٰہی میں سمجھتا تھا اب ثابت ہوا کہ خارج میں بھی ہے''۔ (آگے ''تنبیہہ'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں) ''یہاں سے معلوم ہوا کہ روح مبارک قبل از وجود باجود بھی متصف برسالت تھی اور بعد انتقال کے بھی متصف ہے''۔ (سرور القلوب، صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳)۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ سے:

امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''دقائق الاخبار'' کا آغاز اس عنوان سے فرمایا ہے: باب فی تخلیق نور محمد ﷺ، یعنی حضرت اقدس ﷺ کے نور مبارک کی تخلیق کا بیان:

اس کے بعد اس موضوع کی ایک طویل حدیث (حدیث سائب رضی اللہ عنہ) استناداً لائے ہیں جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''ثم خلق نورالانبیاء من نور محمد ﷺ ثم نظرالی ذلك النور فخلق ارواحهم فقالو لااله الا الله محمد رسول الله'' یعنی ایک مرحلہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے نور اور ان کی ارواح طیبہ کو پیدا کیا تو سب نے اپنی روحی اور نوری اشکال میں اپنی خلقت کے فوراً بعد کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ملاحظہ ہو (دقائق الاخبار مترجم اردو مع متن عربی، صفحہ ۱۵، ۱۷، ۱۸، طبع مکتبہ قادریہ سکندریہ لاہور، مطبوعہ ۲۰۰۲ء)۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مالکی رحمہ اللہ سے:

''لیست النبوة الابالشرع المقرر علیه من عند الله فاخبر انه صاحب النبوة قبل وجود الانبیاء'' نیز ''وکان نبیا وادم لم یخلق'' یعنی آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل اور تمام انبیاء علیہم السلام کے وجود باوجود سے پہلے نبی اور صاحب شرع تھے۔ (جواہر البحار، جلد ۱، صفحہ ۱۲۷)۔

علامہ سیوطی اور علامہ ابن طولون صالحی حنفی سے:

''وتقدم نبوته فکان نبیا وادم لمنجدل فی طینته'' آپ ﷺ کی نبوت سب سے پہلے ہے۔ چنانچہ آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۴، جواہر البحار، جلد ۱، صفحہ ۲۸۱۔ نیز مرشد المختار، صفحہ ۲۳۶)۔

امام قسطلانی سے:

''وکان نبیا وادم بین الروح والجسد'' آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (جواہر البحار' جلد۲' صفحہ ۹، ۱۰)۔

امام شعرانی سے:

''فان قلت فھل اعطی احد النبوۃ وادم بین الماء والطین غیر محمد ﷺ؟ فالجواب لم یبلغنا ان احداً عطی ذلک (الیٰ) انہ اعطی النبوۃ قبل جمیع الانبیاء''۔ نیز ''خص رسول ﷺ بانہ اول النبیین خلقا وبتقدیم نبوتہ وکان نبیا وادم بین الماء ولطین ''۔ یعنی اگر تم کہو کہ کیا حضور اقدس ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو بھی نبوت ملی جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور ہمیں ایسی کوئی دلیل نہیں ملی جس سے کسی اور نبی کو اس وقت نبوت کے ملنے کا بیان ہو الغرض یہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ ملاحظہ ہو (جواہر البحار' جلد۲' صفحہ ۲۳' ۴۸)۔

علامہ مناوی ۱۰۳۰ھ سے:

''قد جعل اللہ حقیقۃ ﷺ تقصر عقولنا عن معرفتھا وافاض علیھا وصف النبوۃ من ذلک الوقت'' (یہ عبارت جواہر البحار' جلد۲' صفحہ ۱۶۱ کے حوالہ سے مع ترجمہ پہلے گزر چکی ہے)۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی ۱۱۴۳ھ سے:

''فکان نبیا وادم بین الماء والطین'' آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ (جواہر البحار' جلد۲' صفحہ ۲۲۳)۔

شیخ احمد الدردیر مالکی ۱۲۰۱ھ سے:

آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (وآدم بین الروح والجسد) (جواہر البحار' جلد۳' صفحہ ۴۹۱' ۴۹۲)۔

علامہ شیخ شہاب الدین رملی شافعی سے:

فکان نبیا وآدم بین الروح والجسد (جواہر البحار' جلد۳' صفحہ ۱۳۰)۔

علامہ عزیزی ۱۰۷۰ھ سے:

''انہ تعالی اخبرہ بمرتبتہ وھو روح قبل ایجادہ'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مرتبۂ نبوت سے باخبر فرمایا جب کہ آپ عالم ارواح میں تھے۔ (السراج المنیر' جلد۴' صفحہ ۳۱' طبع مدینہ منورہ)۔

علامہ جامی سے:

انہ علیہ السلام کان نبیا قبل النشأۃ العصنریۃ **یعنی آپ ﷺ عالم اجسام سے قبل نبی تھے (العرف الشذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲، مؤلفہ انور کشمیری وھو منہم)۔**

علامہ احمد ابن عابدین سے:

''ان نبوتہ ظہرت ﷺ فی الوجود العینی قبل نبوۃ آدم وغیرہ وان الملئکۃ لم تعرف نبیا قبلہ ''**نیز**'' انہ ﷺ سابق علی سائر الانبیاء لما مروجسدا لان مادۃ جسدہ ﷺ خلقت قبل سائر المواد لحدیث کعب ''**یعنی آپ ﷺ کی نبوت واقع میں آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے پہلے تھی اور ملٰئکہ نے آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کے علاوہ کوئی اور نبی جانتے ہی نہ تھے آپ روحاً جسداً تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھے اول کی دلیل گزری ہے (**کنت نبیًا وادم بین الروح والجسد**) جب کہ ثانی کی دلیل حدیث کعب الاحبار ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا مادہ تمام مادوں سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ (جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)۔**

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ سے:

بوستان صفحہ ۱۰، بلند آسمان پیش قدرت خجل۔ تو مخلوق وآدم ہنوز آب وگل۔

حضرت شیخ عبدالکریم جیلی شافعی سے:

رسول اللہ ﷺ کے کمالات وامتیازات گنواتے ہوئے آپ کی عظمت کا ایک پہلو یہی بیان کیا ہے کہ آپ عالم ارواح میں خاتم النبین متعین فرمائے گئے'' وان ادم لمنجدل فی طینتہ ''جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔

ملاحظہ ہو (جواہر البحار جلد ۴، صفحہ ۲۲۴۔ نیز جلد ۱، صفحہ ۲۵۲)۔ نیز جلد ۱، صفحہ ۲۴۴، ۲۴۶، صفحہ ۲۵۱ پر حدیث کنت نبیا سے استدلال مذکور ہے۔

حضرت سید سند شریف جرجانی ۸۱۶ھ حنفی سے:

مختلف احادیث'' اول ما خلق اللہ العقل ''نیز'' اول ماخلق اللہ القلم ''اور'' اول ما خلق اللہ نوری ''میں تطبیق نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' چیز ایک ہی ہے فرق اعتبارات کا ہے تو مجرد ہونے کی حیثیت سے عقل، دیگر موجودات اور علوم کے لیئے واسطۂ صدور ہونے کے اعتبا سے قلم اور'' من حیث توسطہ فی افاضۃ انوار النبوۃ کان نورالسید الانبیاء ''انوار نبوت کا فیض دینے میں واسطہ ہونے کے حوالہ سے

سیّد الانبیاء ﷺ کا نور ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح المواقف، جلد ۷، صفحہ ۲۵۴، طبع قم، ایران، من عقائد اہل السنۃ، صفحہ ۲۸۰، مؤلفہ علامہ شرف القادری علیہ الرحمۃ)۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے:

''وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی بودہ وآدم ہنوز میان روح وجسد بود کما رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ودر عالم ''ارواح'' نیز ''فیض بارواح انبیاء از اورسیدہ'' یعنی آپ ﷺ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز عالم ارواح میں آپ کی روح مبارک سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو فیض حاصل ہوا۔

ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ فارسی، جلد ۱، صفحہ ۱۱۵، وصل درخصائص آنحضرت ﷺ)۔

نیز فرماتے ہیں: ونبوت آنحضرت ثابت بوددراں عالم چنانچہ فرمود کنت نبیا وادم بین الروح والجسد ودرحدیث دیگر آمدہ انی عبداللہ وخاتم النبین وادم منجدل فی طینتہ ومشہوردرزبانہاوادم بین الماء والطین ست (الیٰ) وبرہر تقدیر مراد قبل تخلیق آدم ست۔ واگرچہ درعلم الٰہی نبوت تمامۂ انبیاء ثابت وکائن بود لیکن نبوت آنحضرت ظاہر ومعلوم بود درمیان ملائکہ وارواح ونبوت ایناں مکنون ومستور بلکہ گویند کہ روح آنحضرت دراں عالم مربی ارواح انبیاء ومفیض علوم الٰہیہ بود برایشاں چنانکہ درنشأۃ دنیا مبعوث ومرسل بود برسائر نبی آدم علیہ السلام۔ پس وے ﷺ نبی مرسل بود۔ درآں عالم بالفعل درخارج نہ درعلم الٰہی فقط۔

خلاصہ یہ کہ سیّد عالم ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل نبی بنے اور یہ احادیث سے ثابت ہے پھر چونکہ علم الٰہی میں سب تھے لہٰذا ''نبیا وادم بین الروح والجسد'' وغیرہ کی تخصیص وتقیید کا مفاد یہ ہے کہ آپ واقع میں بالفعل نبی تھے اور یہ آپ کے خصائص سے ہے بلکہ آپ اس جہان میں ارواح انبیاء علیہم السلام کے مربی تھے۔ (مدارج، جلد ۲، صفحہ ۳)۔ نیز اشعۃ اللمعات، جلد ۴، صفحہ ۴۷، ۴۷۵ نحوہ۔

نیز فرماتے ہیں کہ: ''محققین کے نزدیک آپ کی رسالت کائنات کے ذرہ ذرہ اور موجودات کے گوشہ گوشہ تک ہے اس میں جمادات نباتات اور حیوانات سب شامل ہیں پتھروں کا سلام کرنا، درختوں کا سجدہ کرنا، جانوروں کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی رسالت عام ہے''۔ (تکمیل الایمان، مترجم اردو، صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸، طبع مکتبہ نبویہ لاہور)۔

بحر العلوم علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ سے:

بحر العلوم علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ تعالیٰ جن سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شرف تلمذ حاصل ہے

فرماتے ہیں: ''ثم انہ کان نبیا وادم بین الروح والجسد فلا یتبع احد امن الرسل الذین کالخلفاء لہ فلا یتعبد الا من جھۃ اللہ انہ حکم اللہ تعالٰی لاغیر ''یعنی چونکہ آپ ﷺ اس وقت سے نبی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے' اس لیئے قبل اعلان نبوت بھی حکم الٰہی کے تحت عمل فرماتے تھے۔ گزشتہ رسولوں میں سے کسی رسول کی شریعت کے پابند نہیں تھے کیونکہ وہ تو ایسے ہیں جیسے آپ کے خلفاء۔ ملاحظہ ہو (فواتح الرحموت' جلد ۲' صفحہ ۲۳۶)۔

نیز بحر العلوم اپنی کتاب رسائل الارکان کے خطبہ میں لکھتے ہیں: ''وخصنا بارسال من ھو رحمۃ للعلمین سید ولد ادم الذی کان نبیا وادم ابو البشر بین الماء والطین''۔ یعنی اللہ تعالٰی نے ہمیں یہ شرف بخشا کہ سیّد اولاد آدم علیہ السلام ورحمۃ للعلمین کو ہمارا رسول بنایا جو نبی تھے جب کہ ابو البشر آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان (اپنے خمیر میں) تھے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۲' طبع کوئٹہ)۔

علامہ عاصم کیالی اور شیخ حسین شاذلی سے:

قدوۃ الصوفیاء ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قوۃ القلوب کی تقدیم میں لکھتے ہیں: ''وصلی اللہ علی سیّدنا محمد الاول بروحانیتہ والاٰخر ببشریتہ مصداقا لقولہ ﷺ کنت نبیا وادم منجدل فی طینتہ ''اللہ تعالٰی ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر صلاۃ بھیجے جو اپنی نورانیت کے اعتبار سے اوّل اور اپنی بشریت مقدسہ کے حوالہ سے آخر ہیں اور اپنے اس فرمان کا مصداق ہیں ''کنت نبیا وادم منجدل فی طینتہ'' میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں زمین پر رکھے تھے۔ ملاحظہ ہو (جلد ۱' صفحہ ۳' طبع بیروت)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ **سے:**

میں نے سرورِ کائنات کے حضور میں حدیث ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین '' کے بارے میں سؤال کیا۔ آپ نے مجھے مشاہدہ کرایا۔ (ملخّصاً) (القول الجلی صفحہ ۴۷' طبع لکھنو)۔

علامہ فضل امام خیر آبادی (والد ماجد امام اہل سنّت علامہ فضل حق خیر آبادی) **سے:**

علم منطق پر تحریر کردہ مقبول و مشہور فی الآفاق رسالہ ''مرقاۃ'' کے خطبہ میں لکھتے ہیں: ''والصلوٰۃ والسلام علی من کان نبیا وادم بین الماء والطین ''درود وسلام ہوں ان پر جو نبی تھے جب آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان تھے۔ (صفحہ ۲' طبع ملتان' مکتبہ قادریہ لاہور)۔

علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ **سے:**

بیان خصائص سید المرسلین ﷺ میں خصوصیت نمبر ۲ کے تحت لکھا ہے: ''عالم ارواح ہی میں آپ کو نبوت

سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی عالم میں دیگر انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی روحوں نے آپ کی روح انور سے استفاضہ کیا''۔ (سیرت رسول عربی ﷺ صفحہ ۴۰ طبع الفیصل لاہور)۔

فاتح قادیانیت قدوۃ الکاملین صدر العلماء حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے:

''محمد ﷺ فرستادہ شدہ است بسوئے ہمہ بنی آدم بلکہ ہمہ مخلوق'' یعنی حضور اقدس ﷺ جملہ بنی آدم بلکہ تمام مخلوق کے رسول ہیں (تحقیق الحق صفحہ ۱۸۵ طبع گولڑہ شریف)۔

نیز مسئلہ امتناع نظیر پر اپنے مشہور لاجواب خطبہ میں فرماتے ہیں: ''فھو ﷺ اول ما خلق اللہ نورہ کما انہ اخر بخاتم النبیین ظھورہ ومن ھھنا امتنع مثلہ ونظیرہ ' فان الاول لیس بثان کما ان الثانی لیس باول '' یعنی آپ ﷺ اول الخلق ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا فرمائی وہ آپ کا نور ہے اس کے باوجود اس نے آپ کو خاتم النبیین بنا کر ظاہر سب سے آخر میں فرمایا جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی نظیر ممتنع اور آپ کا مثل ناممکن ہے کیونکہ آپ کا مثل تصور کیا جائے تو لازم ہوگا کہ وہ آپ کی طرح اوّل بھی ہو آخر بھی ہو جو نہیں ہوسکتا کیونکہ حضور جب اوّل ہیں تو اسے ثانی کہا جائے گا اوّل نہیں جب کہ اول ثانی نہیں ہوتا اور ثانی اول نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو (ملفوظات مہریہ صفحہ ۱۴۶ طبع گولڑہ شریف)۔

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے:

الحمد للہ الذی اطلع فی فلک الازل شمس النبوۃ المحمدیہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ازل کے فلک پر نبوت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ) کے آفتاب کو طلوع فرمایا۔ (مکتوب صفحہ ۴ طبع مکتبہ صدیقیہ ملتان)۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے:

''امام عارف باللہ سیدی عبدالرؤف مناوی قدس سرہ تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث کنت اول الناس فی الخلق وآخرھم فی البعث 'فرماتے ہیں'' بان جعلہ اللہ حقیقۃ تقصر عقولھا عن معرفتھا الخ''۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۸۷ مرتبہ حضرت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ طبع کراچی)۔

نیز اپنے مجموعہ نعتیہ کلام ''سامان بخشش'' میں ارقام فرماتے ہیں:

اپنے مظہر اول کو اپنے حبیب اجمل کو
پہلے نبی افضل کو پچھلے مرسل اکمل کو

ــــ ذات کا اپنی آئینہ بے مثل و نظیر و بے ہمتا
خلق کیا قبل از اشیاء اور نبوت کردی عطا

ــــ
جب حق کو ہوا یہ منظور عالم پر فرمائے ظہور
ہو خود معروف ومذکور جلباب خفا کردے دور

ــــ
یاری جو تو نہیں کرتا دیکھتے کیسے فوق سما
نام حبیب و نام خدا ساقِ عرش پر لکھا ہوا

ــــ
الصلٰوۃ والسلام الصلٰوۃ والسلام
اے نبیوں کے نبی اور اے رسولوں کے امام

ــــ
نبیوں میں ہو تم ایسے نبی الانبیاء تم ہو
حسینوں میں ہو تم ایسے کہ محبوب خدا تم ہو

ــــ
تمہیں باطن تمہیں ظاہر تمہیں اول تمہیں آخر
نہاں بھی ہو عیاں بھی' مبتداؤ منتہا تم ہو

ــــ
تو ہے مظہر رب اجمل' ظل ہیں تیرے سارے مرسل
کون ہے ہمسر تیرا شاہا صلی اللہ علیک وسلم

ملا حظہ ہو (صفحہ ۳۱' ۳۲' ۴۴' ۱۰۰' ۱۰۲' ۱۴۷' ۱۴۸' طبع ضیاءالدین پبلی کیشنز' کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شہزادۂ اعلیٰ حضرت (علیہما الرحمۃ) حضور سیّد عالم کو اوّل الخلق بھی مانتے ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل آپ کے بالفعل نبی ہونے کے بھی قائل ہیں ورنہ اول الناس فی الخلق' مظہر اوّل' تمہیں اوّل' مبتداء' خلق کیا قبل اشیاء' پہلے نبی' نبوت کردی عطا' نیز نبی الانبیاء' نبیوں کے نبی'

ظل ہیں تیرے سارے مرسل اور عرش پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا ہونے کا کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ سے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور خلفاء میں آپ کی جملہ تحریرات سے تحریک کی حد تک اتفاق رکھنے والوں میں صاحب بہار شریعت صدرالشریعۃ حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کا نام صف اوّل میں آتا ہے اس حوالہ سے اعلیٰ حضرت کو بھی ان پر کمال درجہ اعتماد تھا جو آپ کی کتاب ''الاستمداد'' کے اس شعر سے بھی ظاہر ہوتا ہے ۔

میرا　امجد　مجد　کا　پکا
ان　سے　سب　کچیاتے　یہ　ہیں

بناءً علیہ انہیں اعلیٰ حضرت کی اس سلسلہ کی عبارات سے کلی اتفاق تھا۔ جب کہ :

تجلی الیقین صفحہ ۱۰ سے خصوصیت کے ساتھ آپ کی یہ تصریح ابھی گزری ہے کہ ''حضور کا ارشاد'' کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اپنے حقیقی معنی پر ہے''۔

لہٰذا اس بارے میں حضرت صدرالشریعۃ کا عقیدہ بھی یہی ہوا کہ آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے بالفعل نبی تھے۔

مزید سنیئے' بہارِ شریعت میں ارقام فرماتے ہیں: ''عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے''۔

مزید لکھا ہے کہ نبی قبل نبوت (یعنی ظہور و اظہار نبوت) سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے (ملخّصاً) جس کا لازمی نتیجہ نبی ہونا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے' کافر ہے''۔ ملاحظہ ہو (جلد ۱' صفحہ ۱۰' طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)۔

سیّد عالم ﷺ کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ رقم طراز ہیں: ''عقیدہ سب سے پہلے مرتبۂ نبوت حضور کو ملا۔ روزِ میثاق تمام انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کی امتی۔ سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا'' اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (بہارِ شریعت' جلد ۱' حصہ اوّل' صفحہ ۱۶' طبع مذکور)۔

محدث پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمہ اللہ سے:

فوائد دورۂ حدیث (دورہ نمبر۳) صفحہ ۶۲، ۷۰ طبع لاہور مطبوعہ ۱۹۶۴ء میں حدیث ''وادم بین الروح والجسد'' نیز ''وان ادم لمنجدل فی طینتہ'' کو مسئلہ ہٰذا کے لیئے لایا گیا ہے۔

تلمیذ صدر الشریعہ امام النحو شیخ الحدیث علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ سے:

بشیر القاری بشرح صحیح البخاری میں مباحث حدیث وحی جلی اوّل میں لکھتے ہیں: ''ہم نے بجائے نبوت، ظہور نبوت اس لیئے کہا کہ غارِ حرا والی وحی سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے ورنہ نبوت تو اس واقعہ سے ہزار ہا سال پیشتر عالم ارواح میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور عالم ارواح میں تخلیق آدم سے پیشتر نبوت کا ملنا آپ کے خصوصیات سے ہے''۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۲۶، طبع مکتبہ ضیاء السنہ، ملتان)۔

اسی کے صفحہ ۱۰۹ پر حضرت صدر الشریعہ کی ایک تقریر کو ''امجدی تقریر'' کا عنوان دے کر ان کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا اسم گرامی اس طرح لکھا ہے: ''استاذ معظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم ابو العلیٰ محمد امجد علی اعظمی قدس سرّہ القوی''۔

تلمیذ صدر الشریعہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ سے:

آپ سے سوال ہوا کہ ''زید کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔ دریافت یہ ہے کہ ماقبل بنوت زندگی کیا نبوی زندگی نہ تھی جب کہ اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے؟''

اس کے جواب میں انہوں نے لکھا: ''اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی نبوی نہ تھی تو غلط ہے۔ حدیث شریف میں ہے..... انی عبد اللہ مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ''

(اس کے بعد اشعۃ اللمعات سے اس کی شرح پیش کی نیز حدیث ابو ہریرۃ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد مع شرح لکھ کر فرمایا) ''ثابت ہوا کہ حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نبی تھے اور ان کے نبی ہونے کو خدائے تعالیٰ نے عرش اعظم وغیرہ پر ان کا نام لکھ کر پہلے ہی ظاہر فرما دیا تھا''۔

آخر میں سائل کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے''۔ ملاحظہ

ہو (فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، صفحہ ۱۲۰۱، ۱۲۰۱۳، ۱۴۰، طبع شبیر برادرز، اردو بازار لاہور)۔

تلمیذ و مرید صدرالافاضل حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ **سے:**

جاء الحق (صفحہ ۱۳۵، طبع گجرات، مطبوعہ ۱۹۶۶ء) میں لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ کو نفس علم الغیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے'' کنت نبیا وآدم بین الماء والطین''۔

صفحہ ۱۷۳ پر لکھا ہے: ''حضور ﷺ اس وقت نبی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں ہیں۔ خود فرماتے ہیں: ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین'' اھ۔ نیز ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۲۷، ۴۴۳، نحوہ)۔

نیز تفسیر نعیمی (جلد ۴، صفحہ ۲۸۷، طبع نعیمی کتب خانہ گجرات) میں ارقام فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی رسالت کسی وقت یا کسی جگہ یا کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر وقت ہر جگہ، ہر قوم کے رسول ہیں بلکہ رسولوں کے بھی رسول ہیں''۔

نیز جلد ۶، صفحہ ۲۹۴ میں ہے: ''حضور ﷺ دنیا میں آ کر رسول نہ بنے بلکہ رسول بن کر دنیا میں آئے (الیٰ) چالیس سال کی عمر شریف میں رسالت کا ظہور ہوا ہے نہ کہ رسالت کا وجود۔ جیسے آج چھ بجے گجرات پر سورج کا طلوع ہوا تو آفتاب کی ساری صفات پہلے سے ہی موجود ہیں گجرات پر ظہور چھ بجے ہے الخ''۔

جلد ۷، صفحہ ۶۰۳ میں فرمایا: ''حضور ﷺ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے سب کچھ تھے۔ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین آپ ﷺ کا یہاں آنا گویا دفتر سے دوسرے دفتر میں آنا ہے''۔

نیز مراۃ شرح مشکوٰۃ (جلد ۸، صفحہ ۲۰) میں رقم طراز ہیں: ''عالم ارواح میں حضور سارے نبیوں کے نبی تھے آپ ان کی روحوں کو ترتیب دیتے تھے سارے نبی حضور کے مدرسہ میں۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان **و دیگر علماء اہل سنت سے:**

علامہ عبدالعزیز عرفی صاحب نے لکھا: ''نبوت وولایت کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے چونکہ نبی تو اس وقت بھی نبی تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے روزِ اوّل میثاق لیا''۔ ملاحظہ ہو (فاضل بریلوی کا مسلک، صفحہ ۱۰۴، طبع گیلانی پبلشرز، کراچی، مطبوعہ ۱۹۹۶ء)۔

اس کتاب کے مضامین کی نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاذ الکل جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ) نے توثیق وتصدیق فرمائی۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں: ''مسائل پر اچھی گفتگو کی کوشش کی گئی ہے جو اہلِ سنّت وجماعت کے مسلک کی عکاسی کرتے ہیں''۔

نیز شیر اہل سنت حضرت شاہ تراب الحق قادری، علامہ شاہ محمد فرید الحق صاحب اور مولانا علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب دامت برکاتہم کلہم کی تائید وتصدیق بھی اسے حاصل ہے۔ (آخری صفحہ)۔

علامہ سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ سے:

''آپ کو اس وقت نبوت مل چکی تھی جب کہ آدم علیہ السلام پانی ومٹی کے درمیان تھے''۔ (دین مصطفیٰ ﷺ، صفحہ ۴۹، ۵۰)۔

رئیس القلم علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے:

منطق کے رسالہ ''مرقاۃ'' خطبہ میں مؤلف علام مولانا فضل امام خیرآبادی علیہ الرحمۃ نے لکھا تھا ''والصلاۃ والسلام علی من کان نبیا وادم بین الماء والطین''۔

اس کے تحت حاشیہ ۲ میں علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفی ھذا الجملۃ تلمیح الی قولہ علیہ السلام حین سئل متی کنت نبیا قال وادم بین الروح والجسد رواہ الحاکم وابن حبان واللفظ للترمذی یعنی ان الفاظ میں ترمذی، حاکم اور ابن حبان کی روایت کردہ ایک حدیث نبوی کے مضمون کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کب سے نبی ہیں تو آپ نے فرمایا تھا میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (الرضاۃ علی المرقاۃ، صفحہ ۲۲، طبع مکتبہ قادریہ لاہور)۔

جسٹس علامہ پیر کرم شاہ الازہری صاحب سے:

''فرمایا میں بارگاہِ الٰہی میں خاتم النبیین کے مرتبہ پر فائز تھا درآنحالیکہ آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہو رہا تھا''۔

نیز ''روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کا آغاز فرمایا اور جملہ انبیاء کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ حضور پرنور پر ایمان لائیں اور حضور کی نصرت کریں''۔ ملاحظہ ہو۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد ۱، صفحہ ۴۹۲، ۴۹۵، طبع ضیاء القرآن لاہور)۔

غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت مرشد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے:

''تخلیقِ آدم سے پہلے حضور ﷺ ہی منصب خلافت اور مسند نبوت پر متمکن ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد'' (رواہ ابونعیم وابن سعد والطبرانی، جامع الصغیر، جلد ۲، صفحہ ۹۶)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے''۔ اھ بلفظہ (تفسیر التبیان، جلد ۱، صفحہ ۱۳۰، طبع ملتان)۔

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم

علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا''۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی' جلد ا صفحہ ۶۰' بحوالہ احمد' بیہقی' حاکم' شرح السنہ عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ قال الحاکم صحیح الاسناد' مواہب لدنیہ' جلد ا' صفحہ ۶)۔

حضرت فرماتے ہیں: ''حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبین ہو چکا تھا نہ یہ کہ میرا خاتم النبین ہونا علم الٰہی میں قدر تھا کیونکہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا بایں معنٰی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا یہی محبوب ہے اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو امارت کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا' اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبین کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کے لیئے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دینا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لیئے اسی وقت ظہور لازم نہیں۔ اسی لیئے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا'' اھ۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی' جلد ا' صفحہ ۶۰' ۶۱' طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

علاوہ ازیں حضرت نے اس مسئلہ میں حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیرہ (کنت نبیا وادم بین الروح والجسد وامثالہ) سے بھی متعدد مواقع و مقامات پر استدلال فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی' جلد ا' صفحہ ۶۱' ۶۲)

نیز خطبات کاظمی' جلد ۲' صفحہ ۵۹' ولفظہ: میں اس وقت بھی نبی تھا' جب آدم ابھی جسم اور روح کے درمیان تھے یعنی آدم علیہ السلام کا جسم اور روح بھی نہیں بنے تھے' اس وقت میں نبی تھا۔

نیز خطبات کاظمی' جلد ۳' صفحہ ۵۶' ۵۷' ۱۵۳' ۱۵۴۔ نیز جلد ۴' طبع کاظمی پبلی کیشنز' جامعہ اسلامیہ انوار العلوم' ملتان۔

ایک مقام پر فرمایا: ''بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اس کے علم میں نبی تھا۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا اس وقت حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی اللہ کے علم میں تھے اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے۔ اور اگر حضور ﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ اس لیئے محققین نے صاف کہا کہ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسند نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیاء

علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا کر رہا تھا۔ ہمارا مسلک ہے کہ حضور ﷺ مبداء کائنات ہیں۔ حضور مخزن کائنات ہیں۔ حضور منشاء کائنات ہیں اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضور مقصود کائنات ہیں'' ۔اھ (خطباتِ کاظمی' حصہ اوّل' صفحہ ۸' طبع مکتبہ انوار صوفیہ ٹرسٹ' علی پور ضلع مظفر گڑھ)۔

ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں: ''نبوت ایسی صفت نہیں کہ کسی نبی میں کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ نبی ہر وقت نبی ہوتا ہے اور نور نبوت اس سے کسی حال میں سلب نہیں کیا جاتا''۔ (مقالاتِ کاظمی' جلد ۳' صفحہ ۵۶' رسالہ عصمت انبیاء علیہم السلام' طبع مکتبہ فریدیہ)۔

حیاتِ مستعار کی اپنی آخری تصنیف لطیف ''درود تاج پر اعتراضات کے جوابات'' (صفحہ ۱۱۷' طبع ملتان) میں رقم فرمایا ہے'' نبی کی نبوت کبھی زائل نہیں ہوتی وہ ابد تک ہمہ وقتی ہے'' اھ بلفظہ (الحمدللہ اس کتاب کی املاء کی سعادت فقیر کو حاصل ہوئی جب کہ استاذی الکریم دامت برکاتہم کے حکم پر حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تھا۔ اسی ماہ مقدس میں نماز تراویح میں آپ کو جامع مسجد شاداب کالونی میں قرآن شریف کے سنانے کا شرف بھی ملا۔ زہے نصیب۔ اور اسی میں حضرت اس دار فانی سے دارِ باقی کو تشریف لے گئے (فللّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطٰی)۔

تلمیذ غزالی زماں مناظر اعظم شیخ القرآن علامہ فیضی رحمۃ اللہ علیہ سے:

آپ نے اپنی معرکۃ الاراء اور لاجواب کتاب مقام رسول ﷺ کا ایک معتد بہ حصہ مخصوص فرما کر قرآن وسنت کے دلائل کا انبار لگا کر اور علماء سلف وخلف کے اقوال وارشادات کا ذخیرہ پیش کر کے اس امر کا حقیقت واقعیہ ہونا ثابت فرمایا ہے کہ سیّد عالم ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے منصب نبوت پر فائز ہو کر ملٰئکہ وارواح انبیاء علیہم السلام کے مفیض ومربی اور بالفعل نبی تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (کتاب مذکور' صفحہ ۲۰۳ تا ۲۲۴ تحت خصوصیت نمبر ۱' ۲' مطبوعہ احمد پور شرقیہ طبع ثانی ۱۹۸۲ء)۔

نیز اس سلسلہ کے اپنے ایک خطبۂ مبارکہ میں فرماتے ہیں: ''میرے تمہارے نبی ﷺ سے پوچھا گیا ''متی وجبت لك النبوۃ '' اے نبی ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی' کس وقت آپ ﷺ نبی بنائے گئے؟ اگر بات واضح ہوتی کہ چالیس سال کے بعد نبی بنے تو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ صحابہ جانتے تھے کہ اعلان نبوت تو چالیس سال بعد کیا' مگر جب آپ پہاڑوں سے مکہ میں گزرتے تھے تو پتھر چٹان سے سلام عرض کرتے تھے السلام علیک یارسول اللہ۔ اگر نبی نہ تھے تو چٹانوں نے یانبی اللہ اور یارسول اللہ کیوں کہا؟ اپنی ولادت باسعادت کے موقع پر سر سجدے میں رکھا' دعا فرمائی اللھم اغفر لامتی یااللہ میری امت کو بخش دے۔ امت تو نبی کی

ہوتی ہے۔ اگر اس وقت نبی نہیں تھے تو امتی کیوں فرمایا؟ تو صحابہ نے ان علامات کو دیکھ کر پوچھا کہ اعلان تو چالیس سال کے بعد فرما رہے ہیں اور نبوت کی علامتیں ہمیں پہلے معلوم ہو رہی ہیں۔ تو آپ فرمایئے کہ آپ کو نبوت کس وقت ملی؟ میرے تمہارے سچے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد '' میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے''۔

نیز ''سجدے میں کیا دعا کی؟ اللھم اغفرلامتی رب ھب لی امتی یا اللہ میری امت کو بخش دے پتہ چلا کہ اس وقت آپ نبی تھے' نبوت کا تاج پہن کے آئے تھے (الیٰ)

؎ پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام''

ملاحظہ ہو (آپ کا خطبہ مبارکہ' ضیاء میلاد النبی ﷺ' صفحہ ۱۴' ۴۴' طبع انجمن' ضیاء طیبہ' کراچی)۔

تلمیذ غزالیٔ زماں مبلغ اسلام مفتی سید سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ **سے**:

فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی مکرم ﷺ (الیٰ) جو اول خلق میں آخری نبی قرار پائے''۔

نیز ''آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے وہ یقیناً تجھے اپنی مخلوق میں سب زیادہ پیارا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا الخ۔

نیز صحابہ نے حضور سے پوچھا: ''یا رسول اللہ آپ نبی کب بنائے گئے۔ جواب میں آپ نے فرمایا: ''کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد '' میں اس وقت نبی ہو چکا تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اھ۔

ملاحظہ ہو (مقالات قادری' جلد اول' صفحہ ۲۲۷' ۲۳۲' ۲۳۴ طبع مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ' حیدر آباد)۔

اقول: کتاب مذکور کے صفحہ ۵ پر حضرت مؤلف کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے علم کی تکمیل انوار العلوم ملتان میں فرمائی اور آپ کو غزالیٔ دوراں مدظلہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ نیز اس کے صفحہ ۲۳۱ پر خود لکھتے ہیں: ''میرے استاذ مکرم غزالیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی دامت برکاتہم العالیہ''۔

تلمیذ غزالیٔ زماں علامہ ابو النصر منظور احمد صاحب سے:

تلمیذ غزالیٔ زماں فاتح عیسائیت علامہ شاہ ابو النصر منظور احمد صاحب بانی و مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال'

سید عالم ﷺ کی شان اولیت کی وجوہ کے بیان میں لکھتے ہیں: ''آپ مرتبۂ نبوت میں بھی اول ہیں کنت نبیا وان ادم لمنجدل فی طینتہ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے''۔ ملاحظہ ہو (بلد الامین ﷺ صفحہ ۲۷۹، طبع مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال)۔

معروف اہل قلم علامہ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب:

''توراۃ وانجیل ہی کیا حضور سرور کائنات ﷺ کا شہرہ تو اس وقت بھی تھا جب ابھی پہلے انسان (حضرت سیدنا آدم علیہ السلام) بھی معرض وجود میں نہ آئے تھے۔ خود حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کنت نبیا وادم بین الماء والطین 'وادم بین الروح والجسد ''یعنی میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (بخاری فی التاریخ 'احمد' حاکم' بیہقی' ابو نعیم فی دلائل النبوۃ) اھ''۔

ملاحظہ ہو (سیرت امام الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام قرآن و بائبل کی روشنی میں' باب دوم' صفحہ ۱۶۹' طبع نوریہ رضویہ فیصل آباد)۔

مصنف تحقیقات کے شاگرد مولانا حافظ قاضی عبدالرزاق بھترالوی صاحب سے:

متعدد کتب کے مصنف و محشی حضرت مولانا حافظ قاضی عبدالرزاق چشتی بھترالوی صاحب جن کا مصنف تحقیقات سے بھی سلسلۂ تلمذ ہے' نے بھی تصریحاً لکھا ہے کہ سیّد عالم ﷺ تخلیق آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے قبل بمعنی حقیقی بالفعل نبی تھے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کے لیے انہوں نے مصنف تحقیقات ہی کی کتاب تنویر الابصار کو ماخذ بنایا ہے۔

چنانچہ نہایت ہی خوش عقیدگی سے مصنف تحقیقات کے نام سے اس کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''استاذ المکرّم حضرت علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''(اس کے بعد انہوں نے کتاب مذکور کا طویل اقتباس لیا ہے جو ہم بھی گزشتہ صفحات میں مکمل طور پر نقل کر آئے ہیں بخوف طوالت اعادہ نہیں کر رہے اسے ادھر ہی دیکھ لیا جائے)۔ ملاحظہ ہو (تذکرۃ الانبیاء' صفحہ ۸۵تا۸۸' طبع مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی)۔

اقول: محترم قاضی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ مصنف تحقیقات کی تبدیلی کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر حسب استطاعت ما وجب کاروائی عمل میں لا کر حب رسول ﷺ کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخ کے اوراق میں سیّد عالم ﷺ کے وفادار غلام ہونے کی حیثیت سے اپنا نام ثبت فرمائیں۔ واللہ الموفق۔

بزرگان وہابیہ دیوبند سے ثبوت

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے:

حاجی صاحب بذاتِ خود صحیح العقیدہ سنّی بزرگ ہیں۔ جیسا کہ ان کے مرید وخلیفہ مقتداء اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع رام پوری امدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب لاجواب انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ پر ان کی تقریظ وتصدیق اور ان مسائل میں علامہ سے مکمل اظہار موافقت نیز حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی مکۃ المکرّمہ میں ان سے یادگار ملاقات کے واقعہ نیز حاجی صاحب کے ایک اور مرید اور خلیفہ حضرت مولانا سیّد عبدالمعبود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری وتقریری بیانات سے بھی واضح بلکہ حاجی صاحب کی اپنی تحریرات جو یار لوگوں کی دست وبرد سے بچ رہیں وہ بھی اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

سیّد عبدالمعبود شاہ صاحب نے بہت لمبی عمر پائی آپ کا قائم مقام کردہ ایک مدرسہ بہاول پور محمدیہ کالونی میں ہے اہلِ سنّت کے پاس ہے اور ان کا مزار شریف اسلام آباد میں ہے۔

چونکہ پیشوایان دیوبند نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعتیں کیں (اگرچہ بنیادی مقصد ان کے آستانہ پر اپنا اثر ورسوخ قائم کرکے ان کے حلقہ میں اپنی تعلیمات کا گھسانا تھا) اس طرح سے وہ انہیں اپنا بزرگ مانتے ہیں اس لیئے ان کا حوالہ اس عنوان کے تحت دیا جارہا ہے۔ اس نکتہ کو ہمیشہ ذہن میں رکھا جائے۔ چنانچہ اپنے ایک نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں ؎

روشنی عرش نور لامکاں　　شمع بزم عالم کون و مکاں
راحت وروح روان کائنات　　زندگانی پرور جانِ حیات
باعث ایجاد عالم ہے تو ہی　　موجب و بنیاد آدم ہے تو ہی
گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو　　نہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو

ہے وہ بے شک بالیقین نخلِ وجود　　اوّل و آخر وہی اصلِ وجود
گر ہوا آخر میں وہ شاہ جلیل　　پر ہے ظاہر اس کے سبقت کی دلیل
گر ہے پیچھے انبیاء کے ظاہرا　　پر حقیقت میں ہے سب کا پیشوا

ملاحظہ ہو (مثنوی تحفۃ العشاق مشمولہ کلیات امدادیہ' صفحہ ۱۳۱' طبع دارالاشاعت' کراچی)۔

بانی فکرِ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب سے :

حدیث "کنت نبیا وادم بین الماء والطین" بھی اسی جانب مشیر ہے"۔ (تحذیرالناس' صفحہ ۷' طبع رحیمیہ دیوبند)۔

نیز نانوتوی صاحب نے حدیث "لولاك لما خلقت الافلاك" کو صحیح مانا ہے۔ ملاحظہ ہو (آبِ حیات' صفحہ ۱۸۶' طبع قدیمی دہلی)۔

پیشوائے فکرِ دیوبند رشید احمد گنگوہی صاحب وغیرہ سے :

"نبوت جناب رسول اللہ ﷺ میں پوشیدہ تھی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: "کنت نبیا وادم بین الماء والطین" میں نبی تھا اور آدم ہنوز' روح اور بدن ہی میں تھے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ پانی اور مٹی ہی میں تھے (کہ ابھی پتلہ بھی نہ بنا تھا)۔ پس جب اس عالم ظاہر میں نبوت کا ظہور چاہا تو خلوت اختیار کی اور ماسوی اللہ سے انقطاع فرمایا" اھ بلفظہ۔

ملاحظہ ہو (امدادالسلوک مترجم صفحہ ۹۳' طبع انارکلی لاہور' ترجمہ مقرظ المہند مولوی عاشق الٰہی میرٹھی' تقدیم از مولوی زکریا سہارنپوری' مؤلف تبلیغی نصاب) نیز العطور المجموعہ صفحہ ۴۴' ۴۵' مؤلفہ مولوی محمد اقبال مہاجر دیوبندی' طبع لاہور)۔

نانوتوی' عثمانی اور عماد شیرکوٹی سے :

عبارت خطبۂ مرقاۃ فی المنطق "والصلاۃ والسلام علی من کان نبیا وادم بین الماء والطین" کے تحت دیوبندی مولوی عمادالدین شیرکوٹی نے مولوی شبیر احمد عثمانی کے حوالہ سے لکھا کہ نانوتوی صاحب کہتے تھے اس میں حدیث مشہور (کنت نبیا وادم بین الماء والطین) کے مضمون اور آپ ﷺ کی اس خصوصیت کی جانب اشارہ ہے کہ آپ از روئے حقیقت جملہ انبیاء ورسل کرام علیہم السلام سے پہلے ہیں ولہٰذا آپ نے فرمایا کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "واذا خذنا من النبین میثاقھم ومنك ومن نوح الخ" ملاحظہ ہو (صفحہ ۲' حاشیہ ۷' طبع ملتان)۔

حکیم مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے:

''فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا''۔

نیز صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لیئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت آدم علیہ السلام ہنوز ہورح اور جسد کے درمیان تھے یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی''۔

نیز ''شعبی سے روایت ہے (الیٰ) آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے یثاق (نبوۃ کا) لیا گیا''۔

نیز فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا''۔

تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ آپ کا خاتم النبیین مقدر ہو چکا تھا'' اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی۔ تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہٗ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا۔ اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لیئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا''۔

نیز لکھتے ہیں کہ ''نبوت کا آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطاء ہونے کا'' تأخر مرتبۂ ظہور میں ہے۔ مرتبۂ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد''۔ ملاحظہ ہو (نشر الطیب صفحہ ۷ مع حاشیہ ۔ نیز ۹٬۸ طبع تاج کمپنی لاہور، کراچی)۔ نیز العطور المجموعہ صفحہ ۹ مع حاشیہ ۳۔ نیز صفحہ ۱۰٬۱۱ طبع مذکور)۔

مفتی شفیع دیوبندی صاحب سے:

''آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں ''کنت نبیاوادم بین الروح والجسد'' (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ طبع ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴)۔

صدر مدرس دیوبند مولوی انور کشمیری صاحب سے:

''نبی کریم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے نبی ہو چکے تھے اور احکام نبوت بھی اسی

وقت سے ان پر جاری ہو گئے تھے بخلاف دوسرے انبیاء سابقین کے کہ ان پر احکام نبوت ان کی بعثت کے بعد جاری ہوئے ہیں جیسا کہ مولانا جامی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام نشأۃ عنصریہ سے پہلے ہی نبی ہو گئے تھے"۔ ملاحظہ ہو (العرف الشذی حاشیہ ترمذی' صفحہ ۶۳۲۔ نیز ترمذی مع عرف' جلد ۲' صفحہ ۲۲۱' ۲۲۲ طبع دہلی۔ نیز (ملفوظات "محدث کشمیری"' صفحہ ۲۰۳' ۲۰۸' مؤلفہ احمد رضا بجنوری دیوبندی' طبع اشرف اکیڈمی لاہور)

نیز مشکلات القرآن صفحہ ۴ پر ہے فنبوا تهم ایضا متقدمة علی الوجود العنصری لکن نبوة خاتم الانبیاء اقدم ولذا قدم فی آیة الاحزاب "یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں ان کے عنصری وجودوں سے پہلے ہیں لیکن آپ ﷺ کی نبوت سب سے مقدم ہیں اور آپ ہی فاتح باب نبوت ہیں بناء بریں آیت احزاب میں میثاق میں آپ کا ذکر سب سے پہلے واقع ہے۔

صدر مدرس دیو بند مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب سے:

"ہمارے حضرات اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی' عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی' ان سب میں آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیاں ہیں۔ یہی معنٰی لولاك لما خلقت الافلاك اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں۔ اس احسان وانعام میں جملہ عالم شریک ہے اھ۔ ملاحظہ ہو۔ (الشہاب الثاقب' صفحہ ۴۷' طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)۔

نیز صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے "جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی' نبوت ہو یا رسالت' صدیقیت ہو یا شہادت' سخاوت ہو یا شجاعت' علم ہو یا مروت' فتوحات ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ' سب کے ساتھ اولاً بالذات آپ کی ذات والا صفات' جناب باری عزشانہٗ کی جانب سے متصف کی گئی۔ اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ بلکہ وجود جو اصل جملہ کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی یہی عقیدہ ہے۔ اھ۔

قاضی سجاد حسین سے:

"حدیث میں ہے کہ میں نبی تھا اور آدم اس وقت مٹی کا پتلہ تھے"۔ ملاحظہ ہو (بوستان سعدی فارسی' صفحہ ۲' حاشیہ ا' طبع کراچی)۔

مولوی عبدالرشید نعمانی دیوبندی صاحب وغیرہ سے:

''نورِ مبین ﷺ'' نامی ایک ضخیم کتاب (آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل) سامنے ہے۔ اس پر مؤلف کے طور پر کسی ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی صاحب کا نام لکھا ہے جب کہ دیگر کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ مشہور دیوبندی مصنف مولوی عبدالرشید نعمانی صاحب کی تصدیق وتقریظ ثبت ہے اس طرح سے اس کے مضامین کے وہ بھی ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔ کتاب ہٰذا میں پیش نظر عنوان کے مطابق ایک ایک شق جگہ جگہ صراحت کے ساتھ موجود ومرقوم ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا اصل ومنبع ومخزن جملہ کمالات' اول الخلق نیز متقدم فی النبوۃ والرسالۃ اور آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی منصب نبوت پر فائز اور بالفعل نبی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۹' ۶۴' ۶۷' ۶۹' ۷۱' ۷۲' ۳۰۳' ۳۱۹' وغیرہا' طبع فیروز سنز' لاہور، پنڈی، کراچی)۔

مفتی رشید احمد دیوبندی صاحب سے:

دیوبندی عقیدہ کے ایک شخص نے ایک مضمون لکھا اور اس میں متعدد احادیث کے حوالہ سے ثابت کیا کہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو افلاک' دنیا' جنت جہنم کچھ نہ ہوتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ فرماتا۔ نیز لکھا کہ یہ احادیث صحیح ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ''ان آدم و جمیع المخلوقات خلقوا لاجل محمد ﷺ'' آدم علیہ السلام اور جملہ مخلوقات آپ ﷺ کی وجہ سے پیدا کیئے گئے۔ تحریر کنندہ نے اسے تصدیق یا تردید کے لیئے اپنے بزرگ مفتی رشید احمد (مالک اخبار ضربِ مؤمن نیز الرشید ٹرسٹ) کے پاس بھیجا۔ موصوف نے لکھا: ''میں اس تحریر سے متفق ہوں''۔ ملاحظہ ہو (احسن الفتاویٰ' صفحہ ۱۵۱' طبع ایچ ایم سعید کمپنی' کراچی)۔

قاری طیب مہتمم دیوبند سے:

''آپ ﷺ سے نبوت چلتی ہے (الیٰ) آپ ﷺ نے اپنی نبوت کی اولیت کا توان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ میں نبی بن چکا تھا جب کہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان ہی تھے (الیٰ) جمع کرنے کی صورت یہ فرمائی میں خلقت میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے پچھلا'' ملاحظہ ہو (آفتاب نبوت' صفحہ ۸۲' ۸۳)۔

بزرگان وہابیہ غیر مقلدیہ سے

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی:

''ثبتت نبوتہ وادم جدنا قد کان فی اسرالثری والماء ''یعنی آپ کی نبوت ثابت تھی جب کہ ہمارے دادا آدم پانی اور مٹی کی قید میں تھے۔(الشمامۃ العنبریہ'صفحہ۵۹'طبع قدیم)۔

اوّل النبیین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور آدم اپنی طینت میں منجدل تھے۔اور سب سے پہلے آپ ہی سے میثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کہا۔اور آدم وجمیع مخلوقات آپ کے لیئے پیدا ہوئے اور آپ کا نام عرش پر لکھا گیا اور ہر آسمان و جنت میں بلکہ سائر ملکوت میں''اھ۔ملاحظہ ہو(الشمامۃ العنبریہ'صفحہ۴۰'طبع بھوپال)۔

صفحہ۱۰ پر لکھا ہے:''حدیث عرباض بن ساریہ میں فرمایا ہے میں اس کا بندہ اور خاتم النبیین تھا اس وقت کہ آدم اپنی خاک میں منجدل تھے''اھ۔

صفحہ۹۹ پر لکھا ہے کہ ان کی اس کتاب کی جملہ روایات صحیح ہیں(ملخّصاً)۔

مولوی داؤد راز گوڑگانوی سے:

''مسند میں ہے خدا کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ آدم پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے''(حاشیہ ترجمہ قرآن ثنائی'صفحہ۵۰۸'طبع فاروقی'ملتان)۔

مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب سے:

حدیث''متی وجبت لك النبوۃ ''کی شرح میں لکھا ہے:''ای ثبتت (الی) ای وجبت لی النبوۃ والحال ان ادم بین الروح والجسدیعنی وانہ مطروح علی الارض صورۃ بلاروح والمعنی انہ قبل تعلق روحہ بجسدہٖ''وجبت بمعنی ثبتت ہے اور معنی یہ ہے کہ مجھے نبوت اس وقت ملی جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کا پتلہ بغیر روح کے جسم پر رکھا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ان کی

روح آدم علیہ السلام کے جسم سے متعلق نہیں ہوئی تھی''۔ ملاحظہ ہو (تحفۃ الاحوذی' جلد۴' صفحہ۲۹۳' طبع فاروقی' ملتان)۔

نوٹ: واضح رہے کہ مبارک پوری صاحب نے کتاب کے مذکورہ صفحہ پر اس مضمون کی احادیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر مقلد سے:

زیر بحث حدیث کا ایک مطلب یہ لکھا ہے کہ: ''رسول پاک کو حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے پہلے سے نوازا جاچکا تھا'' (شان مصطفیٰ ﷺ' جلد۲' صفحہ۵۰۵' طبع　　)

مولوی ابراہیم سیالکوٹی صاحب سے:

میں اس کا بندہ ہوں اور میں (خدا کے علم میں) اس وقت بھی خاتم النبین تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام گیلی مٹی میں پڑے تھے۔ ملاحظہ ہو (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ' صفحہ۱۹۳' طبع نعمانی کتب خانہ' لاہور)۔

اقول: سیالکوٹی صاحب نے (خدا کے علم میں) کے الفاظ از خود لکھے ہیں۔ حدیث شریف میں ایسے لفظ نہیں ہیں جن کا یہ ترجمہ ہو۔ خدا کے کرنے سے یہ الفاظ انہوں نے بریکٹ میں لکھ دیئے ہیں تا کہ بآسانی ان کے تصرف کو سمجھا جاسکے۔

قاضی سلیمان منصور پوری سے:

''مسند آرائے نبوت بوداو در قدس گاہ۔ منجدل چو بود آدم درمیان ماء وطین (الجمال والکمال' صفحہ۳۵' طبع مکتبۃ اثریہ)۔

مولوی عبدالستار دہلوی صاحب سے:

موصوف سے ''کنت نبیا وادم بین الماء والطین'' کے متعلق سوال ہوا تو جواب میں انہوں نے لکھا: ''یہ ٹھیک ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوح محفوظ میں پہلے سے نبی لکھا ہوا ہوں پھر آپ کو نبی نہ تسلیم کرنا کس قدر غلط ہے''۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ ستاریہ' جلد۴' صفحہ۱۳۰' طبع کراچی' تحت سوال ۶۱۹)۔

اقول: موصوف نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہاں لکھنا بمعنی متعین کرنا ہے تب ہی تو انہوں نے نبی نہ تسلیم کرنے کو کسی قدر غلط کہا ہے۔ اس سے ابراہیم سیالکوٹی صاحب کے ''خدا کے علم میں'' ہونے یعنی بالفعل نبی نہ ہونے کے پروپیگنڈہ کا بھی رد ہو گیا۔ واہ مالک تیری قدرت۔

مولوی عبدالستار صاحب سے مزید:

سب تھیں اول نور نبی دا رب کریم اوپایا　　　اول سب نبیاں تھیں اسنوں قرب حضور آیا

(اکرام محمدی ﷺ صفحہ۲۶۸' طبع لاہور)

مفتی اعظم سعودیہ ناصر الدین البانی صاحب سے:

موصوف نے حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" کو اپنی کتاب سلسلة الاحادیث الصحیحہ میں رکھا ہے ملاحظہ ہو (جلد ا، صفحہ ۴۷۱، نمبر ۱۹۵۶)

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز مشکٰوۃ المصابیح کی تحقیق میں حدیث وادم بین الروح والجسد کے متعلق لکھا ہے: حدیث صحیح کماقال الترمذی یعنی یہ صحیح ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

نیز حدیث عرباض "وان ادم لمنجدل فی طینته" کے بارے میں بھی لکھا ہے "حدیث صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز کہا ہے کہ وجبت بمعنی ثبتت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ واقع میں بالفعل نبی تھے محض علم الٰہی میں نہیں۔ ملاحظہ ہو: (مشکٰوۃ المصابیح بتحقیق الالبانی، جلد ۳، صفحہ ۱۶۰۴، حدیث ۵۷۵۸ نیز ۵۷۵۹، طبع بیروت)۔

خود مصنف تحقیقات سے اس کا ثبوت

خدا کے کرنے سے مصنف تحقیقات اپنی متنازع فیہ کتاب نیز سابقہ کتب میں بھی جگہ جگہ یہ تصریحات کر چکے ہیں کہ حضور سیّد عالم ﷺ تخلیق حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے بھی پہلے واقعۃً بالفعل نبی تھے بلکہ ارواح انبیاء نیز ملٰئکہ کرام علیہم السلام کی تربیت بھی فرماتے اور انہیں اپنی نبوت و رسالت کا فیض دیتے تھے۔ نیز یہ کہ آپ کے اس جہان میں نبی ہونے کو محض علم الٰہی میں نبی ہونے پر محمول کرنا غلط ہے جس کی تغلیط کے ٹھوس دلائل موجود ہیں۔ اس سلسلہ کی ان کی عبارات مقدمۃ الکتاب میں ہم نے من وعن نقل کر دی ہیں انہیں ادھر ہی دیکھا جائے۔ بخوف طوالت یہاں محض تکمیل عنوان کی غرض سے ان کے نشانات صفحات پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

اس کی وجہ ضرورت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زیر بحث اس رسوائے زمانہ کتاب میں ایک جگہ عالم ارواح میں آپ ﷺ کے بمعنی حقیقی نبی ہونے سے انکار کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

اس سلسلہ کی عبارت بھی مقدمہ میں گزر چکی ہے فمن شاء اللہ الاطلاع علیھا فلیرجع الیھا۔

بناء بریں ان کے اس سلسلہ کے اعترافات کو بکرشمۂ قدرت اقراریات سے تعبیر کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہوں ان کے کتب کے متعلقہ صفحات نمبرز:

کوثر الخیرات: مطبوعہ شعبان ۱۳۹۵ھ، مطابق، اگست ۱۹۷۵

صفحہ نمبر ۵۵ نیز ۸۴، ۸۵ نیز ۸۹، ۱۰۰ نیز ۶۵، ۶۹، ۸۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۲۶ نیز ۸۷ نیز ۶۰، ۶۱ نیز ۶۴، ۷۰ نیز ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶۔

سیرۃ سیّد الانبیاء ﷺ ترجمہ الوفا لابن الجوزی: مطبوعہ شعبان ۱۳۹۹ھ۔

صفحہ ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، مع حاشیہ (ولفظہ: ''آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے موجود تھے اور احادیث سابقہ سے آنحضرت ﷺ کا صرف وجود ہی نہیں۔ جب کہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے''۔ (ملخصاً بلفظہ)۔

تنویر الابصار بنور النبی المختار ﷺ: مطبوعہ ۱۹۸۵ء

صفحہ ۲۰، ۲۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۱۵۲، ۱۵۳۔ نیز ۱۲۹ نیز ۲۷، ۱۰۸، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۳۔ نیز ۲۲، ۲۳ نیز ۲۰، ۸۲۔ نیز ۲۰، ۲۴، ۲۵، ۳۳، ۷۰، ۸۰، ۸۲، ۱۱۱۔ نیز ۲۱ نیز ۱۰۹ نیز ۳۴، ۳۵۔

نوٹ: لفظ ''نیز'' کے بعد نشانات صفحہ کا مقصد الگ حوالہ اور مختلف صفحات پر ایک ہی حوالہ کا اظہار ہے۔

تحقیقات:

صفحہ ۲۶، ۲۷، ۳۶، ۴۵، ۴۶، ۵۱، ۵۲، ۵۶، ۶۳، ۷۲، ۸۸، ۸۹، ۹۲، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۲۰۵، ۲۰۹۔

ع　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

◆◆◆

باب پنجم

دلائل تسلسل نبوت سید عالم ﷺ

گزشتہ صفحات میں ٹھوس اور وزنی قسم کے ہمہ قسم (منقولی و معقولی نیز تحقیقی اور الزامی) دلائل سے اس امر کا ثبوت مہیا کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ﷺ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل واقعۃً بالفعل نبی بنائے اور منصب نبوت پر فائز فرمائے گئے۔ اب اس کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ اس کے بعد کے ادوار میں آپ ﷺ کی وہی نبوت باقی رہی جسے ہم تین ابواب میں تقسیم کرتے ہیں۔

- باب پنجم: عالم اصلاب وارحام میں ثبوت نبوت از عہد آدم وحوا علیہم السلام تا والد ماجد حضرت عبداللہ ﷺ'
- باب ششم: زمانہ حمل شریف میں ثبوت نبوت عند والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا'
- باب ہفتم: ثبوت نبوت از زمانہ ولادت باسعادت تا اعلان نبوت۔

اقول: یہاں بھی قدرت کفایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے دلچسپی رکھنے والے اہل علم حضرات اسی نہج پر اس میں مزید اضافہ فرما کر دلائل کو بڑھا سکتے ہیں۔

تو لیجیے پڑھئے اس کی تفصیل:

(عالم اصلاب وارحام میں ثبوت نبوت یعنی از آدم علیہ السلام تا والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبرا: (مذکورہ عبارات واحادیث)

اس کی پہلی اور بنیادی دلیل باب نمبر۳ میں تحریر کئے گئے قرآن وحدیث کے نصوص کا وہ مجموعہ ہے جس میں آپ ﷺ کے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمائے جانے کا ذکر ہے اور اس میں خصوصیت

کے ساتھ وہ احادیث صحیحہ کثیرہ اس کی اٹل دلیل ہیں جن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ نبی کب سے ہیں؟ ''وادم بین الروح والجسد'' وغیرہا کے الفاظ وارد ہیں اور اس سوال کی تغلیط کا آپ سے ثبوت نہیں۔

جس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ وہ نصوص عام و مطلق ہیں جن کا عموم واطلاق بعد کے ادوار کو بھی شامل ہے جب کہ علیحدہ سے ایسی کوئی معیاری شرعی دلیل بھی نہیں ہے جو بعد کے زمانوں میں کلاً یا بعضاً مخصوص منہا یا مقیّد اور مستثنیٰ ہونے کی صالح ہو۔

بالفاظ دیگر جس میں یہ مذکور ہو کہ آپ کو وہ نبوت ایک خاص وقت کے لیے دی گئی تھی یا یہ کہ بعد کے زمانے کلاً یا بعضاً اس حکم سے خارج ہیں یا یہ کہ آپ ان میں سے کسی زمانہ میں نبی نہ رہے (معاذ اللہ)

بلکہ حدیث عرباض ﷺ (مرقوم فی الباب المذکور) کے الفاظ ''انی عند اللہ خاتم النبین'' اس کے برعکس اس نبوت کے دوام کی جانب واضح اشارہ کرتے ہیں۔ پس جو اس کے برخلاف کہتا ہے تو اس کا یہ قول ان نصوص میں تخصیص وتقیید اور استثناء کرنے کے مترادف ہے جو اس کا دعویٰ ہے اور قائل مدعی۔ جب کہ دلیل کا لانا اصولاً مدعی ہی کے ذمہ ہوتا ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ اور صلاۃ وسلام عند الاذان جیسے صدہا مسائل میں اہل سنت کی مانعین سے اصولی گفتگو ہمیشہ اسی نہج پر کی جاتی ہے کہ ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان'' نیز ''ادعونی استجب لکم'' اور ''صلّوا علیہ وسلموا تسلیماً'' وغیرہا نصوص عام اور مطلق ہیں جن کا عموم واطلاق بعد نماز جنازہ اور قبل وبعد اذان سمیت تمام اوقات کو شامل ہے۔ پس مانعین بعد نماز جنازہ اور قبل وبعد اذان کی تخصیص تقیید اور استثناء علیحدہ سے کسی آیت یا حدیث میں دکھائیں نیز اس حوالہ سے ''من ادعٰی علیہ البیان بالبرھان ثم علینا الجواب ان شاءاللہ الرحمن'' کی صدائیں بھی بلند کی جاتی ہیں۔

مصنف تحقیقات اپنی باری میں اس سب کو یکسر کیوں بھول گئے؟؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لا تخص العمومات الشرعیۃ الا بالدلیل واین الدلیل عمومات شرعیہ کی تخصیص دلیل کے بغیر نہیں کی جا سکتی اور دلیل ہے کہاں؟ (المستند صفحہ ۱۲۶ نیز فتاویٰ رضویہ جلد صفحہ طبع کراچی جلد صفحہ)۔ نیز خود مصنف تحقیقات نے بھی اسے لازم بتایا اور اس کے برخلاف اقدام کو خیر کثیر سے محرومی، طریقۂ سلف سے ہٹنا یعنی گمراہی اور غلط طریقہ قرار دیا ہے۔ (تنویر الابصار، صفحہ ۱۰۴)۔

بناءً علیہ ما نحن فیہ کی عمومی واطلاقی نصوص ان ادوار میں بھی آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہیں جس کے بعد تخصیص وتقیید اور استثناء کی حسب بالا دلیل کا لانا بھی اصولاً مصنف تحقیقات کے ذمہ ہے

ہمارے ذمہ قطعاً نہیں ہے۔ لہٰذا ان نصوص کو تسلیم کر لینے کے باوجود ان کا پھر بھی ہم سے ہی مزید دلیل کا طلب کرنا سلب منصب ہے جو اہلِ علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ بریں تقدیر آئندہ سطور میں ہمارے پیش کردہ دلائل محض تبرّعاً ہیں۔

ضروری وضاحت:

جن کے ملاحظہ سے قبل یہ تفصیل ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ بے شمار احادیث کثیرہ مقبولہ نیز کتب معتمدہ سیر و تواریخ میں آپ ﷺ کے حق میں تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد سے اعلان نبوت کے زمانہ تک درمیان کے اوقات میں نبی اور اس کا مفہوم ادا کرنے والے الفاظ کا اطلاق ثابت ہے جب کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل عطاء کی گئی نبوت کا معاذ اللہ سلب، عزل نیز عدم اعتبار ثابت نہیں اور نہ ہی کسی علیحدہ معتبر فی الباب دلیل سے ان ادوار میں اس کا منتفی ہونا ثابت ہے۔

نیز یہ بھی مسلّمہ اصول سے ہے کہ اذا ثبت الشیء ثبت بجمیع لوازمہ لہٰذا ان دلائل کو مستقبل میں ہونے والے نبی کے معنٰی پر محمول کرنا بے بنیاد اور غلط بھی ہے۔ حقائق ثابتہ کے خلاف بھی ہے جب کہ مزید بھی کچھ دلائل ایسے ہیں جنہیں آپ ﷺ کے حق میں مستقبل میں ہونے (اور مجاز مشارفت) کے معنٰی میں قطعاً کسی طرح نہیں لیا جا سکتا (لما ذکرنا)۔

دلیل نمبر۷: (عالم بالا میں تعارف طینۃ مبارکہ):

''چونکہ آدم علیہ السلام ابوالبشر یعنی سب انسانوں کے جسمانی باپ ہیں اس لیئے ضروری تھا کہ ان کے جسد مبارک میں ہر جسم انسانی کے اجزاء اصلیہ موجود ہوں۔ سیّد عالم ﷺ بھی بشریت مطہر کے حوالہ سے اولاد آدم علیہ السلام سے ہیں اس لیئے حضور کے اجزاء جسمیہ مبارکہ بھی ان کے جسد مبارک میں رکھے گئے۔

متعدد کتب تفسیر اور کتب سیر میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام کے جثہ مبارک کے بنانے سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ اقدس کی قبر انور کی جگہ سے آپ کے اجزاء جسمیہ مبارکہ کی مٹی مبارک لے گئے جسے آبِ تسنیم سے گوندھا یا گیا اور جنت کی نہروں میں غوطے دیئے گئے اور چودہ طبقوں میں اسے پھرایا گیا اور ملئکہ کرام سے اس کا تعارف کرایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی بشریت طاہر کے اجزاء ہیں۔ پھر اسے جسد آدم علیہ السلام کی مٹی میں شامل کر کے ان کا جسم مبارک تیار کیا گیا اور اس میں روح پھونکی گئی، آپ کا جو ہر نور بھی اس کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک سے شعاعیں نکلتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کو اس کے متعلق بتایا گیا کہ ''ھذا سید ولدك من الانبیاء والمرسلین'' یہ آپ کی اولاد میں سے

ہونے والے تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ ملخّصاً)۔

ملاحظہ ہو (الوفاء لابن الجوزی 'صفحہ ۳۴' طبع مصر و پاک۔ نیز تفسیر التبیان لغزالی العصر العلامۃ السیّد الکاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ 'صفحہ ۱۳۰' بحوالہ خلاصۃ التفاسیر' جلد ا' صفحہ ۲۵' از تفسیر ثعالبی۔ طبع کاظمی پبلی کیشنز' انوار العلوم ملتان)۔ نیز جواھر البحار' جلد ۳' صفحہ ۳۳۱' جلد ۴' صفحہ ۱۶۹)۔

اقول: اس سے مانحن فیہ کے لیے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کے اجزاء جسمیہ مبارکہ اور جوہر نور مبارک پر ان کے صورۃ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں آنے سے قبل ہی نبوت ورسالت کا اطلاق کر کے اس زمانہ میں آپ کو نبی ورسول کہا گیا بلکہ "سیّد الانبیاء والمرسلین" فرمایا گیا ہے باقی تفصیل وہی ہے جو اس دلیل کے شروع میں گزر رہی ہے۔ پس یہ اس دور میں آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

جسماً نوراً مقدم:

بعض عرفاء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بشریت مبارکہ کے اجزاء جسمیہ کی تخلیق تمام عناصر میں سب سے پہلے واقع ہوئی جب کہ آپ کا نور مبارک مطلقاً اوّل الخلق ہے۔ لہٰذا آپ جسماً' روحاً' نوراً ہر حوالہ سے مقدّم ہیں۔

چنانچہ امام علامہ سید احمد عابد (۱۳۲۰ھ) نے فرمایا: "وقیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سابق علی سائر الانبیاء روحا لما مر وجسدا لان مادۃ جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت قبل سائر المواد لحدیث کعب الاحبار الذی تقدم" (جواھر البحار' جلد ۳' صفحہ ۳۵۷)۔

نیز علامہ امام علی ددہ البوسنوی (متوفی ۱۰۰۷ھ) نے فرمایا: "اوّل ماخلق اللہ تعالیٰ من العناصر الکلیۃ الجامعۃ کما قالہ ابن وھب رحمہ اللہ تعالی جوھرۃ مضیۃ وھی طینۃ خاتم الانبیاء الخ" ملاحظہ ہو (جواھر البحار' جلد ۴' صفحہ ۱۶۸' ۱۶۹)

دلیل نمبر ۳: (صلب آدم علیہ السلام میں منتقلی):

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لما خلق اللہ آدم القی ذلک النور فی صلبہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تو اس نور کو اس نے ان کی پشت میں رکھ دیا۔

نیز خود آپ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: "فاھبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم علیہ السلام" بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام میں منتقل فرما کر زمین پر اتارا۔ ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ' جلد ا' صفحہ ۳۹' بحوالہ مسند ابن ابی عمر العدنی۔ نیز حجۃ اللہ العلمین' صفحہ ۲۲۲' ۲۲۳' بحوالہ حاکم وطبرانی'۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس قصیدہ کے حوالہ سے (جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ کی موجودگی میں ہزاروں کے مجمع میں پیش کیا تھا جس کا ایک شعر اس طرح ہے ؎

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخصف الورق

زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایوں میں ودیعت گاہ (یعنی صلب آدم علیہ السلام) میں تھے جب کہ پتوں کو چپکایا گیا یعنی جنتی لباس کے اتر جانے کے وقت آدم علیہ السلام نے جنتی درختوں کے پتوں کو جوڑ کر اپنا بدن مبارک ڈھانکا۔ علامہ کی روایت مذکورہ کے مضمون کی تائید حضرت عباس کے اس قصیدہ سے بھی ہوتی ہے جو حضرت خریم بن اوس سے مروی ہے جسے امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ملاحظ ہو (الخصائص الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۴۹، طبع مصوپاک)۔

نیز قصیدہ ہٰذا کے لیے ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ، جلد ۲، صفحہ ۲۱۲، بحوالہ ابو السکن الطائی، طبع دارالفکر بیروت)۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر حاشیہ نمبر ۴ پر اس کے لیے مستدرک حاکم، حدیث ۵۴۱۷،۱۰۱۵ اور حلیہ ابی نعیم، جلد ۱، صفحہ ۳۶۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

نیز پیشوائے دیوبند مولوی حکیم اشرف علی تھانوی صاحب نے اسے نشر الطیب صفحہ ۱۳۳۹ میں استناداً پیش کیا ہے۔

ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے قصیدہ ہٰذا کے ابتدائی اشعار حضرت حسان سے بھی منقول ہیں لیکن "قال الحافظ ابن عساکر ھذا حدیث غریب جدًا۔ قلت بل منکر جدًّا والمحفوظ ان ھذہ الابیات للعباس رضی اللہ عنہ"۔

اقول: کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک ہی منظوم کلام مختلف شعراء سے بے ساختہ صادر ہوتا ہے "اسے توافق" کہتے ہیں (ولا تخفی امثلۃ علی اھل ھذا الشان) پس یہ دونوں روایتیں دو موقعوں کی ہیں دونوں قصیدوں کا مضمون توافق پر محمول ہے فلا حاجۃ الی التعریف او التنکیر کما فعلہ ابن کثیر۔

فائدہ: امام اہل سنّت غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی، آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا جیسا کہ رازی کی تفسیر کبیر میں ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وہ نور مبارک پشت آدم ہی میں تھا لیکن کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا"۔ (مقالاتِ کاظمی، جلد ۱،

صفحہ ۵۹)۔

وجہ استدلال:

اجزاء جسمیہ تمام اولاد کے صلب آدم علیہ السلام میں تھے پس خصوصیت کے ساتھ ”القی ذلک النور“ اور ”اھبطنی اللہ“ فرمایا کسی امتیازی شان کی بنیاد پر ہو سکتا ہے اور وہ شان نبوت ہے جس کا مدلل بیان ہو چکا ہے پس یہ بھی ما نحن فیہ کی مؤید ہے۔

دلیل نمبر۹ (عہد اَلست کے مجیب اول):

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی صلب پاک سے ان کی تمام اولاد کو بمقدار ذرات دنیوی صورتوں کی امثال پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے باہر نکالا اور ہر ایک کی روح کا اس کے اس جسم سے تعلق قائم کیا پھر ان سے اپنی ربوبیت کی گواہی لیتے ہوئے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

تو اس موقع پر جس نے سب سے پہلے اس کا جواب دیا اور عرض کیا: بلیٰ۔ کیوں نہیں ضرور تو ہمارا رب ہے۔ وہ سید عالم ﷺ ہی تھے۔

”عہد الست“ کے بیان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قرآن مجید پارہ ۹، الاعراف آیت نمبر ۱۷۲ مع کتب تفسیر۔

نیز مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۔ ۲۴ عربی، بحوالہ ترمذی اور مسند احمد و غیرھما عن الفاروق الاعظم وسید القرأ و غیرھما رضی اللہ عنھم۔

سب سے پہلے بَلٰی کہنے کے حوالہ جات باب نمبر۳ میں گذر چکے ہیں۔ مزید سنئے۔

حضرت مفتی اعظم ہند، اعلیٰ حضرت کی زبانی، امام شعرانی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں:۔ ”حضور اقدس ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اتذکر یوم یوم“ کیا تمہیں اس دن والا دن یاد ہے؟ عرض کی ہاں یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ اس دن سب سے پہلے حضور نے بَلٰی فرمایا تھا“۔ (الملفوظ حصہ اول صفحہ ۶۲ طبع کراچی)

وجہ استدلال:

اس سے آپ ﷺ کے ”عہد اَلست“ کے موقع پر بالفعل نبی ہونے پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے جواب دے کر سب کی رہنمائی اور ان کی عملاً تربیت فرمائی کہ یوں جواب دو۔

اکابر نے اس کا یہی معنیٰ لیا ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت غزالیٔ زماں قدس سرہٗ رقم طراز ہیں: ”تمام

نفوس بنی آدم سے پہلے حضور ﷺ کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی نفوس بنی آدم نے حضور ﷺ کے اقرار پر اقرار کیا۔ (مقالات کاظمی جلد اول صفحہ ۵۰ طبع اول)۔

فائدہ:

استخراج ذرية آدم علیہ السلام پھر ان سے عهدألست عندالبعض قبل نفخ الروح فيه ہوا۔ نیز سجود ملائکہ لآدم علیہ السلام عہد الست کے بعد ہوا۔ ولكن اكثر السلف على ان استخراج ذرية آدم عليه السلام منه كان بعدنفخ الروح فيه وعلىٰ هذا يدل اكثر الاحاديث۔ (**لطائف المعارف لابن رجب** صفحہ ۹۶،۹۷ طبع بیروت)

دلیل نمبرہ (میثاق نبوت):

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو خصوصی میثاق لیا گیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ اور سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ ۔ نیز ان کے تحت احادیث اور کتب تفسیر میں ہے جس کی باحوالہ تفصیل باب سوم میں گذر چکی ہے۔

ایک روایت کے مطابق ان سے یہ میثاق عہد اَلست کے بعد لیا گیا تھا جیسا کہ باب سوم میں بحوالہ مسند احمد، مستدرک حاکم ومشکوٰۃ صفحہ ۲۴ (وغیرہا) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی جا چکی ہے کہ:۔ ''ورأى الانبياء فيهم مثل السرج عليهم النور خصّوا بميثاق اخر فى الرسالة والنبوة'' یعنی ابو البشر آدم علیہ السلام نے عہد الست کے موقع پر اپنی اولاد میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ وہ روشن چراغوں کی مثل تھے جن پر انوار وتجلیات کا پہرہ تھا۔ ان سے عہد الست کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ رسالت اور نبوت کا عہد بھی لیا گیا تھا۔ اھ۔

وجہ استدلال:

حدیث ''قال رجل للنبى و متى استنبئت؟ قال وادم بين الروح والجسد حيث اخذ منى الميثاق'' (جو باب نمبر ۳ میں باحوالہ گذر چکی ہے) کی رو سے تین باتیں ایک حقیقت ثابتہ ہیں۔

نمبر ۱۔ یہ کہ آپ ﷺ بالفعل اور عملی طور پر اس وقت منصب نبوت پر فائز ہوئے جب آپ سے میثاق لیا گیا۔

نمبر ۲۔ یہ کہ جب آپ سے میثاق لیا گیا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔

اور نمبر ۳۔ یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے عہد الست کے بعد جو میثاق نبوت لیا گیا تھا آپ ﷺ سے اخذ کردہ میثاق اس سے الگ واقع ہوا کیوں کہ میثاق انبیاء علیہم السلام اور میثاق نبی ﷺ کا زمانہ الگ الگ ہے۔ اس کی مکمل با حوالہ تحقیق باب نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔

البتہ ''وادم بین الروح والجسد'' کے مفہوم کی تعیین میں آراء مختلف ہوئیں۔ بعض نے اسے تقدم اور سبق سے کنایہ کہا بناءً علیہ ان کے نزدیک معنیٰ یہ ہے کہ آدم ﷺ کا نام ونشان ہی نہیں تھا کہ ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ کما مرّ فی الباب۔

جب کہ بعض دیگر نے ظاہر الفاظ کا لحاظ کرتے ہوئے یہ معنیٰ کیے کہ جب آپ سے میثاق لیا گیا تو جسد آدم علیہ السلام تیار ہو چکا تھا مگر اس میں روح نہیں ڈالی گئی تھی۔ بایں ہمہ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کا میثاق تخلیق آدم ﷺ کی تکمیل سے پہلے نیز دیگر انبیاء علیہم السلام کے میثاق سے علیحدہ واقع ہوا۔ انہوں نے یہ تاویل کی کہ جسد آدم علیہ السلام کے تیار ہونے کے بعد ان کے جسم میں شامل آپ علیہ السلام کے اجزاء جسمیہ مبارکہ کو الگ کر کے آپ کی روح مبارک کو اس سے متعلق کیا گیا پھر آپ سے میثاق لینے کے بعد آپ کے ان اجزاء جسمیہ مبارکہ کو دوبارہ جسد آدم علیہ السلام میں لوٹا دیا گیا اس کے بعد اس میں روح مبارک پھونکی گئی جس کے بعد ان کی پوری ذریت کو ان کی صلب پاک سے نکال کر ان سے عہد الست پھر انبیاء کرام علیہم السلام سے میثاق نبوت لیا گیا۔

حضرت شیخ محقق کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فریق مطلقاً تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل بھی آپ ﷺ کی بالفعل نبوت کا قائل ہے اس کے ساتھ ساتھ نشاۃ میثاق میں بھی حسب بالا امتیازی شان کے ساتھ دوبارہ بھی اخذ میثاق کے قائل ہیں جس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ کم از کم اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کے تیار ہو جانے کے بعد قطعی طور پر فی الواقع نبی تھے۔ (وھو المقصود فی ھذا المقام)۔ امام ابن حجر مکی شافعی کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہے وسیاتی۔

بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ متی وجبت لك النبوة الخ کی شرح میں لکھتے ہیں: ''ان اللہ سبحانه او جب النبوة لمحمد ﷺ بوجوه کثیرة۔ فوجبت النبوة بعلم اللہ انه نبی کما وجب وجود کل شئی علمه کما علمه۔ ووجبت له حین خلق القلم فقال له اکتب فکتب مایکون الی یوم القیامة وفیه ذکر محمد ﷺ بصفاته الکریمة وحلاه

الشریفة۔ ووجبت له النبوة حین خلق آدم من طین وقدر هیئته وآدم جسد لم یخلق الروح بعد (الٰی) والحکمة فی تخصیص ذکرالوجوب بحالة خلق آدم قبل ذلك کان مقولا لامفعولا وعند خلق آدم کان مفعولاً اذ خلق الاصل خلق للفرع لاسیما وقد استخرج من ظهره ذریة حین خلقه موجود ین احیاء الخ۔ ملاحظہ ہو:(عارضة الاحوذی بشرح صحیح الترمذی جلدہفتم صفحہ۸۷ ابواب المناقب حدیث نمبر۳۶۰۹طبع دار الکتب العلمیه بیروت)۔

علامہ ابن رجب حنبلی(متوفی ۷۹۵ھ)حدیث عرباض رضی الله عنه انی عبدالله فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینته الخ ۔ کے تحت لکھتے ہیں:المقصود من هذا الحدیث ان نبوة النبی ﷺ کانت مذکورة معروفة من قبل ان یخلقه الله ویخرجه الی دار الدنیا حیاوان ذلك کان مکتوبا فی ام الکتٰب من قبل نفخ الروح فی ادم علیه السلام وفسر ام الکتاب باللوح المحفوظ وبالذکر (الٰی) ثم انه تعالیٰ کتب ذلك فی کتاب عنده قبل خلق السمٰوٰت والارض (الٰی) ومن حینئذ انتقلت المخلوقات من مرتبة العلم الیٰ مرتبة الکتابة وهو نوع من انواع الوجود الخارجی (الٰی) وجاء فی احادیث اخرانه فی تلك الحال وجبت له النبوة وهذه مرتبة ثالثة وهی انتقاله من مرتبة العلم والکتابة الٰی مرتبة الوجود العینی الخارجی،فانه ﷺ استخرج حینئذ من ظهر ادم و نبی فصارت نبوته موجودة فی الخارج بعد کونها کانت مکتوبة مقدرة فی ام الکتاب (الٰی) فتحمل علٰی هذا ان یکون محمد ﷺ خص باستخراجه من ظهر آدم قبل نفخ الروح فیه (الٰی) فیکون حینئذ من حین صور آدم طینا استخرج منه محمد ﷺ ونبیٔ واخذ منه المیثاق ثم اعید الی ظهر آدم حتٰی خرج فی وقت خروجه الذی قدر اللّٰه خروجه فیه (الٰی) فان نبوته ﷺ وجبت له من حین اخذ المیثاق منه حین استخرج من صلب ادم فکان نبیا من حینئذ لکن کانت مدة خروجه الی الدنیا متأخرة عن ذلك و ذلك لایمنع کونه نبیا قبل خروجه۔ اھ۔ ماارد ناملخصاً ۔ملاحظہ ہو: (لطائف المعارف،صفحہ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸،طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:''ان الله تعالیٰ شرف نبیه ﷺ بسبق نبوته فی سابق ازلیته ولما کان آدم طینا استخرج منه نبینا ﷺ ونبیٔ ثم اخذ منه المیثاق قبل الانبیاء ثم اعید الیٰ ادم فنفخت فیه الروح ثم استخرجت ذریته لاخذ المیثاق علیهم فنبینا ﷺ هو المقصود من الخلق وواسطة عقدهم ورسول الرسل الخ۔ملاحظہ ہو۔(جواهر البحار جلدسوم صفحہ۲۶۵)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق حنفی محدث دہلوی قدس سرہٗ المعنوی رقم طراز ہیں: ''وے ﷺ نبی مرسل بود در آں عالم بالفعل در خارج نہ در علم الٰہی فقط (الٰـــی) وبعضے گفتہ اند کہ در نشاۃ میثاق نیز بایں صفت بود واگرچہ وجود آں نشاۃ واستخراج ذرائر از ظہر آدم بعداز نفخ روح است در جسد آدم چنانکہ اکثر احادیث براں دال است ولیکن استخراج ذرہ آنحضرت از ظہر او مقدم است بر استخراج ذرائر دیگر واللہ اعلم''۔

ملاحظہ ہو۔(مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۳، طبع نوریہ رضویہ لاہور)۔

دلیل نمبر۶ (روزِ میثاق انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کے کلمہ پڑھنا):

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ آیت میثاق کے مفہوم کی تفصیل کے بیان میں بعض احادیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے سید عالم ﷺ کے نورِ مبارک کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے پوچھا: مالک! یہ کون ہیں کہ ان کے سامنے ہمارے نور مدھم پڑ گئے ہیں؟ فرمایا: ''ایں نور محمد بن عبداللہ است اگر ایمان آرید بوے میگردانم شمار انبیاء، گفتند ایمان آوردیم یارب بوے و بہ نبوت وے الخ''۔

یعنی یہ عبداللہ کے جگر پارہ محمد (ﷺ) کا نور ہے۔ اگر تم ان پر ایمان لاؤ (اور ان کا کلمہ پڑھ لو) تو میں تمہیں نبی بناؤں گا۔ سب نے کہا مالک! ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے (اور ہم نے ان کے کلمہ پڑھے)۔

ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۳) نیز جواہر البحار جلد چہارم صفحہ ۲۰۰، عن الشیخ محمد السلاوی)۔

وجہ استدلال:

روایت اپنے اس مضمون میں واضح ہے کہ آپ اس وقت اللہ تعالیٰ کے بالفعل نبی تھے ورنہ انبیاء علیہم السلام کے کلمہ پڑھنے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا کیا مطلب؟

دلیل نمبر۷ (آیت میثاق وغیرہ کی روسے آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں):

ائمہ ومشائخ اہل سنت اور علماء شان نے آیت میثاق نیز مذکورۃ الصدر روایت وغیرہا کے پیش نظر فرمایا کہ سید عالم ﷺ جملہ انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کے بھی نبی اور رسول ہیں اور تمام نبی ورسول بشمول حضرت آدم علیہ السلام آپ کے نائب اور امتی ہیں۔ یہ بھی آپ کے اس دور میں بمعنیٰ حقیقی نبی ورسول ہونے کی دلیل ہے۔

بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

چنانچہ امام علامہ تقی الملۃ والدین سبکی شافعی نور اللہ مرقدہ پھر امام علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں: ''وانہ نبیھم ورسولھم''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵ بحوالہ التعظیم

والمنة)۔

جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۴۸ طبع مصر میں ان کے حوالہ سے یہ لفظ لکھے ہیں: ''ان محمدا ﷺ نبی الانبیاء''

امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فنبینا ﷺ (الیٰ) رسول الرسل'' نیز ''انہ نبی الانبیاء'' (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۷، جلد سوم صفحہ ۳۵۴)

امام المحدثین شیخ محقق شاہ عبدالحق حنفی محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔

''پس آنحضرت ﷺ نبی الانبیاء است وظاہر گردد ایں معنیٰ درآخرت کہ جمیع انبیاء تحت لوائے وے باشند ﷺ وہم چنیں در شب اسراء امامت کرد ایشاں را''۔

ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۳ طبع لاہور)

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی حنفی برد اللہ مضجعہ نے فرمایا: ''فھو نبی الانبیاء والمرسلین''۔ (جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۱۹۱ طبع مصر)۔

امام علامہ صاوی مالکی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''انہ ﷺ نبی الانبیاء''۔ (جواھر البحار جلد سوم صفحہ ۲۰)

شیخ العرب والعجم امام اہل سنت مجدد ملت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تمام انبیاء ومرسلین اپنے عہد میں بھی حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں، جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۲ طبع مکتبہ رضویہ کراچی)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فھم ارسالہ ونوابہ فی الارض لغیبۃ جسمہ''۔ (جواھر البحار جلد اول صفحہ ۱۲۷)

امام علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فھو کالسلطان الاعظم وجمیع الانبیاء کامراء العساکر فکانت الانبیاء کلھم نوابہ مدۃ غیبۃ جسمہ الشریف''۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۴۸)۔

نیز الخصائص الکبری جلد اول صفحہ ۵ میں ان کے حوالہ سے لکھا ہے: ''وفی اخذ المواثیق وھی فی معنی الاستخلاف''

امام شعرانی نے فرمایا: ''فکل نبی تقدم علیٰ زمن ظھورہ ﷺ فھو نائب عنہ فی بعثتہ بتلک الشریعۃ''۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۴۴)۔

امام شیخ عبدالرحمٰن عیدروس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فقد آمنت بہ جمیع الانبیاء علیھم السلام

فی الازل ولھٰذا کان ھو نبیھم وھم نوابہ وورّاتہ ﷺ‘‘(جواھرالبحار جلددوم صفحہ۳۴۱)۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:’’فکل من بدأ بعد وجود المصطفیٰ علیہ السلام فھم نوابہ وخلفائہ‘‘۔(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۲۳۱)۔

شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:’’کل من تقدم من الانبیاء والرسل قبلہ فعلی سبیل النیابۃ عنہ‘‘۔(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۳۶۴)

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:’’ان الانبیاء نوابہ‘‘۔(جواہرالبحار جلدسوم صفحہ۲۰)

علامہ عبدالقادر الجزائری علیہ الرحمہ نے فرمایا:’’والرسل کلھم نوابہ وخلفاؤہ من اول رسول الیٰ آخررسول‘‘۔(جواہرالبحار جلدسوم صفحہ۳۵۷)

علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ وسائر الانبیاء علیھم السلام خلفاء ہ۔ (جواہرالبحار جلد۳ صفحہ۲۶۵)۔

علامہ سید نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:’’ھو سلطانھم الاعظم وھم نوابہ‘‘(جواہرالبحار جلداول صفحہ۳)۔

دلیل نمبر۸(آپ ﷺ مبعوث الی جمیع الخلق ہیں):

دلیل بالا سے ملتی جلتی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مبعوث الی جمیع الخلق ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام (آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام) سب شامل ہیں یہ بھی اس دور میں آپ کے نبی اور رسول ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:’’کان ﷺ مبعوثاً الی الخلق اجمعین فی عالم الارواح والاجسام من لدن آدم الیٰ قیام الساعۃ‘‘(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۴۸)۔

نیز شیخ سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ نے فرمایا:’’فھو الرسول المطلق لکافۃ الخلق من الاولین والآخرین فرسالتہ عامۃ ودعوتہ تامۃ ورحمتہ شاملۃ‘‘۔ (جواہرالبحار جلددوم صفحہ۳۶۴)۔

شیخ ابوعثمان فرغانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:’’والانبیاء والرسل وجمیع اممھم وجمیع المتقدمین والمتأخرین داخلون فی کافۃ الناس‘‘(جواہرالبحار جلددوم صفحہ۱۹۵ بحوالہ علامہ فاسی)۔

امام علامہ احمد عابدین علیہ الرحمہ نے فرمایا:’’رسالتہ عامۃ لجمیع الخلق‘‘۔(جواہرالبحار جلدسوم صفحہ۳۵۹)

امام علامہ سبکی پھر امام جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔’’فتکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن آدم الیٰ یوم القیامۃ وتکون الانبیاء واممھم کلھم من امتہ ویکون قولہ

"بعثت الی الناس کافة" لایختص به الناس من زمانه الٰی یوم القیامة بل یتناول من قبلهم ایضاً و یتبین بذلك معنی قوله ﷺ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد"۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۴،بحوالہ التعظیم والمنة فی لتؤمنن ولتنصرنه)۔

مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکور بیان ذیشان کا خلاصہ بیان فرماتے ہوئے ارقام فرمایا:۔

"ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اور ان کی اُمتیں سب حضور کے امتی۔حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے اور حضور کا ارشاد "کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" اپنے معنیٰ حقیقی پر ہے۔اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم ومن سواہ کافہ رسل وانبیاء ہوں گے۔صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ (الیٰ) امام جلال الدین سیوطی نے خصائص اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواھب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمیٰ ومواہب کبریٰ سمجھا (الیٰ) محمد ﷺ اصل الاصول ہیں۔محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں،امتیوں کو جو نسبت انبیاء ورسل سے ہے وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے۔امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد وپیمان لیتے ہیں محمد ﷺ سے گرویدگی فرماؤ" اھ۔ ملخصاً ما اردنا۔(تجلی الیقین مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۱۳۷،۱۳۸،طبع لاہور)۔

نیز صفحہ ۱۴۹ پر لکھا ہے:حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی"

نیز صفحہ ۱۵۰ "جس کا خدا خالق ہے محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔(بحوالہ مدارج النبوۃ فارسی جلد اول صفحہ ۳۴)۔

نیز المستند صفحہ ۱۲۶ میں مسئلہ ہذا کے بارے میں فرمایا:"وهو المختار عندنا وبه نقول"۔

اقول:۔عنوان ہذا کی مکمل تائید اس ارشاد نبوی سے بھی ہوتی ہے۔"ارسلت الی الخلق کافه" یعنی میں بلا استثناء تمام مخلوق کا نبی ورسول ہوں۔(رواه الامام احمد ومسلم وغيرهما)۔

حضرت غزالی زماں نے فرمایا:حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" ارسلت

الی الخلق کافه''۔(مقالات کاظمی جلد دوم صفحہ ۸۸ طبع اول)۔

نیز خطبات کاظمی جلد چہارم صفحہ ۱۷ میں ہے:''حضور تاجدار مدنی ﷺ کائنات کے ہر فرد کی طرف مبعوث ہوئے اور عالم کا ہر ذرہ حضور کی رسالت کے دائرہ میں ہے۔

دلیل نمبر ۹ (آپ ﷺ اصل وواسطۂ جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام ہیں):

مناسب مقام مزید ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام میں اصل اور واسطہ ہیں۔آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک نبوت ورسالت سمیت جس کو جو کمال ملا آپ ہی کے توسط سے ملا۔یہ بھی اس دور میں آپ کے نبی ورسول ہونے کی دلیل ہے ورنہ اصل اور واسطہ ہونا بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گا۔

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''امـا الـقـطـب الـواحـد فهـو روح محمد ﷺ وهو الـمـمـدلجميع الانبياء والرسل عليهم السلام والاقطاب من حين النشأالانساني الىٰ يوم القيامة''۔(جواہرالبحار جلد اول صفحہ ۱۱۵)

علامہ علی القاری،علامہ تلمسانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:''ان النبي ﷺ حـاز خصال الانبياء كلها واجتمعت فيه اذهو عنصرها ومنبعها (الیٰ) ليقتبسوها منه الخ۔(شرح الشفاء صفحہ ۳۶۷)

شیخ عمر بن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:'' وانـي وان كـنـت ابـن آدم صـورـة۔ فلي فيه معنى شاهد بابوتي۔

اس کی شرح میں امام عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا''یعنی وانـي اصل آدم وابوه من حيث المعنى وان كنت فرعه وابنه من حيث الصورة''۔(جواهر البحار جلد اول صفحہ ۱۸۴)

علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں:''انـه ﷺ الـمـمـد لـكـل انسـان كامل مبعوث''۔(جواہرالبحار جلد دوم صفحہ ۹)

نیز انہوں نے علامہ بوصیری کے شعر''وكـل اي اتـي الـرسل الكرام بها الخ''کے تحت علامہ ابن مرزوق کے حوالہ سے لکھا ہے یعنی ان كـل مـعـجزة اتي بها كل واحد من الرسل فانما اتصلت بالكل واحـد منهـم من نور محمد ﷺ (الـیٰ) الانبياء قبل وجوده عليه الصلاة والسلام كانوا يظهرون فـضـلـه بـجـمـيـع مـاظهر على ايدى المرسل عليهـم الصلاة والسلام من الانوار انما هو من نوره الفائض ومدده الواسع ﷺ من غيران ينقص بشيئى''۔(جواہرالبحار جلد دوم صفحہ ۹)۔

علامہ شیخ عبدالرحمٰن العیدروس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لانہ المظہر التام والواسطۃ العظمیٰ ''۔ (جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۳۴۱)۔

شیخ ابوالعباس تیجانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''ما بعث اللہ نبیا ولا رسولا فی الارض الا کان ھو ﷺ ممد ذلك الرسول او النبی من الغیب ''۔ (جواہر البحار جلد سوم صفحہ ۵۳)۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کے پیش نظر فرماتے ہیں: ''ازل سے ابد تک ارض وسماء میں، اُولیٰ و آخرت میں، دنیا و دین میں، روح وجسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہان پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی'' اھ۔ ملاحظہ ہو۔ (تجلی الیقین صفحہ ۱۳ طبع لائل پور (فیصل آباد) فتاوی رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۱۴۱ رضا فاؤنڈیشن)

نیز حدائق بخشش میں فرمایا۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

نیز

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

امام اہل سنت مرشد کریم غزالی زماں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:۔

''اظہار کمالات محمدی ﷺ کے بارے میں علماء امت کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے کہ جب انہوں نے کسی فرد مخلوق میں کوئی ایسا کمال پایا جواز روئے دلیل بہ ہیئت مخصوصہ اس کے ساتھ مختص نہیں تو اس کمال کو حضور ﷺ کے لیے اس بناء پر تسلیم کر لیا کہ حضور ﷺ تمام عالم کے وجود اس کے ہر کمال کی اصل ہیں۔ جو کمال اصل میں نہ ہو فرع میں نہیں ہو سکتا لہٰذا فرع میں ایک کمال کا پایا جانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصل میں یہ کمال ضرور ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ اصول بالکل صحیح ہے۔ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب فرع کا ہر کمال اصل سے مستفاد ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کمال فرع میں ہو اور اصل میں نہ ہو'' الخ۔

ملاحظہ ہو۔(مقالات کاظمی' جلد دوم' صفحہ ۲۶۲، رسالہ الحق المبین' طبع اول)۔

نیز ملاحظہ ہو: (خطباتِ کاظمی جلد سوم صفحہ ۲۳۲ طبع ملتان و لفظہ'، ہر کمال کی اصل حضور ﷺ ہیں۔اگر کمال نبوت حضور ﷺ میں نہ ہوتا تو کوئی نبی حضور ﷺ سے پہلے دنیا میں نہ آتا۔(الی) آپ ﷺ کی نبوت کا حسن و جمال حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی میں چمکا ہے"

نیز ماہنامہ السعید جلد ۱۷ شمارہ نمبر ۵ مئی ۲۰۱۰ء۔

اقول:۔دعوت رجوع صفحہ ۳۰ میں فقیر نے توضیحاً یہ لفظ لکھے تھے کہ "مسلم امر ہے کہ وجود فرع، وجود اصل کی دلیل ہوتا ہے چنانچہ اولاد کا وجود والدین کے وجود کی نیز نہر میں پانی کا ہونا دریا وغیرہ میں پانی کے پائے جانے کی دلیل ہے۔شاخوں کا ہرا بھرا ہونا جڑوں کے تر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ٹیوب لائٹس اور قمقموں کی جگمگاہٹ پاور ہاؤس میں بجلی کی موجودگی پر دال ہوتی ہے(وغیر ذلك من الامثلة)اھ۔

والآن اقول ایضاً:

جب سرکار ﷺ نبوت ورسالت میں انبیاء ورسل کرام علیہم السلام کے لیے اصل و واسطہ ہیں تو لازم آیا کہ حضور ان سے پہلے ان کمالات سے موصوف ومتصف ہوں۔

دلیل نمبر ۱(روزِ میثاق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "رَسُوْلٌ" کہا):

روز میثاق اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ کے متعلق انتہائی اہتمام کے ساتھ جو عہد لیا تھا اس میں یہ لفظ بھی ہیں:

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ یعنی جب تمہارا دور دورہ ہو اور چرچے ہوں اتنے میں تم میں سے کسی کے پاس ایک عظیم الشان رسول آجائے جو تمہاری شریعتوں کی تصدیق کرے گا تو تم ضرور ضرور ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے اور ساتھ دو گے۔

ملاحظہ ہو۔(پارہ ۳، آل عمران' آیت)

از روئے تفسیر اس آیت میں "رسول" سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے(کما سیأتی)تو قرآن سے ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد کے زمانہ میں بھی نبی و رسول تھے۔مستقبل میں نبی بن کر آنا بھی مراد نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس سے قبل آپ نبی بن چکے تھے اور آپ کا یہ نبی بننا وقتی یا عارضی بھی نہیں تھا۔(کما قد مرّ تفصیله قبیل الدلیل الثانی)

دلیل نمبر۱۱ (آپ ﷺ کی رسالت کا چرچا ہر نبی کے دور میں رہا):

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر رسول اور ہر نبی کے دور میں اس میثاق کے حوالہ سے آپ ﷺ کا بحیثیت نبی چرچا رہا جو مانحن فیہ کی ایک اور دلیل ہے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سمیت تمام انبیاء علیہ السلام سے سید عالم ﷺ کے متعلق یہ عہد لیا تھا کہ: ''لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ وامر بأخذ العھد علیٰ قومہ'' کہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کے زمانہ میں تشریف لے آئیں تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ آپ پر ضرور ضرور ضرور ایمان بھی لائے اور ضرور ضرور ضرور آپ کی مدد بھی کرے اور ہر نبی کو اپنی قوم سے آپ پر ایمان لانے کا پابند کرنے کا عہد بھی لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یونہی منقول ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ ۹۰ بحوالہ ابن جریر)۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ طریق کریب مروی ہے آپ نے فرمایا: ''لم یزل اللہ تعالیٰ یتقدم فی النبی ﷺ الیٰ ادم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ و تستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ الخ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا اور تمام امتیں ایک دوسرے کو آپ کی آمد کی بشارتیں دیتی رہیں اور آپ کے وسیلے سے اپنی مشکلات کے حل کی دعائیں کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں ظاہر فرمایا۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸، ۹، بحوالہ ابن عساکر، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۰)۔

اسی کی مانند سدی سے بھی منقول ہے: ملاحظہ ہو: (خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸ بحوالہ ابن ابی حاتم، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۰)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امر ارواح الانبیاء بان یومنوا بہ ﷺ واخذ علیھم المیثاق''۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۱۳ طبع مصر)

دلیل نمبر۱۲ (آدم علیہ السلام کو سجدۂ ملائکہ وغیرہ نور مبارک کی وجہ سے تھا):

مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۴ میں ہے: ''تعلیم کرد حق تعالیٰ بہ برکت ایں نور آدم را اسمائے جمیع مخلوقات و امر کرد ملائکہ را بسجود وے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو جملہ مخلوقات کے ناموں کا علم دینا نیز ملائکہ کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دینا (ان کی پشت پاک میں رکھے ہوئے اور پیشانی سے چمکنے والے) اسی نور (محمدی ﷺ) کی برکت سے تھا۔

نیز امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر (جلد اوّل صفحہ ۴۵۵) میں فرمایا: ''ان الملائکۃ امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد ﷺ کان فی جبھۃ ادم'' یعنی فرشتوں کو آدم کے لیے سجدے کا حکم اسی لیے ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں تھا''۔

ملاحظہ ہو: (تفسیر التبیان صفحہ ۱۳۱ الامام اہل السنۃ السید الکاظمی رحمۃ اللہ علیہ نیز جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۱۰)۔

نیز سبل الھدیٰ والرشاد المعروف سیرت شامی جلد دہم صفحہ ۲۶۴ طبع بیروت)

وجہ استدلال:

یہ اعزاز و اکرام اس نور مبارک کے وصف نبوت سے موصوف ہونے کی بناء پر تھا۔ اس وقت اتصاف بالنبوت کے دلائل باب سوم میں گذر چکے ہیں۔

دلیل نمبر۱۳ (آدم علیہ السلام کے دو شانوں کے درمیان کی تحریر):

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے دو کندھوں کے درمیان یہ الفاظ (قدرتی طور پر) لکھے ہوئے تھے: ''محمد رسول اللہ خاتم النبیین'' محمد اللہ کے رسول، سب نبیوں سے آخری ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۷ بحوالہ ابن عساکر)۔

وجہ استدلال:

حدیث ہذا ظاہراً موقوف مگر امور قیاسیہ سے متعلق نہ ہونے کے باعث حکماً مرفوع اور اپنے مضمون میں واضح ہے جو محتاج بیان نہیں۔

دلیل نمبر۱۴ (اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم سے ارشاد سید ولدک من المرسلین):

ایک بار حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پیشانی کی لکیروں سے پرندے کے چہچہانے کی سی آواز سنی اللہ تعالیٰ سے عرض کی مولا! یہ کیا ہے؟ فرمایا: ''یاادم ھذا تسبیح خاتم النبیین و سید ولدك من المرسلین'' یعنی اے آدم! یہ خاتم النبیین اور سید المرسلین کی تسبیح ہے جو آپ کی اولاد سے ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۱۷ بحوالہ کتاب البشائر والاعلام لابن القطان)۔

دلیل نمبر۱۵ (عہد آدم علیہ السلام میں اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ):

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام (جنت سے) سرزمین ہند پر اترے، یہاں انہیں اداسی محسوس ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے ان کے ہاں آکر اذان دی جس میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کے علاوہ دو دو مرتبہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد ان محمدارسول اللہ کے لفظ بلند

آواز سے کہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا: محمد کون ہیں؟ فرمایا: ''آخر ولدك من الانبیاء'' آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸ بحوالہ حلیہ ابی نعیم، ابن عساکر من طریق عطاء)۔

اقول: قرآن مجید میں ہے: ۔ **وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ** خلاصہءِ مفہوم یہ ہے کہ ملائکہ اللہ ہی کے حکم سے اترتے ہیں۔ نیز **وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ** وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

جس کا واضح نتیجہ یہ ہوا کہ جبریل علیہ السلام کا آنا نیز ان الفاظ سے اذان دینا وغیرہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔ لہٰذا اس زمانہ میں جبریل علیہ السلام نے اَنّ کی تاکید کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' (محمد اللہ کے رسول ہیں ﷺ) کی گواہی دے کر یہی نظریہ دیا کہ حضور اس زمانہ میں بھی نبی تھے۔ یہ نہیں کہ مستقبل میں بنیں گے کیوں کہ یہ الفاظ ''جملہ اسمیہ ہیں جو حدوث کے برعکس دوام وثبوت کے لیئے موضوع ہوتا ہے۔

معترضین پھر بھی نہ مانیں تو کم از کم عوام کو یہ سمجھا دیں کہ اب جو بعینہٖ وہی الفاظ (اشھد ان محمدا رسول اللہ) اذان واقامت میں کہے جاتے ہیں کیا ان کا یہی ترجمہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول بنیں گے؟ کچھ تو خدا کا خوف کریں۔

دلیل نمبر۱۶ (حضرت حوا کا حق المهر صلوٰة علی النبی ﷺ):

شیخ محقق نے ایک روایت لکھی ہے کہ ملائکہ کرام نے حضرت حواء کے متعلق حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ''آہستہ باش ای آدم تا نکاح کنی اور او بدہی مہر او گفت مہر او چیست؟ گفتند درود فرستی بر محمد سہ بار و در روایتے بست بار آمدہ'' یعنی اے آدم! ٹھہریں پہلے ان سے نکاح کریں اور حق المہر ادا فرمائیں، فرمایا: ان کا حق المہر کیا ہے؟ ملائکہ نے کہا محمد ﷺ پر تین بار اور ایک اور روایت کے مطابق بیس بار درود بھیجیں۔

ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۴)۔

نوٹ: دیوبندی حضرات کے پیشوا تھانوی صاحب نے بیس دفعہ درود کی روایت لکھی ہے۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۴)۔

اقولُ: علی التحقیق غیر نبی پر مستقلاً صلوٰۃ اور درود بھیجنا درست نہیں پس آدم علیہ السلام کو آپ ﷺ پر مستقلاً صلوٰۃ اور درود بھیجنے کا حکم ملنا اس دور میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ والحمد للہ۔

دلیل نمبر۱۷ (حضور کی شان رسالت دیکھ کر آدم علیہ السلام کا آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا):

باب سوم میں متعدد کتب حدیث کے حوالہ سے بروایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، سید عالم ﷺ کا یہ

ارشاد گذر چکا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی اور اللہ نے ان سے فرمایا آپ نے انہیں کیونکر پہچانا؟ تو انہوں نے عرض کی تھی جب تو نے مجھے اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں جان ڈالی، میں نے اوپر کو اپنا سر اٹھایا: ''فرأیت علیٰ قوام العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' الخ۔ تو میں نے عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔ (جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ تجھے تیری ساری مخلوق میں سب سے عزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: واقعی ایسا ہی ہے۔ یہ نہ ہوتا تو نہ تو ہوتا نہ تیری مغفرت)۔

دلیل نمبر ۱۸ (حضرت شیث علیہ السلام کی یکتا پیدائش):

حضرت حوا کا ہر حمل جڑواں بیٹی بیٹے سے ہوتا تھا۔ ''الا شیث علیہ السلام کہ جد حضرت خاتم الانبیاء ست ﷺ تنہا بوجود آمد تا نور نبوی مشترک نباشد میان وے وغیر وے'' مگر شیث علیہ السلام حمل میں تنہا تھے کیوں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ان کی لڑی سے ہیں جس سے مقصود یہ تھا کہ نور نبوی میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ (حضرت آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو انہوں نے اپنے بیٹے کو الی الاسفل سب نے اس نور کو پاک رحموں میں منتقل کرنے کی وصیت کی اسی طریقہ سے یہ نور حضرت عبدالمطلب پھر ان کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ کے پاس پہنچا)۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۵)۔

اقول: یہ اعزاز حضور کی شان نبوت کے پیش نظر تھا نیز شیث علیہ السلام کا تنہا حمل میں ہونا آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ یہ عادت سے ہٹ کر ہوا جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی ما نحن فیہ کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ شیث علیہ السلام کے دور میں نبی تھے۔

علامہ نبہانی نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''خلق اللہ شیثا فی بطن امہ وحدہ کرامۃ لنبیہ ﷺ'')۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۱۷)

دلیل نمبر ۱۹ (آپ ﷺ کی نبوت در زمانہ نوح علیہ السلام):

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وجعلنی فی صلب نوح ''اللہ تعالیٰ نے مجھے نوح علیہ السلام کی پشت پاک میں رکھا'' ۔ ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۲، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۹ بحوالہ مسند عدنی)۔

نیز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ نعتیہ میں جو انہوں نے آپ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کے اجتماع عظیم میں آپ کی اجازت سے پیش کیا تھا۔ کشتی نوح علیہ السلام میں موجود ہونے کو بیان فرمایا جسے آپ نے ردّ

نہ فرمایا بلکہ سن کر برقرار رکھا۔ قصیدہ ہذا کے حوالہ جات ابھی کچھ پہلے گذرے ہیں۔
عاشق مصطفیٰ ﷺ علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

گر نام محمد رانیاوردے شفیع آدم　　نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ نیز نوح علیہ السلام کی کشتی کا کنارے لگنا حضور کی برکت سے تھا۔ ﷺ۔ نیز فرمایا:۔

زجودش گر نکشتے راہ مفتوح　　بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اگر حضور کی نظر کرم نہ ہوتی تو نوح علیہ السلام کی کشتی کبھی کنارے نہ لگتی۔

اقول: ظاہر ہے کہ یہ سب حضور کی نبوت کے کرشمے تھے نیز آسمان سے باتیں کرنے والے سیلاب اور طوفان میں کشتی کا بچ نکلنا معجزہ ہے۔ جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے۔

دلیل نمبر۲۰ (ولادت ھود علیہ السلام کے وقت نور محمدن النبی ﷺ کی ندائیں):

حضرت ھود علیہ السلام ہمارے حضور کے اجداد میں ہیں۔ ان کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ ماجدہ حضرت مرجانہ (زوجہ ارفخشد بن سام بن نوح ﷺ) نے ہر طرف سے یہ ندائیں سنیں کہ کہنے والے کہہ رہے تھے۔ هذا نور محمدن النبی ﷺ۔ یہ اللہ کے نبی محمد ﷺ کا نور ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی الشافعی علیہ الرحمہ صفحہ ۲۱۸)۔

دلیل نمبر۲۱تا۲۹ (آپ ﷺ کی نبوت زمانہ خلیل اللہ واسماعیل علیہما السلام میں):

۲۱: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''وقذف بی فی صلب ابراهیم'' یعنی رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابراہیم علیہ السلام کی پشت پاک میں پہنچایا''۔ ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۲، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۹ بحوالہ مسند عدنی عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)۔

۲۲: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ میں (جس کے حوالہ جات اسی باب میں گذرے ہیں) عرض کی تھی۔

وردت نار الخلیل مکتتما　　فی صلبه انت کیف یحترق

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نارِ نمرود سے اس لیے محفوظ رہے کہ آپ ان کی پشت پاک میں جلوہ گر تھے۔

اقول: یہ حضور کا معجزہ تھا جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ (ﷺ)

۲۳: حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اپنی زوجہ حضرت ہاجرا اور صاحبزادہ حضرت اسماعیل کو بحکم الٰہی مقام موعود پر چھوڑنے گئے جبریل علیہ السلام ہمراہ تھے۔ آپ جگہ جگہ ان سے فرماتے، یہاں پر انہیں چھوڑنا ہے

وہ نہ کرتے یہاں تک کہ مکۃ المکرّمہ (جو اس وقت غیر آباد تھا) پہنچے۔ یہاں بھی اپنی بات دہرائی، کیا انہیں یہاں پر چھوڑنا ہے۔فرمایا:"نعم ھاھنا یخرج النبی الامی من ذریۃ ابنک الذی تتم به الکلمۃ العلیا" ہاں یہی مقام ہے یہاں سے نبی اُمی (ﷺ) ظہور فرمائیں گے۔ جو آپ کے بیٹے کی ذریت طاہرہ سے ہوں گے جن کی وساطت سے کلمہ علیا (دین اسلام) کا فروغ ہونا ہے۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۹، نیز سبل الھدیٰ جلداول صفحہ۹۵، بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)۔

۲۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کردہ صحیفہ میں ایک بات یہ بھی درج تھی کہ آپ کی اولاد بکثرت شاخوں میں پھیلے گی۔"حتٰی یأتی النبی الامی الذی یکون خاتم الانبیاء" یہاں تک کہ نبی امی جو سب سے آخری نبی ہیں وہ بھی آپ کی اولاد سے ہوں گے۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۹، بحوالہ ابن سعد عن الشعبی رضی اللہ عنہ)

۲۵۔حضرت ہاجرہ سے ہاتف غیبی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق کہا:"ان ابنک ابو شعوب کثیرۃ ومن شعبه النبی الامی ساکن الحرم "یعنی آپ کے اس بیٹے کی ذریت خوب کثرت سے ہوگی اور نبی امی جن کی سکونت حرم کعبہ میں ہوگی وہ بھی اس کی اولاد سے ہوں گے۔ملاحظہ ہو:(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۹، نیز سبل الہدیٰ جلداول صفحہ۹۵۔بحوالہ ابن سعد عن محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ)۔

۲۶: حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کعبہ کے دوران جو اجتماعی دعائیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی: **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ** مالک! ان میں ایک بڑی شان والے رسول کو بھیج جو انہیں تیری آیتیں سنائے نیز کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے سینوں کو روحانی آلائشوں سے پاک کردے۔(قرآن مجید پارہ اول البقرہ آیت نمبر۱۲۹)۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:"انا دعوۃ ابی ابراھیم "یعنی اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا مصداق میں ہوں۔(الجامع الصغیر جلد۱صفحہ۱۰۷، بحوالہ ابن عساکر عن عبادہ قال السیوطی "ح" یعنی حدیث "حسن"۔نیز سبل الھدیٰ جلد۱صفحہ۹۴،۹۵ بحوالہ احمد وحاکم عن العرباض، ابن عساکر عن عبادہ، احمد وابن سعد وطبرانی وابن مردویه عن ابی امامۃ رضی اللہ عنھم)۔نیز الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۹ بحوالہ احمد حاکم بیھقی عن العرباض، ابن عساکر عن عبادہ، ابن سعد عن الضحاک۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:"ثم استدل علی سبق ذکرہ والتنویه باسمه ونبوته وشرف قدرہ لخروجه الی الدنیا بثلاث دلائل (الی) الدلیل الاول دعوۃ ابیه ابراھیم علیہ السلام الخ"۔

خلاصہ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کی آمد سے پہلے ہی آپ کے چرچے موجود تھے۔ (لطائف المعارف صفحہ ۹۹ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اقول:۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ حضور کو نبی بنایا جائے کیوں کہ ان کی اس دعا سے پہلے ان کو بتا دیا گیا تھا کہ اس جگہ نبی اُمی ﷺ کا ظہور ہوگا۔ نیز دیگر دلائل کی رو سے بھی حضور اس سے پہلے نبی تھے پس اس دعا سے ان کا مقصود حضور کا چرچا کرنا تھا، جو منجانب اللہ ان کے ذمہ تھا جو کہ ہر نبی کے ذمہ تھا۔

اس سلسلہ کی ایک ایمان افروز بات مزید سنئے۔

دلیل نمبر ۲۷: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سابقہ کتب کے معروف زبردست عالم جلیل القدر تابعی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اخبرنا عن فضائل رسول اللہ ﷺ کعب! ہمیں سابقہ کتب سے حضور ﷺ کی شان تو سنائیں۔ انہوں نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک پتھر ملا اس پر ایک بات یہ لکھی تھی: ''انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبی لمن آمن بہ واتبعہ ''میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد میرا رسول ہے۔ طوبیٰ (خوش خبری اور جنت) ہے اس کے لیئے جو محمد پر ایمان لایا اور اس کی غلامی کی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی سیدنا الخلیل والہ اجمعین)۔ ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۳۶، سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۸۹، بحوالہ ابن عساکر من طریق الحسن عن سلیمان)۔

دلیل نمبر ۲۸ (زمانہ یعقوب علیہ السلام میں):

اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں آپ کی ذریت سے انبیاء و ملوک مقرر کروں گا'' حتیٰ ابعث النبی الحرمی الذی تبنی امتہ ہیکل بیت المقدس و ھو خاتم الانبیاء واسمہ احمد ''یہاں تک کہ اس نبی کو بھیجوں گا جو ساکن حرم ہوں گے سب سے آخری نبی ہوں گے جن کا نام احمد ہے جن کی اُمت ہیکل بیت المقدس تعمیر کرے گی۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۹، بحوالہ ابن سعد عن القرظی رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبر ۲۹،۳۰ (عہد داؤد و سلیمان علیہما السلام میں آپ ﷺ کی نبوت):

۲۹: اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھیجی گئی اپنی وحی میں فرمایا: ''انہ سیأتی من بعدك نبی اسمہ احمد و محمد صادقا نبیا ''یعنی آپ کے بعد کے زمانہ میں ایک انتہائی سچے نبی کی آمد ہونی ہے جس کا نام احمد اور محمد ہے (ﷺ) اور یہ بات شبہ سے پاک ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۴، بحوالہ

بیهقی عن وهب بن منبه ﷺ)۔

۳۰: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر آسمان سے ایک نگینہ اتارا جسے انہوں نے اپنی انگوٹھی میں جڑوایا اس نگینہ پر یہ الفاظ لکھے تھے: ''انا اللہ لا الہ الا انا محمد عبدی ورسولی ''یعنی میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد میرا بندۂ خاص اور میرا رسول ہے۔(ﷺ) (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۷، ۸ بحوالہ طبرانی)۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا نقش خاتم کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) تھا۔(الضعفاء للعقیلی ابن عدی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸)۔

دلیل نمبر ۲۶: (آپ ﷺ کی نبوت عہد موسیٰ علیہ السلام میں):

۳۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے ایک گروپ کے خلاف دعا فرمانے کا ارادہ فرمایا جن میں سید عالم ﷺ کے سلسلہ نسب کے بعض افراد تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم کو وحی فرمائی، ''لاتدع علیهم فان منهم النبی الامی النذیر البشیر الخ۔ آپ ان کے خلاف دعا مت کریں کیوں کہ یہ میرے اُمی اور نذیر و بشیر نبی کے اجداد سے ہیں۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹، بحوالہ طبرانی عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ) نیز سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۸۔

۳۲: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حلفیہ بیان فرمایا کہ تورات میں حضور ﷺ کی شان بیان فرمائی گئی ہے کچھ کلمات تعریف ایسے بھی ہیں جو قرآن میں ہیں۔

چنانچہ اس میں آپ کی تعریف ایک مقام پر اس طرح ہے: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وحرز للامین انت عبدی ورسولی الخ ''یعنی اے نبی بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور امیین کی پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے آپ میرے عبد خاص اور میرے رسول ہیں۔ ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۰، سبل الهدیٰ جلد اول صفحہ ۹۶ بحوالہ صحیح بخاری نیز مسند دارمی، بیہقی، ابن عساکر عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نحوہ)۔

اقول: امام شعرانی نے نبوت کی تعریف ان الفاظ سے فرمائی ہے: ''هو خطاب اللہ تعالیٰ شخصاً بقوله انت رسولی واصطفیتك لنفسی ''اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی بندے کو یہ فرمانا کہ تو میرا پیغمبر ہے میں نے تجھے اپنی طرف سے منتخب کیا ہے، نبوت ہے۔ (الیواقیت والجواهر صفحہ ۲۲۴ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

جب کہ بعینہٖ یہی خطاب سید عالم ﷺ سے تورات میں موجود ہے پس اس دور میں آپ کے نبی ہونے

میں کچھ شک نہ رہا۔

۳۳: حضرت کعب نے فرمایا تورات کی پہلی سطر میں یہ لفظ ہیں: ''محمد رسول اللہ عبدی المختار ''یعنی محمد اللہ کا رسول ہے، میرا برگزیدہ بندہ ہے۔ دوسری سطر میں یوں ہے: ''محمد رسول اللہ امتہ الحمادون ''یعنی محمد اللہ کا رسول ہے اس کی امت ہر حال میں حمد و شکر بجالانے والی ہے۔ (ﷺ) (خصائص کبریٰ جلداوّل صفحہ ۱۰، بحوالہ مسند دارمی، ابن عساکر)۔

۳۴: حضرت ابو الدرداء کی اہلیہ حضرت ام الدرداء نے حضرت کعب سے پوچھا تورات میں تم نے حضور کی کیا شان لکھی دیکھی؟ فرمایا: ''کنا نجد موصوفا فیها محمد رسول اللہ اسمه المتوکل الخ'' ہم نے اس میں آپ کی یہ تعریف پائی، محمد اللہ کے رسول ہیں جن کا نام متوکل ہے۔ الخ۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ نمبر ۱۱' بحوالہ بیہقی وابونعیم)۔

دلیل نمبر ۳۵ (کنز مکنون پر کلمہ طیبہ):

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جس چھپے خزانے کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ ایک تختی تھی جس پر یہ لکھا تھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''اور آخر میں لکھا تھا: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۷، سبل الهدیٰ جلداول صفحہ ۸۹، بحوالہ بیہقی عن عمر وعلی، البزار عن ابی ذر الخرائطی عن ابن عباس رضی اللہ عنہم)۔

۳۶: حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد نے اپنی وفات سے قبل مجھ سے فرمایا: بیٹے میں نے تم سے کوئی چیز نہیں چھپائی سوائے دو ورقوں کے جن میں ایک نبی کا ذکر ہے جن کا زمانہ ظہور قریب ہے تا کہ ان کے حوالہ سے تمہیں کوئی بدراہ نہ کر سکے اور صحیح سمت میں ان تک پہنچ سکو۔ اگر اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور اس نبی کا ظہور ہو گیا تو تم ان کے غلام بنو گے۔

بہرحال ان کی وفات ہو گئی ہم نے آپ کی تجہیز و تکفین کی مجھے ان اوراق کے پڑھنے کا سخت شوق ہوا، کھول کر دیکھا تو ان میں یہ لکھا تھا: محمد رسول اللہ خاتم النبیین لانبی بعدہٗ مولدہ بمکۃ ومهاجره بطیبة الخ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں، اس معنی میں سب سے آخری نبی ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا ان کی ولادت مکہ میں ہو گی ہجرت طیبہ میں الخ۔ (ﷺ) ملاحظہ ہو:۔ (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۱۳، ۱۴، سبل الهدیٰ جلداوّل صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱، بحوالہ ابو نعیم)۔

دلیل نمبر ۳۷ (عہد تبع میں):

تبع نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی، سامول یہودی نے کہا: ان هذا البلد یکون الیه نبی من بنی اسماعیل

مولدہ بمکۃ اسمہ احمد وھذہ دار ھجرتہ ۔یعنی یہ شہر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک نبی کی ہجرت گاہ ہے جن کی ولادت مکہ میں ہوگی ان کا اسم گرامی احمد ہے۔(خصائص کبریٰ' جلداول' صفحہ۲۷ سبل الہدیٰ' جلداول' صفحہ۱۲۰' بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس)۔

دلیل نمبر۲۸ (عہد دانیال علیہ السلام میں):

کافر بادشاہ بخت نصر نے ایک انتہائی پریشان کن خواب دیکھا، جاگنے پر وہ اسے بھول گیا، تعبیر کے لیے ساحرین وکاہنین کو جمع کیا انہوں نے کہا بیان کروگے تو تعبیر دیں گے۔اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہنے لگے پھر ہم اس کی تعبیر بتانے سے عاجز وقاصر ہیں۔اس کے بعد اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کو مدعو کیا، آپ تشریف لائے، ماجرا سامنے رکھا آپ نے اس کا مکمل خواب بیان فرمادیا۔اس نے تصدیق کی کہ واقعی میں نے یہی دیکھا ہے۔عرض کی اس کی تعبیر بتائیں۔حضرت دانیال علیہ السلام نے اس کی تعبیر میں فرمایا:''فیبعث اللہ نبیا امیا من العرب ''الخ۔عرب سے اللہ تعالیٰ ایک نبی اُمی کو بھیجے گا۔(جنہوں نے تمام ادیان باطلہ کو پاش پاش کر دینا ہے)ملاحظہ ہو:(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۲۳،۲۴، بحوالہ ابونعیم عن کعب ووہب بن منبہ رضی اللہ عنہما، نیز سبل الہدیٰ جلداوّل صفحہ ۱۳۴).

البدایہ والنہایہ جلداول صفحہ۴۹۲،۴۹۳، میں ابن ابی الدنیا کی کتاب احکام القبور کے حوالہ سے ہے:

''ان دانیال دعا ربہ عزوجل ان تدفنہ امۃ محمد ﷺ ''یعنی حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ ان کی تدفین حضرت محمد ﷺ کی امت کے ہاتھوں ہونی چاہیے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسد مبارک کو محفوظ رکھا، حضرت فاروق اعظم کے دور میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب تستر کا علاقہ فتح فرمایا تو''وجدہ فی تابوت تضرب عروقہ وو ریدہ ''انہیں ایک تابوت میں پایا، جسم مبارک بالکل تروتازہ تھا۔حضرت ابوموسیٰ نے جسد مبارک کو چوما۔حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''من دل علی دانیال فبشروہ بالجنۃ''جو حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت مبارک کی نشاندہی کرے اسے میری طرف سے جنت کی بشارت دے دینا۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے یہ بشارت سنائی۔(ملخصاً)۔

اقول: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے دور میں بحیثیت نبی ہمارے حضور کے چرچے تھے۔نیز آپ کے مقام کا بھی پتہ چلا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے حضور کی امت کے صلحاء کے ہاتھوں تدفین کی دعا کی۔حضور کی ذات سے ان کا ادب بھی واضح ہوا کہ یوں دعا نہیں کی کہ خود حضور مجھے دفن فرمائیں کہ عمل تدفین میں محنت اٹھانی پڑتی ہے جو باعث تکلیف تھی۔نیز بوجوہ کثیرہ ان کے علوم باطنہ کی وسعت بھی واضح

ہوئی۔ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

فائدہ: ظالم بادشاہ کے ایک خواب کی تعبیر میں اسے بتایا گیا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری تباہی کا باعث بنے گا۔ اس نے پیدا ہونے والے ہر بچہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کو جنگل میں شیروں کے آگے ڈال دیا گیا۔ شیروں نے ان کی رکھوالی کی، جوان ہوئے تو بادشاہ نے اندھے کنویں میں پھینک کر دو بھوکے شیر اوپر سے ڈال دیئے جو اندر جاتے ہی کتے کی طرح دم ہلانے لگے۔ (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۸۰ طبع کراچی بحوالہ حیوۃ الحیوان للدمیری، از ابن ابی الدنیا وشعب الایمان للبیہقی، نیز البدایہ والنہایہ جلد اوّل صفحہ ۲۹۱ مختصراً)۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مولیٰ کائنات علی المرتضیٰ نے فرمایا: اذا کنت بوادو تخاف فیھا السباع فقل اعوذ بدانیال و بالجب من شر الاسد۔ جب تو ایسے جنگل میں ہو جہاں شیر کا خوف ہو یوں تو کہہ: میں پناہ لیتا ہوں حضرت دانیال علیہ السلام اور ان کے کنویں کے شیر کے شر سے۔ (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ بحوالہ عمل الیوم واللیلۃ لتلمیذ الامام النسائی ابی بکر بن السنی، باب مایقول اذا خاف السباع)۔

دلیل نمبر ۳۹:۔ (عہد اشعیاء علیہ السلام میں)

وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام کو اپنی وحی میں فرمایا: "انی باعث نبیا امیّا (الیٰ) عبدی المتوکل المصطفیٰ المرفوع الحبیب المتحبب المختار الخ۔ میں ایک نبی اُمّی کو بھیجوں گا جو میرا بندۂ خاص ہے، توکل شعار، برگزیدہ، بلند رتبہ، دلکش ودل آویز اور پسندیدہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۳، سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ ۱۰۱، بحوالہ ابن ابی حاتم وابونعیم)

دلیل نمبر ۴۱ تا ۴۵ (زمانہ سیدنا عیسیٰ روح اللہ کلمۃ اللہ علیہ السلام میں):

۴۱: قرآن مجید میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ**۔ میں ایک بڑی شان والے رسول کی خوش خبری دینے آیا ہوں جو میرے بعد آرہے ہیں، ان کا نام نامی احمد ہے۔ (پارہ ۲۸، سورۃ الصف، صفحہ نمبر ۶)۔

انجیل کے سب سے صحیح نسخہ انجیل برناباس (فصل نمبر ۴۲، ۴۴، ۹۷) میں آپ ﷺ کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی خطاب موجود ہے۔ جس میں انہوں نے بارگاہِ مصطفوی میں انتہائی تواضع کا مظاہرہ فرماتے ہوئے آپ کی تعظیم وتکریم کی حد کر دی، جس میں آپ کے کلمات مبارکہ ہیں کہ: حضور کی تخلیق سب سے اول ہوئی اور دنیا میں تشریف آوری آخر میں ہوگی، پورا نظام کائنات، یہ سب رونقیں اور بہاریں آپ ہی کے دم قدم

سے ہیں، آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، ان کی کیا کیا شانیں بتاؤں، میں تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ ان کے جوڑے سیدھے کروں، اگر مجھے ان کے نعلین کے تسمے یا بند کھولنے کی سعادت مل جائے تو اللہ کے ہاں میرا بہت بڑا رتبہ ہوگا۔ (ملخصاً)۔

نوٹ: انجیل برنباس کا نسخہ سنٹرل لائبریری بہاول پور اور دوسرا جھنڈیر لائبریری میلسی میں محفوظ ہے۔

۴۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ''آمن بمحمد ومر من ادركه من امتك ان يؤمنوا به فلولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنة ولاالنار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا اله الا الله محمد رسول الله فسكن '' آپ محمد پر ایمان لائیں اور اپنی امت سے بھی کہہ دیں کہ جوان کا زمانہ پائے تو ان پر ایمان لائے، محمد نہ ہوتا تو میں آدم کی تخلیق نہ کرتا، نہ ہی جنت ودوزخ بناتا، میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو اس میں لرزہ کی کیفیت ہوئی پس میں نے اس پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھ دیا جس سے وہ سکون میں آ گیا۔ (ﷺ)

(الخصائص الکبریٰ، جلد اول صفحہ ۷، قال السيوطى اخرج الحاكم وصححه)۔

۴۲: ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا آپ لوگوں کو کہہ دیں کہ ''صدقوا النبی الاُمی'' نبی اُمی کی تصدیق کرو۔ (ﷺ)۔ (سبل الهدىٰ جلد اول صفحہ ۹۸،۹۷ بحوالہ يعقوب بن سفيان نیز خصائص کبری جلد ا صفحہ ۶۷، بیهقی وابن عساکر)۔

۴۳: حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کے ظہور کے بعد آپ کی علامات سن کر بے ساختہ زبان سے کہا: ''اشهد ان محمدا رسول الله وانه الذى بشر به عيسىٰ'' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نیز یہ کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اس کے بعد کہا: ملکی انتظامات کی رکاوٹ حائل نہ ہوتی تو ''لاتيته حتى احمل نعليه'' آپ کے حضور حاضر ہو کر آپ کے نعلین شریفین اٹھا کر چلنے کی سعادت حاصل کرتا۔ (سبل الهدىٰ والرشاد جلد اول صفحہ ۹۸، طبع بیروت بحوالہ بيهقى عن ابى موسىٰ الاشعرى رضى الله عنه)۔

۴۴: سہل مولیٰ غثیمہ کہتے ہیں کہ میں نصرانی المذہب تھا اپنے چچا کے زیر کفالت تھا انجیل میں میں نے حضور کی شان دیکھی اور ورق نکال کر اپنے پاس رکھ لیا، چچا نے مجھے مارا، میں نے کہا: ''فيها نعت النبى احمد'' اس میں اللہ کے نبی حضرت احمد ﷺ کی تعریف ہے۔ (الخصائص الكبرىٰ جلد اول صفحہ ۱۵۔ بحوالہ ابن سعد وابن عساکر)۔

۴۵: سید عالم ﷺ نے فرمایا: "وبشارۃ عیسٰی "یعنی جس رسول کی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بشارت دی تھی وہ میں ہوں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۹ بحوالہ احمد، حاکم، بیہقی عن العرباض بن ساریہ، ابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۹۴، ۹۵ بحوالہ احمد، حاکم، ابن عساکر، ابن سعد، طبرانی، ابن مردویہ عن العرباض وعبادۃ بن الصامت وابی امامۃ رضی اللہ عنہم)۔

اقول: علامہ ابن رجب حنبلی نے فرمایا: حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یہ تبشیر اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی نبی تھے۔ ملاحظہ ہو۔ (لطائف المعارف صفحہ ۹۹، ۱۰۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

دلیل نمبر ۴۶ تا ۵۰ (سابقہ کتب میں تذکرے بحیثیت نبی ورسول):

۴۶: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ** (پارہ ۹، الاعراف ۱۵۷)

آیت ہذا اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ آپ ﷺ کے تذکرے تورات وانجیل میں تھے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کی شدید تحریفات کے باوجود محرف نسخوں میں بھی آپ کے تذکرے موجود ہیں۔

۴۷: سورۂ فتح کی آخری آیت سے واضح ہے کہ تورات میں آپ ﷺ کا ذکر "محمد رسول اللہ" کے مفہوم سے تھا۔ عہد موسیٰ علیہ السلام کے زیر عنوان صحیح بخاری نیز دارمی، بیہقی اور ابن عساکر کے حوالہ سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کی یہ روایتیں بھی گذری ہیں کہ تورات میں بصیغۂ خطاب یہ الفاظ بھی تھے۔ "انت عبدی ورسولی" یعنی محبوب! آپ میرے عبد خاص اور میرے رسول ہیں۔ ﷺ۔

۴۸: نیز حضرت کعب الاحبار کا یہ ارشاد بھی گذرا ہے کہ تورات میں آپ کے تذکرے میں محمد رسول اللہ کے لفظ تھے۔

۴۹: علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "وکانوا یجدون محمداً رسول اللہ ﷺ مبعوثا فی کتبھم وانہ سیظھر فی بعض القری العربیۃ فی ارض ذات نخل "یعنی اہل کتاب اپنی کتب میں حضور اقدس ﷺ کے تذکرے اس طرح پاتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کی تشریف آوری کھجوروں والے شہر (مدینہ طیبہ) میں ہوگی۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۲۲، بحوالہ ابونعیم، ابن عساکر)

۵۰: نیز خویصہ بن مسعود نے فرمایا: "کانوا یذکرون نبیا یبعث بمکۃ اسمہ احمد ولم یبق من الانبیاء غیرہ وھو فی کتبنا "اہل کتاب اس امر کا برملا اقرار کرتے تھے کہ ہماری کتابوں میں ایک نبی کی آمد

کے تذکرے ہیں جو مکہ سے ظہور فرمائیں گے ان کا نام احمد ہے اور وہ سب سے آخری نبی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۶، بحوالہ واقدی، ابو نعیم، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۲۳)۔

دلیل نمبر ۱۸ (اِخبار سطیح وِشق):

تبابعہ یمن سے ربیعہ بن نصر لخمی نے ایک ہولناک خواب دیکھا کہ اندھیرے سے دہکتی آگ کے انگارے نمودار ہو کر ایک نشیبی علاقے میں گرے ہیں، جنہوں نے وہاں کے ہر ذی روح کو اپنی لپیٹ میں لے کر سب کو جلا دیا اور فناء کر دیا ہے۔ جس کی تعبیر لینے کے لیئے اس نے اپنے ملک کے تمام کاہنوں، جادوگروں، قیافہ شناسوں اور نجومیوں کو جمع کر کے ان سے اس کی تعبیر پوچھی۔ سب نے کہا: خواب بیان کریں گے تو تعبیر بتائی جائے گی۔ اس نے کہا خواب بھی تم نے بتانا ہے اور اس کی تعبیر بھی۔ اس کے بغیر مجھے تعبیر کے صحیح ہونے کا یقین نہیں آئے گا۔ ان میں سے ایک نے کہا اس کے لیئے شق اور سطیح (کاہنوں) کو بلایا جائے، وہی اس طرح سے اس کی تعبیر دے سکتے ہیں کیوں کہ ان کے پاس بہت علم ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں مدعو کیا۔ سطیح پہلے پہنچا۔ بادشاہ نے ماجرا رکھا، سطیح نے بلا کمی و کاست اس کا خواب از خود بیان کر دیا اور کہا: ''رأیت حممة خرجت من ظلمة فوقعت بارض تھمة فأکلت منھا کل ذی جمجمة'' (مفہوم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا)۔

بادشاہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی تعبیر چاہی۔ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حبشہ آپ کے علاقہ پر حملہ آور ہو کر تباہی پھیلائیں گے اور اس پر مکمل کنٹرول حاصل کرلیں گے۔ اس نے کہا یہ میرے زمانہ میں ہوگا یا بعد میں؟ جواب دیا کہ آپ کے بعد ساٹھ ستر سال سے زیادہ عرصہ جب گذر جائے گا تو ایسا ہوگا۔ افیدوم نے کہا کہ وہ ہمیشہ مسلط رہیں گے یا ان کا کنٹرول ختم بھی ہوگا؟ اس نے کہا ستر سال سے کچھ عرصہ زائد کے بعد ان کا تسلط ختم ہو جائے گا۔ ان میں سے کچھ مارے جائیں گے اور کچھ یہاں سے بھاگ نکلیں گے۔

افیدوم نے کہا ان کے خلاف یہ کاروائی کون کرے گا؟ اس نے کہا: عدن سے ارم بن ذی یزن۔

افیدوم نے کہا اس کا تسلط باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اس نے کہا بلکہ ختم ہو جائے گا۔

افیدوم نے پوچھا: ''ومن یقطعه'' اسے کون ختم کرے گا؟ سطیح نے جواب دیا: ''نبی ذکی یأتیه الوحی من قبل العلی'' ایک برگزیدہ نبی جنہیں اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے وحی ہوتی ہوگا۔

افیدوم نے پوچھا: "وممن هذا النبی "اس نبی کا کس قبیلہ سے تعلق ہوگا؟ جواب دیا: "من ولد غالب بن فهر بن مالك بن النضر یکون الملك فی قومه الیٰ آخر الدهر "غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے ہوں گے جن کی بادشاہت دنیا کے اختتام تک چلی جائے گی۔

افیدوم نے کہا: وهل للدهر من آخر؟ کیا دنیا کا اختتام ہے؟ اس نے کہا: "نعم یجمع فیه الاولون والاخرون یسعد فیه المحسنون ویشقی فیه المسیئون "یقیناً ایک دن آئے گا جس میں تمام اگلوں پچھلوں کو جمع کیا جائے گا جس میں نیک کامیاب اور بدخائب وخاسر ہوں گے۔

اس نے کہا کیا یہ سچ ہے؟ کہا: "نعم والشفق والغسق والفلق اذا اتسق ان ما انبأتك به لحق" یعنی میں حلفیہ کہتا ہوں یہ سب حق ہے جو ہو کر رہے گا۔

اس کے بعد شِق کی بھی آمد ہوگئی، بادشاہ نے سطیح کے بیان کو ظاہر کئے بغیر اس سے بعینہٖ وہی سوالات کئے جو سطیح سے کئے تھے تاکہ ان کی موافقت اور عدم موافقت کا پتہ چلے۔ پس شِق نے اپنے لفظوں میں تمام جوابات وہی دیئے جو سطیح نے دیئے تھے جس میں قیامت کی حقانیت کا بھی حلفیہ ذکر کیا۔

موصوف نے حضور اقدس ﷺ کا ذکر خیر ان لفظوں میں کیا: "بل ینقطع برسول مرسل یأتی بالحق والعدل من اهل الدین والفضل یکون الملك فی قومه الی یوم الفصل "یعنی ابن ذی یزن کا تسلط ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ ایک عدل گستر صاحب وحی نبی مرسل کے ذریعہ ختم ہوجائے گا جن کی بادشاہی فیصلہ کے دن (روزِ قیامت) تک رہے گی۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو: (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۸۹ تا ۹۱ طبع دارالفکر بیروت، لبنان)۔

تعارف سطیح وشِق:

سطیح کا نام ربیع ہے، شِق اور وہ ایک ہی دن میں پیدا ہوئے تھے جنہیں علم کہانت میں پیشوائی کا درجہ رکھنے والی مشہور کاہنہ "طریفه بنت خیر حمیریّه " نے گھٹی لگائی تھی۔ عجیب اتفاق کہ وہ اسی دن فوت ہوگئی پس اس گھٹی کے باعث اس کا علم کہانت ان دونوں کی طرف منتقل ہوگیا۔

شِق کا آدھا جسم تھا یعنی ایک ہاتھ ایک پاؤں ایک آنکھ، سطیح بالکل گوشت کا ڈھیر تھا، آدمی والی شکل بھی نہ تھی نہ اس کی ہڈیاں تھیں نہ اعصاب، صرف سر، گردن اور ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ تھیں۔ اس کا چہرہ سینہ کی جگہ پر تھا، اس کی بھی صرف زبان ہلتی نظر آتی تھی، اسے کپڑے کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا، کہیں لے جانے کے لیۓ اسے چھٹے پر رکھ دیا جاتا۔

ایک قول کے مطابق اس نے جب اسے غصہ آتا تو پھول جاتا اور اس حالت میں وہ بیٹھنے کے قابل

ہوتا تھا۔ سطیح لقب اس کی جسمانی ساخت کے باعث ہے۔

ایک قول کے مطابق سات سو سال عمر پائی اور تیس زمانے پائے، بعض نے کہا کہ پانچ سو سال اور بعض دیگر کے حسب قول تین سو سال عمر ہوئی۔ شام کے اطراف میں عراق سے متصل سرحدی علاقہ میں فوت ہوا۔

''وکان ذلک بعدمولد الرسول اللہ ﷺ بشھر اوشیة ای اقل منه ''یعنی اس کی فوتگی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کو کم وبیش ایک ماہ ہوا تھا۔

ابن کثیر نے کہا:''وظاھر ھذہ العبارات تدل علی علم جید لسطیح وفیھا روائح التصدیق لکنه لم یدرک الاسلام کما قال الجریری ''ان عبارات کے ظاہر سے ایک تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا علم صحیح تھا دوسرا ان میں تصدیقی جھلکیاں پائی جاتی ہیں لیکن جریری کے قول کے مطابق اس نے اسلام نہیں پایا۔

نیز''وقد مات شق قبل سطیح بدھر''شق نے سطیح سے عرصہ دراز پہلے وفات پائی۔(البدایہ والنہایہ' جلد دوم صفحہ ۸۹، نیز صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸ طبع دارالفکر بیروت) نیز سبل الہدیٰ والرشاد المعروف سیرت شامی طبع' دارالکتب العلمیہ بیروت۔ طبع ثانی ۲۰۰۷ء بحوالہ ابن عساکر نیز الخصائص الکبریٰ' صفحہ ۳۵' بحوالہ ابن عساکر)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر بادشاہ ایران (کسریٰ) کے محل کے کنگرے خود بخود گر گئے، نیز نار فارس خود بخود بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے دہک رہی تھی۔ اس وقت کسریٰ نے پریشانی کے عالم میں کاہنوں اور جادوگروں سے اس کی وجہ پوچھی ان میں سطیح کا بھانجا عبدالمسیح بھی تھا اس نے اس کے لیے سطیح کا نام پیش کیا۔ بہرحال سطیح نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے جو ایک بار پھر آپ ﷺ کے متعلق تقریر کی اس کا بیان ساتویں باب میں آگے آرہا ہے۔

دلیل نمبر ۵۲ تا ۵۷ (تبشیرات اجداد کرام):

۵۲: بخت نصر کے تسلط کے دور میں حضور اقدس ﷺ کے جد کریم معد بن عدنان بارہ سال کی عمر کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی حضرت ارمیاء علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آپ انہیں دوسری جگہ منتقل کردیں۔ ''کی لاتصیبه النقمة فیھم فانی مستخرج من صلبه نبیا کریما اختم به الرسل'' تاکہ انہیں گزند نہ پہنچے کیوں کہ میں اس کی پشت سے ایک عالی رتبہ نبی کو پیدا کرنے والا ہوں جن پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگا۔ (حضرت ارمیاء نے انہیں شام میں پہنچا دیا) ملاحظہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ' جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، مسالک الحنفاء' صفحہ ۳۹' سیرت حلبیہ' جلد ۱ صفحہ ۲۸)۔

۵۳: حضور انور ﷺ کے جد کریم کنانہ اپنے عہد میں لوگوں کو بتاتے تھے کہ:''قد آن خروج نبی من

مکة یدعی احمد ''عن قریب مکہ سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جن کا نام احمد ہے۔(ﷺ)۔(سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۶)۔

۵۳: آپ ﷺ کے جد کریم حضرت کعب بن لوئ جمعہ کے دن لوگوں کو جمع فرما کر ہفتہ وار خطاب فرماتے جس کا ایک حصہ حضور کی آمد کے بیان سے مختص تھا۔آپ اس میں فرماتے:''فسیأتی لہ نبأ عظیم و سیخرج منه نبی کریم" نیز "علی غفلة یأتی النبی محمد، یخبر اخبارا صدوق خبرھا''نیز''یالیتنی شاھدا بخواء دعوته۔ حین العشیرة تبغی الحق خذلانا''یعنی عن قریب بہت اچھی خبر آنے والی ہے۔حرم سے عن قریب ایک بزرگ نبی کا ظہور ہوگا۔اسم گرامی محمد ہوگا،اچانک آمد ہو جائے گی،رب تعالیٰ کی سچی خبریں دیں گے،کاش میں ان کے اعلان نبوت کے موقع پر موجود ہوں جب قبیلہ قریش حق سے بغاوت پر تُل جائے گا۔(ملخصاً)۔

ملاحظہ ہو:(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۸،بحوالہ ابونعیم،ولائل النبوۃ لابی نعیم،جلد اول صفحہ ۱۰۶،۱۰۷طبع حلب، البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۱۹۵،۱۹۶)۔

حضرت کعب اور حضور ﷺ کی بعثت کے مابین پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۲۸)۔

نوٹ: مدارج النبوۃ فارسی جلد اول صفحہ ۲۸، میں یہ خطاب حضور کے جد کریم مُرہ بن کعب کی نسبت سے لکھا ہے۔(ﷺ)۔

۵۵: سرکار ﷺ کے جد کریم حضرت قُصی جمعہ کے دن قوم کو جمع فرما کر ان سے خطاب فرماتے اور وعظ و نصیحت کرتے ہوئے حرم شریف کی تعظیم کی تلقین فرماتے و یخبرھم انه سیبعث فیھم نبی ۔اور انہیں بتاتے کہ ان میں عن قریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ملاحظہ ہو۔(زرقانی جلد اول صفحہ ۷۳،۷۴)۔

نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۷ میں ہے کہ مشہور کاہن سطیح کا مکۃ المکرّمہ میں آنا ہوا تو ابناء حضرت قُصی وغیرہم نے اس سے سوالات کئے جواب میں اس نے ایک بات یہ کہی لیخرجن من ذا البلد نبی مھتد یھدی الی الرشد الخ۔اسی شہر سے ایک مرکز ہدایت نبی کا ظہور ہونا ہے جنہوں نے گمراہی سے بچانا ہے الخ۔(نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۳،۳۴،بحوالہ ابونعیم،ابن عساکر)۔

۵۶: حضور ﷺ کے جد کریم حضرت ہاشم کو بادشاہ روم (ہرقل) نے اپنی شہزادی سے نکاح کرنے کی پیشکش کی۔علماء نے اس کی یہ وجہ لکھی کہ''انما اراد بذلك نور المصطفیٰ الموصوف عندھم فی

الانـجیل ''اس سے اس کا مقصد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو حاصل کرنا تھا جس کا اسے انجیل کے حوالہ سے علم تھا۔ (یعنی انجیل میں اس کی تفصیل موجود تھی کہ حضور کا نور مبارک فلاں دور میں حضرت ہاشم کی صلب میں منتقل ہوگا۔ چنانچہ حضرت ہاشم کی پیشانی سے اس کی چمک دیکھی جاتی تھی اور اس کا دور دور تک شہرہ بھی تھا۔ پس ہرقل نے اس کا علم پا کر آرزو کی کہ یہ سعادت اس کے خاندان کو مل جائے) لیکن حضرت ہاشم نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ (زرقانی جلد اول صفحہ ۷۳)۔

۵۷: حضرت عبدالمطلب کی یمن میں ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کا بدن مبارک اور ناک کے دونوں نتھنے سونگھ کر کہا ''اشھد ان فی احدی یدیك ملكا وفی الاخری نبوة ''یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی ذات میں نبوت اور بادشاہت دونوں چھپی ہوئی ہیں۔ (سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۳۲۵، بحوالہ ابن سعد، ابن البرقی، طبرانی، حاکم، ابونعیم، خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۰، حاکم بیہقی، طبرانی، ابونعیم، کتاب الشریعۃ للامام الاجری صفحہ ۳۴۶ حدیث نمبر ۹۲۰ عن ابن عباس عن ابیہ عن جدہ)۔

دلیل نمبر ۵۸ تا ۶۰ (ظہور معجزات):

۵۷: سید عالم ﷺ کے جد امجد حضرت الیاس کے متعلق مروی ہے کہ: ''كـان یسمع فی صلبه تلبیة النبی ﷺ بالحج ''انہیں ان کی پیٹھ سے نبی کریم ﷺ کے تلبیہ حج (لبیك اللھم لبیك الخ) کہنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ملاحظہ ہو: (زرقـانی جلد اول صفحہ ۷۸، ۷۹، سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۷، مسالک الحنفاء صفحہ ۳۰، مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۹)

۵۹: جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں منقول ہے کہ: ''فائح میشد از وے رائحہ مشک اذفر'' ''ونور رسول اللہ روشن بود در غرہ وے'' وچوں حادثہ پیش آمدے بجبل ثبیر مے بردند وے را و بحضرت عزت وسیلہ مے ساختند و در ایام قحط باراں بوے استسقاء میکردند'' و بہ برکت نور محمدی کہ در جبین حال وے مے تافت مہم ایشاں بکفایت مے رسید'' چوں نور آنحضرت بعبد المطلب رسید و ایں فضل را دریافت روزے در حجر خواب کردہ بود پس بیدار شد مکحول مدھون کہ پوشیدہ است حلہ بیش بہا و جلال و جمال را''۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد اول صفحہ ۷)۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد اول صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۹، طبع حلب میں بھی بعض امور مذکورہ موجود ہیں مثلاً ''نـام یـومـاً فـی الـحـجـر فـانتبه مكحولا مدهونا''۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کا نور مبارک حضرت عبدالمطلب کی صلب پاک میں منتقل ہوا

تو اس کی برکت سے ان سے خالص کستوری کی خوشبو پھوٹتی تھی اور ان کی پیشانی سے روشنی نکلتی تھی۔ اہل مکہ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ انہیں ثبیر پہاڑی پر لے جا کر بارگاہ ایزدی میں ان کے وسیلہ سے دعا کرتے اور قحط سالی میں باران رحمت طلب کرتے تو حضور کے نور کی برکت سے مشکل ٹل جاتی اور مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ نور مبارک ان میں منتقل ہو چکا ہے تو ایک دن حطیم کعبہ میں آرام فرما ہوئے، بیدار ہونے پر دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور زلفوں پر تیل کے اثرات ہیں انتہائی قیمتی لباس میں ملبوس ہیں اور پیکر جلال وجمال بنے ہوئے ہیں۔

۶۰: حضرت عبداللہ (والد ماجد) ذبح سے بچ گئے۔ واقعہ بہت معروف ہے۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۱، ۱۲)۔

نیز یہود نے علامات سے جانا کہ ''وجود پیغمبر آخر الزمان از صلب عبداللہ بود'' حضور کی آمد حضرت عبداللہ کی صلب پاک سے ہو گی لہٰذا وہ دشمن بن گئے اور قتل کے درپے ہوئے۔ اسی مقصد سے مکۃ المکرّمہ بھی آئے مگر آثار غریبہ اور امور عجیبہ مشاہدہ کر کے خائب وخاسر واپس لوٹے۔

ایک بار آپ شکار کی غرض سے صحرا میں گئے، شام سے یہود کی ایک جماعت تلواریں سونتے آئی، دھاوا بول دیا تو غیب سے کچھ سواروں نے ظاہر ہو کر دفاع کیا اور انہیں دفع کر دیا۔

مختلف کاہنہ اور سابقہ کتب کی عالمہ عورتوں نے آپ کی پیشانی سے نورِ مصطفوی ﷺ کا مشاہدہ کر کے اسے حاصل کرنے کے لیئے آپ سے خواستگاری کی ان میں سے کچھ نے سو سو اونٹوں کی پیشکش بھی کی مگر آپ نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ نکاح کے بغیر اس کام سے ڈوب کر مر جانا بہتر ہے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: ''حق سبحانہ اورا در پردہ عفت وعصمت محفوظ داشت'' ملاحظہ ہو: (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۱، ۱۲، ۱۳)۔

نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۸ میں ہے: ''وهذا الصيانة لعبدالله ليست له وانما هى لرسول الله ﷺ '' یعنی حضرت عبداللہ کا محفوظ رہنا محض رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تھا۔ اھ۔

اقولُ: یہ سب حضور ﷺ کے معجزات ہیں جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ پس یہ سب بھی مانحن فیہ کی دلیل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور مبارک کا چمکتے رہنا۔ شیث علیہ السلام کی جبین مبارک سے اس کی روشنی کا پھوٹنا، کشتی نوح علیہ السلام کا پار لگنا، نارِ خلیل علیہ السلام کا گلزار بن جانا وغیرہ نیز حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح سے بچ جانا بھی اسی قبیل سے ہیں۔

تصریحات ائمہ شان وعلماء اسلام

دلیل نمبر ۶۱: امام آجری سے:

امام ابوبکر محمد بن حسین آجری شافعی (متوفی ۳۶۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان نبینا محمدا لم یزل نبیا من قبل خلق آدم یتقلب فی اصلاب الانبیاء وابناء الانبیاء بالنکاح الصحیح حتیٰ اخرجه الله عزوجل من بطن امه'' الخ۔ یعنی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبی بنے، پھر ہمیشہ نبی رہے، یہاں تک کہ نکاح صحیح سے اصلاب وارحام طیبہ سے ہوتے ہوئے والدہ ماجدہ کے بطن پاک سے بحکم الٰہی ظہور پذیر ہوئے۔

ملاحظہ ہو: (کتاب الشریعۃ صفحہ ۳۵۱، باب ذکر مبعثه ﷺ حدیث نمبر ۹۲۵ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

دلیل نمبر ۶۲: شیخ عبدالکریم جیلی سے:

امام محقق الشیخ عبدالکریم الجیلی الیمنی الشافعی (متوفی ۸۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فلم یغفل عن الله تعالٰی طرفة عین ولا فی الارحام والاصلاب لانه کان نبیا وھو فی الارحام والاصلاب والنبی لا یغفل عن الله تعالٰی'' یعنی آپ ﷺ کبھی پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے۔ ارحام واصلاب میں بھی یہی کیفیت تھی کیونکہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ نبی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔

(جواھر البحار جلد اول صفحہ ۲۵۱، طبع مطبع مصطفیٰ حلبی بابی مصر)۔

دلیل نمبر ۶۳: علامہ ابن رجب سے:

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی ۷۹۵ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''انه ﷺ ولد نبیا فان نبوته وجبت له من حین اخذ المیثاق منه حین استخرج من صلب آدم فکان نبیا من حینئذ لکن کانت مدة خروجه الی الدنیا متأخرة عن ذلك وذلك لا یمنع کونه نبیا قبل خروجه کمن یولی ولایة ویؤمر بالتصرف فیھافی زمن مستقبل فحکم الولایة ثابت له من حین ولایته وان کان تصرفه یتأخر الٰی

حین مجئی الوقت ''یعنی آپ ﷺ نبی ہوکر پیدا ہوئے کیوں کہ آپ کی نبوت آپ کے لیۓ اس وقت سے ثابت ہے جب آپ کے اجزاءِ جسمیہ مبارکہ کو طینۂ آدم علیہ السلام سے نکال کر تخلیق آدم سے پہلے آپ سے میثاق نبوت لیا گیا تھا۔ لہٰذا آپ اسی وقت سے نبی ہیں، البتہ دنیا میں آپ کا ظہور عرصہ بعد ہوا اور یہ قبل از ظہور آپ کے نبی ہونے کے منافی نہیں جس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کسی کو کسی علاقہ کا حاکم متعین کر کے مستقبل میں اسے اپنا حکم چلانے کا آرڈر دے دیا جائے تو اس کا حاکم ہونا پہلے سے ثابت ہوگا جب کہ اس کے آرڈرز وقت آنے پر ظاہر ہوں گے۔ (لطائف المعارف صفحہ ۹۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دلیل نمبر ۶۴: امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی قدس سرہٗ سے:

امام علامہ محمد بن یوسف صالحی (متوفی ۹۴۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ بن رجب حنبلی کی مذکورہ عبارت مسئلہ ہذا کے لیے استناداً نقل فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو: (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ جلد نمبر صفحہ نمبر　　). (طبع دار الکتب العلمیہ بیروت مطبوعہ ۲۰۰۷ء)

دلیل نمبر ۶۵ تا ۷۴: متعدد ائمہ اسلام سے:

نبی سے نبوت کا سلب وزوال اور تعزل شرعاً محال ہے اور اس کا جائز کفر ہے۔

چنانچہ امام ابو الشکور سالمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''هذا كفر ''یعنی سلب وزوال نبوت کا قول کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (تمہید صفحہ ۶ ۷ طبع حزب الاحناف لاہور)۔

واضح رہے کہ مصنف کتاب ہذا حضور داتا صاحب علیہ الرحمہ کے ہم عصر ہیں۔ امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں انہیں اکابر علماءِ حنفیہ سے لکھا ہے۔ (مکتوبات جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۵۹ طبع مکتبہ القدس کوئٹہ)۔

شیخ الاسلام گنج شکر قدس سرہٗ نے یہ کتاب پڑھی حضرت سید نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو سبقاً پڑھائی اور اسے نعم الکتاب فرمایا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت شیخنا علامہ سید ابو البرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب ہذا بہت پسند تھی۔ اپنے تلامذہ کو اسکا درس بھی دیتے تھے۔ اسے اپنے زیر اہتمام، شارح بخاری صاحبزادہ علامہ سید محمود رضوی علیہ الرحمہ کے ذریعہ شائع کرایا اور مدارس پر زور دیا کہ اسے داخل نصاب کیا جائے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی فرمایا۔ خود مصنف تحقیقات نے بھی تحقیقات میں اس سے استناد کیا ہے۔

فاضل اجل رئیس التحریر علامہ شرف قادری علیہ الرحمہ نے ترجمہ کی تصحیح فرمائی اور زوردار تقدیم بھی لکھی۔

حضرت سید صاحب ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''یہ قول کفر ہے''۔ (تمہید اردو صفحہ ۱۸۳، بارہواں قول طبع فرید

بک سٹال لاہور)۔

امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ التمہید کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں: ''من جوززوال النبوة من نبی فانه یصیر کافرا'' یعنی جو نبی سے زوال نبوت کو جائز کہے وہ کافر ہے۔ (المعتقد المنتقد، صفحہ ۱۱۷ طبع مکتبہ حامدیہ لاہور)۔

امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی تعلیق میں اسے ردّ نہیں فرمایا بلکہ برقرار رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (المستند المعتمد بناء نجاة الابد، صفحہ ۱۱۷ طبع مذکور)۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''جو شخص نبی سے نبوت کا زوال جائز جانے کافر ہے''۔ (بہارِ شریعت حصہ اول صفحہ ۱۰ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

بہارِ شریعت، اعلیٰ حضرت کی پسندیدہ کتاب ہے، حصہ دوم پر اپنی تصدیق وتقریظ میں آپ نے فرمایا: ''ایسی کتاب کی ضرورت تھی'' اور جملہ مسائل اس کی تالیف کی تکمیل اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ (صفحہ ۹۲)

خلاصہ یہ کہ نبی سے نبوت کے سلب وتعزل کا قول کفر اور قائل کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ شریف جلد نہم صفحہ ۱۲ طبع کراچی میں فرمایا: ''حاشا نہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے'' الخ۔

بناءً علیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمیت وہ جملہ اکابر ائمہ دین اور علماء اسلام جو سید عالم ﷺ کے تخلیق آدم علیہ السلام کے قبل سے بالفعل نبی ہونے کے قائل ہیں اور یہ تصریحات فرما چکے ہیں کہ حضور کا دائرہ نبوت و رسالت آپ کے زمانہ بعثت سے خاص نہیں بلکہ جملہ ادوار کو محیط ہے۔ (مکمل حوالہ جات باب نمبر ۴ میں گذر چکے ہیں) وہ اس کے بھی قائل ہوئے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے حمل شریف تک بھی حضور کی وہ نبوت باقی تھی کیوں کہ باقی نہ ماننا سلب زوال اور تعزل نبوت کو لازم کرتا ہے جو کفر ہے۔ اس طرح سے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ قائلین کافر قرار پائیں گے جو کسی طرح درست نہیں۔

آخر میں عدم انقطاع نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ایک، دوٹوک حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

دلیل نمبر ۷۵: امام علامہ محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ سے:

چنانچہ امام ربانی علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی (متوفی ۱۳۴۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فکان نبیا و رسولا بالفعل عالما بنبوته و رسالته فی عالمی الحقائق والارواح کمامرثم فی عالم الاجسام والذر واتصلت نبوته بجمیع الخلائق من غیر انقطاع الیٰ زمن وجود جسده المکرم'' یعنی آپ

ﷺ عالم حقائق، عالم ارواح پھر عالم اجسام اور عالم ذُرّ اور عالم اجسام (جملہ عوالم) میں بالفعل نبی اور رسول تھے اور آپ کو اپنے نبی اور رسول ہونے کا علم تھا اور آپ کی نبوت جسمانی حیثیت سے اظہار سمیت تمام ادوار میں برابر سے باقی رہی جس میں کبھی کسی قسم کا انقطاع (عدم تسلسل) واقع نہیں ہوا۔ ملاحظہ ہو۔(جلاء القلوب من الاصداء الغينية ببيان احاطته ﷺ بالعلوم الكونية 'صفحہ ۳۸۵ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان)۔

◆◆◆

باب ششم

ثبوت نبوت درزمانہ حمل شریف وبطن والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا

دلیل نمبر۷۶تا۷۷ (نورنبوت منتقل ہوا):

خصائص کبریٰ (جلداول صفحہ۴۰) کے حوالہ سے ابھی گذرا ہے کہ یمن کے یہود کے ایک عالم نے حضرت عبدالمطلب کودیکھ کرکہا کہ آپ کی ذات میں نبوت وبادشاہت پوشیدہ ہے۔

اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ اس نے یہ بھی کہا تھا: ''وانا نجد ذلك في بني زهرة'' ہم اس کے متعلق یہ بھی علم رکھتے ہیں کہ اس کا ظہور بنوزہرہ کی ایک خاتون سے ہوگا، تو کیا اس قبیلہ کی کوئی خاتون آپ کے نکاح میں ہے؟ فرمایانہیں۔ تواس نے آپ کواس قبیلہ میں شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ واپسی پرآپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کوساتھ لےکرتلاش رشتہ کی غرض سے تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں فاطمہ خثعمیہ نامی عورت سے ان کا گذرہوا جوکاہنہ تھی اورسابقہ آسمانی کتب کی عالمہ بھی۔ ''فرأت نور النبوة في وجه عبدالله'' تواس نے حضرت عبداللہ کے چہرہ سے نورِنبوت کوچھلکتا دیکھ کرکہا: ''یافتی هل لك ان تقع علي الآن واعطيك مائة من الابل'' نوجوان! اگرآپ ابھی میرے ساتھ جنسی تعلقات استوارکرلیں تومیں آپ کواس کے بدلے میں سواونٹ پیش کروں گی۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: اما الحرام فالممات دونه الخ ۔یعنی ایسا ناجائز کام کرنے سے موت بہتر ہے اوریہ کام ایک خاندانی آدمی کی آبرواوردین کے لیے بدنما دھبہ ہے تومیں آپ کا کہنا کیونکر مان سکتا ہوں؟ یہ کہہ کراپنے والدگرامی کے ساتھ چلے گئے۔

حضرت عبدالمطلب نے حضرت آمنہ بنت وہب سے ان کی شادی کردی اورخودھالہ بنت وھب سے تزوتج فرمائی۔

حضرت عبداللہ کا اس کے تین دن بعد اس عورت سے گذر ہوا تو اس نے آپ سے پوچھا آپ نے اس دن کے بعد کیا کیا ہے؟ فرمایا میرے والد گرامی نے آمنہ بنت وہب سے میری شادی کردی ہے۔ جن کے پاس میں نے تین دن گذارے ہیں۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں کوئی بدکردار عورت نہیں ہوں ''ولکنی رأیت فی وجھك نورا فاردت ان یکون فی وابی اللہ الاان یصیرہ حیث احب ''میں نے تو محض اس نور کو اپنے اندر لینے کا ارادہ کیا تھا جو آپ کے چہرے سے چھلک رہا تھا لیکن اللہ کو اس ناپسندیدہ طریقہ سے اس کی منتقلی منظور نہ ہوئی اس لیئے اس نے اسے پسندیدہ طریقہ سے منتقل فرمایا۔ ''فاخبرھا انھا قدحملت بخیر اھل الارض ''تو آپ آمنہ کو بتادیں کہ ان کے حمل میں روئے زمین کی سب سے افضل ہستی جلوہ گر ہوچکی ہے۔

حضرت ابن عباس اور ابن شہاب نیز عروہ کے لفظ ہیں: ''فحملت بالنبی ﷺ وفی روایۃ ''فحملت برسول اللہ ﷺ ''یعنی اللہ کے رسول معظم اور نبی محترم سے حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں۔ (علیہا السلام) (ملخص از خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۰ تا ۴۲ بحوالہ کتب عدیدہ)۔

اقول:۔ ان روایات میں نور مبارک کے لیے صلب والد ماجد سے بطن والدہ ماجدہ میں منتقل ہونے کے زمانہ میں نبوت ورسالت کا اطلاق مذکور ہے۔ جو مانحن فیہ کی دلیل ہے۔

۷۷:۔ سبل الہدیٰ والرشاد المعروف سیرت شامیہ میں ہے کہ اس عورت نے یہ بات کتب سماویہ کے عالم حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے سن رکھی تھی کہ ''انہ لکائن فی ھذہ الامۃ نبی من بنی اسمٰعیل فرأت نور النبوۃ فی وجہ عبد اللہ ''اولاد اسماعیل علیہ السلام سے اس امت میں ایک نبی نے ظہور پذیر ہونا ہے پس اس نے اس نورِ نبوت کو حضرت عبداللہ کے چہرے میں دیکھا۔ (اور بھانپ گئی کہ یہ اس نبی کے والد ماجد ہیں)۔

اسی میں ہے کہ اگلی ملاقات میں اس عورت نے یہ لفظ کہے: ''فارقك النور الذی معك بالامس فلیس لی بك الیوم حاجۃ ''جو نور میں نے گذشتہ ملاقات میں دیکھا تھا وہ اس وقت آپ کے پاس نہیں ہے پس اب مجھ کو آپ کی کچھ حاجت نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (جلد دوم صفحہ ۳۲۶، بحوالہ ابونعیم عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)۔ نیز حجۃ اللہ علی العالمین للعلامۃ النبہانی صفحہ ۲۲۰ بحوالہ البشائر والاعلام لابن القطان۔

دلیل نمبر ۷۸ (اسماء کتب ائمہ اسلام بحوالہ نبوت):

متعدد ائمہ شان اور علماء اسلام نے سیرت طیبہ پر چھوٹی بڑی کئی کتب ایسی تحریر فرمائیں جن کے نام نبوت کے حوالے سے تجویز کئے جیسے امام بیہقی اور امام ابونعیم کی ''دلائل النبوۃ'' امام ماوردی کی ''اعلام النبوۃ''

علامہ جامی کی ''شواہد النبوۃ'' امام المحدثین شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' اورعلامہ کاشفی کی ''معارج النبوۃ'' وغیرہا۔ جن میں آپ ﷺ کے وہ کمالات بھی ذکر فرمائے گئے ہیں جو عالم ارواح، عالم ذر، عالم اصلاب وارحام، عالم بطن وغیرہا میں ظاہر ہوئے۔ یہ بھی پیش نظر عنوان کے حوالہ سے ہمارے موقف کی دلیل ہے کیوں کہ ان سب کو آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے درجات میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر آپ ان ادوار میں نبی نہیں تھے تو قبل تخلیق آدم علیہ السلام و بعدۂ وہ کمالات، دلیل نبوت اور ثبوت رسالت کیوں؟ یعنی نبی (صاحب نبوت) کے بغیر نبوت کیسے موجود ہوگئی؟ بالفاظ دیگر موصوف کے بغیر صفت کیسے پائی گئی، تولامحالہ ماننا پڑے گا۔ آپ ان ادوار میں بھی وصف نبوت سے متصف وموصوف تھے۔ صلی اللہ علیہ والہ عدد کمالہ وقدر حسنہ وجمالہ)۔

دلیل نمبر ۷ (جُہنی کا اسلام):

زمانہ قبل از اسلام قبیلہ جہنیہ کا ایک شخص بے ہوش ہوگیا۔ لوگوں نے اسے مردہ سمجھ کر رسومات موت شروع کردیں۔ اتنے میں وہ اٹھ بیٹھا اور اس حالت میں اس نے جو دیکھا اس کی تفصیل بیان کرنی شروع کردی۔ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ''اتؤمن بالنبی المرسل وتشکر لربك وتصل وتدع سبل من اشرك فأضل قلت نعم فاطلقت '' کیا تو نبی مرسل پر ایمان لائے گا، اپنے رب کے شکریہ میں نماز پڑھے گا اور بت پرست گمراہوں کا راستہ چھوڑ دے گا؟ میں نے کہا ہاں۔ پس اس بندھن سے مجھے خلاصی دے دی گئی۔ (یعنی اگر اس نبی پر ایمان لاؤ تو تمہیں چھوڑتے ہیں جب اس نے آمادگی ظاہر کی اسے چھوڑ دیا گیا) (ملخصاً) ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن ابی الدنیا، بیہقی ابونعیم عن الشعبی رضی اللہ عنہ)۔

دلیل نمبر ۸ (ظہور معجزہ در زمانہ انتقال نور مبارک):

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ امام ماوردی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت عبداللہ کو اس عورت کی غلط پیشکش سے بچانا جب کہ آپ ﷺ ان کی پشت پاک میں جلوہ فرما تھے۔ ''من آیات اللہ فی رسولہ ﷺ '' اپنے رسول ﷺ کے بارے میں اس کے نشانات قدرت سے ہیں۔ (یعنی یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے ایسا نہ ہوتا تو نسب شریف پر معاذ اللہ حرف آتا)۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۰ بحوالہ اعلام النبوۃ للماوردی)۔

اقولُ: معجزہ نبی کا ہوتا ہے پس یہ زمانہ حمل شریف میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر۸۱ (''نور نبی'' کا اعلان از خازن جنت):

خازن جنت حضرت رضوان ﷺ نے سید عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بطن پاک میں جلوہ گر ہو جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنۃ الفردوس کے دروازے کھول دیئے۔ نیز آسمانوں اور زمینوں میں اعلان کیا:

''الا ان النور المخزون المکنون الذی یکون منه النبی الھادی فی ھذہ اللیلة یستقر فی بطن امه ''الخ۔ پوری توجہ سے سنو! ہادی عالم تاجدار نبوت کا نور جو حجابات میں تھا اور اس زمانے کے لیئے چھپایا ہوا تھا آج کی رات ان کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں مستقر ہو چکا ہے۔

ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ صفحہ ۲۲۶، بحوالہ مواہب از: خطیب بغدادی عن سہل بن عبداللہ التستری ﷺ)۔

نیز حضرت کعب احبار ﷺ سے بھی یہ مضمون منقول ہے کہ استقرار حمل مبارک کی شب میں زمینوں اور آسمانوں میں منادی کی گئی: ''ان النور المکنون الذی منه رسول اللہ ﷺ یستقر اللیلة فی بطن امه فیاطوبی لھا ثم یاطوبی'' ''رسول اللہ ﷺ کی ذات کا نور آج رات ان کی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں جلوہ فگن ہو چکا ہے لہٰذا ان کو مبارک بادی پر مبارک بادی دی جاتی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷ بحوالہ مذکورہ مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۳ نحوہ)۔

دلیل نمبر۸۲ (حیوانات کی گواہی):

حضرت کعب الاحبار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا: ''ان کل دابة کانت لقریش نطقت تلك اللیلة وقالت حمل برسول اللہ ﷺ ورب الکعبة وھو امان الدنیا وسراج اھلھا'' اس رات قریش کے تمام چوپائے بزبان فصیح بولنے لگے اور کہنے لگے رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ حمل شریف میں جلوہ گر ہو گئے ہیں آپ کے صدقے دنیا کو امان ملے گی اور دنیا والوں کو آپ سے ہدایت اور روشنی حاصل ہو گی۔ اھ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۳ بحوالہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۴۔ نیز مدارج میں ہے کہ ایک روایت کے مطابق روئے زمین کے سب چوپایوں نے یہ بات کہی۔ (جلد دوم صفحہ ۱۴)

اقول:۔ روایت ہذا میں آغاز زمانہ حمل شریف میں ذات اقدس پر رسول اللہ کے الفاظ کا اطلاق صراحت کے ساتھ موجود ہے، پھر جانور، انسانوں جیسا کلام کرنے والی مخلوق نہیں لہٰذا ان کا کلام، انہیں اللہ تعالیٰ کے بلوانے سے ہے پس یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہلوائے۔

بلفظ دیگر یہ خرق عادت اور معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں تو یہ زمانہ حمل شریف سے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اس زمانہ میں مزید بھی بے شمار خوارق عادات کا ظہور ہوا جو

مانحن فیہ کی مزید دلیل ہے۔

دلیل نمبر۸۳ (ظہور معجزات):

چنانچہ جملہ قبائل عرب خصوصاً قریش کے کاہنوں کی کہانت بے اثر ہوگئی، علم کہانت محو ہوگیا، بادشاہوں کے تخت خود بخود الٹ گئے، بادشاہ گنگ اور بولنے سے قاصر ہوگئے، مشرق ومغرب کے جنگلی جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں، دریاؤں اور سمندروں کی مخلوقات نے بھی باہمی خوشیوں کا اظہار کیا، ہر ماہ زمینوں آسمانوں میں ندائیں دی گئیں کہ سراپا برکت ہستی کے ظہور کا وقت بہت قریب ہوگیا ہے، بت سرنگوں ہوگئے، قحط سالی تھی جو خوش حالی میں بدل گئی، زمین سرسبز ہوئی درخت ثمر بار ہوئے، ''فسمیت تلك السنة التی حمل فیھا برسول اللہ ﷺ سنة الفتح والابتھاج ''حمل شریف والے سال کو کشادگی اور خوش حالی کے سال کا نام دیا گیا۔

ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ علی العالمین' صفحہ۲۲۳، ۲۲۷، ۲۳۲، الباب الثانی)۔ نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم ۱۳، ۱۴) نحوہ

نیز حمل شریف کی کیفیات عام عورتوں کی کیفیات حمل سے مختلف تھیں۔ (خصائص کبری' جلد ا صفحہ ۴۶، ۵۸)۔

شیخ محقق نے اس سلسلہ کی دو مختلف روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے بحوالہ ابونعیم ارقام فرمایا: ''درابتداء علوق ثقل داشت ونز داستمرار حمل خفت وایں ہر دو خلاف معہود ومعتاد است'' یعنی عام عورتیں ابتداء حمل میں کچھ بوجھ محسوس نہیں کرتیں پھر جوں جوں مدت حمل بڑھتی جاتی ہے ثقل بڑھتا جاتا ہے لیکن یہاں اس کے برعکس ہوا اور یہ دونوں امر خرق عادت (معجزہ) ہیں۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۳، ۱۴، خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷)۔

امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ حمل شریف کے اس جیسے واقعات پر یہ عنوان قائم فرمایا: باب ما وقع فی حملہ ﷺ من الایات۔ یعنی آپ ﷺ کے حمل شریف میں ہونے کے زمانہ کے معجزات کا بیان۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۰)۔

اسی طرح امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی سرخی قائم کی ہے۔ ان کے لفظ ہیں: ''الباب الثانی فی بعض ما وقع من الآیات وخوارق العادات مدة حملہ (الیٰ) ﷺ'' یعنی کتاب ہذا کا دوسرا باب ان بعض خوارق اور معجزات کے بیان میں ہے جو آپ ﷺ کے حمل شریف میں ہونے کے زمانہ میں ظاہر ہوئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین' صفحہ ۲۲۳)

دلیل نمبر ۸۴ (والد ماجد کی وفات کے موقع پر درخواست ملائکہ علیہم السلام):

ایک قول کے مطابق والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات، حمل شریف کے زمانہ میں ہوئی، تو حسب قول مذکور اس موقع پر ملائکہ کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: "الھنا و سیدنا یبقی نبیك ھذا یتیمـــا" "الٰہنا وسیدنا یتیم شد محمد پیغمبر تو وحبیب تو" یعنی ہمارے معبود و مالک! تیرے نبی اور حبیب محمد تو یتیم ہو گئے۔ (ﷺ)

فرمایا: "انـا لہ ولی و حافظ و نصیر" "من اورا حافظ و نصیرم و کفیل اویم" یعنی ہر طرح سے میں خود ہی ان کا نگہبان ہوں۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین' صفحہ ۲۲۴، نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۴)۔

دلیل نمبر ۸۵ (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بشارت):

جب حمل شریف کی مدت چھ ماہ ہوئی، تو حضرت والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ ایک آنے والے نے آ کر مجھ سے کہا (وانا بین النائم والیقظان، جب کہ میں نیند اور بیداری کی کیفیت میں تھی کہ) "ھل شعرت انك حملت بسید ھذہ الامۃ ونبیھا" پتہ ہے آپ کے حمل میں اس امت کا آقا اور نبی جلوہ گر ہے؟

ملاحظہ ہو: (الوفـاء لابن الجوزی نیز الخصائص الکبریٰ' جلد اول صفحہ ۴۲ بحوالہ ابن سعد عن الواقدی، نیز سبل الہدیٰ' جلد دہم صفحہ ۳۲۸ بحوالہ ابن سعد عن یزید بن عبداللہ و بیہقی عن ابن اسحاق' نیز طیبی شرح مشکوٰۃ' جلد دہم' صفحہ ۳۵۵، مرات شرح مشکوٰۃ' جلد ہشتم' صفحہ ۲۱، مشکوٰۃ' صفحہ ۵۱۳ حاشیہ نمبر ۸ نیز حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۲۴، و لـفـظـہ "مـرلـی من حـملہ ستۃ اشھر (الیٰ) انـک قد حـملت بخیر العٰلمین طرّا" نیز صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸، بحوالہ اعلام النبوۃ للامام الـماوردی ولفظہ : انـک قـد حملت بسید ھذہ الامۃ ۔ نیز خصائص کبریٰ' جلد اول صفحہ ۴۲ بحوالہ ابـو نعیم عن بـریدۃ وابن عباس رضی اللہ عنھم ، انـک قـد حـملت بخیر البریۃ وسید العٰلمین ، نیز جلد اول صفحہ ۵۸: ھو سید العٰلمین، بحوالہ ابن سعد وغیرہ، نیز سبل الہدیٰ' جلد اول صفحہ ۳۲۸، ولفظہ انك حبلی ۔ الخ۔

دلیل نمبر ۸۶ (شہرت نبوت قبل ولادت):

حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: "شـاع قبـل وجودہ ﷺ ان نبیـا یبعـث اسمـہ مـحـمـد" یعنی آپ کی پیدائش پاک سے پہلے ہی یہ بات شہرۂ آفاق تھی کہ ایک نبی کی جلوہ گری ہونے والی ہے جن کا نام نامی حضرت محمد ہے۔ (ﷺ)۔ (سبل الہدیٰ' جلد اول صفحہ ۳۲۸، بحوالہ طبرانی، بیہقی، ابن سعد وغیرہم)۔ مرثد بن کلال نے خواب دیکھا ایک کاہنہ نے اس کی تعبیر دی: "الداعی ..... نبی شافع" داعی نبی شافع ہیں۔ (سبل

الہدیٰ جلداول صفحہ۱۳۰ بحوالہ ابن ظفر)۔

نیز کاہنہ نے سفیان بن مجاشع کو بتایا: نبی مؤید قد اتی حین یوجد ودنا اوان یولد......... اسمه محمد۔ ایک صاحب المعجزات نبی کی آمد اور ولادت کا وقت آچکا ہے۔ ان کا اسم گرامی محمد ہے۔ (ﷺ) (سبل الہدیٰ، جلداول، صفحہ۱۲۰، بحوالہ ابن ظفر)۔

دلیل نمبر ۸۷ (معجزہ واقعہ فیل):

واقعۂ فیل جس کا اجمالی ذکر سورۂ فیل میں اور تفصیل کتب سیر وتفسیر میں ہے۔ علی الصحیح اس زمانہ میں رونما ہوا تھا جب حضرت ﷺ حمل شریف میں تھے یہ بھی آپ ﷺ کے اس زمانہ میں نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ یہ مجموعہ وگلدستہ معجزات ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ (کما مرّا مراراً)۔

ائمہ شان وعلماء اسلام نے اسے حضور اقدس ﷺ کا معجزہ اور اس کے وقوع کی وجہ ذات اقدس کو نیز اسے آپ کی نبوت ورسالت کی دلیل قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کے بیان کے ساتھ مختص حصہ کتاب پر یہ عنوان دیا ہے"باب کیف فعل ربك با صحب الفيل عام ولادته ﷺ تشريفاً له ولبلده "یعنی اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو آپ ﷺ کے سال ولادت میں آپ کے نیز آپ کی وساطت سے آپ کے شہر کے اعزاز کے لیے کیسے ہلاک فرمایا۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۴۳)۔

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے اسے اس عنوان کے تحت ذکر فرمایا: فی بعض ما وقع من الآيات و خوارق العادات مدة حمله ﷺ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۲۳)۔

نیز امام ماوردی پھر علامہ نبہانی نے ارقام فرمایا:"ولما دنا مولد رسول الله ﷺ تقاطرت آيات نبوته وظهرت آيات بركته فكان من اعظمها شاناواظهرهابرهانا واشهرها عيانا وبيانا قصة اصحاب الفيل "یعنی جب آپ ﷺ کی پیدائش پاک کا وقت قریب ہوا تو آپ کی نبوت کے معجزات بارش کے قطرات کی طرح ظاہر ہونے لگے اور آپ کی بکثرت برکات رونما ہونے لگیں، ان میں سے ہر حوالہ سے سب سے بڑا، سب سے واضح اور مشاہدہ وبیان کے اعتبار سے سب سے کھلا معجزہ واقعہءِ اصحاب فیل ہے۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۲۸)۔

علامہ نبہانی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ دوسری بعض کتب کو چھوڑ کر امام ماوردی کی کتاب اعلام

النبوۃ سے اس لیے نقل کیا ہے کہ: ''فی عدھا آیۃ للنبی ﷺ'' انہوں نے اسے حضور کا معجزہ قرار دیا ہے۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۲۳۰)

نیز حضور اقدس ﷺ کی وجہ تکریم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اصحاب الفیل غالب آجانے کی صورت میں مردان قریش کو غلام اور خواتین کو کنیزیں بنالیتے جس میں زمانہ حمل شریف میں اور اس کے بعد حضور بھی شامل ہوتے جو آپ کی عظمت کے خلاف تھا۔ اس لیے انہیں شکست فاش ہوئی۔ پھر قریش اپنی بت پرستی کی وجہ سے اس کے کسی طرح مستحق نہیں تھے کیوں کہ اہل کتاب نہیں تھے بلکہ بدترین کفر (شرک) کے مرتکب تھے پس انہیں اصحاب فیل کے شر سے بچالینا محض آپ ﷺ کے اعزاز کے لیے تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۲۳۰، و آیۃ الرسول ﷺ من قصۃ الفیل انہ کان فی زمانہ حملا فی بطن امہ بمکۃ الخ'')۔

اقول: فقیر کے استاذ گرامی مستغنی عن الالقاب حضرت سیدی علامہ مفتی محمد اقبال سعیدی رضوی مدظلہم نے اس حوالہ سے ایک نکتہ افادہ فرمایا کہ قدرت نے اصحاب الفیل کو حرم کعبہ کے قریب ہی نہیں پہنچنے دیا، اگر وہ شہر مبارک میں داخل ہوجاتے تو شدید خوف وہراس پھیل جاتا جب کہ ایسے مواقع پر حاملہ خواتین کے حمل بھی بعض اوقات ضائع ہوجاتے ہیں تو حمل شریف کے متاثر ہونے کا حسب اسباب ظاہرہ قوی امکان تھا اس لیے ان نابکاروں کا قصہ دخول شہر سے پہلے ہی تمام کردیا گیا۔ بہر حال اس سے اصل مقصود ذات محبوب کی عظمت وحفاظت تھی۔ (ﷺ)۔

شیخ محقق نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ کے معجزات کی تین قسمیں ہیں: (۱) جو قبل ظہور نبوت صادر ہوئے۔ (۲) جو بعد از ظہور نبوت براہِ راست صادر ہوئے۔ (۳) جو بعد ظہور نبوت اولیاء امت سے صادر ہوئے۔ جنہیں کرامات کہا جاتا ہے۔

قصہ فیل کے متعلق فرمایا: ''وایں قصہ از معجزات آنحضرت ﷺ کہ پیش از نبوت ظاہر شد وایں قسم از معجزات را ارہاصات گویند'' یعنی یہ واقعہ آپ ﷺ کے ان معجزات سے ہے جو قبل از ظہور نبوت ظاہر ہوئے جب کہ معجزات کی اس قسم کو ارہاصات کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۷، ۸ طبع لاہور)۔

اقول: اس سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ واقعہ ہذا آپ ﷺ کے زمانہ حمل شریف میں، نبی ہونے کی دلیل ہے کہ اسے معجزات سے کہا گیا ہے جب کہ بالاتفاق معجزہ نبی کا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ''ارہاص'' بھی معجزہ ہی ہے کہ اس کا مقسم معجزہ ہے۔ بالفاظ دیگر ارہاص معجزہ کی ایک قسم ہے جیسے اسم فعل حرف، کلمہ ہیں کہ کلمہ کی قسم ہیں اور ان کا مقسم کلمہ ہے۔ یہ فرق صرف اصطلاح کا ہے یا یوں کہیں کہ یہ اصطلاح صرف باعتبار زمانہ ظہور

وصدور، فرق کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

یہ بتانے کے لیے نہیں کہ معاذ اللہ آپ نبی نہیں تھے اس لیئے اسے معجزہ کی بجائے ارہاص کہتے ہیں کیوں کہ یہ مفہوم، معترض کی ذاتی اختراع ہے، ائمہ شان میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی، اگر یہ مطلب ہوتو اس کا یہ مفہوم بھی نکلے گا کہ زمانۂ وحی کے بعد بھی آپ ﷺ نبی نہ ہوں، والعیاذ باللہ۔ کیوں کہ معجزات کی ایک قسم بعد از زمانۂ وحی بھی ہے جو کرامات اولیاء ہے جیسا کہ حضرت شیخ کی عبارت بالا سے واضح ہے اور مذکورہ بات کوئی پکا کافر ہی کہہ سکتا ہے۔

رہا ارہاص بمعنیٰ ''تاسیس و بنیاد کردن''۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۸)۔

تو یہ آپ ﷺ کی نسبت سے نہیں کہ آپ تو پہلے سے نبی ہیں بلکہ یہ اس زمانہ کے لوگوں کی نسبت سے ہے جن کے سامنے ظہور نبوت ہوا جس کا مفہوم ہے نبوت کے لیئے راہ ہموار کرنا اور حالات کا سازگار بنانا یعنی یک دم ظاہر کردینے کی بجائے تدریجی طریقہ سے اسے ظاہر کرنا۔ فاحفظه فانه ینفعك فی کثیر وعلی کثیر۔

''تدل علیٰ نبوته و رسالته''، یعنی یہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی دلیل ہے۔ (مستفاداً)۔

ملاحظہ ہو: (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۱)۔

واقعہ ہذا کے تکریماً للنبی ﷺ ہونے کی دلیل:

واقعہ ہذا کے تکریماً للنبی ﷺ ہونے کی ایک دلیل اس موقع پر حضرت عبدالمطلب کا وہ ارشاد بھی ہے جو آپ نے کوہ ثبیر پر پناہ گزین ہونے کے وقت فرمایا تھا۔

چنانچہ شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں: جب یہ یقین ہو گیا کہ ابرہہ کا لشکر کعبہ شریف پر حملہ کا عزم بالجزم رکھتا ہے اور یہ خطرہ کسی طرح ٹلنے والا نہیں تو آپ کچھ افراد قریش کے ہمراہ کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے، اتنے میں ان کی پیشانی سے رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک انتہائی تیز روشنی سے چمکا جیسے روشن چراغ ہو، اس کی روشنی سیدھی بیت اللہ شریف پر پڑی، حضرت عبدالمطلب نے نور کی یہ کیفیت دیکھ کر قریش سے فرمایا: اب یہاں پناہ لینے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں: ''برگردید بتحقیق کفایت کردہ شد شما ایں مہم را بخدا سوگند کہ نمے گردد ایں نور ازمن مگر می باشد ظفر مارا'' واپس چلو تمہاری مشکل حل ہو چکی ہے۔ کیوں کہ قسم بخدا جس بھی موقع پر یہ نور اس کیفیت سے چمکے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فتح ہمارا مقدر بن گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۷)

وجوہ اعجاز واقعہ ہذا:

واقعہ ہذا کئی طرح سے معجزہ ہے بعض وجوہ یہ ہیں:

دہشت پھیلانے کی غرض سے ابرہہ کی طرف سے ایک مسلح جنگو بھیجا گیا۔ ''چوں درآمد مکہ مکرمہ ونظر کرد بروے عبدالمطلب افتاد برزمین و بے ہوش گشت وآواز کرد مثل گاوے کہ ذبح کردہ شود وچوں بہوش آمد سجدہ کرد عبدالمطلب راالــــخ۔ جب وہ مکۃ المکرّمہ میں داخل ہوا، حضرت عبدالمطلب نے اس پرنظر ڈالی تو وہ زمین پر دھڑام سے گر گیا، بے ہوش ہوگیا اور ایسی آواز نکالی جیسے ذبح کے وقت گائے سے نکلتی ہے، جب ہوش میں آیا تو جناب عبدالمطلب کے آگے سجدہ ریز ہوا (اور آپ کی عظمت وسیادت کو تسلیم کرکے چلتا بنا)۔ (مدارج جلد دوم' صفحہ ۷)۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (الٰــــی) وَ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ یعنی آہنی بدن لشکر جرار اور بھیانک شکل، پہاڑوں سے پنگا لینے والے ہاتھیوں کے سامنے بظاہر بے وقعت چھوٹے چھوٹے اور قلیل المقدار پرندوں کو کھڑا کردینا بہت اچنبھے کی بات ہے جو اعجاز نہیں تو اور کیا ہے تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ان پرندوں کا اسلحہ آگ پر پکے ہوئے کنکر تھے جن کے حجم کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ: کـان اصغر حجر کرأس الانسان ومنها ماهو کالابل ''چھوٹا کنکر آدمی کے سر جیسا تھا اور بڑا ایسے جیسے اونٹ ہو۔ (البـدایـه والنهایه جلد دوم صفحہ ۱۰۶ بحوالہ ابـن هشـام ابـن اسـحاق عن ابن عباس رضی الله عنهما)

دوسری روایت کے مطابق ''کـانـت صغارا'' وہ کنکر بالکل چھوٹے چھوٹے تھے۔ (البـدایـه والنهایه جلد دوم صفحہ ۱۰۶ بحوالہ مذکور)۔

کتنے چھوٹے تھے؟ ''وهـو اکبر من العدسة واصغر من الحمصة '' (تفسیر جلالین مع الجمل' جلد چہارم' صفحہ ۵۸۸، طبع کراچی)۔ حـجـر فی منقاره وحجران فی رجلیه امثال الحمص والعدس ۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم' صفحہ ۱۰۵ بحوالہ سہیلی)۔

باہر یک سہ سنگ ریزہ یکے در منقار ودو در پائے بر مقدار عدس نمے رسد۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۷)۔

ہر پرندے کے پاس تین تین کنکر تھے ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں جن میں سے کچھ چنے سے کچھ چھوٹے اور کچھ مسور کے دانے سے بھی چھوٹے تھے۔

کیا اثر دکھاتے تھے؟ ''لاتـصـیـب مـنـهـم احـدا الا هـلـك' ' جس کو بھی کنکر لگتا وہ ہلاک ہوجاتا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۵)۔

''ان وقـع عـلـیٰ رأسه خرج من دبره وان وقع علیٰ شئی من جسده خرج من جانب اٰخر ''

سر پہ لگتا تو نیچے سے نکل جاتا اور جسم کے جس حصہ پر لگتا آر پار ہو جاتا۔ (البدایہ و النہایہ' جلد دوم' صفحہ ۱۰۷' بحوالہ ابن ابی حاتم، نیز خصائص کبریٰ' جلد اول' صفحہ ۴۳' بحوالہ سعید بن منصور عن عبید بن عمیر اللیثی)۔

نیز تفسیر جلالین مع الجمل جلد چہارم صفحہ ۵۸۸ میں ہے: ''یخرق البیضة والرجل والفیل ویصل الی الارض '' کنکر، خود آدمی اور ہاتھی کو چیرتا ہوا زمین پر جا گرتا۔

''مے افتاد بر زمین ...... افتادند انگشتان او پارہ پارہ ورواں شد ازاں زرد آب وپیہ وخون وشگافت تادل وے'' یعنی کچھ زمین پر گرتے جن کی انگلیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتیں خون رواں ہوتا پیپ پڑ جاتی اور دل تک بڑا سوراخ ہو جاتا جس سے وہ مر جاتے۔ (ملخصاً)۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۷)

بعض جو بچ گئے ان کو خارش کا مرض لاحق ہو گیا۔ فکان لا یحك انسان منهم جلده الا تساقط لحمه۔ (الخصائص الکبریٰ' جلد اول صفحہ ۱۴۳' بحوالہ بیہقی، ابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

خلاصہ یہ کہ کھجانے سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتے۔ ''ولیس کلهم اصابت وخرجوا هاربين۔ ان میں سے کچھ بھاگ نکلے تھے۔ (البدایہ والنہایہ' جلد دوم صفحہ ۱۰۵، بحوالہ سہیلی)۔

ابرہہ بھی بھاگ نکلنے اور مرض آکلہ میں مبتلا ہونے والوں میں تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۰، بحوالہ ماوردی)۔

''كان يسقط من جسده عضو عضو حتىٰ هلك '' نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۷ نحوہٗ۔

قرآن مجید میں ان کی مجموعی کیفیت کو كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ کی جامع تشبیہ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کنکروں کے پھینکنے میں اعجاز کی دو وجہیں ہیں۔ اگر وہ آدمی کے سر یا اونٹ جتنا تھے تو انیس بیس کے فرق سے چڑیا کی جسامت کے پرندوں کا انہیں فضا میں لے جا کر نیچے پھینکنا اعجاز ہے اور اگر وہ چنے اور مسور کے دانوں جیسے تھے تو آدمیوں اور ہاتھیوں کا کچومر نکال دینا اعجاز ہے۔

مزید سنئے:

''بحجر مكتوب عليه اسمه '' جو پتھر جس آدمی کو مارنا ہوتا تھا اس پر اس کا نام لکھا ہوتا۔ (تفسیر جلالین مع الجمل' جلد چہارم' صفحہ ۵۸۸)۔

تو پرندوں کا اس تحریر کو پڑھ اور سمجھ لینا نیز مقررہ نشانہ کو پہچان لینا بھی سب وجوہِ اعجاز میں سے ہیں۔

ہاتھیوں کے لشکر میں ایک سفید رنگ کا ہاتھی تھا جو سب سے عظیم الجثہ اور قوی القامہ تھا اس کے متعلق

منقول ہے کہ: "لما نظر الی وجہ عبدالمطلب برک کما یبرک البعیر وخر ساجدا وانطق اللہ سبحانہ وتعالٰی الفیل فقال السلام علی النور الذی فی ظھرک یا عبدالمطلب "اس نے جب حضرت عبدالمطلب کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو آپ کے سامنے فوراً سجدہ میں گر کر اللہ تعالٰی کے کرنے سے باآواز بلند اور بزبان فصیح کہنے لگا: "السلام علی النور الذی فی ظھرک یا عبدالمطلب "جناب عبد المطلب! میں اس نور کو سلام پیش کرتا ہوں جو آپ کی صلب میں جلوہ گر رہا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سیرت حلبیہ، جلد اول، صفحہ ۶۰، طبع مکتبہ اسلامیہ بیروت نیز مدارج، جلد دوم، صفحہ ۷)۔

اقول: عبارت ہذا اپنے مفہوم میں نہایت واضح اور ما نحن فیہ کی دلیل ہے۔

کعبہ شریف کے ایک حامی (نفیل بن حبیب نامی ایک شخص) نے اس ہاتھی کا کان ہاتھ میں پکڑ کر کہا: "ابرک محمود او ارجع من حیث اتیت فانک فی بلد اللہ الحرام وارسل اذنہ فبرک "محمود! کعبہ کا رخ نہیں کرنا کیوں کہ تو اللہ کے قابل احترام شہر میں ہے، پس زمین سے چپک جا یا پھر وہیں بھاگ جا جہاں سے آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس کا کان جونہی چھوڑا تو وہ فوراً بیٹھ گیا۔ ملاحظہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ، جلد دوم، صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵ بحوالہ ابن اسحاق) (نیز سیرت حلبیہ، جلد اول، صفحہ ۶۱)۔

علامہ ماوردی نے فرمایا: "اذا بعث علی الحرم احجم واذ عدل عنہ اقدم "جب اسے حرم کی طرف ہانکتے تو ضد کرتا اور جب دوسری جانب چلاتے تو تیزی سے چل پڑتا۔ (حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ ۲۲۹)

شیخ محقق فرماتے ہیں: "برنخاست ایں فیل ہر چہ زدند در سروے پس برگشت بجانب یمن" اس کے سر پر جتنا تشدد کیا گیا اس نے اٹھنے کا نام ہی نہ لیا بالآخر وہ یمن کی طرف بھاگ گیا۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۷)۔ یعنی اس طرح سے وہ اپنے اس ادب کی برکت سے تباہی سے بچ گیا۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "رأیت قائد الفیل وسائسہ بمکۃ اعمیین یستطعمان "یعنی ہاتھی کی باگ پکڑ کر حرم شریف کی جانب اسے کھینچنے نیز اسے ہانکنے والے دونوں کو مکۃ المکرمہ میں اس حال میں دیکھا گیا کہ وہ اندھے ہو چکے تھے۔ جو در در کی بھیک مانگتے اور دھکے کھاتے پھر رہے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد دوم، صفحہ ۱۰۷، بحوالہ ابن اسحاق، حجۃ اللہ علی العلمین، صفحہ ۲۳۱ بحوالہ ابن رجب)۔

اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سید عالم ﷺ سے اس طرح کلام فرمایا:
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۔ یعنی ہم نے ہاتھیوں والوں کا جو حشر کیا تھا کیا آپ نے اسے نہیں دیکھا تھا؟

اقول: یہ استفہام انکاری ہے یعنی دیکھا تھا۔ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اس کے مخاطب حضور ہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ حمل شریف میں ہوتے ہوئے اس سب کو نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے جب کہ قرینہ صارفہ کے بغیر معنی حقیقی سے عدول اصولاً جائز نہیں جب کہ یہ امر شان نبوت کے پیش نظر کچھ مستبعد تو کجا متعذر بھی نہیں جس کی ایک مثال حدیث مناغاۃ قمر بھی ہے۔ جس میں یہ جملہ ہے: ''اسمع وجبته حين يسجد تحت العرش'' عرش کے نیچے جب سورج اللہ کے حضور سجدہ کرتا تو میں اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں اس کی سجدہ میں جانے کی آواز کو سنتا تھا۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۵۳ بحوالہ بیھقی، صابونی ابن عساکر ابن العباس رضی اللہ عنه، قال السيوطي: نزهته عن الاخبار الموضوعة ومايرد الخ، خصائص جلد اول صفحہ ۳، نیز السيرة النبوية على هامش الحلبيه جلد اول صفحہ ۴۵، مؤلفہ امام علامہ احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ)

بہر حال **اَلَمْ تَرَ** ۔ کے خطاب کے حوالہ سے یہ آپ ﷺ کا اس موقع کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ (وهو المقصود ۔ والحمدللہ تعالیٰ)۔

مزید یہ کہ کنکر پرندوں نے پھینکے مگر اجاڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی۔ **فَجَعَلَهُمْ** حالانکہ فرمانا چاہیے تھا فجعلتهم كعصف مأكول ۔ یہ بھی اس کے معجزہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ پشت پر کوئی اور طاقت تھی۔

یہ بھی واضح ہوا کہ بھیجے ہوئے کا فعل حقیقت میں بھیجنے والے کا ہوتا ہے **وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا** پس انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کے تصرفات درحقیقت اللہ کے تصرفات ہیں لہٰذا ان کی امداد اللہ کی امداد ہوئی۔

فائدہ: واقعہ ہذا کب ہوا؟

عندالبعض چند سال، تئیس سال، چالیس سال قبل ولادت باسعادت رونما ہوا۔ عندالاکثر زمانہ حمل شریف میں پیش آیا۔

امام سیوطی نیز علامہ الشیخ سلیمان الجمل فرماتے ہیں: ''كان هذا عام مولد النبي ﷺ'' اى قبل مولده بخمسين يوماً۔ وهذا هو القول الاصح فانهم يقولون ولدعام الفيل ويجعلونه تاريخا لمولده الخ ۔ یعنی جس سال یہ واقعہ پیش آیا اسی سال آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اصح قول بھی یہی ہے کیوں کہ علماء اس سال کو عام الفیل کہہ کر آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے سال کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ واقعۂ فیل آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے پچپن ایام پہلے ہوا۔ (تفسیر الجلالین مع الجمل، جلد چہارم، صفحہ ۵۸۸، نیز

البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۰۷، کان قبل مولدہ بسنین وبہ الثقۃ)۔

پچاس دن کا قول امام محمد الباقر سے بھی منقول ہے۔ علامہ ماوردی اور ابن رجب وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ، جلد اول صفحہ ۴۳، حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۳۱،۲۳۰ نیز سیرت حلبیہ، جلد اول صفحہ ۶۰)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یا پنجاہ و پنج روز وایں قول اصح اقوال است'' یعنی ایک قول یہ ہے کہ ولادت باسعادت اس واقعہ کے پچپن ایام کے بعد ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۴، طبع لاہور)۔

اقول: اس سے واضح ہوا کہ جب پچپن ایام کا قول ہی زیادہ معتمد ہے تو جنھوں نے پچاس ایام کہا انہوں نے اس میں الغاء کسر فرمایا ہے جیسے عمر شریف ۶۳ برس کو اسی بنیاد پر ۶۰ سال کہہ دیا جاتا ہے۔ وغیرہ۔

وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ یہ امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی پوتے اور آپ ﷺ کے گھرانہ کے فرد ہیں۔ وصاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ گھر کی بات کو گھر والا ہی بہتر جانتا ہے۔

خصائص کبریٰ (جلد اول صفحہ ۴۳) میں امام الباقر کا یہ قول ان لفظوں میں لکھا ہے: ''بین الفیل وبین مولد رسول اللہ ﷺ وخمسون لیلۃ'' پس خمسون سے پہلے ''و'' کا لفظ نشاندہی کر رہا ہے کہ اس سے قبل کوئی لفظ غلط کتابت سے رہ گیا ہے جو عبارت شیخ محقق کی رو سے ''خمسۃ'' کا لفظ ہے۔

حیث قال ''پنجاہ و پنج'' لہٰذا یہ اس میں صریح ہوا کہ حضور کے گھرانے کے افراد کے نزدیک ''پچپن'' ہی کی روایت ہے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وعلینا معہم اجمعین۔

دلیل نمبر ۸۸ تا ۱۱۵: مصنف تحقیقات سے ثبوت:

اس سلسلہ کے بعض حوالہ جات خود مصنف تحقیقات سے ملاحظہ ہوں:

لکھتے ہیں: ''صحابہ کرام نے عرض کیا آپ کب سے نبی بنے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت سے جب کہ آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق جسم سے مکمل نہیں ہوا تھا اور نہ ان کی تخلیق مکمل ہوئی تھی''۔

ملاحظہ ہو۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۲۹۴)۔

نیز سیرت سید الانبیاء ﷺ (صفحہ ۴۵، ۴۶، ۴۷) میں لکھا ہے: ''فرمایا میں اس وقت سے صفت نبوت سے موصوف ہوں جب کہ آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے''۔

نیز تنویر الابصار (صفحہ ۲۳) میں رقم کیا ہے: ''میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا روح

ان کے جسم میں پھونکا نہیں گیا تھا''

اقول: ''سے'' کا لفظ تسلسل اور عدم انقطاع کو ظاہر کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کی عالم ارواح اور روز میثاق والی نبوت جاری رہی لہٰذا اسی کے ساتھ ہی ظہور ہوا جو ما نحن فیہ کی دلیل ہے۔

مصنف تحقیقات نے تنویر کے مذکورہ صفحہ پر اسی کو دربار رسالت سے صحابہ کرام کا مہر تصدیق یافتہ نظریہ وعقیدہ لکھا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

O اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر استناداً لکھا ہے:۔

ان کی ابوت ان کی نبوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہی کے پسر کی ہے
(کوثر الخیرات صفحہ ۸۹)

اقول: اس سے بھی واضح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ دور آدم علیہ السلام سے زمانہ عیسیٰ علیہ السلام تک آپ نبی تھے ورنہ ''ان کی نبوت ہے سب کو عام'' کا کیا مصرف ہوگا؟ ان عبارات سے بھی یہ امر واضح ہے: ''تمام اجزاء عالم اور ذرات موجودات کی طرف مبعوث ہیں۔ فرمایا میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۸۹)۔

O نیز ''نبوت کا مبدأ بھی آپ کی ذات ہے اور منتہیٰ بھی، درخت نبوت ورسالت کی جڑ اور تخم بھی آپ ہیں اور اس کا ثمر و پھل بھی۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۶۱، نیز تنویر الابصار صفحہ ۲۳، ۲۵، ۲۹ بالفاظ متقاربہ)

O نیز تنویر الابصار صفحہ ۸۲، ۸۳، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱ میں لکھا ہے: اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے ارواح و انوارِ انبیاء علیہم السلام کو حضور کا نور دکھا کر فرمایا: ''اگر تم ان پر ایمان لاؤ تو میں تمہیں نبی بناؤں گا، تو انہوں نے کہا ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے''۔

O نیز تنویر الابصار صفحہ ۲۷، ۱۰۸، ۱۳۶، ۱۴۷، ۱۶۴، ۱۷۹، ۱۸۳، نیز سیرت سید الانبیاء ﷺ صفحہ ۴۹، ۵۰ نیز انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ صفحہ ۱۵ میں مصنف تحقیقات نے آپ ﷺ کو ''نبی الانبیاء ﷺ'' لکھا ہے۔ نیز کوثر الخیرات صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے: ''انه نبیهم ورسولهم''۔

O نیز تنویر الابصار صفحہ ۳۴، ۳۵ میں ہے کہ آپ ﷺ نبوت ورسالت سمیت ہمہ قسم حسی ومعنوی انوار کی اصل اور نور الانوار ہیں۔

○ جنت کے دروازہ اور آسمان (عالم ملکوت) میں کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہونے کو ثابت مان کر اس سے موصوف نے یہود و نصاریٰ پر حجت قائم کرتے ہوئے لکھا ہے: "واضح دلیل ہے کہ جہاں جہاں نقش الوہیت موجود ہے وہاں وہاں نقش رسالت بھی موجود ہے۔ (الی) آسمان و زمین کی ہر شئے کو الوہیت خداوند تعالیٰ کی طرح رسالت مصطفےٰ ﷺ محیط ہے اور روز ازل سے آپ کی رسالت کا اس طرح اعلان آپ کے دوام رسالت کی بھی دلیل ہے۔ (الیٰ) پہلے نبی ان کے خلفاء اور نائبین کی حیثیت سے کام کرتے رہے دراصل وہ دور بھی آپ کی ہی رسالت کا تھا جس طرح یہ زمانہ (الی) اصلی رسالت آپ کی ہے اور باقی سب طفیلی ہیں اور آپ کی فرع" (ملخصاً بلفظہٖ)

ملاحظہ ہو۔ (انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ﷺ صفحہ ۲۲)۔

اقول:۔ انبیاء علیہم السلام فرع، خلفاء و نائبین ہوئے، نیز "روز ازل سے اور دوام رسالت" کے الفاظ مانحن فیہ کی واضح دلیل ہیں۔

○ تحقیقات صفحہ ۹۳، ۲۰۷ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سلیمان الجمل اور حضرت شیخ محقق رحمہما اللہ عالم ارواح میں بالفعل نبی و رسول قرار پانے کے بعد بغیر کسی شائبہ سلب وانقطاع کے آپ ﷺ کی نبوت کے دوام وتسلسل کے قائل ہیں۔ (ملخصاً)۔

○ نیز کوثر الخیرات صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:۔ نبی کا نبوت سے معزول ہونا بالکل باطل ہے۔ (ملخصاً) اور تحقیقات صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے: "نبوت کا حصول کے بعد زوال اور سلب ہونا جائز نہیں"۔

اقول: پس آپ ﷺ کی اس نبوت کے تسلسل و دوام میں کیا شک رہا۔ پھر بایں ہمہ مصنف تحقیقات کا اسے بلا دلیل غیر معتبر فی عالم الاجسام وغیرہا ٹھہرانا صریح البطلان اور بغی وطغیان نہیں تو اور کیا ہے؟

دیگر حوالہ جات:

بعض حوالہ جات وہ ہیں جنہیں مصنف تحقیقات نے اپنی کتب میں استناداً لیا ہے اور وہ گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں۔ ہم یہاں ان کے اشاریہ پر اکتفاء کر رہے ہیں۔ تفصیل مع وجوہ استدلال ادھر ہی دیکھ لی جائے کہ نقل عبارات موجب طوالت ہے۔ مثلاً:

○ زمانہ آدم علیہ السلام میں اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ" کے الفاظ۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۸۸)۔

○ نیز ابناء آدم علیہ السلام کے مباحثہ اور "محمد رسول اللہ" کے کلمہ سے استدلال کی بناء پر آدم علیہ السلام کی ثالثی۔ (سیرت سید الانبیاء ﷺ صفحہ ۴۸)۔

- نیز اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام سے فرمانا:۔

ھذا سید ولدلك من الانبیاء والمرسلین ۔ نیز طینہ مبارکہ کا آسمانوں اورزمینوں میں حضور کے حوالہ سے تعارف نیز آپ ﷺ کا روحاً وجسداً سب سے مقدم ہونا۔ (سیرت صفحہ ۴۹، تنویر الابصار صفحہ ۷۹، ۸۷، ۸۸، تنویر الابصار صفحہ ۸۵، ۹۷)نحوہٗ۔

- نیز آپ ﷺ کے جدامجد حضرت شیث علیہ السلام کی بطن حوا علیہا السلام میں تنہا پیدائش حضور کے اعزاز کی بناء پر۔ ﷺ ۔ (سیرت صفحہ ۴۹)۔
- نیز یہ ارشادات کہ میں صلب آدم ونوح وابراہیم علیہم السلام میں رہا جب کہ وہ جنت پھر زمین نیز کشتی اور آگ کے الاؤ میں تھے۔ (سیرت صفحہ ۴۹، مع قصیدۂ حضرت عباس، سیرت صفحہ ۵۰)۔
- نیز تنویر الابصار صفحہ ۷۶ اور ۸۴ نحوہ، نیز یہ کہ میں دعائے خلیل اور مژدہ عیسی علیہ السلام ہوں۔ (سیرت صفحہ ۵۲)۔ جن میں حضور کے لیے لفظ ''رسول'' استعمال کیا گیا ہے۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۸۸، بشارات صفحہ ۱۲)۔
- نیز تمام نبیوں کے ادوار میں حضور ﷺ کے چرچے۔ (سیرت صفحہ ۵۴)۔
- نیز کتب سابقہ میں ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کے الفاظ سے آپ کے تذکرے۔ (سیرت صفحہ ۵۵)۔
- نیز آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''ھذا نور نبی من ذریتك'' الخ۔ (تنویر الابصار صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)۔
- نیز آیت میثاق میں ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ کا مصداق سرکار ﷺ ہیں۔ (تحقیقات صفحہ ۲۸)۔
- نیز عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی وحی کہ میں نے عرش پر کلمہ طیبہ لکھا تو اسے قرار آ گیا۔ (سیرت صفحہ ۴۸، تنویر صفحہ ۱۴۳)۔
- نیز آپ ﷺ کے جدامجد حضرت الیاس کا اپنی پشت سے آپ کا تلبیہ حج لبیك اللھم لبیك الخ سننا۔ (تنویر صفحہ ۹۷)۔
- نیز حضرت عبدالمطلب سے حضور کے کئی معجزات کا ظہور جیسے نور کا چمکنا، جسم سے مشک کی خوشبو کا آنا، آپ کے وسیلہ سے حل مشکلات، پیشانی کے نور کی شعاع کا کعبہ پر پڑنا، ہاتھی کا سجدہ ریز ہوکر السلام علی النور الذی فی ظھرك یا عبدالمطلب کہنا وغیرہ۔ (تنویر صفحہ ۵۳، ۵۴)۔
- نیز فاطمہ خثعمیہ وغیرہا کا آپ ﷺ کے والد ماجد کی پیشانی سے نور دیکھ کر اسے ''نور النبوۃ'' وغیرہ کے الفاظ سے بیان کرنا۔ وغیرہ۔ (تنویر الابصار صفحہ ۸۵، ۸۶)۔
- نیز یہ کہ تمہید سالمی نہایت معتبر کتاب اور اس کے مصنف جلیل القدر ائمہ شان میں سے ہیں۔ (تحقیقات

صفحہ ۲۳۹)۔

○ نیز یہ کہ احادیث کو اپنے ظاہری معانی پر محمول کرنا لازم ہے اس کے برعکس کرنے والا خیر کثیر سے محروم اور طریقہ سلف کا مخالف ہے لہٰذا اپنے آپ کو حدیثِ رسول ﷺ کے تابع کرنے کی بجائے حدیث کو اپنے تابع کریں، یہ طریقہ درست نہیں۔ (تنویر الابصار صفحہ ۱۰۴)۔

اقول: یہ حوالہ جات زمانہ حمل شریف میں آپ ﷺ کے وصف نبوت سے متصف و موصوف ہونے پر شاہد عدل ہیں۔

◆◆◆

باب ہفتم

ثبوت نبوت از زمانہ ولادت باسعادت تا اعلانِ نبوت

دلیل نمبر ۱۱۶ (آیات و احادیث اعطاء نبوت در عالم حقائق وغیرہا):

اس کی بھی پہلی اور بنیادی دلیل قرآن وحدیث کے نصوص کا وہ مجموعہ ہے جس میں آپ ﷺ کے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمائے جانے کا ذکر ہے۔

وجہ استدلال وہی ہے جو باب پنجم میں دلیل نمبر ا کے تحت مذکور ہے۔ جب کہ آنے والے دلائل میں مذکور وہ روایات اور عبارات جن میں ولادت باسعادت تا اعلان نبوت کے زمانہ میں آپ ﷺ کے حق میں نبی یا اس کا مفہوم ادا کرنے والے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ان کے دلیل نبوت ہونے میں بھی وہی تفصیل ہے جو باب پنجم میں دلیل نمبر ا کے بعد ''ضروری وضاحت'' کے زیر عنوان گذر چکی ہے۔ کچھ اپنے مفہوم میں ہر طرح سے صریح بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱۷ تا ۱۹۹ (ظہور معجزات قریب بوقت ولادت باسعادت):

جب اس عالم رنگ وبو میں آپ ﷺ کی جسمانی جلوہ گری (ولادت باسعادت) کا وقت قریب آیا تو اس موقع پر بے شمار معجزات کا ظہور ہوا جو اس وقت میں آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

اس سلسلہ کے تمام واقعات کی تفصیلات دیکھنے کے لیے کتب سیرت طیبہ (خصائص کبریٰ، مدارج النبوۃ اور حجۃ اللہ علی العلمین وغیرہا) کے متعلقہ مقامات کا مطالعہ کیا جائے۔ تکمیل عنوان کے لیے بطور نمونہ بعض مثالیں لکھی جاتی ہیں۔

۱۱۷: چنانچہ مخدومۂ عالم سیدہ طیبہ طاہرہ والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا اس وقت کے حالات کے بیان کے

ضمن میں فرماتی ہیں: "فاضاء منی نورعال (الیٰ) فکشف اللہ عنی بصری فابصرت ساعتی تلک مشارق الارض ومغاربها ورأیت ثلثةاعلام مضروبة علماً فی المشرق وعلماً فی المغرب وعلماً علی ظهر الکعبة" یعنی آپ ﷺ کی آمد مبارک تیز روشنی پھیلی جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات ہٹا دیئے تو میں نے اس وقت پوری روئے زمین کا مشاہدہ کیا۔ نیز مجھے تین جھنڈے نظر آئے جن میں سے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبہ شریف کی چھت پر گاڑا ہوا تھا۔

ملاحظہ ہو:۔(ماثبت من السنة صفحہ ۸۸، بحوالہ ابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶، نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴ بحوالہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ)۔

حجۃ اللہ کے حوالہ سے امام ماوردی کا یہ قول پیش کیا جا چکا ہے کہ لمادنا مولدرسول اللہ ﷺ تقاطرت آیات نبوته، ولادت باسعادت کے قریب میں آیات نبوت کا بارش کے قطروں کی طرح (کثرت سے) ظہور ہوا۔

۱۱۸: نیز امّ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ نے جب آپ ﷺ کو جنم دیا اس موقع پر میں ان کے پاس تھی۔ "فمامن شئی انظر الیه من البیت الا نور واننی انظرالی النجوم تدنو حتیٰ انی اقول لیقعن علیّ" "سیدہ کا گھر بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور آسمان کے ستارے اتنے قریب آ گئے جیسے ابھی مجھ پر گر پڑیں گے۔ (البدایہ والنہایہ' جلد دوم' صفحہ ۲۲۰ بحوالہ بیہقی نیز حاشیہ نمبر ۲ بحوالہ مختصر ابن عساکر' جلد دوم صفحہ ۳۵، خصائص کبریٰ ' جلد اول صفحہ ۴۵ بحوالہ بیہقی، طبرانی ابونعیم، ابن عساکر عن اُم عثمان رضی اللہ عنہا، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۵ حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۸ بحوالہ اعلام النبوۃ للماوردی)۔

اقولُ: ولادت باسعادت دن میں ہوئی یا رات میں؟ دونوں قسم کے قول ملتے ہیں۔ قائلین دوم نے ایک دلیل یہ دی کہ ولادت باسعادت کے وقت ستارے اترے تھے جب کہ یہ رات میں ممکن ہے۔ علامہ بدرالدین زرکشی نے فرمایا کہ یہ توجیہہ معتبر نہیں کیوں کہ ستارے دن کو موجود ہوتے ہیں جب کہ دن میں ستاروں کا اترنا اور نظر آنا خرق عادت ہوگا جو شان نبوت کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلہ کی عبارت سبل الہدیٰ ' جلد اول' صفحہ ۳۳۳،۳۳۴ سے مقدمۃ الکتاب میں گذر چکی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۵' مطبوعہ بیروت)۔

علامہ علی القاری نے اس طبقہ کی توجیہہ کو غیر صحیح قرار دے کر لکھا ہے۔ لان سقوطها خارق للعادةفلافرق فیه بین اللیل والنهار علی انه بعد الفجر۔ (موردالروی صفحہ ۹۹) جس سے واضح ہو گیا کہ ان علماء نے ستاروں کے اترنے کی روایت کو معتمد قرار دیا ہے ورنہ اس کی بنیاد پر اس بحث کا کچھ فائدہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''التأویل دلیل التعویل'' (المستند)۔

۱۱۹: نیز ''و کان قد اذن اللہ تلک الساعۃ لنساء الدنیاان یحملن ذکوراً کرامۃ لمحمد ﷺ'' یعنی حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر آپ کے اعزاز کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ماؤں کو بیٹے عطا فرمائے۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ' جلد اول' صفحہ ۴۷، بحوالہ ابو نعیم عن عمرو بن قتیبۃ عن ابیہ و کان من اوعیۃ العلم)۔

دلیل نمبر ۱۲۰: (قبض علی مفاتیح النبوۃ)۔

حضرت والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''و اذا قائل یقول قبض محمد ﷺ علی مفتاح النصرۃ و مفتاح الربح و مفتاح النبوۃ'' (حضور کی ولادت باسعادت کے فوراً بعد میں نے دیکھا کہ آپ نے انتہائی سفید قسم کا لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے جب کہ آپ کے نیچے سبز ریشم کا کپڑا بچھا ہوا ہے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں سفید آبدار ہیرے کی تین چابیاں ہیں) اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ نے مدد نفع اور نبوت کی چابیاں اپنے کنٹرول میں لے لی ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴' بحوالہ محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار للشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ)۔

اقول: ''قبض علی مفتاح النبوۃ'' کے الفاظ اپنے منطوق میں صریح اور مانحن فیہ کی روشن دلیل ہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۱: (رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ):

امام اہل سنت، مجدد دین وملت الامام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''جب وہ جانِ راحت، کانِ رافت پیدا ہوا، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ فرمایا''۔

ملاحظہ ہو۔ (قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ﷺ صفحہ ۶ طبع ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)۔

اقول: شاگرد استاد کے، مرید، مرشد کے اور عوام اور رعایا حکمران کے ہوتے ہیں اسی طرح اُمتی، نبی کے ہوتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ اس وقت میں نبی نہیں تھے تو اُمتی فرمانے کا کیا مطلب؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سرکار ﷺ کے اس جیسے فضائل کے منکرین کو جھنجھوڑ کر نصیحت فرماتے ہوئے اس مقام پر لکھتے ہیں۔ (جو مصنف تحقیقات و امثالہ کے لیے خصوصی طور پر درس عبرت ہے)۔

''عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ آیا نشر فضائل و تکثیر مدائح اور ان کی خوبی، حسن سن کر باغ باغ ہو جانا جامے میں پھولا نہ سمانا، یا ردّ محاسن، نفی کمالات

اوران کے اوصاف حمیدہ سے یہ انکار وتکذیب پیش آنا، (الیٰ) خدااور سول سے شرما اوراس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد ﷺ کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔ (الیٰ) مٹانے والے خود مٹ گئے اوران کی خوبی روز بروز مترقی رہی'' اھ ملخصاً بلفظہ۔ ملاحظہ ہو۔ (قمر التمام صفحہ ۷، ۸ طبع مذکور)

دلیل نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۷: (معجزات فوراً بعد ولادت مقدسہ):

ولادت باسعادت کے فوراً بعد بھی بے شمار معجزات کا ظہور ہوا یہ بھی ہمارے موقف کی روشن دلیل ہے۔ بعض معجزات تبرکاً ذکر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ۔

۱۲۲: **گھر بقعہ نور بن گیا**: ام عثمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس موقع پر حاضر تھی'' خرج منها نور اضاء له البيت والدار حتیٰ جلعت لا اریٰ الا نوراً'' سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ اس سے پورا گھر اور پوری حویلی روشن ہوگئی میں ہر طرف نور ہی نور دیکھتی تھی۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبری جلد اول صفحہ ۴۵ بحوالہ بیهقی، طبرانی، ابن عساکر نیز حجة الله علی العلمين للنبهانی صفحہ ۲۲۸ نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد ۲ صفحہ ۱۵)۔

داؤد بن ابی الہند کا بیان ہے کہ لما ولد النبی ﷺ نارت الظراب لوضعه جب نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو پورا ایریا نور و نور ہوگیا۔ ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبری جلد ۱ صفحہ ۵۰ بحوالہ ابونعیم)۔

۱۲۳: **پوری روئے زمین جگمگا اٹھی**: (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۲) وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور قصیدہ نعتیہ کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ اس کا ایک شعر اس طرح ہے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورك الافق

جب (میرے آقا) آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو پوری روئے زمین آپ کے نور سے چمک اٹھی اور آسمان کے کنارے جگمگ کرنے لگے۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والیٰ هذا اشار العباس بن عبد المطلب فی شعره حیث قال الخ۔ یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے اس شعر میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ظہور نور کے واقعہ کی جانب اشارہ فرمایا۔

ملاحظہ ہو۔ (ماثبت من السنة عربی اردو صفحہ ۹۰ طبع نعیمیہ رضویہ لاہور)۔

عکرمہ نے کہا جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو: اشرقت الارض نورا۔ پوری زمین جگمگا اٹھی۔

(خصائص، جلد اول، صفحہ ۵۱، بحوالہ تفسیر ابن ابی حاتم)۔

۱۲۴: **والدہ ماجدہ نے اسی نور سے شام کے محلات اور مشرق و مغرب دیکھے**: رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ حمل شریف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: ''انك حملت بسيد هذه الامة واٰية ذلك ان يخرج معه نور يملأ قصور بصرىٰ من ارض الشام'' آپ کے حمل میں اس امت کے آقا ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ ان کی ولادت کے وقت ان کے ساتھ ایک نور نکلے گا جس سے خطۂ شام کے شہر بُصریٰ کے محل روشن ہو جائیں گے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ ابن اسحاق)۔

حضرت سیدہ خود فرماتی ہیں:۔''فلما فصل منى خرج معه نور اضاء له ما بين المشرق والمغرب'' جب آپ کا مجھ سے ظہور ہوا تو آپ کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق تا مغرب روشنی پھیل گئی۔ (خصائص کبریٰ' جلد اول' صفحہ ۴۶ بحوالہ ابن سعد، ابن عساکر عن ابن عباس، البدایہ والنہایہ' جلد دوم' صفحہ ۲۱۹ بحوالہ ابن سعد ما ثبت من السنۃ' صفحہ ۹۰ 'ابن سعد عن عطاء وابن عباس)۔

فی روایۃ ''رأيت ليلة وضعته نورا اضاء ت له قصور الشام حتىٰ رأيتها'' میں نے آپ کی ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے جنہیں میں نے ملاحظہ کیا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابو نعیم عن ام سلمه، نیز ابو نعیم عن بریده عن مرضعته من بنی سعد، نیز ابن سعد عن اسحاق بن عبدالله و ابن القبطیه، نیز مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۵،۱۶ نیز حجة الله علی العالمین صفحہ ۲۲۷)۔

وفی روایۃ ''رأيت قصور الشام كلها شعلت ناراً'' میں نے شام کے محلات روشن دیکھے جیسے ان سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۶)۔

امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت آمنہ نے یہ نور دو بار دیکھا تھا۔ ایک بار زمانہ حمل شریف میں اور وہ خواب کا واقعہ ہے۔ دوسری بار ولادت باسعادت کے وقت اور وہ بیداری کا واقعہ ہے۔'' واما ليلة الولادة فرأت ذلك روية عين ''یعنی والدہ ماجدہ نے شب میلاد یہ روشنی بہ چشم سر دیکھی تھی''۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶)۔

اقول: اس کی تائید صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ (جو اس وقت دایہ کی حیثیت سے موجود تھیں، فرماتی ہیں)''فاضاء لی ما بين المشرق والمغرب حتىٰ نظرت الى بعض قصور الروم ''یعنی اس نور سے مشرق تا مغرب بمعنی حقیقی روشنی پھیلی حتیٰ کہ اس کی روشنی سے مجھے بھی روم کے کچھ محلات نظر آئے۔

مزید فرماتی ہیں کہ اس طرح کے اور بھی کئی عجائب میں نے دیکھے جو میرے اسلام لانے کا سبب بنے

''حتٰی بعثه الله فكنت في اول الناس اسلاما'' جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے شروع شروع میں آپ کا کلمہ پڑھا''۔

ملاحظہ ہو۔(مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۱۶، حجۃ اللہ علی العٰلمین صفحہ ۲۲۷، خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، ۴۷ بحوالہ ابو نعیم عن عبد الرحمن بن عوف عن امہ رضی اللہ عنہما)۔

رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی تصدیق مروی وثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: میں (خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کا مژدہ، اور) اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت کرتے ہوئے ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۵، ۴۶ بحوالہ احمد، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی عن العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ، نیز ماثبت من السنہ صفحہ ۹۰ وحجۃ اللہ صفحہ ۲۲۷ بحوالہ جات مذکور مع مزید کہ قال الحافظ ابن حجر صححه ابن حبان والحاكم)۔

في رواية قالوا يارسول الله! اخبرنا عن نفسك الخ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہمیں اپنی ذات پاک کے حوالہ سے تو بتائیں۔(پس آپ نے مذکورہ مضمون بیان فرمایا)

ملاحظہ ہو:(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ حاکم وصححه وبیہقی عن خالد بن معدان رضی اللہ عنہ)۔

وفي رواية قيل يارسول الله ماكان بدؤ امرك الخ۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! آپ کی نبوت کے ظہور کا آغاز کیونکر ہوا؟ (تو اس پر آپ نے مذکور بالا ارشاد فرمایا)

ملاحظہ ہو:(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد، احمد، طبرانی، بیہقی ابو نعیم عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

ابو العجفاء سے بھی ظہور نور کا واقعہ مرفوعاً مروی ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد)۔

اقول: ظہور نور کا یہ واقعہ کئی معجزات پر مشتمل ہے جیسے خود نور کا ظاہر ہونا، اس کا گھر اور حویلی محلات شام و روم بلکہ روئے زمین اور کنارہائے آسمان تک کو روشن کر دینا، نیز حضرت سیدہ آمنہ اور ان کی برکت سے حضرت ام عثمان کا چشم سر سے روم وشام کی عمارتوں کو دیکھنا اور اس بارے میں گھر کی دیواروں، درمیان میں آنے والی عمارتوں اور پہاڑوں وغیرہا کا ان کی نگاہوں کے آگے رکاوٹ نہ بننا وغیرہ اور یہ سب حقیقت واقعیہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی جو ''لاعطر بعد العروس'' کے محاورہ کا مصداق ہے۔

مزید سنئے (ظہور نور کی ایک مزید شہادت آئندہ عنوان کے تحت بھی دیکھئے)۔

۱۲۵: **بت اوندھے ہوگئے**: ''تنكست الاصنام كلها'' سب بت خود بخود اوندھے ہوگئے۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۷ بحوالہ ابونعیم عن عمرو بن قتیبة عن ابیه و کان من اوعیة العلم)۔

نیز اسی میں بحوالہ مذکورہ مرقوم ہے: اما اللات والعزی فانهاخرجا من خزانتهما الخ۔یعنی دومشہور بت لات وعزیٰ اپنے مکان سے بھاگ نکلے اور کفار قریش کو کوستے ہوئے جگہ جگہ آپ ﷺ کے ظہور جسمانی کے نعرے لگائے۔ نیز قریش کی ایک جماعت اپنے ایک بت کے سامنے حسب نظریہ خود حاضر تھی، دیکھا کہ وہ اوندھا ہو گیا سیدھا کیا تو وہ پھر اوندھا ہو گیا، اس طرح سے تین بار ہوا ان میں سے ایک نے کہا کوئی ناراضگی ہے تو ہم معافی مانگتے ہیں اور حادثہ ہے تو بتا کہ کیا ہوا؟ تو اس کے اندر سے جو بآواز بلند جواب آیا اس میں ایک بات یہ تھی: تردی لمولد انارت بنوره جميع فجاج الارض بالشرق والغرب ۔یعنی میرا یہ اوندھا ہو جانا اس جہان میں ولود پذیر ہونے والی ایک ہستی کی وجہ سے ہے کہ جس کے نور سے مشرق ومغرب میں زمین کا گوشہ گوشہ چمک اٹھا ہے۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۲، بحوالہ الهواتف للخرائطی ابن عساکر عن عروة رضی الله عنه، نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۲ نیز مدارج النبوۃ جلد ۲) نیز شیخ محقق نے فرمایا: ایں واقعہ دوشب ولادت آنحضرت بود۔ (مدارج جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

امام علامہ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: ''ان الاصنام تنكست عند ولادته ﷺ'' آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت تمام بت اوندھے ہو گئے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۲ بحوالہ السیرة النبویة)۔

جد امجد حضرت عبد المطلب سے منقول ہے آپ نے فرمایا: ''رأيت الاصنام سقطت من اماكنها وخرت سجدا'' میں نے اس وقت اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ کیا کہ تمام بت اپنی جگہوں سے گر کر سجدہ ریز ہوئے پڑے تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۲)۔

۱۲۶: **کعبہ شریف خوشی سے جھومنے لگا**: ولادت باسعادت کے موقع پر قریش نے پہلی نمایاں علامت یہ دیکھی کہ ''لم تسكن زلزلة البيت ثلاثة ايام ولياليهن '' (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۷ بحوالہ عمرو بن قتیبة)۔

علامہ نبہانی نے یہ بات ان لفظوں سے لکھی ہے: ''تزلزلت الكعبة واضطربت اى من الفرح ليلة ولادته ولم تسكن '' الخ۔یعنی آپ ﷺ کے میلاد پاک کی خوشی میں کعبہ جھومنے لگا اور اس پر یہ کیفیت مسلسل تین دن رات تک رہی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳)۔

نیز جناب عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا میں نے کعبہ شریف کی دیوار سے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: "ولد المصطفیٰ المختار الذی تھلك بیدہ الکفار ویطھرمن عبادۃ الاصنام ویأمر بعبادۃ الملك العلام" یعنی اس ہستی کی ولادت ہوئی ہے جو برگزیدہ نبی ورسول ہے جس کے ہاتھوں کفار کی ہلاکت ہوگی جس نے بتوں کی پرستش کو مٹا دینا اور اللہ کی عبادت کی ترویج فرمانی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۲ بحوالہ علامہ ابن رجب حنبلی)۔

مدارج جلد دوم صفحہ ۱۷ میں یہ لفظ بھی منقول ہے: "اللہ اکبر، اللہ اکبر رب محمد المصطفیٰ الان قد طھرنی ربی من انجاس الاصنام وارجاس المشرکین"۔

۱۲۷: **کسریٰ کا محل لرزہ میں آ گیا، اس کے کنگرے گر پڑے**: "لما کانت اللیلۃ التی ولدفیھا رسول اللہ ﷺ ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربعۃ عشر شرافۃ" یعنی رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب میں کسریٰ کا محل ہل گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱ بحوالہ بیھقی، ابونعیم خرائطی ابن عساکر عن ھانی المخزومی بعمر ۱۵۰ سال۔ البدایہ والنھایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶ بحوالہ خرائطی وبیھقی نیز مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷، ۱۸، نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳، نیز مورد الروی صفحہ ۸۹)۔

شیخ محقق نے اسے آپ ﷺ کا اشہر، ابہر اور اعجب معجزہ قرار دیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷، نیز ماثبت من السنۃ صفحہ ۹۲، "من عجائب ولادتہ" رواہ غیر واحد وھو مشھور)۔

نیز علامہ نبہانی نے فرمایا اس کی عمارت اتنی محکم تھی کہ اس پر کلہاڑے بھی اثر نہیں کرتے تھے لہٰذا اس کی یہ کیفیت کسی فنی خرابی کی بناء پر نہ تھی "وانما اراداللہ ان یکون ذلك اٰیۃ لنبیہ ﷺ باقیۃ علی وجہ الارض" یہ محض اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے معجزہ کو زمین پر باقی رکھنے کے لیے کیا۔

آگے فرماتے ہیں کہ رشید نے اسے منہدم کرانے کا ارادہ کیا تو اس کے وزیر یحییٰ برمکی نے کہا: "یاامیرالمومنین لاتھدم بناء ھو اٰیۃ الاسلام" امیرالمومنین! آپ اسے منہدم مت کرائیں کیوں کہ یہ اسلام کی نشانی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳)۔

۱۲۸: **آتش کدہ فارس بجھ گیا**: "وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك الف عام" آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے بھڑکا ہوا تھا (جس کی مجوس پرستش کرتے تھے) خود بخود بجھ گیا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱، بحوالہ جات مذکورہ، نیز البدایہ والنھایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶

بحوالہ مذکورہ، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۷، ۱۸ حجۃ اللّٰہ علی العالمین صفحہ ۲۲۳، نیز ما ثبت من السنۃ صفحہ ۹۲، من عجائب ولادتہ رواہ غیر واحد وھو مشھور مورد الروی صفحہ ۸۹)۔

۱۲۹: **بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا:** ''وغاضت بحیرۃ ساوۃ'' بحیرہ ساوہ کا پانی یکا یک خشک ہوگیا۔ (الخصائص الکبری جلد ا صفحہ ۵۱، بحوالہ جات مذکورہ۔ البدایہ والنہایہ' جلد ۲ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶، بحوالہ مذکورہ، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷، حجۃ صفحہ ۲۲۳ نیز ماثبت من السنۃ صفحہ ۹۲ مورد الروی صفحہ ۸۹)۔

۱۳۰: **وادیٔ ساوہ بہہ نکلی:** ''ورواں شدن رود خانہ کہ آں را وادی ساوہ گویند وپیش ازاں بہزار سال منقطع شدہ بود'' یعنی وادی ساوہ جو ہزار سال سے خشک تھی یکا یک پانی سے پُر ہوکر بہہ نکلی۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۷، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱ بحوالہ بیھقی، ابونعیم، خرائطی، ابن عساکر عن ھانی حاکیا عن قول السطیح الکاھن وفاض وادی السماوۃ ایضاً مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۸)۔

۱۳۱: **ابلیس اور دیگر شیاطین پر پابندی لگ گئی:** ابلیس پر شروع میں آسمانوں پر آنے جانے کی کوئی پابندی نہیں تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پاک کے بعد تین آسمانوں پر اس کا آنا جانا ممنوع کردیا گیا۔

فلما ولد رسول اللہ ﷺ حجب من السبع ۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد اس پر بالکلیہ پابندی لگادی گئی۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۱، بحوالہ زبیر بن بکار ابن عساکر عن معروف بن خربوز)۔

شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں: ومن ذلک ما وقع من زیادۃ حراسۃ السماء بالشھب وقطع رصد الشیاطین ومنعھم من استراق السمع ۔ یعنی آسمان پر شیاطین کے آنے جانے اور کان لگا کر ملائکہ کرام کا کلام سننے پر پابندی لگادی گئی۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں ستاروں کو ان پر حملہ کرنے کے لیۓ الرٹ کردیا گیا۔ (ماثبت من السنۃ صفحہ ۹۴)۔

۱۳۲، ۱۳۳: **سجدہ اور کلام وغیرہ:** آپ ﷺ نے ولادت با سعادت کے وقت رکوع فرمایا، سجدہ فرمایا، سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا، مٹی کی مٹھی بھری، انگشت شہادت کھڑی فرمائی۔ یہ سب خوارق عادت اور معجزات ہیں جو پیش نظر بحث میں ہمارے موقف کی دلیل ہیں۔

چنانچہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فنظرت الیہ فاذا ھو ساجد قد رفع اصبعیہ کالمتفرع المبتھل یعنی میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ سجدہ میں تھے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کے بیان کی غرض سے انگشتان مبارک آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھیں۔

ملاحظہ ہو: (ماثبت من السنة صفحہ ۹۰ بحوالہ ابونعیم عن ابن عباس. نیز حجة اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴ بحوالہ محاضرۃ شیخ اکبر)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''وقع علی الارض معتمدا علی یدیہ'' یعنی زمین پر اس طرح سے تشریف لائے جیسے سجدہ کرنے والا سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتا ہے۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد، ابن عساکر، نیز ماثبت من السنة صفحہ ۹۰ بحوالہ ابن سعد عن عطا عن ابن عباس، نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۹ بحوالہ ابن سعد)۔

حسان بن عطیہ سے روایت ہے: لما ولد وقع علی کفیہ و رکبتیہ۔ یعنی وقت ولادت مبارکہ اپنے گھٹنے مبارک اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد)۔

داؤد بن ابی ہند کی روایت میں یہ لفظ ہیں: واتقی الارض بکفیہ حین وقع۔ (خصائص جلد اوّل صفحہ ۴۶)

ابن کثیر نے لکھا: وقال بعضھم وقع جاثیا علی رکبتیہ۔ (البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۰)

ماثبت من السنہ صفحہ ۹۰ میں بحوالہ طبرانی نیز مدارج جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں ہے: وقع مقبوضة اصابع یدیہ مشیرا بالسبابة کالمسبح بھا۔ انگشتان شہادت اٹھائی ہوئی تھیں اور باقی انگلیاں بند کر رکھی تھیں۔ جیسے کلمہ شہادت پڑھتے وقت اٹھائی جاتی ہیں۔ اھ۔

نیز سبل الھدیٰ (جلد اول صفحہ ۳۴۳) میں ہے سیدہ فرماتی ہیں: میں نے گھٹنے کے بل بیٹھا پایا نظریں آسمان کی جانب تھی پھر آپ نے مٹی کی مٹھی بھری: واھوی ساجدا۔ بعد ازاں آپ سجدہ میں چلے گئے۔ (الوفاء لابن الجوزی)۔

علامہ علی القاری ارقام فرماتے ہیں: واھوی ساجدا۔ پیدا ہوتے ہی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔ (مورد الروی فی المولد النبوی ﷺ صفحہ ۸۳)۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: در وقت ولادت ساجد و راکع، نظر بجانب آسمان داشتہ و انگشت شہادت برداشتہ۔ (مدراج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۱۶)

خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ میں بحوالہ ابن سعد و ابن عساکر عن ابن عباس نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۰ میں بحوالہ ابن سعد لکھا ہے: ''ورفع رأسہ الی السماء''۔

نیز الخصائص میں بحوالہ ابن سعد عن حسان بن عطیہ نیز عن موسیٰ بن عبید عن اخیہ مرقوم ہے:

شاخصا بصرہ الی السماء۔ (جلد اول صفحہ ۴۶)۔

نیز داؤد بن ابی الہند کی روایت میں اس طرح ہے: و اصبح یتأمل السماء بعینیہ ۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابو نعیم)۔

اقول: ان روایات میں کچھ تخالف نہیں بلکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو پورے سجدہ کی کیفیت بنتی ہے جو مختلف روایات میں متفرقاً مذکور ہے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا اور انگشتان شہادت کو اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھنا، وقت تحریمہ کی کیفیت کے قائم مقام ہوا۔ سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنے زمین پر رکھے جاتے ہیں پھر ہاتھوں کے رکھنے کی باری آتی ہے پھر جبیں سائی کی جاتی ہے۔ (سجدہ کرنے کا ایک حوالہ شروع میں بھی آ چکا ہے)۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں: ''ثم اخذ قبضۃ من تراب فقبضھا'' بعد ازاں آپ نے مٹی کی مٹھی لے کر مٹھی بند فرمالی۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد، ابن عساکر عن ابن عباس، نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰، بحوالہ ابن سعد، نیز ما ثبت من السنۃ صفحہ ۹۰ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

حضور کی ولادت مبارکہ کی یہ کیفیت سن کر اس دور کے ایک شخص نے کہا: ''لئن صدق ھذا الفال لیغلبن ھذا المولود اھل الارض'' اگر یہ خبر درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اہل زمین پر غلبہ پائے گا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴۶ بحوالہ ابن سعد عن موسیٰ بن عبیدہ عن اخیہ)۔

خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳ میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے لکھا: ''تکلم اول ماولد'' آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا۔ نیز ملاحظہ ہو: (حجۃ اللہ صفحہ ۲۳۳)۔

نیز حجۃ اللہ میں بحوالہ سہیلی لکھا ہے: آپ نے یہ لفظ ارشاد فرمائے تھے: ''جلال ربی رفیع'' مرا رب سب سے بزرگ و برتر ہے نیز یہ لفظ بھی منقول ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا ۔(صفحہ ۲۲۸، ۲۵۶)۔

اقول: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ابھی گذرا ہے کہ آپ ﷺ نے رب ھب لی امتی کے لفظ بھی فرمائے تھے۔

۱۳۴: **ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدائش:** حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ولد النبی ﷺ مختوناً مسروراً'' نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ جدامجد حضرت عبدالمطلب نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا: لیکونن لا بنی ھذا شانا فکان لہ شان '' میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے جس کے چرچے ہوں گے۔ (حضرت عباس نے فرمایا) پس ایسا ہی ہوا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳، بحوالہ ابن سعد، بیہقی، ابو نعیم عن ابن عباس عن ابیہ، نیز

البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ۲۲۱، بحوالہ ابن سعد ابو نعیم۔ نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۲۷)۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی موقوفاً مروی ہے: حیث قال ''ولد مسروراً مختوناً'' ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۳، بحوالہ ابن عساکر حجۃ اللہ صفحہ۲۲۷ بحوالہ ابن عساکر)۔

نیز خصائص کبری جلد اول صفحہ۵۳، بحوالہ ابن عدی و ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت ہے: ولدالنبی ﷺ مسروراً مختوناً۔

اسی میں بحوالہ ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے: ''ان النبی ﷺ ولد مختونا''

شیخ محقق نے فرمایا: ''ولدﷺ معزورا ای مختوناً مسروراً ای مقطوع السرۃ'' (ماثبت من السنہ صفحہ۹۴ نیز مدارج جلد اول صفحہ۱۱۶)

امام ابو عبداللہ الحاکم نے المستدرک میں فرمایا: ''تواترت الاحادیث انہ ولد مختونا'' یعنی احادیث سے بالتواتر ثابت ہے کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ (خصائص جلد اول صفحہ۵۳، ماثبت من السنہ صفحہ ۹۴، حجۃ اللہ صفحہ۲۲۷)۔

نوٹ: بعض روایات میں حکایۃً مذکور ہے کہ ''ختنہ جدہ عبد المطلب ''۔ (ماثبت من السنہ صفحہ۹۴ لفظ ''حکی '') ۔

نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ۲۲۱، بصیغہءِ تمریض روی سے لکھا ہے، ظاہر ہے کہ یہ حکایت بکثرت روایات کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتی جن میں ایک روایت کا تعلق خود حضرت عبدالمطلب سے بھی ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے۔

نیز بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ان جبریل علیہ السلام ختنہ حین طھر قلبہ۔ یعنی شق صدر کے وقت جبریل علیہ السلام نے آپ کا ختنہ بھی کیا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۳، بحوالہ معجم اوسط طبرانی "ابو نعیم" ابن عساکر عن ابی بکر رضی اللہ عنہ)۔

ابن کثیر نے کہا: ''ھذا غریب جداً '' یہ انتہائی نادر بات ہے۔ (یعنی احادیث مشہورہ شق صدر میں یہ جملہ نہیں ملتا صرف اسی طریق میں مذکور ہے)۔ (البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ۲۲۱)۔

نیز شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا: ''قال الذھبی وھذا منکر '' یعنی علامہ ذہبی نے کہا یہ روایت منکر ہے۔ (ماثبت من السنہ صفحہ۹۴ طبع لاہور)۔

رسول اللہ ﷺ کا تصدیقی ارشاد کریم: خود رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ملاحظہ کیجئے: ارشاد فرمایا: ''من کرامتی

علی ربی انی ولدت مختونا ولم یر احد سوأتی ۔یعنی میرے رب نے مجھے جن اعزازات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا کیا گیا ہوں اور اس حوالہ سے میرے جسم کا لائق ستر حصہ کسی نے نہیں دیکھا۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۳،بحوالہ طبرانی الاوسط، ابو نعیم خطیب، ابن عساکر وغیرہ عن انس ﷺ، نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ۲۲۱،بحوالہ ابن عساکر، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۲۷،بحوالہ طبرانی وغیرہ، مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ۱۷ نیز ماثبت من السنۃ صفحہ۹۴ بحوالہ طبرانی، ابو نعیم، خطیب، ابن عساکر عن انس ﷺ)۔

اقول: خصائص جلد اول صفحہ۵۳، ماثبت من السنۃ صفحہ۹۴، اور حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۷ میں ہے:"صححہ الضیاء فی المختارۃ" یعنی محدث ضیاء مقدسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب "مختارۃ" میں صحیح قرار دیا ہے۔

تنبیہ نمبر۱: روایت ہذا میں "کرامت" بمعنیٰ تکریم لغوی ہے پس اس سے مغالطہ نہ کھایا جائے۔ واللہ الموفق۔

تنبیہ نمبر۲: بعض نے جو اس کے خصائص نبی ﷺ سے ہونے کی نفی کی ہے یہ معجزہ ہونے کے خلاف نہیں کیوں کہ اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ بعض دیگر انبیاء علیہم السلام بھی مختون پیدا ہوئے پس یہ مشترک قسم کا امر ہوا، لیکن ہے تو یہ معجزہ ہی کیوں کہ یہ خوارق سے ہے۔فافہم و تدبر۔

۱۳۵: **ہانڈی دو ٹکڑے ہوگئی**: خواتین قریش میں یہ رسم مروّج تھی کہ وہ نومولود بچہ کو پتھر کی ایک ہانڈی کے نیچے چھپا کر رکھ دیتیں جسے صبح نکالا جاتا۔سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے ساتھ بھی یونہی کیا گیا لیکن اس موقع پہ عجیب بات دیکھی گئی کہ"فلما اصبحن اتین فوجدن البرمۃ قد انفلقت عنہ باثنتین فوجدنہ مفتوح العین شاخصا ببصرہ الی السماء" یعنی عورتیں جب صبح آئیں تو پتھر کی وہ ہانڈی دو ٹکڑے ہو کر ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور آپ ﷺ معنیٰ خیز نظروں سے آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

ملاحظہ ہو۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ۵۰،بحوالہ بیہقی، ابن عساکر، عن ابی الحکم التنوخی، نیز بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس وداؤد بن ابی الھند نیز بحوالہ ابن سعد عن عکرمہ، نیز حجۃ اللہ صفحہ۲۲۸ عن ام عثمان رضی اللہ عنہا، نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ۲۲۲ بحوالہ بیہقی عن ابی الحکم)

اقول: یہ بھی خرق عادت اور معجزہ ہے جو حضور اقدس ﷺ کی عظمت وشان کے اظہار کے لیۓ ظاہر ہوا کیوں کہ اس طرح سے ہانڈی کے نیچے رہنا آپ کے وقار کے منافی تھا پس یہ بھی مانحن فیہ کی دلیل ہے۔

۱۳۶: **جھولا فرشتے جھلاتے، چاند کھلونے کا کام دیتا**: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ دعانی الی الدخول فی دینك امارۃ لنبوتك رأیتك فی المھد تناغی القمر و تشیر الیه باصبعك فحیث اشرت الیه مال قال انی کنت احدثه ویحدثنی ویلھینی عن البکاء واسمع وجبته حین یسجد تحت العرش "یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ کے دین میں مجھے آپ کے نبی ہونے کی ایک نشانی لائی تھی جو آپ کے گھوارے میں ہونے کے زمانہ کی ہے جو میرے علم میں آئی تھی اور وہ یہ ہے کہ آپ چاند سے کلام فرماتے اور وہ آپ کے اشارہ پر چلتا تھا۔ فرمایا واقعی میں اس سے اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اس طرح سے وہ میرا دل بہلاتا تھا (یہ تو معمولی بات ہے اس سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ) میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے اس کے سجدہ میں جانے کی آواز کو بھی سنا کرتا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳، بحوالہ بیہقی، صابونی، خطیب، ابن عساکر رضی اللہ عنہ، نیز حجۃ اللہ صفحہ ۲۳۳، بحوالہ جات مذکورہ نیز ماثبت من السنہ صفحہ ۱۰۸، بحوالہ جات مذکورہ، سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۴۹ بحوالہ طبرانی، بیہقی)۔

سبل، خصائص اور ماثبت میں ہے امام صابونی نے فرمایا: "المتن فی المعجزات حسن "یعنی معجزات نبی ﷺ میں ہونے کے باعث اس کا متن حسن (لائق احتجاج) ہے۔

۱۳۷: **امام ابن سبع نے فرمایا**: حضور کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ "ان مھدہ کان یتحرك بتحریك الملائکه" آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھولاتے تھے۔ ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳، کلاھما عن الخصائص لابن سبع رحمۃ اللہ علیہ)۔

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ے جنبید مھد وے بجنبا نیدن ملائکہ" "سخن مے کرد باوے قمر درمھد ومیل مے کرد بھر جانب کہ اشارت مے کرد" یعنی آپ کا جھولا فرشتے جھولاتے تھے اور چاند گھوارے میں آپ سے سرگوشی کرتا اور آپ کے اشارے پر چلتا تھا۔ ﷺ۔ (مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۱۶)۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

(حدائق بخشش صفحہ ۴۷ طبع مسلم کتابوی لاہور)

اقول: یہ بھی آپ کے معجزات ہیں اور اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل۔ ﷺ.

علامہ صابونی پھر سیوطی پھر محدث دہلوی رحمہم اللہ نے فی المعجزات کہہ کر اسے معجزہ کہا جب کہ معجزہ

نبی کا ہوتا ہے۔

مضمون روایت کی تائید واقعہ غزوۂ بدر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حضرت عباس کے قتل نہ کرنے کا فرمایا تھا اور وجہ یہ بیان فرمائی تھی کہ وہ دل سے مسلمان ہیں۔

۱۳۸: **خرق معجزات**: حضرت سیدہ والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فولدته نظيفا مابه قذر ''یعنی آپ انتہائی صاف ستھرے پیدا ہوئے، جسم مبارک پر کسی قسم کی کوئی آلائش نہ تھی۔(خصائص کبریٰ، جلد اول صفحہ ۴۶، بحوالہ ابن سعد عن اسحاق بن عبداللہ، حجۃ اللہ صفحہ ۲۲۷ بحوالہ ابن سعد)۔

اقول: بعض روایات میں ''طیباً طاہراً'' کے الفاظ ہیں۔

یہ بھی منقول ہے کہ ''ولد ﷺ كحيلا في لفظ مكحولاً وفي آخر مكتحلا ومدهونا وعندالبعض مدهّنا'' یعنی سراقدس ﷺ کے بالوں پر تیل لگا ہوا تھا اور چشمان مبارک میں سرمہ ڈلا ہوا تھا۔

خلاصہ یہ کہ ولادت باسعادت کے وقت بے شمار معجزات کا ظہور ہوا جن کی بعض مثالیں ہم نے پیش کردی ہیں۔ بالاستیعاب دیکھنے کے لیے متعلقہ کتب سیر کے مطلوبہ مقامات کا مطالعہ کیا جائے۔

ائمہ شان اور علماء اسلام نے انہیں آپ ﷺ کے معجزات میں شمار کیا ہے پس وقت ولادت باسعادت ان روایات کے دلیل نبوت ہونے میں کچھ اشتباہ نہ رہا۔

چنانچہ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے اس موقع پر بعض واقعات پر عنوان قائم فرمایا ہے: ''باب ماظهر في ليلة مولده ﷺ من المعجزات والخصائص''۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۴۵)۔

علامہ نبہانی نے یہ عنوان دیا: ''الباب الثاني في بعض ما وقع من الآيات وخوارق العادات مدة حمله وولادته ﷺ''۔(حجۃ اللہ صفحہ ۲۲۳)۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا: ''فصل فيما وقع من الآيات ليلة مولده عليه الصلاة والسلام''۔ (بدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۶۲)

شیخ محقق فرماتے ہیں: ''وآیات وکرامات کہ در ولادت آنحضرت ﷺ ظاہر شد زیادہ بر آنست کہ در حد حصر واحصار در آمد وآنچہ مذکور شد پارۂ ازاں است'' یعنی حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کے اعزاز میں آپ کے معجزات اس قدر کثرت سے ظاہر ہوئے کہ انہیں گنتی اور شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔ جو بیان ہوا ہے وہ محض بطور نمونہ ہے۔(مدارج جلد دوم صفحہ ۱۷)۔

اقول: ''کرامات'' کا لفظ یہاں بمعنی اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہے، اعني تكريمات جس کی دلیل

''آیات'' کالفظ بھی ہے۔ جواس سے قبل متصلاً موجود ہے جب کہ اس جیسے موقع کے حوالہ سے لفظ ''آیۃ'' کا بمعنیٰ معجزہ ہونا قرآن سے ثابت ہے جو متعدد آیات قرآنیہ میں مذکور ہے۔ مثلاً وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

اور اگر بمعنیٰ علامت اور نشانی بھی ہو جیسے آیت کریمہ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ الآیہ میں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیوں کہ مانحن فیہ میں آیت سے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی علامت اور نشانی مراد ہے۔ (والحمد للہ)

دلیل نمبر ۱۳۹ (انی رسول اللہ ﷺ):

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے وقت ولادت سجدہ سے سر مبارک اٹھانے کے بعد بزبان فصیح وبلیغ یہ لفظ ارشاد فرمائے: ''لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ'' ''اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں'' ملاحظہ ہو۔ (شواہد النبوۃ، مترجم اردو صفحہ ۵۶، ۵۷، رکن دوم، مؤلفہ علامہ جامی قدس سرہ السامی، طبع لاہور)۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی (متوفی ۱۱۳۷ھ) پھر علامہ نبہانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو بڑا رتبہ عطا فرمایا: ''حیث ان اللہ اکرمہ بالسجدۃ عند الولادۃ والشہادۃ بانہ رسول اللہ'' کیوں کہ اللہ کے فضل سے آپ نے اپنی ولادت باسعادت کے وقت اللہ کے حضور سجدہ فرمایا اور اپنے ''رسول اللہ'' ہونے کا اظہار فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۳۱ طبع مصر)۔

دلیل نمبر ۱۴۰ (فیصلۂ سطیح):

دلیل نمبر ۵۰ کے تحت تفصیل سے گذرا ہے کہ وقت ولادت مبارکہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا، اس کے چودہ کنگرے گر گئے، اس کا اگلا حصہ یہ ہے کہ وہ اس سے بہت خوف زدہ ہو گیا۔ تخت پر بیٹھا پریشانی کو چھپانے کی بڑی کوشش کی مگر سخت بے چینی کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار تھے۔ اتنے میں اسے ہزار سال سے روشن نارِ فارس (آتش کدہء ایران) کے سرد پڑ جانے کی اطلاع بھی ملی جس سے اس کی فکر اور بڑھ گئی۔

اس دوران اس کی سلطنت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ''موبذان'' نے اسے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انتہائی موٹے تازے اونٹ ہیں جو تیز بھاگتے آئے ہیں اسی طرح چاک وچوبند گھوڑوں کا گلہ دوڑتا نمودار ہوا ہے جنہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور پوری سلطنت میں پھیل گئے ہیں۔ بادشاہ نے جھنجھلا کر اس سے پوچھا اس کا کیا مطلب ہوگا؟ اس نے کہا سرزمین عرب سے لگتا ہے کوئی حادثہ پیش آئے گا۔

بحیرۂ ساوہ کے یکا یک خشک ہو جانے اور ہزار سال سے خشک پڑی ''وادیٔ سماوہ'' کے پانی سے لبالب پُر ہو جانے کی خبروں نے اسے مزید غم میں ڈالا اور ہیبت زدہ کیا۔

اس سب کی صحیح حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اس نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ وہ اس کے پاس کسی عالم کو بھیجے۔ اس نے عبدالمسیح غسانی کو بھیجا۔ کسریٰ نے پورا ماجرا اس کے سامنے رکھا۔ عبدالمسیح نے کہا: ''علم ذلك عند خال لي يسكن مشارف الشام يقال له سطيح'' اس کا صحیح پتہ میرا ماموں دے سکتا ہے جس کا نام ''سطیح'' ہے جو اطراف شام میں رہتا ہے۔ چنانچہ وہ سطیح کے پاس پہنچا جس کا آخری وقت تھا۔ بڑی کوشش سے اس نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا ویسے بھی اسے متوجہ کرنے میں کافی زور لگانا پڑتا تھا کیوں کہ وہ عجیب الخلقت شخص تھا جس کے جسم میں سر، گردن اور ہاتھوں کے علاوہ کہیں ہڈیاں نہیں تھیں۔ تفصیل باب نمبر ۵ میں گذر چکی ہے اور اب تو سکرات کی کیفیت بھی تھی۔ فی روایۃ سات سو برس کی سن رسیدگی اس پر مستزاد تھی۔ بہر حال سطیح نے عبدالمسیح کو پہچان لیا اور اسکے آنے کا مقصد اور مضمون سوال بھی خود بیان کیا پھر ہنس کر اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: ''اذا كثرت التلاوة وظهر صاحب الهراوة وفاض وادي السماوة وغاضت بحيرة ساوة وخمدت نار فارس فليس الشام لسطيح شاما يملك منهم ملوك وملكات علىٰ عدد الشرفات وكل ما هو آت آت''۔

خلاصہ یہ کہ جب چند نشانیاں ظاہر ہو گئیں تو سلطنت فارس کا خاتمہ ہو جائے گا قرآن کی کثرت سے تلاوت کرنے والے صاحبِ عصا (مراد سید عالم ﷺ) کا جب ظہور ہو گا اور وادی سماوی پانی سے لبالب پُر ہو کر بہہ نکلی نیز بحیرہ ساوہ کا پانی زمین میں دھنس گیا اور آتش کدۂ ایران سرد پڑ گیا تو اس وقت سطیح کا شام سے کچھ علاقہ نہیں رہے گا۔ یعنی وہ فوت ہو جائے گا، کسریٰ کے محل کی تعداد کے مطابق حکمران، حکومت کریں گے پھر جو ہونا ہے ہو گا۔ ''ثم قضیٰ سطيح مكانه'' جونہی یہ بات مکمل ہوئی، سطیح فوت ہو گیا۔

عبدالمسیح نے واپس آ کر بادشاہ کو اس سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے دل میں کہا جب تک ہمارے اتنے بادشاہ گذریں گے ہم بہت کچھ سوچ لیں گے لیکن ان کے دس حکمران چار سالوں میں بھگت گئے، باقی بچے چار جن کا خاتمہ حضرت امیر المومنین عثمان ذوالنورین اور ایک روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم کے زمانہ تک ہو گیا۔ لشکر اسلام نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت ایران (فارس) کے آخری حکمران یزدجر پر چڑھائی کی ایران فتح ہوا۔ یزدجر بھاگ نکلا پھر کئی بار لشکر تیار کر کے اہل اسلام سے جنگ کی مگر ہر بار اسے شکست ہوئی۔ عاجز آ کر خراسان کا رخ کیا اور کچھ عرصہ بعد مرو میں مارا گیا (ملخصاً)

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۵۱ بحوالہ بیہقی، ابونعیم، خرائطی، ابن عساکر عن ھانی المخزومی نیز مدارج النبوۃ فارسی، جلد دوم صفحہ ۱۷، البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸ بحوالہ خرائطی، بیہقی، نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۳)۔

ابن کثیر لکھتے ہیں: کان آخر ملوکھم الذی سلب منه الملك یزدجربن شھر یار(الی) وھو الذی انشق الایوان فی زمانه۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۶)۔

یعنی سلطنت فارس کا آخری حکمران یزدجر بن شہر یار تھا جس سے حکومت چھن گئی اور جس کے زمانہ میں محل متزلزل ہوا تھا۔

نیز اسی کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھا ہے: ''وکان ذلك بعدمولد رسول اللّٰہ ﷺ بشھر او شیة ای اقل منه''یعنی سطیح کا یہ بیان اس وقت کا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کو کم وبیش ایک ماہ ہوا تھا۔

اقول: سطیح کا یہ بیان اس امر کی دوٹوک تصدیق ہے کہ یہ خوارق عادات حضور اقدس ﷺ ہی کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ نیز اس نے آپ ﷺ کی بحیثیت نبی ورسول آمد کو آپ کے ظہور سے تعبیر کیا ہے، اشارف زمانہ کی طرح نبی بننے کے معنیٰ میں نہیں لیا۔

فائدہ: نمبرا:۔ البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۸ میں بحوالہ ابن عساکر لکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے سطیح سے سوال کیا کہ آپ کے اس علم کا ماخذ کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ ایک ایسے جن سے میری دوستی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فیض یافتہ ہے اور وہ ہر مرحلہ پر میرے ساتھ رہتا ہے۔

فائدہ: نمبر۲:۔ اسی میں اسی صفحہ پر ہے کہ عبدالمسیح غسانی وہی شخص ہے جس کے ہاتھ سے حضرت سیف اللہ خالد بن لید رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر زہر پی لی تھی جس کا کوئی منفی اثر آپ پر نہ ہوا تھا۔

دلیل نمبر ۱۴۱: (اَنَّهٗ لَنَبِيٌّ يُبْعَثُ):

بعض روایات میں یہ بھی ہے کسریٰ نے سب سے پہلے اپنے ملک کے کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کر کے ان سے ماجرا کی وجہ پوچھی تھی سب نے اس کا ایک ہی مطلب لیا لیکن کسریٰ کے سامنے کھول کر بیان کرنے کی بجائے اسے گول کر گئے، پھر جب وہ اکیلے بیٹھے تو انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ''انه لنبی یبعث او ھو مبعوث یسلب ھذا الملك ملکه''یعنی ایک نبی مبعوث ہو چکا ہے یا عنقریب اس کی بعثت ہوگی جو اس بادشاہ کی بادشاہی کے سلب وزوال کا سبب بنے گا۔ (سبل الھدیٰ جلداول صفحہ ۳۵۳ بحوالہ ابن جریر طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

اقول: عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ نبی اسی وقت بھی ہیں البتہ بعثت بعد میں ہو گی یا بعد میں ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۴۲ (وُلِدَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ نَبِيٌّ):

ایک طویل حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ کی ولادت کی شب مکۃ المکرّمہ میں رہائش پذیر (سابقہ کتب سماویہ کے شناسا) ایک یہودی تاجر نے پریشان ہو کر قریش مکہ سے پوچھا کیا تمہارے ہاں آج کی رات کسی بچے کی ولادت ہوئی ہے؟ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اس نے جواباً کہا: ''احفظوا ما اقول لکم ولد هذه الليلة نبي هذه الامة الاخيرة بين كتفيه علامة ''یعنی میری بات خوب ذہن نشین کر لو کہ آج رات اس آخری امت کے نبی کی ولادت ہو چکی ہے جن کے دونوں کندھوں کے درمیان ان کے نبی ہونے کی علامت ثبت ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت کی خبر پھیلی وہ یہودی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حضور پہنچا اور اس نے آپ علیہ السلام کی زیارت کی درخواست کی، علامت نبوت کو دیکھتے ہی غش کھا کر گر گیا۔

افاقہ ہونے کے بعد لوگوں نے کہا اس میں اس قدر پریشانی والی کیا بات ہے؟ کہنے لگا: ''واللہ ذهبت النبوة من بني اسرائيل ''قسم بخدا نبوت خاندانِ بنی اسرائیل سے ختم ہو چکی ہے۔

پھر اس نے قریش مکہ سے کہا: خوش تم بھی نہ ہو، اب روئے زمین پر اسی آنے والے کا سکہ چلے گا۔

(ملخصاً) (اخرجه ابن سعد والحاكم والبيهقي وابو نعيم عن ام المومنين عائشه رضی اللہ عنہا)

(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۴۹، نیز الوفاء صفحہ ۹۵، نیز سبل الہدیٰ جلد اول صفحہ ۳۳۹ بحوالہ ابن سعد، حاکم و ابو نعیم بسند حسن عنہا)۔

اقول: روایت ہذا کے الفاظ ''نبي هذه الامة'' ''بين كتفيه علامة'' اور ''ذهبت النبوة'' اپنے منطوق میں صریح ہیں جو قطعاً محتاج بیاں نہیں۔

دلیل نمبر ۱۴۳ (خاتم نبوت):

رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کی درمیان آپ کے نبی ہونے کی خاص نشانی قدرتی طور پر ثبت تھی جسے مہر نبوت کہا جاتا ہے جو مجموعی طور پر بالتواتر ثابت اور حدیث و سیر کی سینکڑوں کتب میں مذکور اور ''خاتم النبوة'' وغیرہ کے زیرِ عنوان مرقوم و مزبور ہے کتب سابقہ میں بھی اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مسند احمد، بیہقی، طبقات ابن سعد، تاریخِ بخاری، حاکم فی المستدرک والتاریخ، ابویعلیٰ، طبرانی ابن عساکر، ابونعیم، ابن ابی خیثمہ فی التاریخ عن السائب بن یزید و جابر بن سمرة و عبداللہ بن سرجس وقرة وابی رمثة وابی سعید و سلمان الفارسی وابی زید و عباد بن عمرو وام المؤمنین الصدیقہ وامیر المؤمنین علی و وہب بن منبہ رضوان اللہ علیہم

اجمعین۔ الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۹ تا ۶۱، نیز صفحہ ۷۳، نیز الخصائص جلد اول صفحہ ۴۹، بحوالہ حافظ ابوزکریا یحیٰ بن عائذ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن السیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا)۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا: ''اختلف العلماء ھل ولد وھو بہ او وضع بعد ولادتہ ''یعنی علماء کا اس میں اختلاف کہ یہ مہر نبوت پیدائشی تھی یا بعد از ولادت با سعادت ثبت کی گئی۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۶۰)۔

جس کا صریح مفاد یہ ہے کہ مہر نبوت کے ثبوت میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں یہ بھی پیش نظر موقف کی دلیل ہے اور اس امر کا بیّن ثبوت کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کی یہ علامت مبارکہ سب پر عیاں تھی ورنہ غیر نبی کے جسم پر مہر نبوت کے کیا معنیٰ؟ واللہ الهادی والموفق۔

حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''خاتم نبوۃ'' کی تحریر کلمہ طیبہ تھی دو لائنیں تھیں اوپر کی لائن میں ''لا الہ الا اللہ'' اور نیچے والی میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۷۵ بحوالہ ابن عساکر عن ابن عمر)۔

دلیل نمبر ۱۴۴ (رَنّ ابلیس حین وُلد النبی ﷺ):

امام بقی بن مخلد سے منقول ہے: ابلیس چار مرتبہ بہت رویا۔ ''رنۃ حین لعن ورنۃ حین اھبط ورنۃ حین ولد النبی ﷺ ورنۃ حین انزلت فاتحۃ الکتاب'' (۱) جب وہ ملعون قرار پایا۔ (۲) جب اسے جنت سے نیچے پھینکا گیا۔ (۳) جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت با سعادت ہوئی اور (۴) جب سورۂ فاتحہ اتاری گئی۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۵۰ بحوالہ سھیلی وابو الربیع وغیرھما)۔

دلیل نمبر ۱۴۵ (شب میلاد بت سے نداء نیز شہادت نجاشی):

زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں واقعۂ فیل کے بعد نجاشی (شاہِ حبشہ) کے پاس گئے۔ بادشاہ نے کہا: قرشی دوستو سچ سچ بتانا کیا تمہارے ہاں ایسا کوئی بچہ پیدا ہوا تھا جسے اس کے والد نے ذبح کرنے کا پروگرام بنایا پھر قرعہ اندازی سے اسے نجات ملی اور بطور فدیہ اس کی جگہ بے شمار اونٹ ذبح کئے گئے ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے کہا اس کے بعد اس کا کیا بنا؟ جواب دیا اس نے آمنہ نامی ایک خاتون سے شادی کی جو حاملہ ہوئیں۔ پوچھا: پتہ ہے کہ اس خاتون نے کوئی بچہ جنم بھی دیا یا نہیں؟ ورقہ نے کہا: میں ایک شب اپنے ایک بت کے پاس تھا اچانک اس کے اندر سے یہ نداء آئی۔

ولـــد الـــنبـــی فـــذلـــت الامـــلاك

ونـــأی الـــضـــلال وادبـــر الاشـــراك

یعنی اللہ کے نبی کی ولادت ہوگئی ہے اب کفر کے سرغنے کافر بادشاہوں کی شامت آئی نیز گمراہی دفع ہوئی اور ابھی شرک مٹا۔

زید بن عمرو بن نفیل نے بھی اس شب کے کچھ عجائب کے مشاہدہ کا ذکر کیا۔

بادشاہ نے کہا میں نے اس شب رؤیا میں دیکھا کہ زمین سے گردن تک ایک سر نمودار ہوا ہے جس نے اپنے کلام میں کہا: ''ولـد الـنبـی الامـی الحرمی المكی من اجابه سعد ومن اباه عند'' یعنی حرم مکہ کے باسی نبی اُمی کی ولاست باسعادت ہوگئی ہے جس نے ان کا کہنا مانا وہ نیک بخت ہوا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ بد بخت ہوا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۲ بحوالہ خرائطی عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۵۱ بحوالہ مذکورہ)۔

دلیل نمبر ۱۴۶ (شب میلاد اطلاعات نبوت از یہود):

حضرت حسان فرماتے ہیں: میری عمر سات برس تھی ایک شخص نے میرے والد کو آکر بتایا کہ قریظہ میں ایک یہودی کہہ رہا ہے: ''قد اظل خروج نبی'' ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے۔ حسان فرماتے ہیں: اسی شب صبح صادق کے وقت میں نے سخت چیخنے کی آواز سنی، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک یہودی نے ہاتھ میں آگ کا شعلہ لیا ہوا ہے اور ٹیلہ پر کھڑا شور کر رہا ہے لوگوں نے جمع ہو کر پوچھا کیا ہوا تجھے؟ اس نے کہا: ''ھـذا کوکب احمد قد طلع ھذا کوکب لایطلع الا بالنبوة ولم یبق من الانبیاء الا احمد'' یعنی میرے سامنے ایک ستارہ ہے جو ہمیشہ اس وقت طلوع ہوا جب کسی نبی کی پیدائش ہوئی نبیوں میں ایک ہی نبی باقی رہ گئے تھے جن کا نام احمد ہے اب وہ طلوع ہو گیا ہے لہٰذا اس نبی کی ولادت ہوگئی ہے۔ ﷺ۔

حسان فرماتے ہیں لوگ اس پر اظہار تعجب کرنے اور اس کا تمسخرہ اڑاتے ہوئے چلے گئے۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۵، ۲۶ بحوالہ ابو نعیم عن حسان بن ثابت)۔

حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور کی آمد سے پہلے یہود کا یہ معمول تھا کہ کـــانـــوا یـذکـرون نبیا یبعث بمكة اسمه احمد ولم یبق من الانبیاء غیره '' وہ ایک نبی کا ذکر کرتے جن کا ظہور مکہ سے ہوگا نام نامی احمد ہوگا اور نبیوں میں صرف وہی رہ گئے ہیں۔ ایک رات ہم نے کسی کے چیخنے کی آواز سنی، لوگ گھبرا اٹھے کہ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ پھر وہ آواز دھیمی ہوگئی پھر اسی طرح چیخنے کی آواز آئی، ہم نے غور کیا تو وہ

چیخنے والا کہہ رہا تھا: ''یـااھـل یثرب ھذا کو کب احمد الذی ولد بہ '' یثرب والو! یہ ستارہ نشاندھی کر رہا ہے کہ اس احمد کی ولادت ہو چکی ہے۔الخ۔(ﷺ)(ملخصاً)(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۶، بحوالہ واقدی، ابونعیم)

بعض روایات میں اس سلسلہ کے یہ لفظ منقول ہیں: ''یـا اھل یثرب قد ذھبت و اللّٰہ نبـوۃ بنی اسـرائیل ھذا نجم قد طلع بمولد احمد وھو نبی آخر الانبیاء ''الخ۔یعنی اے اہل یثرب! قسم بخدا آج خاندان بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہو چکی ہے یہ ایک ستارہ ہے جو احمد کی ولادت کے باعث طلوع ہوا ہے جو سب سے آخری نبی ہیں۔ﷺ ملاحظہ ہو۔(خصائص کبریٰ، جلد اول صفحہ ۲۷ بحوالہ ابـو نـعیـم عـن زیـاد بن لبید)۔

دلیل نمبر ۱۴۷ (صبح ولادت باسعادت شہادت عیص الراہب):

مرالظہر ان نامی مقام پر عیص نام کے ایک انتہائی کثیر العلم اور صالح راہب کا قیام تھا۔وہ وقتاً فوقتاً مکۃ المکرّمہ میں آ کر لوگوں سے کہتا: عنقریب ایک ہستی کی ولادت ہونے والی ہے،عرب وعجم جس کے زیر پا ہوں گے جو ان کی پیروی کرے گا مقصد کو پالے گا اور نافرمانی کرنے والا خائب وخاسر ہوگا میں بھی گھر بار چھوڑ کر انہی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔تمام صعوبتیں انہی کی جستجو میں جھیل رہا ہوں۔

مکۃ المکرّمہ میں جہاں کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے بارے میں معلومات لیتا۔

جب رسول اللّٰہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اسی کی صبح میں حضرت عبدالمطلب اس راہب کی طرف تشریف لے گئے پس آپ نے اس کی خلوت گاہ کے قریب کھڑے ہو کر اسے پکارا۔اس نے آپ کا نام پوچھا آپ نے وضاحت کی،اس نے جھانک کر کہا آپ کے ہاں اس بچہ کی ولادت ہوئی ہے جس کے متعلق میں آپ لوگوں سے کہتا تھا، پیر کا دن ان کا یوم پیدائش ہے اور یہی دن ان کی نبوت کے ظہور کا ہے،ان کی وفات بھی اسی دن میں ہوگی،آج رات وہ ستارہ طلوع ہوا ہے جو آپ کی ولادت کی علامت ہے۔نشانی یہ ہے کہ وہ اس وقت علیل ہیں،تین دن کے بعد صحت یاب ہو جائیں گے۔

آپ ان کے متعلق اپنی زبان کو بند رکھیں کسی کو برملا کچھ نہ بتائیں ایسا نہ ہو کہ کوئی حاسد اور معاند انہیں گزند پہنچائے۔حضرت عبدالمطلب نے کہا ان کی عمر کتنی ہوگی؟ جواب دیا کہ ستر سال بھی پوری نہ ہوگی۔ساٹھ، اکسٹھ یا تریسٹھ برس۔(ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۰،بحوالہ ابو نعیم، ابن عساکر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹،بحوالہ ابو نعیم عن عمرو بن شعیب الخ)

دلیل نمبر ۱۴۸ تا ۱۶۵ (معجزات زمانہ رضاعت):

زمانۂ رضاعت میں بھی بکثرت خوارق کا ظہور رہا جنہیں ائمہ شان اور علماء اسلام نے معجزات کے نام سے یاد کیا ہے۔

چنانچہ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ''باب ماظھر فی زمان رضاعه ﷺ من الآیات والمعجزات'' یعنی آپ ﷺ کے ان معجزات اور علامات نبوت کا بیان جن کا ظہور آپ کے زمانۂ رضاعت میں ہوا۔

ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴)۔

علامہ ابن کثیر نے انہیں ان لفظوں سے معنون کیا ہے: ''ماظھر علیه من البرکة وایات النبوة''

ملاحظہ ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۰)۔

امام علامہ نبہانی نے '' فی بعض ماوقع من الآیات وخوارق العادات '' کے الفاظ سے عنوان دیا ہے ملاحظہ ہو۔ (حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ ۲۵۴)۔

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے لکھتے ہیں: '' آنچہ واقع شدہ است دراں از فضائل و کرامات و معجزات آنحضرت ﷺ خارج از حد حصر واحصاء است'' یعنی اس دوران آپ ﷺ کے جو فضائل' آپ کی جو تکریمات اور آپ کے جو معجزات ظاہر ہوئے اس قدر بکثرت ہیں کہ گنتی اور شمار میں نہیں آسکتے۔ (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۹)۔

نیز شیخ نے ان سب عجائب کو تصریحاً معجزات میں رکھا ہے۔ (مدارج جلد اول صفحہ ۴، ۱۷، ۲۱۶ نیز جلد دوم صفحہ ۲۱) لفظہ: وسخن کردن آنحضرت ﷺ در مہد با قمر واشارت کردن بجانب قمر ومیل کردن قمر بجائے کہ اشارت میکرد وجنبانیدن ملائکہ گہوارہ اورا در معجزات مذکور است۔ یعنی گہوارہ میں چاند سے کلام فرمانا، چاند کو اشارہ فرمانا اور چاند کا اشارہ پر چلنا اور ملائکہ کرام کا آپ ﷺ کا جھولا جھولانا یہ سب آپ کے معجزات ہیں۔

جلد اوّل میں خمود نار فارس وغیرہ کو بھی صراحت کے ساتھ معجزات سے شمار کیا ہے۔

یہ بھی آپ ﷺ کے اس زمانہ میں نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

بعض معجزات حسب ذیل ہیں

دلیل نمبر ۱۴۸ (کستوری کی خوشبو کا پھوٹنا):

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میں آپ ﷺ کو لینے کے لیئے دولت کدہ پر حاضر ہوئی اور زیارت کی تو ''تفوح منه رائحة المسك '' آپ سے کستوری کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ (حجة الله على العالمين صفحہ ۲۵۵)۔

دلیل نمبر ۱۴۹ (تبسم اور شعاع نور):

میں نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو ''تبسم ضاحكاوفتح عينيه الي '' آپ نے آنکھیں مبارک کھول کر میری طرف دیکھا اور بہت مسکرائے۔ (حجة الله على العالمين صفحہ ۲۵۵)

عند البعض یہ لفظ ہیں: ''نظر اليها و تبسم'' ''فخرج منهما نورحتي دخل عنان السماء وانا انظر ''پس چشمان مبارک سے ایک نور حسّی برآمد ہوا جو میرے دیکھتے دیکھتے آسمان پر جا پہنچا''۔ (حجة الله على العالمين صفحہ ۲۵۵)۔

دلیل نمبر ۱۵۰ (اونٹنی دودھ دینے لگی اور چھاتی میں دودھ اتر آیا):

فرماتی ہیں: سخت خشک سالی کی وجہ سے اونٹنی کی کھیری بالکل خشک تھی جس سے دودھ کا قطرہ بھی نہیں آتا تھا، میری چھاتی میں بھی دودھ نام کی کوئی چیز نہ تھی، آڑے وقت کے باعث ہماری اور ہمارے بچوں کی راتیں جاگ اور رو کر بیتتیں، لیکن جب میں آپ ﷺ کو مکۃ المکرّمہ میں اقامت گاہ پر لے آئی تو ''فاقبل عليه ثدياي بما شاء من لبن فشرب حتى روى وشرب اخوه حتى روى '' آپ ﷺ کے دہن پاک کو لگاتے ہی میری چھاتی میں وافر مقدار میں دودھ پیدا ہو گیا جسے آپ نے اور آپ کے دودھ شریک نے سیر ہو کر نوش کیا۔

''فحلب منها وشرب وشربت حتى روينا '' میرے شوہر نے اونٹنی کا رخ کیا تو وہ بھی دودھ دینے لگی جسے میں نے اور انہوں نے پیٹ بھر کر پیا۔ ''وبتنابخير ليلة '' اور ہم سب نے رات بڑے مزے سے گذاری۔

رفیق حیات نے کہا: ''والله اني لاراك قد اخذت نسمة مباركة '' حلیمہ! اللہ کی قسم تم تو کوئی بہت بابرکت ہستی کو لائی ہو۔ ''فلم يزل الله يزيدنا خيرا '' پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر حوالہ سے ہمیشہ روز افزوں بہتر

یوں سے نوازا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴، بحوالہ ابن اسحق ابن راھویه، ابو یعلیٰ طبرانی، بیهقی، ابو نعیم، ابن عساکر عن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، نیز البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۱ بحوالہ ابن اسحق، نیز حجة اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵۵ بحوالہ السیرة النبویة نیز مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۰،۱۹)۔

ابن کثیر نے کہا: ''هذا الحديث قد روى من طرق اخر وهو من الاحاديث المشهورة المتداولة بين اهل السير والمغازى۔ (البدایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۲)۔

دلیل نمبر ۱۵۱ (چھاتی ہری ہوگئی):

ایک روایت کے مطابق ''ان احد ثديى حليمة كان لايدر اللبن فلما وضعته فى فم رسول الله ﷺ در اللبن منه''

سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی چھاتی کا ایک حصہ خشک تھا جس میں دودھ کی صلاحیت نہ تھی جب حضرت حلیمہ نے اپنا وہ پستان آپ ﷺ کے دہن پاک پر پیش کیا تو اس سے دودھ جاری ہو گیا۔ (حجة اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵۵)۔

دلیل نمبر ۱۵۲ (دایاں حصہ کو اختیار فرمایا):

''كنت اعطيه الثدى الايمن فيشرب منه ثم احوله الى الثدى الايسر فيأبى ان يشرب منه'' میں آپ کو اپنا دایاں پستان پیش کرتی تو آپ اس سے نوش فرماتے، بایاں پیش کرتی تو بالکل قبول نہ فرماتے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۹، بحوالہ خصائص امام ابن سبع، حجة اللہ صفحہ ۲۵۵)۔

حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵۵، نیز مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۰ میں اتنا مزید ہے: ''وكانت تلك حاله بعد'' یہ کیفیت ہمیشہ رہی۔

اقول: ہوسکتا ہے خشک پستان وہی دایاں پستان ہی ہو جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کے لیے مخصوص فرما کر دوسروں سے محفوظ رکھا ہو جو آپ کی جلوہ گری پر آپ کی برکت سے جاری کیا گیا۔

دایاں کو اختیار فرما کر اشارہ فرمایا کہ ہم اصحاب الیمین ہیں ہمارے دامن سے وابستہ ہونے والوں کو اصحاب الیمین ہونے کی بشارت ہے کہ روز قیامت انہیں نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو کامیابی کی علامت ہوگا جب کہ روگردانوں کو بائیں ہاتھ میں ملے گا جو ان کی ناکامی کی نشانی ہوگا۔

اسی لیے ہر امر میں آپ کو تیامن (دائیں طرف سے آغاز کرنا) پسند تھا۔ ''كان يحب التيامن فى كل شئى حتى التنعل والترجل'' حتیٰ کہ کنگھا کرنے اور جوڑا مبارک پہننے میں بھی اسی کو پسند فرماتے۔

ایک ہی پستان کے نوش کرنے میں بالقاء الٰہی عدل کو قائم فرماتے ہوئے اپنے دودھ شریک کا خیال فرمانا بھی کارفرما تھی جو آپ کے اس وقت نبی ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے۔ بناءً علیہ اس کا بیان علیحدہ سے آرہا ہے۔

دلیل نمبر۱۵۳ (کمزور سواری توانا بن گئی):

فرماتی ہیں: اب ہم آپ کو لے کر اپنی انہی کمزور سواریوں پر وطن کو واپس روانہ ہوئے تو ان میں ایسی طاقت اور تیز رفتاری پیدا ہوئی کہ آگے چلی ہوئی دیگر تمام سواریوں کو انہوں نے پیچھے چھوڑ دیا۔ میری ہم منصب مجھ سے کہتیں حلیمہ! کیا یہ وہی سواری ہے۔ جس پر تم آئی تھیں؟

میں کہتی: ''نعم و اللہ انہا لھی '' میں کہتی واللہ بالکل وہی ہے۔

جواب دیتیں: و اللہ ان لھا شأنا ۔اللہ کی قسم اس کی تو شان ہی اور ہوگئی ہے۔(خصائص کبریٰ جلد صفحہ وحوالہ جات مذکورہ) نیز مدارج ، حجۃ اللہ ، البدایہ و النہایہ)

ایک روایت میں ہے حضرت حلیمہ نے جواباً فرمایا تھا: ''اخذت خیر مولود ''یعنی یہ سب اس بچے کی برکات ہیں۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷ ، بحوالہ ابن سعد ، ابو نعیم ابن عساکر عن یحیٰ السعدی)

دلیل نمبر۱۵۴ (بکریوں کے دودھ وغیرہ میں برکت):

گھر پہنچے تو تروح غنمی شباعا لبنا فلم یزل اللہ یرینا البرکۃ و نتعرفھا میری بکریاں چر کر آتیں تو ان کی کھیریاں دودھ سے پُر ہوتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیں ہر حوالہ سے ہر چیز میں نمایاں برکت دی۔

(خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۵۴ ، بحوالہ جات مذکورہ ، نیز البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۱ ، مدراج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۹، ۲۰، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵۵)۔

خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۸ میں ابن سعد وغیرہ کے حوالہ سے حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے فکانوا یحلبون منھا غبوقا و صبوحا ، دن رات جب مرضی آتی دودھ دوہتے جو ختم ہونے میں نہ آتا۔

دلیل نمبر۱۵۵ (پورے محلہ میں خوشبو):

فرماتی ہیں جب ہم آپ کو اپنے گھر لے کر پہنچے تو ''لم یبق منزل من منازل بنی سعد الا شممنا بہ ریح المسک ''قبیلہ بنو سعد کے ہر گھر سے ہمیں کستوری کی خوشبو آتی۔(حجۃ اللہ صفحہ ۲۵۶)۔

دلیل نمبر۱۵۶ (حضرت حلیمہ کا گھر مرکز صحت بن گیا):

فرماتی ہیں: جب کسی کو کسی قسم کی بیماری ہوتی یا کسی کا اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتے تو ''اخذ کفہ ﷺ و

یضعها علی موضع الاذی فیبرأ باذن اللّٰہ تعالٰی ''مقام ماؤف پر آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر مل دیتا تو اللہ تعالٰی کے فضل سے وہ فوراً صحت یاب ہو جاتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۵۶)

دلیل نمبر ۱۵۷ (کپڑوں میں کبھی ضرورت پوری نہ کی):

مدارج جلد دوم صفحہ ۲۱ میں ہے: ''ہرگز آنحضرت ﷺ در جامۂ خود بول وغائط نکردے چنانکہ عادت اطفال مے باشد ہر روز وقتے معین داشت'' اھ۔

دلیل نمبر ۱۵۸ (ستر پوشی غیب سے ہو جاتی):

زمانۂ رضاعت مبارکہ میں جسم مبارک کے لائق ستر حصہ سے کپڑا ہٹ جاتا تو گریہ فرماتے جسے فوری ڈھانپ دیا جاتا۔ اگر کسی وجہ سے تھوڑی دیر ہو جاتی تو ''از غیب پوشیدہ شدے'' غیب سے اس کا انتظام ہو جاتا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۱)۔

دلیل نمبر ۱۵۹ (نشوونما ممتاز شان سے):

فرماتی ہیں: ''فکان یشب شبابا لایشبہ الغلمان فو اللہ ما بلغ السنتین حتیٰ کان غلاما جفرا'' آپ کی نشوونما دوسرے بچوں کی نشوونما سے مختلف انداز سے ہوئی۔ میں اللہ کی قسم اٹھا کر حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ آپ جب دو برس کے ہوئے تو اس عمر کے لگتے تھے جس میں بچہ مکمل طور پر کھانا کھاتا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴، بحوالہ جات مذکورہ نیز البدایہ و النہایہ، مدارج، حجۃ اللہ جلد و صفحہ مذکورہ)۔

ایک روایت میں ہے: ''ینبتہ اللہ نباتا حسنا لما یرید بہ کرامتہ ''اللہ تعالٰی نے آپ کے اعزاز کے پیش نظر دوسروں سے ہٹ کر نشوونما فرمائی۔ (البدایہ و النہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۷)۔

ایک اور روایت میں ہے: ''وکانہ ابن اربع سنین ''دو سال کی عمر شریف میں آپ چار سال کے لگتے تھے۔ (ﷺ) (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷، ۵۸، بحوالہ ابو نعیم عن عبدالصمد بن محمد السعدی عن ابیہ عن جدہ)۔

حجۃ اللہ علی العالمین (صفحہ ۲۵۵) میں ہے: آپ دو ماہ کی عمر میں پہلو خود بدل لیتے تھے۔ تین ماہ کی عمر میں اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے، چار ماہ کی عمر میں دیوار کے سہارے چلنے لگ گئے اور پانچ ماہ کی عمر میں پوری طرح خود چلنے لگے تھے۔ آٹھ ماہ کی عمر میں بولنا شروع فرمایا اور نو ماہ میں فصیح کلام فرمانے لگے تھے۔ جب عمر شریف دس ماہ کی ہوئی تو تیر اندازی فرما لیتے۔ اھ۔ (ملخصاً)

دلیل نمبر ۱۹۰ (دودھ چھڑانے کے وقت کلام):

دودھ چھڑانے کے وقت آپ ﷺ نے ان لفظوں میں حمد وثناء فرمائی۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا ۔(خصائص جلداول صفحہ۵۵،بحوالہ بیھقی،ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما) نیز سبل الھدیٰ جلداول صفحہ۳۸۷ بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس)۔

ایک روایت میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کے لفظ کہنے کا ذکر بھی آیا ہے۔(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ۲۱)۔

نیز یہ لفظ بھی منقول ہیں:''لا الہ الا اللہ قدوسا نامت العیون والرحمن لاتأخذہ سنۃ ولانوم'' ملاحظہ ہو۔(مدارج جلد دوم صفحہ۲۱، نیز حجۃ صفحہ۲۵۶)۔

دلیل نمبر ۱۹۱ (بسم اللہ فرمانا):

''لایمس شیئا الا قال بسم اللہ'' آپ ﷺ اس عمر شریف میں ہر کام سے پہلے بسم اللہ فرمانے لگے تھے۔(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ۲۵۶)۔

دلیل نمبر ۱۹۲ (شق صدر مبارک):

بی بی فرماتی ہیں کہ مدت رضاعت کی تکمیل پر ہم آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے ہاں لے گئے، لیکن آپ کی عظمت وبرکت جو ہم نے دیکھی تھی اس کے پیش نظر یہ بہانہ بنا کر ہم نے آپ کو واپس لے آنے کی درخواست کی کہ یہاں کی آب وہوا بہت سخت ہے، والدہ ماجدہ نے بھی اجازت دے دی واپسی پر جب دو یا تین ماہ ہوئے تو آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ آج میں بھی بکریوں کے ساتھ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے تو میرا بیٹا چیختا چلاتا اور دوڑتا ہوا آیا کہ ہمارے قرشی بھائی کو چند آدمیوں نے مل کر قتل کر دیا ہے۔ہم گھبرا کر جائے وقوعہ پر پہنچے تو آپ کو صحیح سالم بیٹھا پایا۔تفصیل پوچھی کہ کیا ہوا؟ تو آپ نے ''شق صدر'' کا معاملہ بیان فرمایا۔(ملخصاً) ملاحظہ ہو۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۵۴ بحوالہ جات مذکورہ)۔

اقول: شق صدر آپ کے عظیم معجزات سے ہے جس کے معجزہ ہونے کی بے شمار وجوہ ہیں جیسے بغیر آلہ کے سینہ مبارک کا چاک کیا جانا، اس کے باوجود خون نہ نکلنا تکلیف نہ ہونا، قلب مبارک کو چیر دینے کے باوصف زندگی مبارک کا اس طرح سے حقیقی معنیٰ میں باقی رہنا کہ اس دوران ملائکہ کرام علیہم السلام نے آپس میں جو کلام فرمایا آپ ﷺ بقائمی ہوش وحواس مبارکہ اسے سنتے اور مکمل سمجھتے رہے وغیرہ وغیرہ۔

جن کی تفاصیل متعلقہ کتب میں مرقوم ومذکور ہیں۔

یہ بھی ما نحن فیہ کی زبردست دلیل ہے کیوں کہ یہ معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے خود بھی اسے اپنے نبی ہونے کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں شق صدر کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے آپ ﷺ کا انہیں دیکھنا اوران کا کلام براہ راست سننا بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔اس کی باحوالہ تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۳ (گھر گھر خوشبو):

فرماتی ہیں (شق صدر کے بعد آپ ﷺ کو ایک کاہن کے پاس لے جایا گیا جس کا قصہ مشہور ہے اور آگے اس کا بیان آرہا ہے، واپسی پر) ''فما اتیت به منزلا من منازل بنی سعد الا وقد شممنا منه ریح المسك ''قبیلہ بنوسعد کے جس بھی فرد کے گھر کے قریب سے میں آپ کو لے کر گذری تو ہم نے اس سے کستوری کی خوشبو پھوٹتی پائی۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵ بحوالہ بیهقی، ابن عساکر عن ابن عباس)۔

دلیل نمبر ۱۴۴ (نور کی برسات اور نوریوں کی آمد):

فرماتی ہیں: ''وکان ینزل علیه رجلان ابیضان فیغیبان فی ثیابه ولا یظهران ''(بحوالہ مذکورہ بالا)''کان ینزل علیه ﷺ کل یوم نور کنور الشمس ثم ینجلی ''آپ ﷺ کے پاس دونوری شخص آئے جو آپ کے کپڑوں میں غائب ہوتے نظر آئے پھر ظاہر نہ ہوئے، نیز آپ پر روزانہ ایسی تابناک روشنی پڑتی کہ جیسے سورج آ گیا ہو پھر کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت ختم ہو جاتی۔

دلیل نمبر ۱۴۵ (بادل نے سایہ کر دیا):

ایک بار آپ کی رضاعی بہن حضرت حذافہ المعروف شیما آپ کو ریوڑ کے ساتھ لے گئیں، گرمی کا موسم تھا، حضرت حلیمہ، بیٹی پر خفا ہوئیں کہ اتنی شدت کی گرمی میں تم انہیں کیوں لے گئیں؟

عرض کی: ''ما وجد اخی حرا رأیت غمامة تظل علیه اذا وقف وقفت واذا سار سارت حتی انتهی الی هذا الموضع ''گرمی، میرے بھائی کا کچھ نہیں بگاڑ سکی ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بادل نے ان پر سایہ کیا ہے آپ رک جاتے تو وہ بھی رک جاتا، چل پڑتے تو وہ بھی چل پڑتا اسی شان سے آپ یہاں پہنچے ہیں۔

فرمایا: بیٹی کیا یہ سچ ہے؟ جواب دیا: ''ای والله ''قسم بخدا بالکل سچ ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷ بحوالہ ابن سعد، ابو نعیم، ابن الطراح عن ابن عباس رضی الله عنهما، البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۲ بحوالہ

واقدی مدارج فارسی جلد دوم صفحہ ۲۱)۔

خلاصہ یہ کہ زمانۂ رضاعت میں سید عالم ﷺ کے بکثرت معجزات کا ظہور ہوا جن میں سے بعض کا بطور نمونہ ذکر ہوا جو آپ ﷺ کے اس وقت نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۶ (رضاعت میں وحی):

ابھی گذرا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کے دہن پاک پر اپنی چھاتی پیش کی تو آپ ﷺ نے ایک پستان کو قبول فرمایا، دوسرے کے قبول کرنے سے عملاً انکار فرما دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کا ایسا کرنا القاء الٰہی کی بنیاد پر تھا جس پر اجلّہ علماء اسلام نے اعتماد فرمایا۔

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ پر اعلانِ نبوت سے پہلے بھی وحی اتری تھی جو اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ وحی نبی پر آتی ہے غیر نبی پر نہیں۔

باقی نبی ہونے کے لیے وحی جلی کے لازم ہونے کی کوئی دلیل نہیں جس کی تفصیل عنقریب اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں:۔ "ابن عباس گفت کہ حق تعالیٰ در ابتداء حال اورا الہام عدالت کرد وانصاف نگاہ داشت ودانست کہ اورا شریکے است کہ پسر ک حلیمہ باشد۔ حلیمہ می گویند پس ازاں حال آنحضرت ﷺ ایں بود کہ یک پستان را برائے برادر رضاعی خود نگاہداشتے" یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شروع شروع میں ہی آپ ﷺ کو القاء فرما دیا تھا کہ آپ نے اس مقام پر عدل وانصاف قائم فرمانا ہے بناءً علیہ آپ جانتے تھے کہ حضرت حلیمہ کا ایک شیر خوار بچہ بھی ہے جو آپ کا دودھ شریک ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ شروع ہی سے حضرت ﷺ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے۔ (مدارج فارسی جلد دوم صفحہ ۲۰ طبع لاہور)۔

اقول: القاء فی القلب بھی وحی کی ایک قسم ہے جسے شراح بخاری وغیرہ نے حدیث وحی کی شرح میں ذکر فرمایا ہے "ان روح القدس نفث فی روعی"۔

علامہ ابن الجوزی کے لفظ ہیں: "لعلمه ان له شريكا" یعنی آپ کو اپنے شریک فی الرضاعۃ کا علم تھا۔ (مولد العروس صفحہ ۳۱ طبع بیروت)۔

نیز امام جلال الدین سیوطی بحوالہ خصائص ابن سبع لکھتے ہیں: "وذلك من عدله لانه علم ان له

شریکا فی الرضاعۃ۔ یعنی آپ نے ایسا بربناء عدل کیا کیوں کہ آپ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ کا ایک شریک بھی ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۵۹)۔

اسی کے صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں: ''نزھتہ عن الاخبار الموضوعۃ ومایرد ''میں نے اس کتاب کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے بالکل پاک رکھا ہے۔ جس سے پیش نظر امر کی توثیق واضح ہوجاتی ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی ارقام فرماتے ہیں: ''وذلك من عدله ﷺ لانہ علم ان لہ شریکا فی الرضاعۃ وکان ﷺ مفطوراعلی العدل مجبولا علی جمیل المشارکۃ والفضل۔ (سبل الھدیٰ جلداول صفحہ ۳۹۱ بحوالہ ابن سبع)۔

حضرت شیخ محقق رقمطراز ہیں: ''قال اھل العلم اعلمہ اللہ الیٰ ان لہ شریکا فالھمہ العدل فقالب فروی وروی اخوہ'' (ماثبت من السنۃ صفحہ ۱۰۴ طبع لاہور)۔

دلیل نمبر ۱۴۷ (قول حبشہ ھٰذَا وَاللّٰہِ نَبِیٌّ):

مدت رضاعت (دو سال) کی تکمیل کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ سے ملوانے کے لیے مکہ مکرمہ آرہی تھیں کہ راستہ میں وادیٔ سدر میں حبشہ کے کچھ لوگ ملے۔ انہوں نے حضرت حلیمہ سے کچھ باتیں پوچھیں۔ پھر آپ ﷺ کو گہری نظروں سے دیکھا بعدازاں مہر نبوت اور آپ ﷺ کی چشمان مبارک کی سرخی کو دیکھ کر بی بی سے سوال کیا کہ کیا انہیں آشوب چشم ہے؟

فرمایا: نہیں بلکہ یہ سرخی ہمیشہ ایسے ہی رہتی ہے۔

کہنے لگے: ''ھذا و اللہ نبی ''ہم اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۵۷، ۵۸ بحوالہ ابونعیم عن محمد السعدی عن ابیہ نیز سبل الھدیٰ جلداول صفحہ ۳۸۸ طبع بیروت)۔

دلیل نمبر ۱۴۸ (قول عرّاف ھذا نبی):

حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ سے ملوانے کے بعد آپ کو واپس اپنے وطن لے جارہی تھیں راستہ میں ذوالمجاز کے مقام پر ان کا ایک قافیہ شناس سے گزر ہوا جو بچوں کو چیک کرکے ان کی کیفیات بیان کررہا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سراپا مبارک خصوصاً چشمان مبارک کی سرخی اور مہر نبوت کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہنے لگا: عرب والو! اس بچہ کو ابھی سے قتل کردو ورنہ تمہاری اور تمہارے بتوں کی خیر نہیں ہوگی۔

حضرت حلیمہ نے آپ کو اس کے ہاتھوں سے چھین لیا اس کے بعد آپ کو موقع بہ موقع باہر نکالنے سے سخت محتاط ہوگئیں۔

وطن پہنچیں تو وہاں ایک اور قیافہ شناس آیا ہوا تھا۔اس نے آپ ﷺ کو بھی دیکھنے کی خواہش کی تو حضرت حلیمہ نے اس سے انکار کر دیا۔اس نے موقع پا کر آپ کو ایک نظر دیکھ لیا"فقال هذا نبی" کہنے لگا یہ بچہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۷،۵۸ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما بحوالہ ابو نعیم)۔

دلیل نمبر ۱۶۹ (اقتلوا هذا الغلام):

پہلی بار جب آپ علیہ السلام کا شق صدر ہوا جب کہ آپ ابھی حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے تو اس واقعہ سے گھبرا کر اس دور کے حسب رواج آپ کو ایک کاہن کے پاس لے جایا گیا،اس نے آپ کی زبانی شق صدر کی تفصیل سن کر آپ کو مضبوطی سے پکڑا اور زور زور سے چیختے چلاتے ہوئے عرب کو پکار پکار کر کہنے لگا کہ اس بچہ کو ابھی قتل کر دو ورنہ یہ جو دین لانے والا ہے اس سے اس نے زبردست انقلاب برپا کر دینا ہے۔ حضرت حلیمہ نے حضور والا کو اس کاہن کے ہاتھ سے چھینا اور فرمایا تم سے بڑھ کر کوئی بدد ماغ نہیں۔تو میرے بیٹے کے متعلق قتل کی بات کرتا ہے۔کسی کو بُلا جو خود تیرا ہی قصہ تمام کر دے۔(ملخصاً)۔

اقول: یہ تفصیل خود سرکار ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائی۔

ملاحظہ ہو۔(الخصائص الکبریٰ' جلد اول' صفحہ ۵۶،۵۷ بحوالہ ابو یعلیٰ،ابو نعیم، ابن عساکر عن شداد بن اوس ﷺ، نیز سبل الھدیٰ جلد اول' صفحہ ۳۸۸)۔

اقول: ظاہر ہے کہ اس کاہن نے قتل کی یہ بات آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حقیقت کی بنیاد پر کی۔

دلیل نمبر ۱۷۰ تا ۱۷۵ (شق صدر اول کی دلیل نبوت ہونے کی مزید وجوہ):

ابھی باحوالہ گذرا ہے کہ دو سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ کا شق صدر ہوا جو معجزہ ہونے کی وجہ سے دلیل نبوت ہے۔

مزید بعض وجوہ حسب ذیل ہیں جن میں سے ہر وجہ اپنی جگہ پر مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

فاقول و باللہ التوفیق۔

دلیل نمبر ۱۷۰:(موازنہ بالامت):

اس موقع پر آپ ﷺ کا آپ کی امت کے افراد سے متعدد بار موازنہ کیا گیا جس میں آپ کا وزن ہر بار ان سے زیادہ نکلا۔

یہ بھی اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ حدیث میں ان افراد کو آپ کی امت کے افراد کہا گیا ہے جب کہ امت نبی کی ہوتی ہے آپ نبی نہ تھے تو اس وقت "امتہ" بھی "آپ کی امت" کا کیا مطلب؟

باقی ان افراد کے اجساد کا مثالیہ ہونا آپ کی نبوت کے منافی نہیں کیوں کہ آپ کا وجود تو حقیقی تھا۔ ﷺ۔ ان افراد کا حقیقی وجود سے مستقبل میں امت ہونا صحیح ہے کہ قرینہ قائم ہے لیکن آپ ﷺ کا مستقبل میں نبی ہونا مراد لینا درست نہیں کیوں کہ دلائل وقرائن اس کے خلاف قائم ہیں۔ (مکمل بحث جلد دوم میں آ رہی ہے)۔

چنانچہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت اس فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا: ''زنہ بعشرة من امته فوزنوني فرجحتهم ثم قال زنه بمائة من امته فوزنوني فرجحتهم ثم قال زنه بالف فوزنوني بهم فرجحتهم فقال دعوه فلو وزنتموه بامته كلها لرجحهم ''یعنی انہیں ان کی امت کے دس افراد کے ساتھ تول کر دیکھو پس انہوں نے ایسا کیا تو میرا وزن ان سے زیادہ نکلا، سو۱۰۰ کے ساتھ تولا گیا تو بھی میرا وزن زیادہ رہا، ہزار کے ساتھ تولا تو بھی میں ان سے وزن میں زیادہ ہوا۔ کہنے لگے بس کرو اگر تم انہیں پوری امت کے ساتھ تول کر دیکھو تو بھی ان کا وزن سب سے زیادہ نکلے گا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ، جلد اول صفحہ ۵۶، بحوالہ ابو یعلی، ابو نعیم، ابن عساکر عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، نیز صفحہ ۵۵ پر بحوالہ بیهقی و ابن عساکر عن ابن عباس رضی الله عنهما نحوهٗ)۔

اس موقع کی ایک روایت میں ہے کہ وزن ترازو میں کیا گیا تھا۔ ''اجعله في كفة واجعل الفا من امته في كفة (الـي) لو ان امته وزنت به لمال بهم''۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۴ بحوالہ احمد، دارمی حاکم وصححه، بیهقی، طبرانی ابونعیم عن عتبة)۔

ابن کثیر نے اس سلسلہ کی خالد بن معدان کی روایت لکھ کر کہا: ''وهذا اسناد جيد قوی''۔ (البدایه والنهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۳)۔

نوٹ: موازنہ بالامت کا ذکر شق صدر ثانی میں بھی ہے جس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

دلیل نمبر ۱۷۱ (نورِ نبوت):

شقِ صدر کے اسی واقعہ کے بیان میں ہے: ''وختم عليه بخاتم النبوة'' فرشتہ نے قلب انور پر خاتم نبوت کا نشان لگایا۔ (خصائص کبریٰ جلد اوّل صفحہ ۶۴، بحوالہ مسند احمد، دارمی حاکم وصححه، بیهقی، طبرانی، ابونعیم عن عتبة)

ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''فختم به قلبي فامتلأ نورا وذلك نور النبوة والحكمة'' یعنی ملک کریم نے میرے دل پر نشان لگایا جس سے وہ نور سے بھر گیا اور یہ نبوت اور حکمت کا نور تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۶ بحوالہ ابو یعلیٰ، ابونعیم ابن عساکر عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ)۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: ثم ختمه بخاتم من نور۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵، بحوالہ بیہقی ابن عساکر، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۹)۔

اقول: قلب مبارک میں، نورِ نبوت کے ڈالنے سے مراد پہلے سے موجود نور میں اضافہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نبی پہلے سے ہیں جو ایک ناقابل تردید حقیقت ثابتہ ہے اور یہ بھی آپ کے خصائص سے ہے کہ آپ تنزلی سے پاک اور ہمیشہ ہمیشہ ترقی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ جس کا (علیٰ تفسیرٍ ایک) معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے حق میں آنے والی ہر گھڑی، پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ (پارہ ۳۰، الضحیٰ)۔

جس کی ایک مثال دعاء نور بھی ہے جو آپ ﷺ تہجد کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: "اللھم اجعل فی قلبی نورا" "الٰہی میرے دل میں نور کر دے۔ (رواہ احمد ومسلم والترمذی وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وبعضہ فی صحیح البخاری ایضاً)۔

حالانکہ اس وقت قلب مبارک قطعی طور پر مہبط انوار تھا پس معنیٰ یہ ہوا کہ میرے دل میں مزید نور کر دے۔ ایسے ہی مانحن فیہ میں مقصود ہے۔

دلیل نمبر ۷۱ (قول جبریل علیہ السلام انت محمد رسول اللہ ﷺ):

حضرت جبریل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے دوران ایک بات یہ کہی تھی: "فیہ اذنان سمیعتان وعینان بصیرتان محمد رسول اللہ" "یعنی اس دل کے سننے والے دو کان اور اس کی دیکھنے والی دو آنکھیں ہیں (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے رسول ہیں) ﷺ۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۵ بحوالہ دارمی، ابن عساکر عن ابن غنم)۔

ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے: "فیہ عیناك بصیرتان واذناك تسمعان وانت محمد رسول اللہ" "یعنی حضرت! آپ کے دل میں آپ کی دو باطنی آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں اور حضرت! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ﷺ۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۶۵ بحوالہ ابونعیم عن یونس بن میسرۃ بن جلس)۔

اقول: "محمد رسول اللہ" اور "انت محمد رسول اللہ" ﷺ جملہ اسمیہ ہیں جو دوام اور ثبوت کے لیے ہوتا ہے اگر آپ ﷺ اس وقت اللہ کے نبی نہ تھے تو جملہ اسمیہ سے اس کا بیان کیوں؟

ملائکہ کا اترنا نیز ان کا کچھ کرنا سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔ الآیہ نیز وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

پس جبریل علیہ السلام کے یہ لفظ درحقیقت حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے تھے۔

لہٰذا آپ ﷺ کا قبل از اعلانِ نبوت نبی ہونا مخلوق کا نہیں، خالق کا فیصلہ ہے۔

دلیل نمبر ۱۷۳ (رسول اللہ ﷺ کا جبریل علیہ السلام کو دیکھنا):

شق صدر اول کے مذکورہ بالا اور گذشتہ حوالہ جات میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان فرمائی جس میں ملائکہ کرام کا آنا اور ان کا آپس میں آپ کے متعلق اشارے کر کے کلام کرنا نیز خود آپ سے کلام کرنے وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵ میں بحوالہ ابن عساکر و بیہقی بروایت ابن عباس مرقوم ہے کہ ملائکہ کرام نے آپ ﷺ کو یا حبیب اللہ کہہ کر بھی آپ سے کلام کیا۔ نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۹)۔

ایک اور روایت میں تصریح ہے کہ شق صدر جبریل علیہ السلام نے کیا تھا۔

چنانچہ الخصائص الکبریٰ (جلد اول صفحہ ۶۳، ۶۴) میں بحوالہ مسند احمد اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ہے۔ "اتاہ جبریل ذات یوم وھو یلعب مع الغلمان فاخذہ فصرعہ فشق عن قلبہ" نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۱۳۴ بحوالہ مسلم عن انس علیہ السلام، نیز سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۸۹)۔

یہ روایت اپنے منطوق میں صریح ہے کہ بچپن مبارک میں آپ کا شق صدر ہوا۔ "یلعب مع الغلمان" کے لفظ جس پر شاہد عدل ہیں۔ نیز یہ کہ یہ شق صدر جبریل علیہ السلام نے کیا تھا۔

پس مجموعہ روایات سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے اس عمر میں جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کا ہر طرح سے کلام بھی سنا جب کہ یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ غیر نبی اگر جبریل علیہ السلام کو دیکھے تو جلد یا بدیر اس کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک قطعی امر ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا نہیں ہوا جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس کو والد ماجد نے کسی سلسلہ میں سید عالم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک شخص سے محو گفتگو ہیں پس وہ آپ کی جانب پشت میں سو گئے۔

کچھ دیر بعد جب آپ متوجہ ہوئے تو فرمایا: "متیٰ جئت یا حبیبی" پیارے تمہارا یہاں کس وقت آنا ہوا؟

عرض کی "مذ ساعۃ" ایک گھنٹہ سے حاضر ہوں۔

فرمایا: ”ھل رأیت عندی احدا“ میرے پاس کوئی تمہیں بیٹھا نظر آیا؟

عرض کی: ”نعم رأیت رجلا“ ہاں میں نے ایک اور مرد کو آپ کے پاس بیٹھا دیکھا ہے۔ ارشاد فرمایا: ”ذاك جبرئیل علیه الصلاۃ والسلام ولم یرہ خلق الاعمی الا ان یکون نبیا ولکن ان یجعل ذلك فی اخر عمرك“ یعنی یہ جبریل علیہ السلام تھے نبی کے علاوہ جو بھی انہیں دیکھے اس کی بینائی سلامت نہیں رہتی البتہ تمہاری بینائی جلد ختم نہیں ہوگی بلکہ تمہاری عمر کے آخری حصہ میں تمہارے ساتھ ایسا ہوگا۔

ملاحظہ ہو: (المستدرک للحاکم جلد سوم صفحہ ۳۵۶ طبع قدیم، جلد ششم حدیث نمبر ۶۴۲۸ طبع مکتبہ عصریہ مطبوعہ ۱۴۲۰ھ امام حاکم نے فرمایا حدیث ھذا صحیح الاسناد ہے بایں ہمہ شیخین نے اسے روایت نہیں کیا)۔

امام ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”رأته عائشة رضی اللّٰه عنها و زید بن ارقم و خلق لما جاء یسأل عن الایمان ولم یعموا لان الظاهر ان المراد من راہ منفرداً به کرامة له“۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں کسی خاص حالت میں دیکھنا مراد ہونا معلوم ہوتا ہے کہ جس سے مقصود جبریل علیہ السلام کی زیارت سے مشرف کرنا بھی ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ارقم نے انہیں دیکھا جب کہ جب وہ ایمان وغیرہ مسائل کے مستفسر بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تھے تو مجلس میں بکثرت شرکاء نے انہیں دیکھا مگر وہ نابینا نہیں ہوئے۔

ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۹۱ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت مطبوعہ ۱۴۱۹ھ)۔

اقول: حضرت سیدہ مریم علیہا السلام کا جبریل علیہ السلام کو دیکھنا بھی اس مد میں آتا ہے کہ وہ علی المذھب المحقق الصحیح نبی نہ تھیں حیث قال تعالیٰ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ پھر بھی ان کی بینائی سلامت رہی، قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾۔ فلیتأمل

اب لیجئے شق صدر اول کے حوالہ سے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی ایک اور وجہ پڑھیے۔

دلیل نمبر ۱۷۴: حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے مدت رضاعت کے دوران سید عالم ﷺ کے ان گنت کمالات دیکھے اور آپ سے ہزاروں برکتیں پائی تھیں بناء بریں تکمیل رضاعت کے بعد بادل نخواستہ آپ ﷺ کو والدہ ماجدہ کے پاس چھوڑنے آئیں پھر بھی مکۃ المکرمہ کی شدت گرمی وغیرہ کو آڑ بنا کر اور منت سماجت سے حضور کو واپس لے جانے میں کامیاب ہوگئیں۔ یعنی والدہ ماجدہ کو اس پر ہر طرح سے راضی کر کے آپ کو اپنے وطن میں مزید برکتیں لوٹنے کی غرض سے لے گئیں۔ مگر شق صدر کے واقعہ کے بعد پریشان ہوگئیں کہ کیا خبر انہیں کچھ

ہوتو نہیں گیا ہوگا' لوگوں کے تبصرے اس پر مستزاد ہوئے' سب گھر والے بھی اس پر متفق ہوئے کہ حضرت آمنہ کی امانت ان کو بامن وامان واپس کرنی چاہیئے۔ حضرت آمنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا تم لوگ تو انہیں واپس لے جانے پر بہت مصر تھے جلد کیوں لے کر آ گئے؟ جواباً کہا ہمیں ان کی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔

فرمایا جو معاملہ ہے سچ سچ بتاؤ۔

حضرت حلیمہ اور ان کے خاوند نے شق صدر کا پورا واقعہ بتایا۔

اس پر حضرت آمنہ نے جلالی انداز میں فرمایا: ''اخشیتما علیه الشیطن کلا و الله ماللشیطان علیه سبیل وانه کائن لابنی هذا شان '' کیا تم سمجھتے ہو ان پر کوئی جناتی اثر ہونے لگا ہے اللہ کی قسم ان پر جناتی اثر بالکل قطعاً نہیں ہو سکتا۔ قسم بخدا میرا یہ بیٹا ایک ممتاز شان کا مالک ہے۔ (اس کے بعد حضرت آمنہ نے آغاز حمل شریف سے ولادت باسعادت تک کے کچھ اہم واقعات بیان کر کے آپ کی شان کی وضاحت فرمائی اور تنبیہاً فرمایا کہ میں نے تمہیں اس وقت بھی آپ کی شان سے آگاہ کر دیا تھا جب تم انہیں لے کر گئے تھے) (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۴ بحوالہ ابن اسحق، ابن راھویه ابویعلیٰ ، طبرانی ،بیہقی، ابو نعیم عن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نیز البدایه و النهایه جلد دوم صفحہ ۲۳۲)

علاوہ ازیں شق صدر وغیرہ کے واقعات حضرت حلیمہ نے حضرت عبدالمطلب سے بھی ذکر کئے تو آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ: ''یاحلیمة ان لابنی هذا شانا وددت انی ادرك ذلك الزمان '' حلیمہ! میرا یہ بیٹا بڑی شان کا مالک ہے کاش کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں جس میں ان کی شان کا ظہور ہوگا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۵۵ بحوالہ بیہقی ابن عساکر عن ابن عباس رضی الله عنهما)۔

اقول: اس شان سے مراد حضور کی شان نبوت ہے جو حضرت آمنہ اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے کئی مواقع پر مشاہدہ فرمائی تھی جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں آ چکی ہے اور خود ان کی کچھ تصریحات عن قریب آ بھی رہی ہیں۔

بہر حال حضرت آمنہ اور جناب عبدالمطلب کے مذکورہ الفاظ کریمہ بھی اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ آپ اس وقت نبی بھی تھے۔ ﷺ

دلیل نمبر ۱۷۵: (خود رسول اللہ ﷺ نے واقعہ ہذا کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا):

واقعہ ہذا خود آپ ﷺ کے حسب ارشاد اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے جس کے بعد مزید

کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ عربی کا کیا ہی خوب محاورہ ہے: ''لاعطر بعد العروس''۔

چنانچہ صحابی رسول حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ''کیف کان اول شانك یارسول اللہ'' یعنی یارسول اللہ اوائل عمر شریف سے اپنی نبوت کی کوئی نشانی تو بیان فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''کانت حاضنتی من بنی سعد بن بکر فانطلقت انا وابن لها الخ''۔

خلاصہ یہ کہ آپ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زمانہ رضاعت کی تکمیل پر ہونے والے واقعہ شق صدر کو اپنی نبوت کی نشانی ہونے کے طور پر بیان فرمایا۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۶۴ بحوالہ مسند احمد، دارمی، حاکم وصححہ، بیہقی، طبرانی ابونعیم عن عتبۃ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ)۔

تخریج حدیث ہذا:

حدیث ہذا کی تخریج ملاحظہ ہو:

مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵ طبع مکہ مکرمہ، نیز جلد ۲۹ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶ حدیث نمبر ۱۷۶۴۸، دارمیؒ حدیث نمبر ۱۳، مستدرک جلد دوم صفحہ ۶۱۶، ۶۱۷، دلائل النبوۃ بیہقی جلد دوم صفحہ ۷، معجم کبیر جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۳، مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۳۸۴۱ مؤلف مجمع نے فرمایا حدیث ہذا کی سند مسند احمد حسن ہے۔ نیز تاریخ دمشق جلد اول صفحہ ۳۷۶ الوفاء لابن الجوزی صفحہ ۱۰۸، الاحاد والمثانی حدیث نمبر ۱۳۶۹، مسند الشامین حدیث نمبر ۱۱۸۱، البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳۔

علاوہ ازیں صحابی جلیل حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ آپ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ ''ماحقیقة امرك'' شق صدر اول کو بیان فرمایا۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۶ بحوالہ ابویعلیٰ، ابونعیم، ابن عساکر)۔

خلاصہ یہ کہ واقعہ شق صدر مبارک اول سرسری نظر میں سات وجوہ سے اس وقت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلك۔

مزید دلائل پڑھیے۔

دلیل نمبر ۱۷۶: (سیف ذی یزن کی پیش گوئی):

سیف ذی یزن بہت اہل علم تھا۔ جب اس نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو مکۃ المکرمہ سے عمائدین کا

ایک وفد اسے ملنے کے لیئے گیا جس میں سید عالم ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کو دو سال ہوئے تھے۔ ایک ماہ اس کے پاس رہے نہ تو وہ وفد سے ملتا اور نہ ہی واپس جانے کی اجازت دیتا۔ ایک دن اس نے صرف حضرت عبدالمطلب کو اکیلے ملاقات کے لیئے بلوا بھیجا۔ آپ تشریف لے گئے تو اس نے اپنے علم کی روشنی میں سرکار ﷺ کے نبی ہونے اور قریب میں آپ کے ظہور فرمانے کی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ حضرت عبدالمطلب اس سے اس کی تفصیل در تفصیل پوچھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے اس سے فرمایا آپ دوٹوک لفظوں میں اس نبی کے متعلق صاف صاف بتائیں۔ اس نے کہا صاف بات یہ ہے کہ: ''انك لجده یا عبد المطلب غیر کذب''۔

جناب عبدالمطلب آپ اس نبی کے دادا ہیں جو بالکل حقیقت ہے۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو: (سبل الهدیٰ والرشاد جلد اول صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ بحوالہ ابو نعیم، بیهقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۲ بحوالہ بیهقی، ابو نعیم، ابن عساکر و خرائطی عن ابن عباس رضی الله عنهما)

دلائل النبوۃ لابی نعیم (جلد اول صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۹ طبع حلب شام قصہ سیف ذی یزن کے بیان کے ضمن) میں یہ بھی ہے کہ جب سیف نے صراحت کے ساتھ پیش گوئی مکمل کی تو ''خر عبد المطلب ساجدا'' حضرت عبدالمطلب بارگاہ ایزدی میں بے ساختہ سجدہ ریز ہو گئے اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔

دلیل نمبر ۱۷۷: (قول یہودی هٰذَا نَبِیٌّ):

بعمر چھ برس والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ (اس وقت کے یثرب) میں تشریف لے گئے۔ حضرت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ ایک یہودی نے آپ سے کہا ''یا غلام ما اسمك'' برخوردار! آپ کا کیا نام ہے؟ حضور فرماتے ہیں: ''قلت احمد '' میں نے اپنا نام احمد بتایا۔ ﷺ۔ نیز اس نے میری پشت بھی دیکھی پس میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: ''هذا نبی هذه الامة '' یہ اس امت کے نبی ہیں۔

(سبل الهدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۱ بحوالہ ابو نعیم)۔

دلیل نمبر ۱۷۸ (دو یہودیوں کی مزید گواہی۔ هذا نبی):

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اسی موقع کے حوالہ سے فرماتی ہیں کہ ایک دن دو یہودیوں نے آکر کہا کہ احمد کو لاؤ، آپ جب تشریف لائے تو ''فنظر الیه وقبلاه ملیا ثم قال احمد هما لصاحبه هذا نبی هذه الامة وهذه دار هجرته '' انہوں نے آپ کو گہری نظر سے دیکھا اور کافی دیر تک آپ کے بوسے لیتے رہے اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ خطہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔

ملاحظہ ہو: (سبل الھدیٰ جلددوم صفحہ۱۲۱ بحوالہ ابو نعیم، نیز خصائص کبریٰ جلداول صفحہ۷۹ بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس عن ام ایمن رضی اللہ عنھم نیز بحوالہ ابو نعیم من طریق الواقدی)۔

دلیل نمبر۱۷۹ (قول والدہ ماجدہ "اَنْتَ مَبْعُوْث"):

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور کو ہمراہ لے کر مع ام ایمن واپس مکہ مکرمہ تشریف لا رہی تھیں کہ راستہ میں ان کی وفات ہوگئی، وفات سے پہلے انہوں نے سید عالم ﷺ سے بہت اظہار شفقت کیا اور پیار فرمایا اور فی البدیہہ ایک نظم میں آپ ﷺ سے جو کلام فرمایا اس کا ایک شعر یہ تھا:۔

فانت مبعوث الی الانام

من عند ذی الجلال والاکرام

(میرے بیٹے! میں نہیں ہوں گی ایک وقت آنے والا ہے کہ) آپ کا اللہ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے اس کی مخلوق کی طرف بحیثیت نبی ظہور ہوگا۔ (سبل الھدیٰ جلددوم صفحہ۱۲۱ بحوالہ ابو نعیم عن ام سماعۃ، نیز البدایہ والنہایہ جلددوم صفحہ۲۴۱ بحوالہ ابن اسحق نیز الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۷۹ بحوالہ ابو نعیم من طریق الزھری عن ام سماعۃ بنت ابی رھم)۔

دلیل نمبر۱۸۰: (قول ہاتف "ان ھذا النبی"):

حضرت عبدالمطلب کے دور کفالت میں ایک بار مکۃ المکرّمہ میں قحط پڑ گیا۔ قریش پریشان تھے کہ کیا کریں۔ ہاتف غیبی نے پکار کر کہا کہ عبدالمطلب اور ان کی اولاد نیز اولاد کی اولاد مل کر دعا کرے تو بارش ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو ایسی بارش ہوئی کہ جل تھل بھر دیئے۔

ہاتف غیبی نے اس ضمن میں یہ بھی کہا: "ان ھذا النبی المبعوث منکم قد اظلکم ایامہ وھذا اوان مخرجہ" بلاشبہ وہ نبی جن کا تم میں سے ظہور ہونا ہے ان کی آمد کا زمانہ قریب ہے اور یہی ان کے ظہور کا زمانہ ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ۸۰ بحوالہ ابن سعد، ابن ابی الدنیا بیھقی، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر عن رقیقۃ بنت صیفی)

دلیل نمبر۱۸۱ (قول جد امجد "ان لابنی ھذا شانا"):

جد امجد حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتے اور پیار سے آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرماتے: "ان لابنی ھذا شانا" (ابن اسحٰق)

نیز فرمایا کرتے: "ارجو ان یبلغ من الشرف مالم یبلغہ عربی قبلہ ولا بعدہ" (المحاملی

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما) یعنی میرے اس بیٹے کی بہت بڑی شان ہے مجھے امید ہے کہ مستقبل میں ان کا وہ رتبہ ہوگا کہ اولین وآخرین میں کسی عربی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا، نہ ہی کسی کو ملے گا۔ ملاحظہ ہو۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۱۲۹)۔

دلیل نمبر ۱۸۲ (نجران کے پادری کا قول ھُو ھذا):

نجران کے ایک پادری نے مکۃ المکرّمہ میں آ کر حضرت عبدالمطلب سے کہا: ''انا نجد صفة نبی بقی من ولد اسمٰعیل ھذا البلد مولده من صفته کذا و کذا ''یعنی ہم اپنی کتاب میں ایک نبی کے تذکرے پاتے ہیں جو سب سے آخری نبی ہیں' اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوں گے' یہ یہ آپ کے اوصاف ہیں۔ اتنے میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تو اس نے آپ کی چشمان مبارک، پشت مبارک اور قدمین شریفین کو غور سے دیکھ کر کہا: ''ھُو ھذَا'' جن کے متعلق میں بیان کر رہا تھا وہ یہی ہیں۔

اس کے بعد اس نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: ''ماھذا منك'' یہ آپ کے کیا لگے؟

فرمایا: ''اِبْنِی'' یہ میرے بیٹے ہیں۔

اس نے کہا: ''لا، مانجد اباہ حیا ''یعنی یہ آپ کے بیٹے نہیں ہو سکتے کیوں کہ ہماری کتاب کی روشنی میں ان کے والد ماجد وفات یافتہ ہیں۔

فرمایا: ''ھو ابن ابنی'' واقعی ایسا ہی ہے یہ میرے بیٹے کے بیٹے (اور میرے حقیقی پوتے) ہیں۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ ابو نعیم من طریق الواقدی عن شیوخه، نیز البدایه والنھایه جلد دوم صفحہ ۲۴۱ بحوالہ ابن اسحاق، نیز سبل الھدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۳۰ بحوالہ ابو نعیم عن محمد بن عمر الاسلمی)۔

دلیل نمبر ۱۸۳ (جدامجد کی اپنے بیٹوں کو وصیت):

واقعہ مذکورہ میں یہ بھی ہے کہ پادری کے اس قول کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: ''تحفظو بابن اخیکم الاتسمعون مایقال فیه ''میرے بیٹو! اپنے اس بھتیجے کا خاص خیال رکھیئے گا، سنتے نہیں ہو ان کے بارے میں علماء اہل کتاب کے کیا کیا بیانات ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ مذکورہ)

دلیل نمبر ۱۸۴ (جدامجد کی اُم ایمن کو وصیت):

جدامجد حضرت عبدالمطلب نے آپ کے بارے میں حضرت ام ایمن سے فرمایا: ''احتفظی به لا

تغفلی عنه فان اهل الکتاب یزعمون انه نبی هذه الامة"یعنی ان کا خاص خیال رکھنا کسی قسم کی اس میں کوتاہی اور غفلت مت کرنا کیوں کہ سب اہل کتاب ان کے متعلق بالاتفاق یہی بیان دے رہے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔

ملاحظہ ہو: سبل الهدیٰ و الرشاد جلد دوم صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ بحوالہ ابن الجوزی، نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ ابن سعد ابن عساکر عن الزہری ومجاہد و نافع بن جبیر و لفظهٗ "ان ابنی نبی هذه الامة"۔

دلیل نمبر ۱۸۵ (جد امجد سے قول راہب "ان هذا الغلام نبی"):

سات برس کی عمر شریف میں آپ ﷺ کو آشوب چشم لاحق ہوا جو کسی طرح سے ٹھیک نہ ہوا۔ قریب میں ایک راہب کے متعلق نشاندھی ہوئی کہ یہ اسی سے ٹھیک ہوگا۔ حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کو ساتھ لے کر اس راہب کی عبادت گاہ کے پاس پہنچے اسے آواز دی، مگر اس نے باہر آنے میں دیر کر دی، پس اس کا عبادت خانہ ایسے ہلنے لگا جیسے اس میں زلزلہ آ گیا ہو، گھبرا کر باہر آتے ہی کہا کہ میں تھوڑی سی دیر مزید کرتا تو میرے حجرے نے دھڑام سے گر جانا تھا اور حضرت عبدالمطلب کو مخاطب کر کے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ: "ان هذا الغلام نبی هذه الامة" یہ برخوردار اس امت کا نبی ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الهدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۳۴ بحوالہ الوفاء لابن الجوزی)۔

بوقت وفات جد امجد آپ ﷺ کی عمر شریف:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: "توفی عبد المطلب والنبی ﷺ ابن ثمان سنین "یعنی حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف آٹھ برس تھی۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۱ بحوالہ ابن اسحاق، بیهقی، ابو نعیم)۔

اقول: اس سے یہ واضح ہو گیا کہ دور حضرت عبدالمطلب کے مذکورہ واقعات نبوت کے وقت آپ ﷺ کی عمر شریف چھ سے آٹھ برس تھی۔

دلیل نمبر ۱۸۶ تا ۲۰۰: (واقعہ بحیرا راہب رضی اللہ عنہ عمر ۱۲ یا ۹ برس):

اعلان نبوت سے پہلے سیّد عالم ﷺ اپنے عم مکرم جناب ابو طالب کے ساتھ ملک شام کی جانب پہلی مرتبہ ایک تجارتی قافلہ میں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں حضرت بحیرا راہب رضی اللہ عنہ نے اپنی جھونپڑی سے نکل کر نہ صرف یہ کہ قافلے کا استقبال کیا بلکہ تمام شرکاء قافلہ کو کھانا بھی پیش کیا۔ حالانکہ یہ قافلہ ہر سال وہاں سے گذرتا تھا مگر وہ کبھی ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔

اس کا طویل قصہ بھی کئی وجوہ سے ہمارے موقف کی (عبارۃً، اشارۃً، دلالۃً واقتضاءً) نص ودلیل ہے۔

دلیل نمبر ۱۸۶:

چنانچہ ۱۴۰ اسی واقعہ میں ہے کہ بعض شرکاء قافلہ نے حضرت بحیرا سے پوچھا کہ آج ہم پر اس قدر فیاضی کیوں ہے پہلے تو ہمیں اس طرح کا اعزاز کبھی نہیں دیا گیا یعنی ان کو بھی احساس ہوا کہ کوئی خاص بات ہے۔

دلیل نمبر ۱۸۷:

پھر کھانے کے لیئے جب سب بیٹھ گئے سرکار ابھی تشریف فرما نہ ہوئے تھے، حضرت بحیرا نے اپنے علم کی روشنی میں (حضور کو غیر موجود پا کر) فرمایا: دیکھو کھانا شروع نہ کرو جب تک سب نہ آ جائیں، لوگوں نے حضور کے متعلق کہا وہ نہیں پہنچے باقی سب موجود ہیں۔ فرمایا ان کو بلالاؤ، ان کے بغیر کھانا نہیں کھانا، چنانچہ آپ تشریف فرما ہوئے اور سب نے کھانا کھایا، اس دوران بحیرا آپ ﷺ کو انتہائی گہری نظر سے دیکھتے رہے اور حضور کے بارے میں جو انہوں نے پڑھ رکھا تھا وہ نشانیاں ملاحظہ کرتے رہے۔

دلیل نمبر ۱۸۸:

کھانے کے بعد اس نے حضور ﷺ سے آزمائشاً لات وعزیٰ کی قسم دے کر ایک بات پوچھی تو آپ نے جھٹک کر فرمایا: ان کا نام لے کر مجھ سے بات نہ کرو مجھے ان سے سخت نفرت ہے۔ عرض کی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ فرمایا جو چاہو پوچھو۔

دلیل نمبر ۱۸۹:

انہوں نے پوچھا جناب کی نیند کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا: ''تنام عینای ولا ینام قلبی ''میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۰:

سرکار ﷺ کی چشمان مبارک میں پائے جانے والے انتہائی جاذب اور دلکش سرخ ڈوروں کو بغور دیکھ کر انہوں نے ان لوگوں سے پوچھا یہ ڈورے ہمیشہ رہتے ہیں یا کبھی کبھی؟ جواب ملا: ما رأینا منا لها فارقته قط'' یہ ڈورے کبھی ختم نہیں ہوتے۔

دلیل نمبر ۱۹۱:

اس ضمن میں اس نے قمیص مبارک ہٹا کر آپ کے مبارک کندھوں کو بھی دیکھا۔

دلیل نمبر ۱۹۲:

جناب ابوطالب سے پوچھا یہ آپ کے کیا لگتے ہیں؟ فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں۔
فوراً کہا: ''ماهو ابنك وماينبغي لهذا الغلام ان يكون ابوه حيا'' یہ آپ کے بیٹے نہیں ہو سکتے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے والد گرامی بقید حیات ہوں۔
جناب ابوطالب نے جواب دیا واقعی ان کے والد ماجد وفات پا چکے ہیں۔ میں ان کا چچا لگتا ہوں۔
کہنے لگے:
ان کو شام کی طرف مت لے جاؤ یہود نے ان کو دیکھ اور پہچان لیا تو وہ انہیں ایذا دیں گے کیوں کہ انہیں ان سے سخت عداوت ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۳:

اس موقع پر حضرت بحیرا نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک تھام کر اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''هذا سيد العلمين هذا رسول رب العلمين، هذا يبعثه الله رحمة للعلمين'' وفي رواية ''هذا نبي الله الذي يرسله من العرب الى الناس كافة'' وفي رواية ''هذا نبي هذه الامة'' وفي رواية ''وجهه وجه نبي وعينه عين نبي'' ''یعنی یہ کائنات کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، جن کی شان رحمۃ للعالمین کا ظہور ہونے والا ہے، یہ اس امت کے نبی ہیں جو ہیں تو عرب سے مگر ان کی نبوت تمام نسل انسانیت کے لیئے ہے۔ ان کا رخ انور بتاتا ہے کہ یہ نبی ہیں، ان کی چشمان مبارک سے بھی ان کی نبوت کا پتہ چلتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۴:

اسی میں ہے کچھ لوگوں نے ان سے پوچھا: ''ما علمك'' آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا؟ تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا۔

دلیل نمبر ۱۹۵:

''انكم حين اشرفتم من العقبة لم يمر بشجرة ولا حجر الّا خرساجدا ولايسجدان الانبي'' تم گھاٹی سے گذرے ہو اس کا کوئی درخت نہیں اور نہ ہی کوئی پتھر ہے جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو اور یہ نبی ہی کی شان ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۶:

''واني اعرفه بخاتم النبوة الخ'' میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے شانے پر ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۷:

اسی میں ہے: جب حضور تشریف لائے تو کیفیت یہ تھی "علیه غمامة تظله" آپ کو بادل نے سایہ کر رکھا تھا۔ بحیرا نے فرمایا: "انظروا الیه علیه غمامة تظله" (ایک نشانی یہ بھی) دیکھو آپ پر بادل نے سایہ کیا ہوا ہے؟

دلیل نمبر ۱۹۸:

نیز یہ بھی کہ تمام لوگ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے، سایہ کی جگہ بالکل ختم تھی حسب عادت کریمہ (کہ جہاں جگہ ملتی تشریف فرما ہو جاتے اور اٹھو ہٹو نہیں فرماتے تھے) آپ سب سے پیچھے غیر سایہ دار جگہ پر تشریف فرما ہوئے۔ "فلما جلس مال فئی الشجرة علیه" آپ جوں ہی بیٹھے درخت نے اپنی شاخیں آپ پر پھیلا کر آپ پر سایہ کر دیا۔ جناب بحیرا نے فرمایا: "انظروا الیٰ فیئی الشجرة مال علیه" (ایک نشانی مزید) دیکھو درخت نے آپ پر سایہ کر دیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۹۹:

اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت بحیرا نے فرمایا کہ ان کی یہ شان ہمیں اپنی آسمانی کتب سے نیز اپنے آباء واجداد سے سینہ بہ سینہ پہنچی ہے اور اس کے متعلق ہم سے انتہائی پختہ عہد لئے گئے۔

جناب ابو طالب نے پوچھا: "من اخذ علیکم المواثیق" یہ عہد تم سے کس نے لیئے؟ انہوں نے کہا: "الله اخذ علینا نزل به عیسیٰ بن مریم" اللہ تعالیٰ نے لئے جو بنیادی طور پر ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر اترے۔

دلیل نمبر ۲۰۰:

اسی میں یہ بھی ہے کہ نشست برخاست نہیں ہوئی تھی کہ اس میں نو (۹) رومی یہودی پہنچے۔ حضرت بحیرا نے ان سے فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟

انہوں نے کہا: "جئنا الیٰ هذا النبی الذی هو خارج فی هذا الشهر" الخ۔ یعنی نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ اس ماہ میں اپنے وطن سے باہر نکلے ہیں ان کی تلاش میں ہم نے ہر طرف آدمی بھیجے ہیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کے ہاں ہیں۔

حضرت بحیرا نے فرمایا اللہ جب کوئی کام کرنا چاہے تو کیا اس میں کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا: تو اس سے تعرض مت کرو، یہ امر ہو کر رہے گا۔ پس ان یہودیوں نے حضرت بحیرا کے ہاتھ پر تعرض

نہ کرنے کی بیعت کی اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو: (جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۲، ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی ابونعیم، الخرائطی فی الھواتف، ابن سعد، ابن عساکر عن سیدنا علی و ابی موسیٰ الاشعری و ابن اسحاق و عبداللہ بن محمدبن عقیل و ابی مجلز وغیرہم۔ الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۳ تا ۸۶، نیز حجۃ اللہ علی العالمین للامام النبھانی صفحہ ۱۵۷ تا ۱۵۹)۔

اقول: امام ترمذی نے حدیث ہذا کو حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا: "ولھا شواھد عدۃ ساوردھا تقتضی بصحتھا" یعنی روایت ہذا کے متعدد شواہد ہیں جو اس کے صحیح ہونے کے مقتضی ہیں۔

امام ابن حجر نے الاصابہ میں کہا: "رجالہ ثقات" یعنی اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

ذہبی نے اس میں حضرت بلال کی موجودگی والے جملہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں: "ولیس فیہ منکر سوی ھذہ اللفظۃ فتحمل علیٰ انھا مدرجۃ فیہ متقطعۃ من حدیث اٰخر وھما من احد رواتہ"۔ ملاحظہ ہو: (جامع ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۲ نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۳، ۸۴، ۸۵ بحوالہ ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابونعیم، خرائطی سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۲، نیز البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۶، طبع بیروت، مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم صفحہ ۲۴، ۲۵، ۲۶)۔

ثم اقول: ابن سعد کی روایت میں یہ بھی ہے: "ان النبی ﷺ کان ابن ثنتی عشرۃ سنۃ" یعنی نبی کریم ﷺ کی عمر شریف اس وقت بارہ برس تھی۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۵)۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وکان سنۃ تسع سنین علی الراجح" یعنی راجح یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف نو سال تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۱۵۷)۔

خلاصہ یہ کہ حضرت بحیرا رضی اللہ عنہ کا یہ پورا واقعہ بھی ہمارے موقف کی دوٹوک دلیل ہے۔ سرسری طور پر اس کی پندرہ شقوں میں سے ایک ایک شق علیحدہ مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

مزید دیکھئے۔

دلیل نمبر ۱۴۰۱ تا ۱۴۰۰ (عمر ۱۰ برس سفر یمن میں ظہور معجزات):

○ دس سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ نے اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی ہمراہی میں یمن کا سفر فرمایا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے "رأوا منہ آیات فی تلک السفرۃ" اس سفر میں لوگوں نے آپ کے کئی معجزات دیکھے۔ (آگے بعض کی تفصیل لکھی ہے)۔

دلیل نمبر ۲۰۱ ○ ایک یہ کہ راستے میں ایک پاگل اونٹ تھا جس نے آنے والے ہر شخص کا راستہ روک رکھا تھا۔"فلما رای رسول اللہ ﷺ برك حتى حك بكلكله الارض فركبه عليه الصلاة والسلام" جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو تشریف لاتا دیکھا تو فوراً زمین پر بیٹھ گیا اور زمین پر اپنے چباڑوں کو رگید نے لگا پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر سوار ہو کر اسے سواری کے طور پر استعمال فرمایا۔

دلیل نمبر ۲۰۲:

دوسرا یہ کہ راستے میں پانی کی گہری جھیل تھی جس سے گذرنے والے اس کے اندر ڈوبنے لگتے، آپ ﷺ کے وہاں پہنچتے ہی خدا کے کرنے سے وہ خشک ہوگئی، آپ نے جب اسے عبور فرمالیا تو پھر حسب سابق پانی سے بھر آئی۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۳۵ طبع بیروت بحوالہ الاموی)۔

دلیل نمبر ۲۰۳ تا ۲۰۶ (شق صدر مبارک عمر ۱۰ برس):

دس برس کی عمر شریف میں آپ ﷺ کا ایک بار پھر شق صدر ہوا یہ بھی بوجوہ کثیرہ اس وقت آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۲۰۳:

ایک یہ کہ یہ آپ کا معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ پھر معجزہ ہونے کی نوعیت میں بھی وہی تفصیل ہے جو شق صدر نمبر ا میں گذری ہے جن میں سے "دو وجہیں خود زبان رسالت سے منقول ہیں۔ یعنی "بلا دَم ولا وجع" نہ تو خون نکلا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی درد محسوس ہوا۔ (مجمع الزوائد حدیث نمبر ۱۳۸۴۳)۔

دلیل نمبر ۲۰۴: (رؤیت جبریل علیہ السلام):

اس میں بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کا کلام بھی سنا۔ جب کہ یہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو غیر نبی دیکھے تو اس کی بینائی جلد یا بدیر چلی جاتی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تو یہ آپ کے نبی ہونے کی مزید دلیل ہے۔ ﷺ۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس شق صدر کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:"اذا برجلين فوق رأسي يقول احدهما لصاحبه اهو هو؟ قال نعم "یعنی اچانک جانب فوق میں، میں نے دو مردوں کو دیکھا جن میں سے ایک نے دوسرے سے میرے متعلق کہا کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ (اس کے بعد شق صدر کا بیان ہے)۔

نیز اسی میں ہے فرمایا:"فكان جبريل يختلف بالماء في طست من ذهب "یعنی جبریل علیہ السلام

سونے کے برتن میں پانی لائے۔(مطلب یہ کہ آپ نے ان کو پانی لاتے دیکھا)ملاحظہ ہو:(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۶۴،بحوالہ زوائد مسند احمد،ابن حبان، حاکم، ابونعیم،ابن عساکر،ضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھما)۔

دلیل نمبر ۴۰۵ (رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا):

سب سے اہم یہ کہ اسے خود آپ ﷺ نے اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے شروع میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یارسول اللہ ما اول ما ابتدیت به من امر النبوۃ ''یعنی حضور! اپنی نبوت کے اوائل کی کوئی بات تو بتائیں۔

آپ نے فرمایا:''اذا سألتنی انی لفی صحراء امشی ابن عشر حجج ''الخ۔یعنی تم نے مجھ سے پوچھا ہے تو سنو میری دس سال عمر تھی میں صحراء میں جارہا تھا۔(آگے آپ نے شق صدر کی تفصیل بیان فرمائی)۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۶۴ بحوالہ جات مذکورہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)۔

تخریج حدیث ہذا:

دلائل النبوۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۱۶۶، مجمع الزوائد جلد ہشتم صفحہ ۲۲۳، میں مؤلف نے زوائد مسند کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے رواۃ کو ثقہ کہا نیز یہ کہ ابن حبان نے ان کی توثیق کی۔ نیز الوفاء لابن الجوزی صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲ حدیث نمبر ۱۲۹ طبع بیروت۔ نیز جمع الفوائد جلد دوم صفحہ ۵۸ بحوالہ ابن احمد عن ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبر ۴۰۶ (حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ سے اس کی تائید):

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوال اور اس کے جواب نبوی کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ!''کیف علمت انك نبی وبما علمت حتی استیقنت انك نبی ''یعنی آپ کو اپنے نبی ہونے کا علم اور یقین کن ذرائع سے ہوا؟ تو آپ ﷺ نے اس کا ایک ذریعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا''اتانی اتیان'' وفی روایۃ ''اتانی ملکان وانا ببعض بطحاء مکۃ'' الخ۔ یعنی میں مکۃ المکرّمہ کے ایک پتھریلے علاقہ میں موجود تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آگئے۔(اس کے بعد شق صدر نیز موازنہ بالامت اور خاتم نبوت کو بین الکتفین مزید اجاگر کرنے کی تفصیل مذکور ہے)۔(ملخصاً)

ملاحظہ ہو(دلائل النبوۃ' صفحہ ۱۶۷، دارمی صفحہ ۱۴، مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۱۸۵،۱۸۴، مجمع الزوائد جلد ہشتم صفحہ ۲۵۶)

نیز ملاحظہ ہو:(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ ۶۴ بحوالہ دارمی،بزار، ابونعیم ابن عساکر عن ابی ذر

رضی اللہ عنہ، نیز البدایہ و النھایہ جلد دوم صفحہ ۲۷۴)۔

نوٹ: موازنہ بالامت کا ذکر شق صدر اول میں بھی ہے۔ فلیلاحظ ذلک ھناک۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں: وفی الحدیث انہ ﷺ قال ھو ان ذلک اول ما ابتدأیت بہ من امر النبوۃ۔ یعنی آپ ﷺ نے اس شق صدر مبارک کو اپنی نبوت کے امور سے شمار فرمایا ہے۔ (ماثبت من السنۃ صفحہ ۱۰ عربی اردو طبع لاہور)۔

خلاصہ یہ کہ شق صدر ثانی بھی متعدد وجوہ سے اس وقت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے جن میں سے ایک خود آپ کا ارشاد بھی ہے۔ (ﷺ)۔

دلیل نمبر ۲۰ (حضرت بحیرا رضی اللہ عنہ کا ایک اور واقعہ):

حضرت بحیرا کے حوالہ سے اس سلسلہ کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نے بیس برس کی عمر شریف میں بھی شام کا سفر فرمایا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی معیت میں تھے۔ آپ ﷺ بحیرا کے علاقہ میں ایک بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت بحیرا کے پاس کچھ معلومات لینے گئے، انہوں نے حضرت ابوبکر سے پوچھا، یہ بیری کے درخت کے سائے میں کون بیٹھے ہیں؟ حضرت صدیق نے سرکار ﷺ کا نام مبارک لیا۔ بحیرا نے فرمایا: ''ھذا و اللہ نبی مستظل تحتھا بعد عیسیٰ بن مریم الا محمد ﷺ'' قسم بخدا آپ نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور کے سوا کوئی اس درخت کے سائے میں بیٹھا ہی نہیں۔ (حضرت ابوبکر کے دل پر اس کا اثر ہوا اسی کے نتیجہ میں انہوں نے اعلان نبوت کے بعد آپ کی بلاتوقف پیروی کی) (ملخصاً)۔ (اخرجہ ابن مندہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۶)۔

اقول: روایت ہذا بھی ما نحن فیہ کی بیّن دلیل ہے۔ ولایحتاج الی بیان۔

ثم اقول: ''قال السیوطی بسند ضعیف'' جس کا جواب وہ دیباچہ میں خود دے آئے ہیں۔

''ونزھتہ عن الاخبار الموضوعۃ وما یرد وتتبعت الطرق والشواھد لما ضعف من حیث السند''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳، ۸۶)

وایضاً: ''قال ابن حجر فی الاصابۃ ان صحت ھذہ القصۃ فھی سفرۃ اخریٰ بعد سفرۃ ابی طالب''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۸۶)

دلیل نمبر ۲۰۸ (شہادت نسطورا راہب):

اس کی مزید دلیل نسطورا راہب کی شہادت بھی ہے۔ چنانچہ کتب سیر وغیرہا میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر شریف پچیس برس کے لگ بھگ تھی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال پر تجارت کی غرض سے شام کا سفر فرمایا اور اس وقت آپ کی غلامی میں حضرت ام المؤمنین کے غلام میسرہ تھے۔ ارض شام میں ایک درخت کے نیچے آپ نے نشست فرمائی۔ نسطورا نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا: "ما نزل تحت هذه الشجرة قط الا نبی" اس درخت کے سائے میں یہ بیٹھنے والا نبی ہی ہے۔ پھر انہوں نے میسرہ سے پوچھا: کیا ان کی چشمان مبارک میں سرخ ڈورے ہمیشہ رہتے ہیں؟ میسرہ نے ہاں میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا "هذا نبی وهو آخر الانبیاء" فی روایة "هو هو" فی روایة "اشهد انك رسول الله النبی الامی الذی بشربك عیسیٰ" یہ خاتم النبیین کی نشانی ہے آپ آخری نبی ہیں۔ یہ وہی ہیں کہ جن کی یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی کہ آپ اس درخت کے نیچے بیٹھیں گے۔ اھ۔

ملاحظہ ہو: (الوفاء صفحہ ۱۴۳ باب نمبر ۴۴ مؤلفہ علامہ ابن الجوزی حنبلی طبع لائل پور (فیصل آباد) نیز سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۱۳۳، السیرة النبویة للامام احمد بن زینی دحلان المکی، جلد اول صفحہ ۱۰۴ طبع بیروت) نیز سبل الهدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰ طبع بیروت، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۹۱ بحوالہ ابن اسحاق، ابن سعد، ابونعیم، ابن عساکر عن نفیسة)

دلیل نمبر ۲۰۹ (عمر ۲۵ برس سفر شام میں ظہور معجزہ):

ابن کثیر نے لکھا ہے: "فكان ميسرة اذا كانت الهاجرة واشتد الحرير ملكين يظلانه من الشمس" یعنی جب دوپہر کا وقت ہوتا اور گرمی شدت اختیار کرتی تو (شام کے مذکورہ سفر تجارت میں حضرت خدیجہ کے غلام) میسرہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے کہ دو فرشتے آپ ﷺ کو دھوپ سے بچانے کے لیے آپ پر سایہ کرتے۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۲۵۵ طبع بیروت)۔

اقول: یہ بھی اس وقت آپ کے نبی ہونے کا بیّن ثبوت ہے کیوں کہ یہ آپ کا معجزہ ہے جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ (کما مرّ مراراً)

دلیل نمبر ۲۱۰ (عمر ۳۵ برس قبل بعثت وحی):

آپ ﷺ کی عمر شریف ایک قول پر پینتیس (۳۵) برس تھی کہ قریش نے از سرنو کعبہ شریف کی تعمیر کی۔ سامان تعمیر اٹھانے میں سب نے حصہ لیا۔ جن میں آپ ﷺ بھی تھے۔ اس موقع پر آپ کے چچا حضرت عباس

نے آپ کو مشورہ دیا کہ نوکیلے پتھروں کی خراش سے خود کو بچائیں اور اس کے لیئے اپنا تہبند اتار کر سر پر پتھر کے نیچے رکھیں۔ آپ نے ان کا کہا مانتے ہوئے جونہی تہبند مبارک اتارا تو بے ہوش ہو کر زمین پر آرہے، آنکھیں مبارک آسمان کی جانب کھلی تھیں، حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے اتنا پوچھا کہ کیا ہوا آپ کو؟ ''فقام واخذ ازراہ وقال نھیت ان امشی عریانا'' تو آپ تیزی سے کھڑے ہوئے تہبند سنبھالا اور فرمایا مجھے جسم کا لائق ستر حصہ کے کھول کر چلنے سے روکا گیا ہے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اپنے تک رکھی اور کسی کو بیان نہ کی۔ ''مخافۃ ان یقولوا مجنون'' اس ڈر سے کہ مجھے لوگ کہیں پاگل نہ قرار دے دیں۔

ملاحظہ ہو۔(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۸۸ بحوالہ بیھقی، ابو نعیم عن العباس)۔

دلیل نمبر ۲۱۱ (ایک اور روایت میں ہے):

''اذا انکشف عورتہ فنودی یامحمد عورتك فذلك اول ما نودی فما رؤیت لہ عورۃ بعد ولاقبل'' یعنی جونہی آپ کے جسم مبارک کا لائق ستر حصہ ظاہر ہوا تو فوراً آپ کو پکار کر کہا گیا محمد! اپنے جسم کو ڈھانپ دیجیئے۔ ﷺ۔

اور یہ آپ کی پوری حیات پاک کا ایک ہی پہلا اور آخری واقعہ تھا۔ اس کے علاوہ کبھی ایسا نہ ہوا۔

ملاحظہ ہو۔(الخصائص الکبری جلداول صفحہ ۸۸ بحوالہ حاکم و صححہ،بیھقی و ابونعیم عن ابی الطفیل (رضی اللہ عنہ)

دلیل نمبر ۲۱۲ (نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے):

آپ ﷺ نے اس حوالہ سے فرمایا: ''اتانی ات فقال لی استتر'' میرے پاس ایک آنے والے نے آکر مجھ سے کہا اپنا بدن ڈھانپیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ''فکان اول شئی رای رسول اللہ ﷺ من النبوۃ ان قیل لہ استتر'' یعنی (مسئلہ ہذا میں) رسول اللہ ﷺ نے نبوت کی یہ پہلی چیز دیکھی کہ آپ کو اللہ کی طرف سے اِستِتر کا حکم دیا گیا کہ اپنے بدن کو چھپائیں۔

ملاحظہ ہو:(خصائص کبریٰ جلداول صفحہ ۸۸، بحوالہ ابن سعد، ابن عدی حاکم و صححہ و ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)۔

اقول: تین صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی یہ روایات اس بارے میں نہایت واضح ہیں کہ وحی جلی کے اترنے سے کم وبیش پانچ برس پہلے آپ پر پیش نظر مسئلہ کے متعلق وحی اتری جسے حضرت ابن عباس نے ''من

النبوۃ'' قرار دیا ہے۔

نوٹ: قبل از اعلان نبوت کئی طرح سے نزول وحی کے مزید کچھ واقعات کی تفصیل دلیل نمبر ۲۰۴ (تعریف نبی) کے تحت آ رہی ہے جو اس وقت آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

مزید دیکھئے۔

دلیل نمبر ۲۱۳:

ایک اور روایت میں ہے کہ قبل بعثت آپ ﷺ کو کفار کے ایک میلہ میں لے جایا گیا جس میں بتوں کو سجا کر رکھا گیا تھا۔ حضور فرماتے ہیں: ''کلما دنوت من صنم منها تمثل لی رجل ابیض طویل یصیح بی وراءك یا محمد لا تمسه ''یعنی میرا جب کسی بت کے قریب سے گذر ہوتا تو ایک خوب صورت دراز قد مرد میرے آگے نمودار ہوتا اور چلا کر مجھ سے کہتا محمد! پیچھے ہٹیں۔ اسے ہاتھ نہیں لگانا۔ ﷺ

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۸۹ بحوالہ ابونعیم و ابن عساکر عن ابن عباس عن ام ایمن رضی اللہ عنہم)۔

اقول: یہ واقعہ بھی قبل از نزول وحی جلی، نزول وحی کی دلیل اور آپ کے نبی ہونے کا ثبوت ہے۔ جب کہ نبی ہونے کے لیئے کسی طرح کی وحی کا آنا کافی ہے۔ وحی جلی کا نزول شرط نہیں۔ (وسیأتی فی موضعه ان شاء اللہ تعالیٰ)

دلیل نمبر ۲۱۴ تا ۲۲۳ (متفرق دلائل نبوت قبل از اعلان نبوت):

بعض روایات حسب ذیل ہیں۔ تبصرہ مختصراً آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

دلیل نمبر ۲۱۴:

قیس بن ساعدہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں پکے اہل ایمان تھے، انہوں نے تین سو تیس برس عمر پائی، رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے لوگوں کو آپ کی آمد کا بتاتے اور آپ کی اتباع کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ اپنے خطاب میں فرماتے: ''ان اللہ دینا هو احب الیه من دینکم الذی انتم علیه و نبیاخاتماً حان حینه واظلکم او انه وادرککم ابانه فطوبی لمن امن به فهداه وویل لمن خالفه وعصاه ''بلا شبہ اللہ کے ایک دین کی آمد قریب ہے جو تمام ادیان سے اسے محبوب ہے اور اس کا لانے والا ایک نبی ہے جو سب نبیوں میں آخری ہے جن کا زمانۂ وقت اور ظہور بہت نزدیک ہے۔ پس خوش خبری ہو اسے جو ان پر ایمان لا کر ان سے رہنمائی حاصل کرے اور ہلاکت ہے اس کے لیئے جو ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے۔

ملاحظہ ہو: (سبل الهدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۱۸۶ بحوالہ کتاب الزهرة عن سعد، نیز طبرانی، بزار، بیهقی

عن ابن عباس وانس نیزابو نعیم وخرائطی عن عباس نیزازدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم نیزابن الامام احمد فی زوائد کتاب الزھدوغیرہ)۔

دلیل نمبر ۲۲۴:

زید بن عمرو بن نفیل قریش سے تھے جو احد العشرۃ المبشرۃ حضرت سعید کے والد ماجد ہیں پہلے بت پرستی کے ماحول میں تھے پھر اس سے متنفر ہو کر توحید وایمان کو اختیار فرمایا تھا۔ حدیث شریف میں ہے سید عالم ﷺ نے ان کے مؤمن اور اہل جنت ہونے کی گواہی دی۔ انہوں نے حق کی تلاش میں بڑے طویل سفر کئے اور متعلقہ لوگوں سے ملے۔ شام میں ایک راہب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ راہب نے ان سے کہا:

دلیل نمبر ۲۲۶:

''قد اظلك زمان نبی یخرج من بلادك التی خرجت منھا ''تم جس علاقہ (مکۃ المکرّمہ) سے نکل کر یہاں آئے ہو وہاں سے ایک نبی کے ظہور کا وقت بالکل قریب آچکا ہے۔

ملاحظہ ہو:۔(سبل الھدیٰ جلد دوم صفحہ ۱۸۳ بحوالہ ابن اسحاق)۔

ایک روایت میں اس طرح ہے:''فان نبیا یبعث من قومك فی بلدك یأتی بدین ابراھیم بالحنیفیۃ وھو اکرم الخلق علی اللہ ''تمہاری قوم سے تمہارے شہر میں ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے اصل دین کو لائیں گے اللہ کے ہاں جن کا رتبہ تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے۔

ملاحظہ ہو۔(خصائص کبری' جلد اول صفحہ ۲۴،۲۵ بحوالہ ابن سعد من طریق الشعبی)۔

دلیل نمبر ۲۲۷:

ایک اور روایت میں ہے کہ جزیرہ میں ایک شیخ نے ان سے کہا:''قد خرج فی بلدك نبی او خارج قد طلع نجمہ فارجع فصدقہ وآمن بہ (الی) مات زیدقبل ان یبعث ''آپ کے شہر میں ایک نبی کا ظہور ہو چکا ہے یا عنقریب ظہور ہونے والا ہے ان کا ستارہ طلوع کر چکا ہے آپ یہاں سے واپس جا کر ان کی تصدیق کرتے ہوئے ان کا کلمہ پڑھیں۔ (الیٰ) مگر ہوا یہ کہ حضرت زید آپ ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے وفات پا گئے۔(سبل الہدیٰ' جلد اول صفحہ ۱۱۶ بحوالہ ابویعلی، طبرانی، حاکم وصححہ عن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، نیز الخصائص الکبریٰ' جلد اول صفحہ ۲۴ بحوالہ ابویعلی، معجم بغوی، طبرانی حاکم وصححہ، بیہقی، وابونعیم عنہ)

دلیل نمبر ۲۲۸:

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت زید بن عمرو نے عامر بن ربیعہ سے کہا:فانا انتظر نبیا من ولد

اسماعیل اسمه احمد ولا اراني ادركه فانا أومن به واصدقه واشهد انه نبي فان طالت بك مدة فاقرأه مني السلام (الى) خاتم النبوة بين كتفيه واسمه احمد وهذا البلدمولده ومبعثه "یعنی میں اللہ کے نبی کی انتظار کررہا ہوں جو اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے جن کا نام احمد ہے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت نمایاں ہوگی اور یہ شہر (مکۃ المکرّمہ) ان کی جائے پیدائش ہے اور یہیں سے ان کا ظہور ہوگا لگتا ہے کہ میں آپ کا زمانہ نہیں پاسکوں گا پس آپ کی تصدیق کرتے ہوئے آپ پر ایمان لاتا اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ نبی برحق ہیں اگر تمہاری زندگی رہے تو آپ کو میری طرف سے سلام کہیئے گا۔(سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ بحوالہ ابن سعد ابونعیم الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳۳ تا ۳۶)۔

دلیل نمبر ۲۷۹ (ابوسفیان اور امیہ بن ابی الصلت):

دونوں شام میں گئے، امیہ نے ایک راہب سے کہا "ان نبیا مبعوث فظننت انني هو "ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ میں ہوں" اس نے کہا: "ليس منكم "تو کیا تیرے پورے خاندان سے کوئی بھی وہ نہیں ہے۔(سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵، بحوالہ طبرانی وبیھقی عن ابی سفیان نیز الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۳ بحوالہ بیھقی عنه)۔

دلیل نمبر ۲۸۰ (امیہ مذکور نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا):

"اما ان هذا النبي الذي ينتظرمنا او منكم او من اهل فلسطين "توجہ سے بتائیں جس نبی کی آمد کا انتظار کیا جارہا ہے وہ ہم میں سے ہوگا یا تم میں سے ہوگا یا فلسطینیوں سے؟

حضرت ابوبکر نے ورقہ بن نوفل سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں اہل کتاب اور دیگر علماء نے بتایا ہے کہ "ان هذا النبي الذي ينتظر من اوسط العرب نسبا "یہ نبی منتظر نسب کے اعتبار سے تمام عرب سے افضل ہوں گے۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۴، سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۱۵ بحوالہ ابن عساکر عن الصدیق رضی اللہ عنہ)۔

دلیل نمبر ۲۸۱ (حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا):

بنوقریظہ کے ایک یہودی نے کہا: "قد اظل زمان خروج نبي يأتي بكتاب مثل كتابنا "ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے جو ہماری کتاب جیسی ایک کتاب لائیں گے۔(سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۲۳، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۵، ۲۶ بحوالہ ابونعیم وابن عساکر)۔

دلیل نمبر ۲۸۲ (یوشع نامی یہودی نے حضرت ابوسعید خدری کے والد سے کہا):

"اظل خروج نبي يقال له احمد يخرج من الحرم "ایک نبی کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے جن کا نام

احمد ہے جو حرم (مکہ) سے ظہور فرمائیں گے۔

ایک اور نے کہا: ''قد طلع الکوکب الاحمر الذی لم یطلع الابخروج نبی وظھورہ ولم یبق احد الا احمد وھذہ مھاجرہ'' یعنی سرخ ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو ہمیشہ کسی نبی کے ظہور اور تشریف آوری پر ہی طلوع ہوا جب کہ انبیاء علیہم السلام میں سے احمد کے سوا کوئی باقی نہیں رہا اور یہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔ (سبل الہدیٰ، جلد اول، صفحہ ۲۴ بحوالہ ابونعیم عن ابی سعید الخدری ص، نیز الخصائص الکبریٰ، جلد اول، صفحہ ۳۶ عنہ، نیز صفحہ ۲۷ بحوالہ ابونعیم عن سعد بن ثابت)۔

دلیل نمبر ۲۲۳:

حضرت اسعد بن زرارہ کو خواب میں کسی نے کہا: ''ان نبیا یخرج بمکۃ یا ابا امامۃ فاتبعہ'' ابوامامہ! مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے پس تم ان کی پیروی کیجئے گا۔ (آگے ہے کہ اس نے نشانی یہ بتائی کہ مستقبل میں طاعون کی وباء آئے گی جس میں تم اور فلاں شخص دونوں اس سے محفوظ رہو گے) (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۱۳۳، خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن سعد عن حرام بن عثمان)۔

دلیل نمبر ۲۲۴:

عاصم بن عمر بن قتادہ نے بے شمار لوگوں کی روایت سے بیان کیا کہ اہل کتاب ہم سے کہا کرتے تھے: ''ان نبیا مبعوث الآن قد اظل زمانہ نتبعہ'' الخ۔ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب آ چکا ہے، ان کی تشریف آوری پر ہم ان کی پیروی کریں گے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲ بحوالہ ابن اسحاق و بیھقی)

دلیل نمبر ۲۲۵:

علی الازدی سے مروی ہے: ''کانت الیھود تقول اللھم ابعث لنا ھذا النبی یحکم بیننا و بین الناس'' یہود دعائیں کرتے تھے کہ الٰہی ہمارے لیئے اس نبی کو بھیج جنہوں نے آ کر ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲ بحوالہ بیھقی و ابونعیم)

دلیل نمبر ۲۲۶:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور کے ظہور سے قبل یہودی یوں دعا کرتے تھے: ''اللھم انا نسئلك بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان الخ'' الٰہی ہم تجھ سے نبی اُمی محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں جن کے متعلق تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تو انہیں ہمارے لیئے ظاہر فرمائے گا (ابن عباس فرماتے ہیں آپ جب تشریف لے آئے تو وہ صاف منکر ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یوں تردید

فرمائی۔　وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲ بحوالہ حاکم وبیہقی)

دلیل نمبر ۲۲۷:

سلمہ بن سلامہ کہتے ہیں ہم بت پرست تھے ایک یہودی نے ہم سے بعث بعد الموت پر بحث کی۔ جب اس سے دلیل پوچھی گئی تو اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''نبی یبعث من ناحیة هذه البلاد'' اس کی دلیل وہ نبی ہے جو ان علاقوں سے ظہور پذیر ہوگا۔ (آگے ہے کہ جب آپ کی تشریف آوری ہوئی تو ہم نے تو کلمہ پڑھ لیا مگر وہ منکر ہوگیا جب اس سے سوال ہوتا تو آئیں بائیں شائیں سے کام لیتا)۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۲۲، ۲۳ بحوالہ ابن اسحاق احمد، تاریخ بخاری، حاکم وصححہ، بیہقی، طبرانی وابونعیم عنہ نیز جلد اول صفحہ ۲۷ بحوالہ ابونعیم)۔

دلیل نمبر ۲۲۸:

محمد بن عدی بن ربیعہ کہتے ہیں ہمارا شام جانا ہوا وہاں کے ایک راہب نے ہم سے کہا: ''سوف یبعث منکم وشیکا نبی فسارعوا الیه وخذوا بحظکم منه ترشدوا فانه خاتم النبیین فقلنا ما اسمه؟ قال محمد الخ'' یعنی بالکل مستقبل قریب میں تم میں سے ایک نبی کا ظہور ہوگا پس ان پر پہلی فرصت میں ایمان لانا اور ان سے کچھ حاصل کرنا تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے، آپ خاتم النبیین ہیں۔ ہم نے کہا: ان کا نام؟ اس نے کہا: محمد۔ ﷺ۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۳ بحوالہ بیهقی، طبرانی، ابونعیم والهواتف للخرائطی)

دلیل نمبر ۲۲۹:

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور عرب کے کاہنین لوگوں کو بتاتے تھے: ''ان نبیا یبعث من العرب اسمه محمد فسمی من بلغه ذلك من العرب ولده محمد اطمعاً فی النبوة'' عرب سے ایک نبی ظہور فرمائیں گے جن کا نام محمد ہوگا۔ ﷺ۔ تو جن اہل عرب کو یہ بات پہنچی تو نبوت کی طمع میں ان میں سے بہتیروں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھ لیا۔

ملاحظہ ہو۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد اول، صفحہ ۲۳ بحوالہ ابن سعد)۔

دلیل نمبر ۲۳۰:

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی سے ایک پادری نے کہا: ''هذا حین خروج نبی من اهل حرمکم

یھدی الی الحق ''یہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ ہے جو تم لوگوں کے حرم کے پڑوسیوں سے ظاہر ہو کر حق کی ہدایت دیں گے۔ (سبل الہدیٰ' جلد دوم' صفحہ ۱۹۱ بحوالہ ابن ظفر)

دلیل نمبر ۲۳۱:

ابن الھیبان نامی ایک یہودی شخص نے قبل از اعلانِ نبوت نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں ڈیرہ ڈالا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ''انما اقدمنی ھذہ البلدۃ ان اتوقف خروج نبی قد اظل زمانہ ھذہ البلدۃ مھاجرہ فاتبعہ ''اس شہر کو مسکن بنانے سے میرا مقصود ایک نبی کی آمد کا انتظار کرنا ہے جن کا زمانہ ظہور ہو چکا ہے یہ شہر آپ کی ہجرت گاہ ہے تا کہ آپ جب ظہور پذیر ہوں تو میں آپ کی پیروی کروں۔ (سبل الہدیٰ' جلد دوم' صفحہ ۱۹۳' بحوالہ بیہقی عن عاصم بن عمرو)

دلیل نمبر ۲۳۲:

حضرت عمرو بن معدیکرب نے فرمایا: ''واللہ لقد علمت ان محمداً رسول اللہ ﷺ قبل ان یبعث ''یعنی میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے پہلے یقینی علم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پوچھنے پر فرمایا کہ ایک کاہن نے بتایا تھا: ''ظھور نبی صادق بکتاب ناطق وحسام ذالق'' یعنی ایک سچے نبی کے ظہور کا زمانہ ہے جو حق بتانے والی کتاب اور ٹیڑھوں کو سیدھا کرنے والی تلوار لے کر آئیں گے۔ (سبل الہدیٰ' جلد دوم' صفحہ ۱۹۲ بحوالہ ابن ظفر)۔

دلیل نمبر ۲۳۳:

قبل بعثت نبی ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا: ''یبعث نبی من قومك تکون وزیرہ فی حیاتہ وخلیفتہ بعدموتہ ''قریش سے ایک نبی کا ظہور ہونا ہے جن کی حیات ظاہرہ میں تم ان کے دست و بازو اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنو گے۔

چنانچہ جب بعثت ہوئی تو حضرت ابوبکر نے عرض کی: آپ کے نبی ہونے کی کوئی دلیل؟ فرمایا: ''الرؤیا التی رأیتھا بالشام ''وہ نظارہ جو تم نے شام میں کیا تھا۔ اس پر حضرت صدیق اکبر حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ کو چومنے لگے اور عرض کی: ''اشھد انك رسول اللہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (سبل الہدیٰ' جلد اول' صفحہ ۱۲۴، خصائص' جلد اول' صفحہ ۲۹ بحوالہ ابن عساکر عن کعب)

دلیل نمبر ۲۳۴:

یمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی جس کی عمر تین سو نوے

سال تھی اس نے آپ سے کہا حرم (مکہ) میں ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے۔ شروع میں دو شخص ان کا بہت ساتھ دیں گے۔ ایک نوخیز ہوگا اور ایک بڑی عمر کا ہوگا جو بڑی عمر کا ہوگا: ''انت هو ورب الكعبة'' مجھے رب کعبہ کی قسم وہ تمہی ہو۔ (الخصائص' جلد اول' صفحہ ۳۰ بحوالہ ابن عساکر عن ابن مسعود)۔

دلیل نمبر ۲۲۵:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درخت سے یہ آواز سنی ''هذا النبي يخرج في وقت كذا و كذا فكنت من اسعد الناس فيه'' یعنی اس نبی کا ظہور فلاں فلاں وقت میں ہوگا جن کے بارے میں سب لوگوں سے بڑھ کر خوش نصیب تم ہو گے۔ (الخصائص الکبریٰ' جلد اول' صفحہ ۲۵ بحوالہ الریاضی)۔

دلیل نمبر ۲۲۶: (واقعہ اسلام حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ):

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ معمر ترین صحابی ہیں جن کی زندگی صدیوں پر محیط تھی۔ آپ کے تلاش حق میں صعوبتیں جھیلنے اور بالآخر مقصود کو پا لینے کے واقعہ سے بھی پیش نظر مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ واقعہ بہت طویل ہے جس کا معتبر خلاصہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں فارس کا باشندہ تھا باپ پارسی یعنی مجوسی اور آتش پرست تھا۔ اسے مجھ سے از حد محبت تھی، مجھے وہ کہیں جانے نہیں دیتا تھا، ایک بار میں باہر نکلا تو اس زمانہ کے اہل ایمان عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھا میرے دل میں آیا کہ ان کا مذہب، مجوسی مذہب سے صحیح ہے چنانچہ وہاں میرا آنا جانا ہو گیا، باپ نے غائب پا کر پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے سچ سچ بتا دیا۔ جس پر وہ سیخ پا ہوا، میں نے بھی کھل کر کہہ دیا کہ مذہب ان کا صحیح ہے، آگ کی پوجا والا مذہب غلط ہے۔ اس نے پکڑ کر جی بھر کر زدوکوب کیا اور مجھے گھر میں باندھ دیا۔ میں کسی طرح بندھن سے چھوٹا تو وہاں سے بھاگ نکلا چلتے چلتے شام پہنچ گیا، وہاں ایک راہب کی صحبت اختیار کی مگر وہ عمل کا صحیح نہیں تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ایک انتہائی صالح راہب کی سنگت مل گئی، آخر دم تک ان کی خدمت میں رہا، جب ان کی وفات ہونے لگی تو میں نے کہا: اپنے جیسے کسی صالح کی جانب میری رہنمائی فرمائیں۔ انہوں نے کہا: موصل میں فلاں کے پاس چلے جانا، میں ان کی خدمت میں چلا گیا۔ ان کی بھی وفات ہو گئی، وفات سے قبل وہی سوال ان سے کیا جو شامی راہب سے کیا تھا۔ انہوں نے نصیبین چلے جانے کو کہا۔ علیٰ ہذا القیاس انہوں نے اپنی وفات کے وقت مجھے عموریہ میں چلے جانے کا مشورہ دیا جو روم میں تھا۔ شام اور روم والے راہبوں نے مجھے ایک ہی جیسی وصیت کی جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق تھی کہ ان کے ظہور کا زمانہ ہے ان کا نام احمد ہے، حرم مکہ سے ظہور ہوگا اور مدینہ طیبہ میں ورود۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی جس پر ''محمد رسول اللہ'' وغیرہ کے الفاظ تحریر ہوں گے۔ ﷺ۔ ہدیہ قبول فرمائیں گے

صدقہ تناول نہیں فرماتے ہوں گے۔ ''ھذا زمان نبی قد اظل یخرج'' قد اظللك نبی یخرج عندھذا البیت '' ہو سکے تو ان کی جستجو میں رہو۔

فرماتے ہیں آپ کی خدمت میں پہنچ کر نعمت حاصل کرنے کا شوق غالب ہوا۔ بنو کلب کا ایک قبیلہ سفر پر تھا میں نے ان سے کہا کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا: یثرب۔ (مدینہ طیبہ) کو۔ میں نے کہا مجھے ساتھ لے لو میں تمہیں اتنا مال پیش کروں گا مگر انہوں نے میرے ساتھ غداری کی، مال بھی لے لیا اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی (مرد اور دوسری روایت کے مطابق عورت) کے ہاتھ فروخت کر دیا اس نے مجھے مدینہ طیبہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچا۔ اتنے میں پتہ چلا کہ حضور اقدس ﷺ کی بعثت ہو چکی ہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لائے، میں صدقہ لے کر پہنچا اور پیش کیا تو آپ نے خود تناول نہ فرمایا بلکہ اپنے بعض اصحاب کو دے دیا۔ اگلے دن ہدیہ لے کر گیا تو قبول فرمایا۔ ''قلت فی نفسی ھذہ من آیاتہ ''یعنی میں نے اپنے جی میں کہا آپ کی ایک نشانی تو دیکھ لی۔ اب میں مہر نبوت کی زیارت کرنے کے لیئے پشت مبارک کی جانب چکر کاٹنے لگا۔ آپ میرا مقصد جان گئے تو آپ نے اپنے مبارک کندھوں سے کپڑا ہٹا دیا تو میں نے مہر نبوت کی زیارت کا شرف حاصل کر لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ مہر نبوت سے لپٹ کر اس کے بوسے لیئے اور فرط محبت میں خوب گریہ کیا بعد ازاں آپ کے سامنے باادب بیٹھ کر عرض کی: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ ''یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ﷺ۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو: (سبل الہدیٰ' جلد اول' صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۹ نیز الخصائص الکبریٰ' جلد اول صفحہ ۱۷ تا ۲۲ بحوالہ حاکم، بیہقی عن سلمان نیز ابن سعد، بیہقی و ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہم نیز طبرانی و ابن اسحاق وغیرہما)۔

اقولُ: ان تمام حوالہ جات میں آپ ﷺ کے بارے میں خروج اور ظہور کا مفہوم ادا کرنے والے لفظ ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نبی تو پہلے سے تھے تشریف آوری بعد میں ہوئی۔ جہاں بعثت کے لفظ ہیں وہ بمعنیٰ ارسال ہیں۔ یعنی نبی تھے جنہیں بھیجا گیا۔ یا کھڑا کیا گیا۔

دلیل نمبر ۲۳۷ (قبل بعثت درخت اور پتھر کا یا رسول اللہ کہنا):

رسول اللہ ﷺ کا حسب ذیل صحیح ثابت صریح ارشاد بھی ہمارے موقف کا واضح ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''انی لاعرف حجرا بمکة کان یسلم علی قبل ان ابعث''

ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم جلد' دوم' صفحہ ۲۴۵، مسند احمد جلد پنجم' صفحہ ۸۹، مشکوٰۃ المصابیح' عربی صفحہ ۵۲۴، جامع ترمذی' جلد دوم'

صفحہ ۲۰۳ وقال الترمذی حسن۔ مسند طیالسی، جلد سوم، صفحہ ۱۰۶، طبع بیروت، نیز الجامع الصغیر جلد اول، صفحہ ۱۰۴، بحوالہ مسند احمد، مسلم، ترمذی عن جابر قال السیوطی صح یعنی صحیح، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۴۰ بحوالہ مسلم، طیالسی، ترمذی، بیہقی عن جابر بن سمرۃ ﷺ)

علامہ حلبی نیز علامہ دحلان مکی رحمہما اللہ نے حجر و شجر کے سلام کی نوعیت کی وضاحت کرتے ہوئے ارقام فرمایا: "فلا بحجر و لا شجر الا قال الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۲۲۳، السیرۃ النبویۃ جلد اول صفحہ ۱۵۳)۔

نیز علامہ نبہانی قدس سرہٗ النورانی نے لکھا ہے: "وھی تحیۃ بتحیہ النبوۃ السلام علیك یا رسول اللہ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۴۰ طبع مصر و پاک)

پس ان نصوص علماء کو ساتھ ملا کر حدیث مذکور کا معنیٰ یہ ہوگا کہ مکۃ المکرّمہ میں ایک پتھر ہے جسے میں اب بھی پہچانتا ہوں میرا جب بھی اس سے گزر ہوتا تھا تو وہ مجھے یوں عرض کرتا تھا: "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ" یارسول اللہ! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اقول: پتھر بولنے والی مخلوق نہیں، جماد ہے، پس اس کا سلام، تکلیم الٰہی سے تھا یعنی قدرت اسے بلوا رہی تھی، جس کی پکار نبوت ورسالت کا حوالہ دے کر تھی جب کہ اس کا قبل بعثت ہونا خود حدیث میں مصرح ہے جو ما نحن فیہ کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ اعلان نبوت سے قبل "یارسول اللہ" کے الفاظ چہ معنیٰ؟

دلیل نمبر ۲۲۸: (قربِ اعلان نبوت میں وحی خفی):

شیخین (بخاری و مسلم) کی متفق علیہ حدیث میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: "اول ما بدیٔ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبّب الیہ الخلاء و کان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ و ھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الیٰ اھلہ و یتزود لذلك ثم یرجع الیٰ خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی جاء الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملك فقال اقرأ الخ۔" یعنی (وحی جلی کے نزول سے قبل) رسول اللہ ﷺ کو وحی نیند میں سچے خواب سے شروع ہوئی پس آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح سچا ثابت ہوتا۔ اس کے بعد آپ کے لیۓ عزلت گزینی محبوب کی گئی اور آپ غارِ حراء شریف میں خلوت نشین ہو کر کئی کئی راتیں اس طرح سے عبادت میں مصروف رہنے لگے کہ اس دوران اپنے دولت خانہ کو واپس تشریف نہ لاتے اور اس کے لیۓ آپ خورد و نوش کا سامان وغیرہ اپنے ساتھ لے جاتے۔ کچھ مدت کے بعد حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اپنے گھر واپس آ کر مثل سابق استعمال کا سامان تیار فرما کر چلے جاتے یہاں تک کہ آپ پر حق

کا نزول ہوا۔ (وحی جلی اتری) جب کہ آپ غارِ حراء میں تھے پس ملک وحی نے آپ کی خدمت میں آ کر آپ سے عرض کی آپ پڑھیں (اور سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں آپ تک پہنچائیں) الخ۔ (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ ۲ طبع کراچی، صحیح مسلم، جلد اول، صفحہ ۸۸ طبع کراچی، واللفظ للاول نیز مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۱)۔

نوٹ: بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ مدت ایک ماہ تھی بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ خلوت ہر سال ہوتی تھی۔ ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۲ طبع قاہرہ۔ ''الوفاء'' صفحہ ۶۴ طبع مصر و پاک)۔

اقول: یہ حدیث اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ پر وحی خفی کا سلسلہ جاری تھا جو قبل از اعلان نبوت آپ کے نبی ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ و الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

دلیل نمبر ۲۲۹: (قرب اعلان نبوت میں شق صدر مبارک):

قرب اعلان نبوت میں ایک بار پھر آپ ﷺ کا شق صدر ہوا جو قبل اعلان نبوت آپ کے نبی ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور اس میں بھی بیشتر تفصیلات وہی ہیں جو شق صدر اول اور ثانی کے تحت گذری ہیں جیسے شق صدر کا آپ ﷺ کا معجزہ ہونا جب کہ معجزہ نبی کا ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ نیز آپ ﷺ کا اس موقع پر جبریل امین علیہ التحیۃ والتسلیم کو دیکھنا وغیرہ جو گذشتہ تفصیل کے مطابق آپ کے نبی ہونے کی مزید دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۲۳۰ (لا یَنَامُ قَلْبُهٗ):

حدیث شریف میں ہے یہود نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا۔ ''اخبرنا عن علامة النبی'' ہمیں یہ بتائیں کہ نبی کی خاص نشانی کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تنام عيناه و لا ينام قلبه'' اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔

ملاحظہ ہو: (صحیح بخاری کتاب التوحید، نیز مسند احمد)۔

ایک اور حدیث میں ہے خود رسول اللہ ﷺ نے یہود کی ایک جماعت سے فرمایا: ''انشدكم بالله الذي نزل التورٰة على موسىٰ هل تعلمون ان هذا النبي تنام عيناه و لا ينام قلبه؟ قالوا اللهم نعم، قال اللهم اشهد'' میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا میرے متعلق تورات میں یہ بات ہے یا نہیں کہ اس نبی کی خاص نشانی یہ ہوگی کہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہوں گی مگر اس کا دل نہیں سوتا ہوگا۔ سب نے کہا ہم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ بات ایسے ہی ہے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ ہو جا۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ، جلد اول صفحہ ۶۹، بحوالہ ابونعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

اقول: پہلی روایت میں آنکھوں کے سونے اور دل کے بیدار رہنے کو نبی کی علامت فرمایا گیا ہے جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نشانی حضور میں موجود تھی جس کا واضح نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ یقیناً اللہ کے نبی ہیں اور آپ کی یہ نشانی خصوصیت کے ساتھ تورات میں مذکور تھی۔ متبادر یہ ہے کہ وقت پیدائش سے اور بچپن مبارک سے تھی ورنہ ''ھذا النبی'' کی تخصیص کا فائدہ نہیں رہے گا۔ کیوں کہ عمومی حوالہ سے تو یہ وصف ہر نبی میں ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی مذکورہ روایت سے ظاہر ہے بلکہ واقعۂ بحیرا میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے اور ابھی دلیل نمبر۱۴۰ کے تحت گذرا ہے کہ بارہ یا نو سال کی عمر شریف میں آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ شام میں پہنچے تو حضرت بحیرا راہب نے ''سألہ عن نومہ'' آپ کی نیند کے بارے میں آپ سے سؤال کیا کہ جناب کو نیند کیسے آتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا: ''تنام عینای و لاینام قلبی'' ''میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ ملاحظہ ہو۔ (مجمع الزوائد' جلد ہشتم' صفحہ ۲۳۴)۔

خلاصہ یہ کہ دل کے نہ سونے کی کیفیت آپ ﷺ میں بچپن پاک سے موجود تھی جسے آپ نے نبی کی خاص نشانی فرمایا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ بعد ولادت باسعادت اور قبل اعلان نبوت بھی نبی تھے۔ والحمد للہ علیٰ ذلك۔

اسے منطقی زبان میں صغریٰ کبریٰ ملانے کے حسب ضابطہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ: بچپن مبارک سے حضور کی یہ شان تھی کہ آپ کی آنکھیں تو سوتی تھیں مگر آپ کا دل مبارک نہیں سوتا تھا اور بطور اصل جس کی یہ شان ہو وہ نبی ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی ہے کہ حضور بچپن میں بھی نبی تھے۔ ﷺ۔ حیث یقال العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔

اقول: یہاں پر لطف بات یہ ہے کہ یہود نے نبی کی علامت پوچھی جو انہیں یقیناً معلوم تھی لیکن وہ آپ ﷺ سے امتحاناً پوچھ رہے تھے حضور اقدس ﷺ نے اس کی وضاحت فرمادی کہ ''تام عیناہ و لاینام قلبہ''

پھر حضور نے ان سے (اسی موقع پر یا کسی اور وقت میں) اتمامِ حجت کے طور پر سوال کیا کہ بتاؤ یہ کیفیت میری خصوصیت کے طور پر تمہاری کتاب میں ثابت ہے یا نہیں؟ لامحالہ انہیں ماننا پڑا کہ یقیناً ہے۔ پھر اہل کتاب ہی کے عالم حضرت بحیرا کے حوالہ سے بھی اس کی توثیق اس پر مستزاد تھی۔

مطلب یہ ہوا کہ یہودیو! جب تمہیں معلوم ہے کہ ''تنام عینہ و لا ینام قلبہ'' نبی کی شان ہوتی ہے اور یہ میرے اندر موجود ہے تو اب تو مانو کہ میں واقعۃً اللہ کا نبی ہوں۔ جس پر وہ ساکت و مبہوت ہو کر رہ گئے یا مان گئے۔ مگر ''کلمہ پڑھنے والے یہ عاشق'' اسے کسی صورت میں بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فالی اللہ

المشتکی۔

دلیل نمبر ۱۴۱ (عصمت):

عصمت (گناہوں سے معصوم ہونا) نبی ورسول کا خاصہ ہے اور اس پر بھی فریقین کا اتفاق ہے کہ نبی جیسے بعد از نبوت معصوم ہوتا ہے ایسے ہی قبل از نبوت بھی معصوم ہوتا ہے، ہاں ان الفاظ کی جزوی تعبیر میں اختلاف ہے فریق ثانی کہتا ہے ''قبل وبعد از حصول نفسی نبوت'' یعنی نبی بننے سے پہلے اور بعد جب کہ ہم اہل سنت کہتے ہیں قبل از اعلان واظہار وظہور نبوت وبعدہٗ۔

بہر حال عصمت جب خاصۂ نبوت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قبل از اعلان نبوت بھی آپ ﷺ نبی تھے۔ اب اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ بندہ ایمان سے ہاتھ دھو کر اور سب کچھ کو مکمل خیر باد کہہ کر سیدھا کہہ دے کہ عصمت خاصۂ نبوت ہی نہیں ہے۔

رہا یہ کہ اس سے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبی ماننا پڑے گا؟ تو اسے کسی حد تک مان لینے میں کیا حرج ہے یا کیا ان سے اس عالم میں میثاق نبوت نہیں لیا گیا تھا؟ آخر اچانک پلٹا کھا کر نفی ہی نفی پر کیوں کمر بستہ رہنے کی ٹھان لی ہے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی بے کار ہے کہ اس سے نبی کو نبی بننے سے پہلے نبی ماننا پڑے گا کیوں کہ جو نبی ہے وہ پہلے سے نبی ہے اور صحیح اور حقیقت واقعیہ بھی یہی ہے کہ نبی وہاں سے بن کر آتا ہے یہاں آ کر نہیں بنتا اور یہاں تو اس عاشق نے بحث ہی حضور کے بارے میں چلائی ہے جب کہ آپ قطعی طور پر پہلے سے بالفعل نبی ہیں پھر بھی نہ مانیں تو کم از کم اسی پر غور کر لیں کہ آپ کے بقول نبی سے پہلے نبی ماننا ہے جو درست نہیں تو نبی ہونے سے پہلے خاصہ نبوت عصمت بھی تو متصور نہیں ہو سکتی۔ ورنہ کیا صفت، موصوف کے بغیر پائی جا سکتی ہے؟ کچھ تو بولیں۔

باقی عصمت نبوت کو مستلزم نہیں کا یہ مطلب نکلے گا کہ نبوت کے لیے عصمت کچھ لازم نہیں تو کیا یہ درست ہے؟ بہر حال قبل از اعلان نبوت، عصمت کا پایا جانا صاحب عصمت کے نبی ہونے کی علامت اور قرینہ ہے۔

حضرت غوث دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نور النبوۃ اصلی ذاتی حقیقی مخلوق مع الذات فی اصل نشأتھا ولذا کان النبی معصوما فی کل احوالہ۔ (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۶۳)۔

دلیل نمبر ۱۴۲ (وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى):

سیّد عالم ﷺ ہمیشہ ترقی میں ہیں تنزلی سے بالکل پاک اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔جس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ہر آنے والی گھڑی آپ کے حق میں گذشتہ گھڑی سے بہتر رہے گی (تفسیر عزیزی وغیرہ) پس عالم حقائق میں بالفعل نبی بننے کے بعد آپ کسی زمانہ میں خصوصاً بعد از ولادت تا اعلان نبوت، معاذ اللہ نبی نہ رہے ہوں تو یہ اس آیت کے خلاف قرار پائے گا۔ اسی طرح نبی تو ہوں مگر اس نبوت کا کوئی اعتبار نہ ہو تو یہ خَیْرٌ ہونے کے منافی ہوگا جو کسی طرح صحیح نہیں۔

دلیل نمبر ۲۲ (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ):

اللہ تعالیٰ کو شکر محبوب اور ناشکری مبغوض ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ جب کہ سید عالم ﷺ کائنات کے ہر فرد سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے ہیں کیوں کہ شکر گزاری نعمت کی نوعیت کے مطابق ہوتی ہے اور حضور پر کمّاً کیفاً ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کا انعام سب سے زیادہ ہے نیز یہ امر آپ ﷺ کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ آپ حامد ہی نہیں احمد ہیں۔ ای احمد الحامدین لربه ۔یعنی چودہ طبقوں کی جملہ مخلوقات سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد بجالانے والے۔ﷺ۔

اور صحیح حدیث میں ہے: الحمد رأس الشكر ۔یعنی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا شکر اس کی حمد سے ادا ہوتا ہے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ جملہ افراد عالم سے بڑھ کر اللہ کا شکر ادا کرنے والے ہیں اور آپ نے اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کیا لہٰذا نبوت جو سب سے بڑی نعمت ہے اور آپ کو عالم حقائق میں عطاء ہوئی۔

آپ نے اس کا بھی مطلوبہ شکر ادا فرمایا ورنہ احمد کیسے؟ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ اگر تم میری نعمت کا شکر ادا کرو گے تو نہ صرف یہ کہ میں اس نعمت کو تمہارے لئے پکا کردوں گا بلکہ اس میں (لام تاکید اور نون ثقیلہ کی ڈبل تاکید سے) ضرور ضرور ضرور اضافہ بھی کردوں گا۔

یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ حضور کو عالم حقائق میں جو نبوت عطا کی گئی تھی بعد کے ادوار میں خصوصاً بعد از ولادت تا اعلان نبوت بھی باقی رہی بلکہ اس کے کمالات میں اور ترقی پیدا کی گئی اور آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو دو میں سے ایک بات ماننی پڑے گی کہ حضور نے معاذ اللہ اس نعمت کا شکر ادا نہ فرمایا۔ یا اللہ تعالیٰ نے وعدہ خلافی فرمائی۔ والعیاذ باللہ جب کہ وہ اس سے پاک ہے حیث قال اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ لہٰذا جو یہ کہے گا، کم از کم پاکستان میں اس جیسا بے ایمان کوئی نہیں ہوگا۔

دلیل نمبر ۲۳ (عطل و سلب سے پاک):

نبوت کے مل جانے کے بعد اس کے سلب یا معطل ہوجانے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

کوئی گناہ والی غلطی ہوگئی تھی کیوں کہ نعمت، گناہ والی غلطی سے چھنتی ہے جس سے نبی پاک ہوتا ہے۔

بالفاظ دیگر کمالات انبیاء علیہم السلام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلب و تعطل نیز التواء و تعزل سے پاک ہوتے ہیں۔

یہ بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آپ ﷺ عالم حقائق میں نبی بننے کے بعد اس کمال پر ہمیشہ قائم و ثابت رہے لہٰذا آپ قبل از اعلان نبوت بھی نبی تھے۔

دلیل نمبر ۱۴ (متصف بہ نبوت روح و نور مبارک):

روح و نور مبارک کو عالم حقائق میں جو متصف بہ نبوت فرمایا گیا سوال یہ ہے کہ بعد از ولادت باسعادت بھی روح و نور مبارک اس سے متصف تھے یا نہیں؟

تھے اور یقیناً تھے تو انکار کی کیا وجہ ہے؟ نہیں تھے تو اولاً اس کی دلیل؟ ثانیاً اس وقت بعد از وفات نبی ﷺ آپ کو نبی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ کہہ سکتے ہیں تو بعد از ولادت کیوں نہیں کہہ سکتے؟ وجہ فرق؟ نہیں کہہ سکتے تو عوام کے سامنے کہہ دو پھر ہمیں کچھ تکلیف نہیں کرنا پڑے گی، قادیانیت کی بلا تو پہلے سے منہ کھولے بیٹھی ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۶ (نبی الانبیاء ﷺ):

فریقین کے نزدیک حضور ﷺ بالاتفاق نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی امت میں شامل ہیں۔ مکمل حوالہ جات اپنے مقام پر گذر چکے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ حضور کی یہ شان بعد از ولادت تا اعلان نبوت بھی تھی یا نہیں؟ نہیں تھی تو اس کی دلیل؟ نیز نبی الانبیاء کیسے؟ تھی اور یقیناً تھی تو ولادت باسعادت تا اعلان نبوت کے خاص وقت میں آپ کے نبی ہونے سے انکار کی خاص حکمت کیا ہے؟

دلیل نمبر ۱۴۷ (وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ):

اے محبوب ساجدین میں آپ کا منتقل ہونا ہمارے زیر نظر کرم ہے۔ (پارہ ۱۹ الشعراء ۲۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا" یعنی آیت میں ساجدین سے مراد بنیادی طور پر وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کی پاک پشتوں میں آپ ﷺ کا نور مبارک رہا اور ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

پس معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ کے اپنی حقیقت مقدسہ کے حوالہ سے ایک نبی کی صلب سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہنے کا امر ہمارے زیر نظر کرم رہا یہاں تک کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک سے اس حال میں تشریف لائے کہ آپ میرے نبی تھے۔ (ابن ابی حاتم، قرطبی، ابن کثیر اور روح البیان وغیرہا)

اقول: معنیٰ الفاظ آیت ہذا میں اور اقوال بھی ہیں نیز ”حتیٰ اخرجت نبیا“ کے معنیٰ میں جو ہم نے مذکورہ لفظوں میں لکھا بھی محتمل ہے جس کی اس سلسلہ کے دیگر دلائل سے تقویت ہوتی ہے جب کہ یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ القرآن ذو وجوہ نیز القرآن حجة من جمیع الوجوہ الصحیحة۔ بناءً علیہ اسے بالکلیہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ ہے بھی یہ تفسیری معنیٰ، تاویلی نہیں کہ صحابی جلیل ترجمان القرآن اور حبر الامت سے منقول ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فافہم و تدبر و تامل لعلك تدرك مانشیر الیہ۔

دلیل نمبر ۱۲۸ تا ۱۳۰ (وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا، وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا):

سیّد عالم ﷺ کے قبل از اعلان نبوت، نبی ہونے کے لیۓ حضرت سیدنا عیسیٰ وسیدنا یحیٰ علیہما السلام کی نبوت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے بالکل بچپن میں اس منصب سے سرفراز فرمایا تھا۔ نظم قرآنی سے یہی ظاہر ہے جب کہ نصوص کا ظاہر پر محمول کرنا بھی حتی الوسع لازم ہے جب کہ اس میں کوئی استبعاد بھی نہیں ہے۔ نیز ان قرآنی الفاظ کا تفسیری معنیٰ بھی یہی ہے اور یہ سب حقیقت ثابتہ ہیں جس سے کوئی منصف مزاج اہل علم انکار نہیں کر سکتا۔

علاوہ ازیں محققین ائمہ شان کا بھی اسی پر اعتماد ہے چنانچہ رئیس المتکلمین امام اہل سنت حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۷۹۱ھ) ارقام فرماتے ہیں: ”من شروط النبوة الذکورة وکمال العقل والذکاء والفطنة وقوة الرأی ولو فی الصبیّ کعیسیٰ ویحیٰ علیہما السلام۔ یعنی نبوت کی شرائط میں سے ایک مرد ہونا ہے نیز عقل، فہم و فراست اور قوت رائے میں کامل ہونا بھی اس کے شرائط سے ہے۔ اگرچہ یہ اوصاف چھوٹی عمر میں ہوں جس کی مثال حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (شرح المقاصد، جلد سوم، صفحہ ۳۱۷، مطبع اشاعت اسلام کتب خانہ پشاور)۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں لکھتے ہیں: ”انہیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا فرمائی نبوت دی گئی اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔

ملاحظہ ہو۔ (الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، صفحہ ۷)۔

تو قطع نظر اس سے کہ سید عالم ﷺ اصل کمالات، اولیٰ بالکمالات اور جامع کمالات ہیں اور ائمہ شان تصریحیں فرما چکے: ”ما اوتی نبی من المعجزات ولا فضیلة الاو نبینا ﷺ اوتی نظیرھا واعظم منھا“

(سبل الھدیٰ، جلد اول صفحہ ۲۶۴ طبع بیروت)۔

''الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی الانبیاء ﷺ کو اس کی مثل اور اس سے اکمل عطا نہ ہوئی''۔ (شمول الاسلام' صفحہ ۳۱۔ اعلیٰ حضرت)۔

نیز خصوصیت کے ساتھ یہ بھی لکھ چکے کہ ''کل فضیلة اوتی عیسی فقد اوتیها نبینا ﷺ وانها لم ینکر المتدبر'' جو جو شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی ہمارے نبی ﷺ کو بھی دی گئی ہے جس کا کوئی اہل فہم انکار نہیں کرسکتا۔

ملاحظہ ہو۔ (جواهر البحار صفحہ ۸۱ جلد اول از امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ)۔

اسی طرح امام علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (سبل الہدیٰ' جلد اول صفحہ ۲۴۳' طبع بیروت)۔

اور جس کا خود مصنف تحقیقات بھی اقرار کر چکے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے الوہیت ومعبودیت کے علاوہ ہر وصف وکمال اور خلق حسن جو بھی کسی مخلوق کے شایانِ شان ہوسکتا ہے علی الوجہ الاتم والاکمل اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرما دیا ہے اور تمام مخلوقات میں فرداً فرداً جو کمالات موجود تھے وہ ذاتِ مصطفےٰ ﷺ میں یکجا فرما دیئے بلکہ ایسے مراتب ودرجات پر فائز فرمایا جو اور کسی فرد کے لیئے ممکن ہی نہیں ہیں''۔

اور کچھ آگے چل کر حضور کو ''تمام عالم کے کمالات ظاہرہ وباطنہ کے لیے معدن'' نیز عالم کے معقولات ومحسوسات نیز عالم غیب وشہادت سب کا آپ سے مستفید و مستفیض ہونا تسلیم کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (کوثر الخیرات صفحہ ۳۱۰، ۳۱۳)۔

نیز حضور کے بعض دیگر کمالات میں دلالۃ النص سے استدلال کے درست ہونے کو بھی ان کے حلقہ والے عملاً صحیح مان چکے ہیں چنانچہ مصنف تحقیقات کے بیٹے کے لفظ ہیں: ''ہمارا دعویٰ تو قرآن سے بطور دلالۃ النص ثابت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کا علم اتنا وسیع ہے تو ان کے آقا کا علم کتنا وسیع ہوگا۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ جلد اول صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ ناکارۂ خلائق بے دینہ، ضلع جہلم)۔

بہر حال اس سب سے قطع نظر یہ دلیل محض مصنف تحقیقات کے ہوا خواروں حلقۂ اثر کے طرز پر شرم دلانے کی غرض سے ہے ورنہ یہ ایسی دلیل نہیں کہ جس پر ہمارے استدلال کا دارومدار ہو۔ ہماری بنیادی دلیل قرآن وسنت کی وہ نصوص ہیں جن میں قبل تخلیق آدم علیہ السلام آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے کا ذکر ہے جن کی مکمل تفصیل باب سوم میں گذر چکی ہے اور علماء شان اس کی بھی تصریح فرما چکے ہیں۔

چنانچہ علامہ فہامہ ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''ان اعطاء النبوة فی سن الاربعین

غالب العادة الالٰہیة وعیسیٰ ویحیٰ علیہما السلام خصا بہذہ المرتبة الجلیلة کما ان نبینا ﷺ خص بما ورد عنہ من قولہ کنت نبیا وان آدم لمنجدل بین الماء والطین ''یعنی عام روٹین یہی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو منصب نبوت پر اس وقت فائز فرمایا جب ان کی عمریں چالیس چالیس برس ہوئیں لیکن حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام نیز ہمارے نبی ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں اور اس عموم میں شامل نہیں کیوں کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام بچپن میں اور ہمارے آقا ﷺ اس وقت اس مرتبہ جلیلہ پر فائز فرمائے گئے جس کا بیان آپ کے اس ارشاد مبارک میں ہے۔ میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔

ملاحظہ ہو۔ (شرح الشفاء جلد اول صفحہ ۲۲۵)۔

الغرض اس دلیل سے ہم وہی کچھ کہنا چاہتے ہیں جو مصنف تحقیقات کے بیٹے نے علم نبی ﷺ کا انکار کرنے پر دیوبندیوں کے بارے میں کہا ہے۔ لکھتے ہیں: ''اگر کوئی عیسائی دیوبندیوں سے کہے کہ ہمارے نبی کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے کہ وہ گھروں میں چھپی ہوئی چیزوں کی خبر دیتے تھے اور جو کچھ لوگ کھا کر آئیں اس کی خبر بھی دیتے تھے جب کہ تم جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہو انہیں تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے لہٰذا ہمارا مذہب قبول کر لو تو کیا جواب دو گے؟ کیا قرآن کی اس آیت کا انکار کرو گے؟۔ جو کچھ تم گھروں سے کھا کر آتے ہو اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر آتے ہو میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ شرم کرو عیسائیت کی راہ ہموار نہ کرو۔ توبہ کرو''۔

ملاحظہ ہو۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵ طبع مذکور)۔

اقولُ: ہم بھی مصنف تحقیقات اور ان کے مقلدین سے ان کے لفظوں میں یہی کہیں گے کہ: ''تحقیقاتیو! اگر کوئی عیسائی تم سے کہے کہ ہمارے نبی کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے کہ انہوں نے گہوارے میں اپنے نبی و رسول ہونے کی خبر دی جب کہ تم جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہو وہ تو اپنی ولادت سے چالیس سال کی عمر تک نبوت سے خالی تھے لہٰذا ہمارا مذہب قبول کر لو۔ تو کیا جواب دو گے؟ کیا قرآن کی اس آیت کا انکار کرو گے؟ **اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا** اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے اور خود تمہارے لفظ ہیں کہ ''شرم کرو عیسائیت کی راہ ہموار نہ کرو، توبہ کرو''۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ثم اقول: تحقیقاتی تو دیوبندیوں سے بھی آگے نکل گئے اور انہیں بھی مات کر گئے ہیں کیوں کہ انہوں نے ''تنقیدی جائزہ'' کی مذکورہ بحث میں صرف علم نبی ﷺ کا انکار کیا جب کہ مصنف تحقیقات بہادر خود

نبوت پر ہاتھ صاف کر گئے ہیں۔ جو جملہ کمالات کا مرکز، مخزن، مصدر اور منبع ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

ثم ثم اقول: انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں سیال کوٹ کے عیسائیوں نے ایک اشتہار دے کر نبوت مصطفےٰ ﷺ کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے مسلمانوں کو عیسائیت کی دعوت دی تھی جس کا مصنف تحقیقات کو بھی علم ہوگا اس وقت بھی علماء اہل سنت نے یہی کہہ کر اس کی ناطقہ بندکی تھی کہ ہمارے نبی تو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود مبارک بھی نہیں تھا اور اس کے لیے اسی حدیث "وادم بین الروح والجسد" سے استدلال کیا تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گھوارے والی نبوت پر بھی کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ مصنف تحقیقات حسب مقام پر حوالہ سے "اشرف" ہیں کہ اب وہ نبوت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ساتھ ساتھ نبوت عیسوی علی صاحبہا السلام کا بھی کھلے بندوں انکار کر بیٹھے ہیں جس کے تناظر میں ہم ایک بار پھر یہ کہنے میں قطعاً حق بجانب ہیں کہ سیال شریف سے وہ بالکلیہ الگ ہو گئے ہیں عقیدۃً بھی کیوں کہ حضور شیخ الاسلام قمر الملۃ والدین سیالوی قدس سرہٗ کے یہ نظریات قطعاً نہیں تھے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوٹ: اس مقام پر کیے گئے مصنف تحقیقات کے جملہ اعتراضات کے جوابات جلد دوم میں آرہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۱ (تعریف نبی):

ولادت باسعادت سے اعلان نبوت تک آپ ﷺ کے نبی ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی آپ پر نبی کی تعریف صادق آتی ہے۔ بلفظ دیگر نبی جسے کہتے ہیں وہ آپ اس زمانہ میں بھی تھے۔

رہا یہ کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ تو اسے کما حقہ اور صحیح معنیٰ میں سمجھنے کے لیئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی اور رسول میں کیا نسبت ہے۔ بالفاظ دیگر ان میں فرق ہے یا نہیں؟ تفصیل حسب ذیل ہے۔

تحقیق نبی ورسول:

تو اس بارے میں امام شان حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: "واختلف العلماء هل النبی والرسول بمعنی او بمعنیین" یعنی نبی اور رسول میں فرق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے دو قول ہیں۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۱۶۱ طبع مصر)

قول الاول: (عدم فرق) فرماتے ہیں: "فقیل هما سواء" ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں برابر ہیں۔ یعنی ان میں کوئی فرق نہیں۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۱۶۱)

نیز امام علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "التوافق" ایک قول پر وہ ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ (الحدیقۃ الندیۃ جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸ طبع فیصل آباد)۔

علامہ عبدالنبی حنفی احمد نگری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والرسول قد یستعمل مراد فاللنبی ''رسول اور نبی کبھی کبھی ایک معنیٰ میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ (دستور العلماء جلد سوم صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵ طبع کراچی)۔

اس مقام کی عبارت العقائد النسفیہ (للعلامۃ نجم الدین ابی حفص عمر الحنفی المتوفی ۵۳۷ھ) وعبارت شرح العقائد (للعلامۃ سعد الدین مسعود التفتازانی المتوفی ۷۹۱ھ) کے تحت علامہ احمد رقم طراز ہیں: ''ولعل المصنف اراد بالرسول النبی بطریق ذکر الخاص وارادۃ العام او بالقول بالمساواۃ والترداف بینھما یقتضیہ المقام والتقیید بقولہ المؤید بالمعجزۃ والیہ مال الشارح فی شرح المقاصد'' (مجموع الحواشی البہیۃ علی شرح العقائد النسفیہ، جلد اول، صفحہ ۳ طبع کوئٹہ)۔

نیز اسی کے تحت علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ المعروف علامہ خیالی (متوفی ۸۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''وھو بھذا المعنیٰ یساوی النبی (الیٰ) ولعل الشارح اختیار ھنا المساواۃ''۔ (مجموع الحواشی البہیۃ، جلد اول، صفحہ ۵۴ طبع مذکور نیز حاشیہ الخیالی ۴۰ مطبع یوسفی)۔

نیز عبارت ہذا (خیالی) کے تحت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے: ھذا ما اختارہ الشارح حیث قال فی شرح المقاصد ان النبی انسان بعثہ اللہ تعالیٰ لتبلیغ الاحکام وکذا الرسول الخ۔ (حاشیۃ السیالکوٹی، صفحہ ۴۰، حاشیہ نمبر ۳ طبع یوسفی)۔

نیز علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی (متوفی ۱۲۳۹ھ) شرح شرح العقائد میں تحریر فرماتے ہیں:

''اختلف فی النسبۃ بین الرسول والنبی علی مذاھب الاول انھما متساویان وھو مختار المصنف والشارح ھنا وفی شرح المقاصد ایضاً''۔ (النبراس، صفحہ ۴۵ طبع ملتان)

علامہ علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اس کی بحث میں فرماتے ہیں: ''وقیل ھما مترادفان واختارہ ابن الھمام''۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع قدیمی کراچی)

نیز شرح وقایہ صفحہ ۴۸ حاشیہ نمبر ۴ ''قیل ھما متساویان ''نیز طحطاوی صفحہ ۷ ''وقیل مرادف ''نیز مناظرہ رشیدیہ صفحہ ۵ حاشیہ نمبر ۱: ''والرسول قیل مرادف لہ ''نیز شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵: ''والرسول اما مرادف للنبی ''نیز کتاب التعریفات للسید صفحہ ۱۰۵: ''وقالت المعتزلۃ لافرق بینھما''۔

خلاصہ یہ کہ کچھ علماء نبی ورسول میں کچھ فرق نہیں سمجھتے ان کے نزدیک ان میں تساوی ہے جسے مترادف، مساوات اور توافق کے لفظوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مذکورہ عبارات کا لب لباب یہی ہے اور اس کے قائلین میں کچھ اہل سنت نیز معتزلہ ہیں۔

قول دوم: (دونوں میں فرق) دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ چنانچہ علامہ علی القاری اس بارے میں رقم طراز ہیں: ''والاظھر انھما متغایران ''یعنی زیادہ صاف بات یہ ہے کہ ان دونوں میں مساوات نہیں بلکہ فرق ہے۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ ۱۰ طبع کراچی)۔

نیز فقہ حنفی کی معروف ومتداول کتاب ہدایہ کے خطبہ میں ہے: ''وبعث رسلا وانبیاء'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق کے لیے کئی رسول اور نبی بھیجے۔

اس کے تحت حاشیہ نمبر ۶ میں ہے: ''اشارة الی الفرق والتغایر بین الرسول والنبی ''یعنی ''رسل'' اور ''انبیاء'' کو علیحدہ ذکر کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ مساوات نہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (صفحہ ۲ طبع اسلام آباد)۔

امام اہل سنت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمایا ہے:۔ 'التباین' ''یعنی ایک قول پر ان میں تباین (فرق) ہے۔ (الحدیقة جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸)۔

فریقین کے بعض دلائل:

قائلین قول اول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بلاتفریق تمام پیغمبروں کو لفظ ''رسول'' سے یاد فرمایا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے: **وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ**، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ (پارہ اول البقرہ آیت ۸۷)۔

نیز **لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ** ۔ ہم اس کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔ (پارہ سوم البقرہ آیت ۲۸۵)۔

نیز **وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ** ۔ یعنی ہم اس سے قبل آیت میں کچھ رسولوں کا تذکرہ آپ سے کر چکے ہیں اور کچھ رسول ایسے ہیں جن کا تذکرہ (قرآن میں) آپ سے نہیں کیا۔ (پارہ ششم النساء آیت ۱۶۴)۔

علاوہ ازیں ایمان مفصل میں ''ورسلہ'' کے الفاظ بھی اس کے مؤید ہیں۔ جب کہ قائلین قول دوم کی دلیل وہ آیات ہیں جن میں عطف کے ساتھ نبی اور رسول کا ذکر فرمایا گیا ہے جب کہ عطف بمعنی حقیقی مغایرت کے لیئے ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرم **وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ** ۔ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور جتنے نبی بھیجے شیطان ملعون نے ان کے مشن سے مزاحمت کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ اس کے اس منصوبہ کو ناکام بناتا رہا۔ (ملخصاً) (پارہ ۱۷، الحج آیت ۵۲)۔

محاکمہ: رسول اور نبی میں تساوی ہوتی تو آیت سورۂ حج میں عطف سے دونوں کا ذکر نہ ہوتا۔

علاوہ ازیں سورۂ مریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں کے لیے فرمایا گیا ہے: وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا کہ وہ رسول نبی تھے۔ (پارہ ۱۶ سورۂ مریم آیت ۵۱۔۵۴) ترادف وتساوی ہوتے تو دونوں کا ذکر بے فائدہ ہوتا۔ بالکلیہ تغایر وتباین ہوتا تو اجتماع محال تھا جس سے یہ متعین ہو گیا کہ دونوں میں عموم وخصوص ہے۔ (والحمد للہ تعالیٰ)۔

جواب از دلائل قائلین اول:

قائلین اول کے دلائل سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ان آیات میں ''رسل کرام'' کا ذکر ہے۔ ان میں سے کسی میں ''انبیاء'' کے الفاظ سے پیغمبران کرام کا ذکر نہیں ہے ان کے علاوہ بھی اس سلسلہ کی کوئی آیت نہیں ہے۔ جب کہ نبی، رسول کے تابع ہوتا ہے لہٰذا متبوع کے ذکر سے ضمناً تابع کا ذکر بھی ہو گیا ہے جیسے وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وغیرہ میں مردوں کا ذکر ہے حالانکہ نماز عورتوں پر بھی فرض ہے پس وہ تبعاً مذکور ہیں۔

نیز ''حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ'' میں والدہ کا صریحاً ذکر نہیں جب کہ وہ بھی اس میں مراد اور شامل ہے۔

تطبیق: نبی اور رسول میں حسب اصطلاح منطقی نسب اربعہ والی بالکلیہ تساوی یا بالکلیہ تباین ہونا کہیں نظر سے نہیں گذرا لہٰذا جن علماء نے ان میں تباین یا تغایر کا قول کیا ہے ان کی مراد بالکلیہ تباین وتغایر نہیں اسی طرح جنہوں نے کہا کہ ان میں تساوی ہے تو ان کی مراد بھی بالکلیہ تساوی نہیں کہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ جب کہ کلام عقلاء اس کے صحیح محامل پر رکھنا لازم ہے اس لیے دونوں میں تطبیق یہی ہے کہ ان میں وتساوی بعض حوالوں سے ہے اسی طرح تغایر وتباین بھی بعض اعتبارات سے ہے مثلاً مہبط مطلق وحی ہونے میں ایک جیسے ہیں البتہ وحی کی نوعیت وغیرہ کی رو سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہی مطلب ہے عموم وخصوص کا جسے اعمّ واخصّ کے لفظوں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

وبطریق آخر:

جن علماء نے ان میں تساوی کا قول کیا ان کا مقصد یہ بھی ممکن بلکہ واقع ہے کہ علماء کبھی کبھی لفظ رسول کو بمعنیٰ نبی اور اس کے برعکس بھی استعمال فرماتے ہیں جیسا کہ پیش کردہ کئی عبارات سے مترشح بلکہ واضح ہے جیسے عبارت علامہ عبدالنبی احمد نگری علیہ الرحمہ ''والرسول قد یستعمل مرادفا للنبی''۔

استاذی الکریم حضرت سیدی مولانا علامہ مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی رضوی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ رسالت، ملائکہ اور انسانوں دونوں میں ہے جب کہ نبوت صرف انسانوں میں ہے لہٰذا

بعض اوقات رسل ناس کا ذکر کرتے ہوئے انہیں نبی کہہ دیا جاتا ہے جس سے رسالت کی نفی مراد نہیں ہوتی بلکہ ملائکہ کرام سے ایک طرح کا فرق کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا سید عالم ﷺ کے متعلق آپ کی چالیس سال عمر شریف کے بعد نُبِّیءَ کے الفاظ بمعنیٰ اُرْسِلَ ہیں یعنی نبی پہلے سے تھے البتہ بہ ہیئت کذائیہ رسالت کا ظہور اس وقت ہوا کہ جب وحی جلی کے نزول کا آغاز ہوا۔ ہاں اس معنیٰ میں رسول پہلے تھے کہ آپ کو شروع سے رسول قرار دیا جاچکا تھا۔ (اللفظ منی والمعنیٰ منہ مدظلھم بتغییر یسیر وتصرف قلیل)۔

اقولُ: اس کی تائید آیت کریمہ کے الفاظ **وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا**۔ نیز حدیث صحیح ''ونبیك الذی ارسلت'' سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث ہذا کا بیان عنقریب مستقل عنوان کے تحت آرہا ہے۔

بہر حال لفظ نبی و رسول میں علی الصحیح حسب بالا عدم تساوی ہے۔ اب سنئے کہ قول تساوی جمہور کا مذہب نہیں؟

قول تساوی خلاف جمہور ہے:

نبی و رسول میں ہر طرح سے تساوی اور کا قول بعض کا نظریہ ہے جمہور اس کے خلاف ہیں۔ بعض حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

حاشیہ علامہ احمد میں قول تساوی کے متعلق لکھا ہے: ''لکنہ خلاف ماعلیہ الجمہور'' یعنی نبی و رسول میں تساوی کا قول، خلاف جمہور ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (مجموع الحواشی البہیۃ، جلد اول، صفحہ ۵۳ طبع مذکور)۔

نبی و رسول میں فرق کا خلاصہ:

نبی و رسول میں فرق ہونے کے متعلق بنیادی طور پر دو قول ہیں: ایک یہ کہ رسول اعم ہے اور نبی اخص۔ جب کہ دوسرا اس کے برعکس ہے۔ یعنی نبی اعم اور رسول اخص۔ اول قول بعض اور ثانی قول جمہور ہے۔

چنانچہ شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵ طبع ملتان میں ہے: ''وقال بعضھم ان الرسول اعم'' یعنی بعض علماء نے فرمایا رسول اعم (اور نبی اخص ہے)۔

نیز حاشیہ علامہ خیالی علیہ الرحمہ میں ہے: ''لکن الجمہور اتفقوا علی ان النبی اعم'' یعنی اس بارے میں بالاتفاق جو جمہور کا مذہب ہے وہ یہی ہے کہ نبی اعم (اور رسول اخص ہے)

ملاحظہ ہو۔ (مجموع الحواشی البہیۃ، جلد اول، صفحہ ۵۴، طبع کوئٹہ حاشیہ خیالی صفحہ ۴ طبع یوسفی)۔

نیز الشمہ شرح مائۃ عامل منظوم صفحہ نمبر ۴ طبع پشاور میں ہے: ''الرسول اخص من النبی عند الجمہور'' یعنی جمہور کے نزدیک رسول، نبی سے اخص ہے۔

(نیز مناظرہ رشیدیہ صفحہ ۵ حاشیہ نمبر ا ''وقیل اخص '' نیز شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ ۵ نحوہ)۔
نیز شرح الوقایہ جلد اول صفحہ ۴۸ حاشیہ نمبر ۴: ''ان الرسول خاص والنبی اعم '' نیز النبراس صفحہ ۵۴ طبع ملتان میں ہے: ''قول الجمهور ان النبی اعم''۔

رسول کے اعم اور نبی کے اخص ہونے کی توضیح:

''وفسره بانه انسان اوملك مبعوث بخلاف النبی فانه مختص بالانسان ''رسول کے اعم اور نبی کے اخص ہونے کی توضیح ان کے قائلین کے نزدیک یہ ہے کہ رسول میں یہ تعمیم ہے کہ وہ انسان بھی ہوتا ہے اور فرشتہ بھی جب کہ نبی صرف انسان ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: (شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵ طبع ملتان)۔

اقول: اس تقدیر پر رسول اور نبی میں عموم خصوص من وجہ ہوا کہ بعض رسول انسان ہیں مگر کوئی نبی رسول نہیں۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد اول صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸ میں ہے: ''ومن وجه''۔

نبی کے اعم اور رسول کے اخص ہونے کی تشریح:

شرح جامی (صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵ طبع ملتان) میں ہے: ''واما اخص منه كما ذهب اليه جماعة اخرىٰ واختلفوا فی وجه كونه اخص ''یعنی رسول، نبی سے اخص ہے جیسا کہ ایک اور گروہ (یعنی جمہور کمامر) کا قول ہے اور اس کے اخص ہونے کی نوعیت کی تفصیل میں علماء کا اختلاف ہے۔ اھ۔

خصائص وشرائط رسول: اقول: مجموعی طور پر جو خصائص وشرائط رسول کے لیے بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں
ا۔ مامور بالتبلیغ ہونا ۲۔ وحی جبریلی ۳۔ کتاب الٰہی اور ۴۔ شریعۃ خاصہ۔

چنانچہ دستور العلماء میں لفظ رسول کے حوالہ سے لکھا ہے: ''وقد يخص بالمامور بالتبليغ الى الخلق اولمن نزل به جبريل عليه السلام اوبصاحب كتاب اوبشريعة خاصة بمعنى انه لم يكن ماموراً بمتابعة شريعة من قبله من الانبياء''۔

یعنی رسول کے لیے کبھی یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ وہ مخلوق کی جانب تبلیغ احکام کا پابند ہو کبھی یہ کہ جبریل علیہ السلام اس کے پاس وحی لائے ہوں، کبھی یہ کہ صاحب کتاب آسمانی ہو اور کبھی یہ کہ اس کی شریعت خاص اپنی ہو یعنی اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی شریعت کا پابند نہ ہو۔ (جلد سوم صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵)۔

حضرت میر سید سند شریف جرجانی نے فرمایا: ''لان الرسول من اوحیٰ اليه جبريل خاصة بتنزيل الكتاب من الله ''یعنی انسانوں میں رسول وہ نبی ہے کہ جس کے پاس خصوصیت کے ساتھ جبریل علیہ السلام کتاب الٰہی کی شکل میں وحی لائے ہوں۔ (کتاب التعریفات صفحہ ۱۰۵ طبع مصر و تہران) ۔

الشمہ صفحہ۴ طبع پشاور میں ہے: ”لاشتراط الکتاب والشریعۃ فیہ“ رسول اس لیۓ اخص ہے کہ اس میں کتاب اور شریعت کا ہونا شرط ہے۔

مناظرہ رشیدیہ صفحہ۵ میں ہے: ”فان کان ذا کتاب وشریعۃ متجددۃ یسمیٰ رسولاً“ یعنی نبی اگر صاحب کتاب ہو اور نئی شریعت کا حامل ہو تو اسے رسول کہا جاۓ گا۔

قدوۃ العلماء امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ الیواقیت والجواہر (صفحہ ۲۶۱ طبع بیروت) میں فرماتے ہیں: ولاتکون الرسالۃ الا کما ذکرنا یعنی بواسطہ روحی قدسی اھ یعنی رسالت محض روح قدسی کے ذریعہ کی وحی سے ہوتی ہے۔

دستور العلماء صفحہ ۳۹۴، ۳۹۵ میں ہے: المشہور ان الرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام ومعہ کتاب وشریعۃ۔ یعنی مشہور قول کے مطابق رسول اس انسان کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب اس کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجے جب کہ اس کے پاس کتاب الٰہی اور شریعت بھی ہو۔

ضروری وضاحت بابت بعض شرائط رسالت:

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ شرائط رسالت میں کتاب سے مراد خود اس پر نازل کردہ خصوصی کتاب ہے۔ اسی طرح شریعت سے مراد بھی شریعت مستقلہ ہے جو رسول کے لیۓ خصوصی طور پر اتاری گئی ہو لیکن بعض علماء نے لکھا ہے: ”والرسول من اوحی الیہ وامر بہ بکتاب لہ وشریعۃ مستقلۃ او بکتاب من تقدمہ وشـــریـعۃ“ یعنی اس میں رسول ہونے کے لیۓ سابق پیغمبر کی کتاب وشریعت کی پابندی کو بھی کافی گردانا گیا ہے۔ (قالہ العلامۃ الرحمتی فی حاشیتہ علی شرح الجامی المسمی بالعقد النامی)۔

نیز علامہ علی القاری شرح الشفاء جلد دوم صفحہ ۴۲۵ میں فرماتے ہیں: فانہ نبی مأمور بتبلیغ الرسالۃ سواء تکون ہذہ الرسالۃ تقدمت او تجددت۔ اھ

اقولُ: یہ شاید بطور کلیہ نہیں بلکہ محض سیدنا اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق وارد ہونے والے اس سوال کے جواب کے لیۓ ہے کہ آپ صاحب کتاب اور حامل شریعت جدیدہ نہیں ہیں پھر بھی قرآن مجید میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔

بناءً علیہ صرف آپ کے حوالہ سے توجیہ یہ ہوئی کہ آپ کو کتاب سابق یا شریعت متقدمہ کے مأمور بالاتباع ہونے کے حوالہ سے نبی کے ساتھ رسول سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی یہ شق اپنے مورد میں بند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب فلیتامل ولیحرّر۔

خلاصہ یہ کہ نبی اور رسول میں فرق ہونے کے حوالہ سے بنیادی طور پر دو قول ہیں ایک یہ کہ رسول اعم اور نبی اخص ہے۔ جب کہ دوسرا قول اس کے برعکس ہے اور جمہور کا قول بھی یہی ہے۔

پھر رسول کے اخص ہونے کی نوعیت کے بارے میں چار اقوال ہیں: ا۔ تبلیغ احکام۔ ۲۔ وحی جبریلی۔ ۳۔ کتاب الٰہی۔ ۴۔ شریعت خاصہ و مستقلہ۔

اب یہ پڑھیئے کہ اس میں جمہور کا مذہب قول اول ہے یعنی تبلیغ احکام۔

نبی و رسول میں فرق کی نوعیت عندالجمہور:

جمہور کے نزدیک نبی و رسول میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ نیز ان میں اہم فرق مامور بالتبلیغ ہونا نہ ہونا ہے **یعنی مامور بالتبلیغ ہوگا تو رسول ہے مأمور بالتبلیغ نہیں ہوگا تو نبی ہے۔ بعض قول حسب ذیل ہیں:**

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''والصحیح والذی علیہ الجماء الغفیر ان کل رسول نبی ولیس کل نبی رسولا ''یعنی صحیح قول اور جو علماء کی اکثریت کا مذہب ہے، یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہے جب کہ ہر نبی رسول نہیں۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۱۶۱ طبع مصر)۔ **نیز شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۰ طبع کراچی بحوالہ امام قاضی عیاض)۔**

شیخ الاسلام میر سید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''قال الکلبی والفراء کل رسول نبی من غیر عکس ''یعنی کلبی اور فراء نے کہا کہ ہر رسول نبی ہے اس کے برعکس نہیں۔ (کتاب التعریفات صفحہ ۹۴ طبع مصر)۔

امام احناف علامہ سید عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''والخلاف فیھما علی اربعۃ اقوال۔ التباین والتوافق والعموم والخصوص المطلق ومن وجہ (الیٰ) والمشھور نسبۃ العموم والخصوص المطلق فکل رسول نبی ولا کل نبی رسول ''یعنی نبی و رسول میں پائی جانے والی نسبت کے متعلق چار مختلف اقوال ہیں: ا۔ تباین۔ ۲۔ توافق یعنی تساوی۔ ۳۔ عموم و خصوص مطلق اور نمبر ۴ عموم و خصوص من وجہ۔

قول مشہور کے مطابق ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ' جلد اول' صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸، طبع مصر و پاک)۔

شرح الوقایہ جلد اول صفحہ ۴۸ حاشیہ نمبر ۴: ''ان الرسول خاص والنبی اعم ''(مفہوم وہی ہے جو اوپر گذرا ہے) شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی میں ہے: ''بان النبی اعم من الرسول ''نبی رسول

سے اعم ہے۔

منصبِ نبوت کیلئے مامور بالتبلیغ ہونا شرطِ نبوت نہیں:

امام جلال الدین محلّی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر الجلالین میں سورۃ حج کی آیت **وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ** کے تحت لکھتے ہیں: ''من رسول هو نبی امر بالتبليغ''۔ ''ولا نبی ای لم يؤمر بالتبليغ''۔

یعنی رسول سے مراد وہ نبی ہے جو مأمور بالتبلیغ ہو اور نبی وہ جو مأمور بالتبلیغ نہ ہو۔

اس کے تحت کمالین میں ہے: ''بماعرفه الشيخ المحلی ارتضاه كثير من العلماء اذهو اولیٰ بما هو المشهور'' یعنی شیخ محلی نے نبی و رسول کی جو تعریف فرمائی ہے بکثرت علماء نے اسے پسند کیا ہے کیوں کہ یہ مشہور قول کے مطابق ہے۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''هو انسان اوحی اليه بشرع وان لم يؤمر بتبليغه فان امر بذلك فرسول ايضاً'' یعنی نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی شرع کی وحی کی گئی ہو۔ اگرچہ اس کی تبلیغ کا اسے پابند نہ کیا گیا ہو اگر پابند کیا گیا ہو تو وہ رسول بھی ہوگا۔ (البہجۃ المرضیۃ فی شرح الالفیہ علی ہامش شرح ابن عقیل صفحہ۷ طبع کراچی)۔

امام علامہ صالحی فرماتے ہیں:

''هو انسان ذكر اوحی اليه بشرع ولم يؤمر بتبليغه فان امر بذلك فرسول ايضاً'' ''یعنی نبی اس مرد آدمی کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی شرع کی وحی فرمائی گئی ہو اور اس کی تبلیغ کا اسے مأمور نہ کیا گیا ہو پھر اگر اسے اس کا مأمور کیا گیا ہو تو وہ رسول بھی ہوگا۔ (سبل الہدیٰ المعروف سیرۃ شامی' جلد دوم' صفحہ ۲۷۸)۔

علامہ علی القاری علیہ الرحمۃ الباری رقم طراز ہیں:

''والصحيح ان النبی انسان اوحیٰ اليه سواء امر بالتبليغ اولا والرسول من امر بتبليغه'' یعنی صحیح یہ ہے کہ نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی گئی ہو عام ازیں کہ وہ تبلیغ پر مأمور ہو یا نہ ہو اور رسول وہ نبی ہے جسے وحی کی تبلیغ پر مامور فرمایا گیا ہو۔ ملاحظہ ہو: (شرح النقایہ جلد اول صفحہ۱۰ طبع کراچی)

نیز ملاحظہ ہو: شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ ولفظه: ''الرسول من امر بالتبليغ والنبی من اوحی اليه اعم من ان يؤمر بالتبليغ ام لا'' اھ۔

نیز مجموع الحواشی البهية حاشیہ ملا احمد بحوالہ علامہ بیضاوی جلد اول صفحہ ۵۳، ۵۴ طبع کوئٹہ) نیز

ملاحظہ ہو: شرح الشفاء جلد دوم صفحہ ۴۵۴ طبع مصر حیث قال: "النبی انسان اوحی الیہ سواء امر بالتبلیغ ام لا بخلاف الرسول فانہ نبی مأمور بتبلیغ الرسالۃ سواء تکون ھذہ الرسالۃ تقدمت او تجددت" اھ۔

نیز علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے لکھا ہے:

"یشرط فی الرسول دون النبی ان یؤمر بالتبلیغ او یکون لہ شرع جدیداو انزل علیہ کتاب والاول ھو المشھور "یعنی مشہور قول کے مطابق رسول کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ تبلیغ وحی پر مامور ہو جب کہ نبی کے لیئے یہ شرط نہیں۔ (ملخصاً)۔ (شرح الشفاء جلد دوم صفحہ ۴۵۴ طبع مصر)۔

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"ھو انسان حر ذکر اوحی الیہ بشرع وامر بتبلیغہ فان لم یؤمر بتبلیغہ فھو نبی فقط کما ھو المشھور عندھم "یعنی رسول وہ آزاد مرد ہے جس کی طرف کسی شرع کی وحی کر کے اسے اس کی تبلیغ پر مأمور فرمایا گیا ہو۔ اگر اسے اس کی تبلیغ کا پابند نہ کیا گیا ہو تو وہ فقط نبی ہوگا جیسا کہ علماء کے ہاں معروف ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ ۷، طبع کراچی)۔

شرح جامی صفحہ ۲ حاشیہ نمبر ۵ میں ہے: "ھو انسان بعثہ اللہ تعالٰی بشریعۃ سواء امر بتبلیغھا ام لا" نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالٰی نے کوئی شریعت دے کر بھیجا ہو عام ازیں کہ وہ اس کی تبلیغ پر مأمور ہو یا نہ ہو۔ اھ۔

علامہ ابن جماعہ نے لکھا ہے: "الرسول انسان اوحی الیہ بشرع وامر بتبلیغہ فان لم یؤمر فھو نبی فقط فالرسول اخص مطلقاً "یعنی رسول وہ انسان ہے جس کی طرف کسی شرع کی وحی کر کے اسے اس کی تبلیغ کا پابند کیا گیا ہو۔ پھر اگر وہ اس پر مأمور نہ ہو تو وہ صرف نبی ہوگا۔ (رسول نہیں ہوگا) پس رسول نبی سے مطلقاً اخص ہے۔ ملاحظہ ہو: (حاشیہ ابن جماعہ علی جاربردی علی الشافیۃ لابن الحاجب صفحہ ۵ طبع کوئٹہ)۔

خلاصہ یہ کہ وحی نبی اور رسول دونوں پر ہوتی ہے لیکن رسول کو اس کی تبلیغ پر بھی پابند کیا جاتا ہے مگر نبی کو بطور شرط اس کا پابند نہیں کیا جاتا۔ علماء کی اکثریت اسی کی قائل ہے اور ان کے حسب تصریح تحقیق صحیح بھی یہی ہے۔

وحی جبریلی بھی شرط نبوت نہیں:

نبی کے اعم اور رسول کے اخص ہونے کی تشریح کے زیر عنوان پیش کردہ نقول سے یہ بھی واضح ہو چکا

ہے کہ شرع کے متعلق وحی جبریلی شرط رسالت ہے۔ شرط نبوت نہیں۔

مزید تصریحات سنئے کہ نبوت کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وحی کے دیگر اقسام میں سے کسی قسم کی وحی ہو۔

چنانچہ شیخ الاسلام میر سید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "النبی من اوحی الیہ بملك او الهم فی قلبه او نبه بالرؤیا الصالحة فالرسول افضل بالوحی الخاص الذی فوق وحی النبوۃ لان الرسول من اوحی الیہ جبریل خاصة بتنزیل الکتاب من اللہ" "یعنی نبی وہ ہے جس کی طرف وحی کی جائے عام ازیں کہ وہ فرشتہ کے ذریعہ ہو یا اس کے دل میں کسی امر کا القاء والہام کیا گیا ہو یا سچے خواب کے ذریعہ اسے کوئی ہدایت دی گئی ہو لہٰذا رسول کو مزید خاص وحی کے ذریعہ برتری ہوتی ہے جو وحی نبوت سے فائق ہوتی ہے کیوں کہ رسول کے لیئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے پاس خصوصیت کے ساتھ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کتاب کی شکل میں وحی لے کر آئیں۔ (کتاب التعریفات صفحہ ۱۰۵ طبع مصر و تہران)۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

"الرسول من یأتیه الملك والنبی یجوز ان یأتیه الوحی بوجه آخر من الهام او منام" "یعنی رسول وہ ہے جس کے پاس ملکِ وحی (لازماً) آئے جب کہ نبی کے لیئے اتنا کافی ہے کہ اس کے پاس الہام والقاء یا خواب کے ذریعہ ہدایات آئیں۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ (النبراس صفحہ ۵۵ نیز مجموع الحواشی حاشیہ ملا احمد جلد اول صفحہ ۴۵ بحوالہ بیضاوی)۔

نیز **علامہ محقق** علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"فالاصوب فی وجه الفرق بینهما ان النبی من اوحی الیه ولو فی النوم سواء امر بتبلیغ الاحکام اولم یؤمر والرسول من اوحی الیه وامر به بکتاب له وشریعة مستقلة او بکتاب من تقدمه وشریعة" "یعنی نبی ورسول کے مابین فرق کے بیان میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے غیر متعین ذریعہ سے وحی کی گئی ہو اگرچہ نیند میں کی گئی ہو عام ازیں کہ اسے احکام کے پہنچانے پر مأمور کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو اور رسول وہ نبی ہے جسے وحی کے ساتھ ساتھ ایک خاص کتاب اور خاص شریعت عطا کی گئی ہو یا اسے کسی سابقہ پیغمبر کی کتاب اور شریعت کی اتباع کا امر کیا گیا ہو۔ (العقد النامی فی شرح الجامی جلد اول تحت عبارت والصلوٰۃ علیٰ نبیہ)

خلاصہ: یہ کہ نبوت کے لیئے کسی طریقہ سے وحی کا ہونا کافی ہے اور اس کے لیئے ملکِ وحی کی وحی جلی قطعاً شرط نہیں ہے۔

امام علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں:

"ذکر الامام الحلیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ ان الوحی کان یأتی النبی ﷺ علی ستۃ واربعین نوعاً فذکرھا "یعنی امام حلیمی رحمۃ اللہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ پر مجموعی طور پر چھیالیس طریقوں سے وحی آتی تھی اس کے بعد انہوں نے اس کی مکمل تفصیل بیان فرمائی ہے۔ (سبل الھدیٰ جلد دوم صفحہ ۲۶۵ طبع بیروت)۔

وحی کس امر کے متعلق ہو؟

"عند الجمہور مأمور بالتبلیغ ہونا شرط نبوت نہیں" کے عنوان کے تحت نبی کی تعریف میں بعض عبارات میں وحی کے ساتھ "بشرع" کی قید مذکور ہے۔ لیکن بعض میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ علامہ علی القاری نے اس قید کے بغیر "من اوحی الیہ" کو "الصحیح" کہہ کر اس کے صحیح اور اس کے برخلاف کے غیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ مذکورہ بالا عنوان میں حضرت میر سید، علامہ پر ہاروی اور علامہ رحمتی رحمہم اللہ کی عبارات بھی اس قید سے خالی ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے وحی بامر مّا اور وحی مطلق بھی کافی ہے۔ احکام ناس سے اس کا متعلق ہونا بھی کچھ ضروری نہیں ذات نبی سے اس کا تعلق ہونا بھی مفہوم نبوت کے حاصل ہونے کی کفایت کرتا ہے۔ علماء اسلام سے اس پر بھی تصریحات موجود ہیں۔

چنانچہ **علامہ عبدالعزیز پرہاروی حنفی** علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

"یجوز الوحی بتکمیل نفس النبی ﷺ بلا تبلیغ" اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر ایسی وحی بھی ہوتی ہے جس کا تعلق، تربیت ذات نبی سے ہو اور دوسروں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ (النبراس صفحہ ۴۳۶ طبع پشاور)۔

علاوہ ازیں علامہ نبہانی **امام شان علامہ قاضی عیاض مالکی** رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں:

"ان یحییٰ علیہ السلام کان نبیا ولم یکن مبعوثا الی قومہ و کان منفردا بمراعاۃ شانہ "یعنی اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود اپنی قوم کی طرف مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ وحی الٰہی کے حوالہ سے وہ محض اپنی ذات کی دیکھ بھال تک محدود تھے۔ (جواہر البحار، جلد اول، صفحہ ۸۱ طبع مصر)۔

اقول: امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے جہاں یہ واضح ہو گیا کہ بعض اوقات وحی نبوت محض ذات نبی سے متعلق ہوتی ہے، وہاں کان نبیاً کے ساتھ اس کے الفاظ "لم یکن مبعوثا" سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بعثت کا معنیٰ نبی بننا یا بنانا نہیں بلکہ اس کا معنیٰ ارسال اور بھیجنا ہے۔ ورنہ یہ عبارت مختل ہو کر رہ جائے گی اور معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ نبی تھے مگر نبی بنائے نہیں گئے تھے۔ یا یہ ہوگا کہ وہ نبی تھے مگر نبی نہیں تھے۔ جسے کوئی ذی عقل صحیح نہیں کہہ سکتا۔ لہٰذا لفظ بعثت نبی نہ ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مزید

بحث جلد دوم میں آرہی ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کی مزید مثال ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں کہ آپ کی خلقت کے بعد آپ پر وحی اترتی تھی مگر اس میں احکام ناس کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا کیوں کہ وجود ناس ہی نہ تھا۔ بناء بریں اگر ''بشـــرع'' کی قید کو تسلیم کرلیا جائے تو ''شـــرع'' سے مراد (قبل از اعلان نبوت تک کی مدت میں) وہ امور قرار پائیں گے کہ جنہیں ذات نبی کے لیے مشروع فرمایا گیا۔ والحمدللہ تعالیٰ۔

اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ ہم یہ بھی ثابت کردیں کہ قبل از اعلان نبوت بھی آپ ﷺ پر مطلوبہ معیار کی وحی (وحی خفی) واقعۃً اترتی تھی۔تا کہ عنوان کسی طرح سے تشنۂ تکمیل نہ رہے اور حجت ہر طرح سے تمام ہوکر استدلال اوج کمال کو پہنچ جائے۔

تو لیجیے اس کا ثبوت بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم المصطفیٰ ﷺ حاضر ہے۔جو حسب ذیل ہے:۔

رسول اللہ ﷺ پر قبل از اعلانِ نبوت، نزول وحی کے دلائل

دلیل نمبر ۱ (نبوت کا حقیقت ثابتہ ہونا):

جب نبی کے لیے وحی لازم ہے اور ہم اس سے قبل کم وبیش دو سو تین دلائل سے آپ کا نبی ہونا ثابت کرآئے ہیں تو اس کے ماننے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ آپ پر وحی آتی تھی اور اصولی طور پر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہ رہی کیوں کہ اذا ثبت الشئی ثبت بجمیع لوازمہ۔

دلیل نمبر ۲ (اصلیت، اولویت، جامعیت):

حضرت یحییٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کا حالت صبا میں منصب نبوت پر فائز فرمایا جانا نیز چھوٹی عمر میں ان پر وحی کا اترنا دلیل نمبر ۲۰۳ کے تحت مذکور ہو چکا ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ** ۔یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کو ان کے بچپن میں صحیح فیصلہ دینے کا ملکہ عطا فرمایا (آگے فرمایا) **وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا** یعنی حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام میں سے ہر ایک کو حکم وعلم ہم ہی نے عطا کیا۔(پارہ ۱۷ الانبیاء آیت ۷۹)

اور اس حوالہ سے ایک کھیتی کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کا تاریخی فیصلہ قرآن مجید میں مذکور ہے نیز دو عورتوں کے مابین ان کے فیصلے کا ذکر صحیح حدیث میں موجود ہے۔(رواہ مسلم وغیرہ)۔

علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپن میں یہ خواب دیکھنا کہ سورج چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کررہے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسے منجانب اللہ خوش خبری قرار دینا وغیرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ حیث قال تعالیٰ: اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ ۔الآیہ

نیز وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ۔الآیہ نیز جب ان کے مخالف بھائیوں نے انہیں ضائع کرنے کے ارادہ سے اندھے کنویں میں ڈالا تو اللہ فرماتا ہے: وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ یعنی اس موقع پر ہم نے انہیں وحی فرمائی۔ (پارہ۱۲، یوسف)۔

اقول: یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں وحی کا ہونا صرف ممکن ہی نہیں واقع ہے خصوصاً حضرت یوسف علیہ السلام کو جو وحی ہوئی وہ قطعی طور پر ان کے اعلان نبوت سے قبل ہوئی تھی جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا ذکر فرمانے کے بعد اسی سورت میں آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ الایہ۔

تو کیا وجہ ہے کہ سید عالم ﷺ جو اصل کل، اولیٰ من الکل اور جامع کل کمالات نیز تمام انبیاء علیہم السلام کے لیئے واسطۂ کمالات بھی ہیں معاذ اللہ اس سے خالی ہوں۔ (خاکم بدہن)۔

الغرض مانحن فیہ کو سمجھنے کے لیئے یہ مثالیں بہت اہم ہیں جو مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ والحمد للہ۔

اب پڑھیے اس کے کچھ خصوصی دلائل۔

دلیل نمبر۳ (عدل فی الرضاعة):

سید عالم ﷺ نے حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی چھاتی مبارک سے دائیں پستان کا دودھ نوش فرمایا اور دوسرا پستان اپنے دودھ شریک (حضرت حلیمہ کے شیر خوار بچے) کے لیئے چھوڑا اور کوشش کے باوجود اسے کبھی قبول نہ فرمایا اور پوری مدت رضاعت میں یہی کیفیت رہی۔

علماء نے اسے غنیمت باردہ سمجھتے ہوئے اپنی کتب میں جگہ ہی نہیں دی اس کی توجیہ بھی فرمائی جو دلیل اعتماد ہے کیوں کہ "التأویل دلیل التعویل۔

توجیہ یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتلایا تھا جس سے آپ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ کا شریک بھی ہے پس آپ نے عدل فرمایا جو ظاہر ہے کہ شیر خوارگی کی اس عمر میں یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحی اور القاء فی

القلب ہی سے ہوا جو ہمارے موقف کی روشن دلیل ہے۔

چنانچہ مولد العروس لابن الجوزی (صفحہ۱۳ طبع بیروت) میں ہے: "لعلمه ان له شريكا" آپ نے ایک پستان کو اس لیئے اختیار فرمایا کہ آپ کو علم تھا کہ آپ کے ساتھ آپ کا ایک دودھ شریک بھی ہے۔ نیز الخصائص الکبریٰ للامام السیوطی (جلد اول صفحہ۱۹ بحوالہ خصائص ابن سبع) میں ہے: "وذلك من عدله لانه علم ان له شريكا فی الرضاعة" آپ نے یہ بر بناء عدل کیا کیوں کہ آپ کو علم تھا کہ رضاعت میں آپ کا ایک حصہ دار بھی ہے۔

نیز ماثبت من السنة للشیخ المحقق (صفحہ۱۰۴ طبع لاہور) میں ہے: "قال اهل العلم اعلمه الله الیٰ ان له شريكا فالهمه العدل فقالب فروی وروی اخوه"۔

خلاصہ یہ کہ علماء نے اس کی توجیہ میں فرمایا کہ آپ کا ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے اعلام والہام کی بناء پر تھا کہ جناب نے اس مقام پر عدل فرمانا ہے پس آپ نے دوسرے پستان کے قبول کرنے سے اعراض فرمایا اور آپ اپنے اختیار فرمودہ سے سیر ہوئے اور آپ کے دودھ شریک بھائی نے دوسرے پستان سے سیرابی حاصل کی۔

نیز حجة الله علی العالمین للنبهانی میں ہے "قال اهل العلم الهمه الله العدل ان له شريكا فعدل" امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "ونزهته عن الاخبار الموضوعة ومايرد" یعنی میں نے اپنی اس کتاب الخصائص الکبریٰ کو موضوع اور مردود قسم کی روایات سے بالکل پاک رکھا ہے۔ حضرت کے اس بیان سے پیش نظر امر کی توثیق واضح ہوتی ہے۔ وهو المقصود۔

نوٹ: اس کا بیان شروع باب میں بھی آ چکا ہے۔ مزید سنئے۔

دلیل نمبر۲۴۴ تا ۲۴۶ (شق صدر مبارک):

دلیل نمبر ۱۲۷، ۱۵۸ اور ۱۹۳ کے تحت شق صدر مبارک کے واقعات با حوالہ گذر چکے ہیں ان میں آپ ﷺ کا جبریل امین علیہ السلام سے ملاقات فرمانا، ان کو دیکھنا اور ان کے منجانب اللہ کلام کو سننا بھی قبل از اعلانِ نبوت وحی خفی کا اہم ثبوت ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ علماء شان نے مراتب وحی کے بیان میں ایک مرتبہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام قلب مبارک میں کچھ القاء کریں اور حدیث میں ہے: "ان روح القدس نفث فی روعی" یعنی فلاں بات روح القدس علیہ السلام نے میرے دل میں القاء کی ہے۔ رواه الحاکم فی المستدرك وصححه۔ (کما فی المجلد الثانی من مدارج النبوة الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

نیز مشکوٰۃ صفحہ۴۵۲ بحوالہ شرح السنہ۔

پس جب ان کا القاء فی القلب بھی وحی کی قسم ہے تو ان کا اس سلسلہ کا بالمشافہ کلام بطریقِ اولیٰ وبدلالۃ النص وحی ہوا۔

دلیل نمبر ۷ تا ۹ (عمر ۳۵ برس ثبوت وحی):

دلیل نمبر ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶ کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین روایتیں گذری ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو جسم مبارک کے ڈھانپنے کے امر اور عریاں کرنے سے نہی فرمائے جانے کا ذکر ہے وہ بھی مانحن فیہ کی عمدہ دلیل ہیں۔ انہیں ادھر ہی ملاحظہ فرمالیں۔

دلیل نمبر ۱۰ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثبوت):

دلیل نمبر ۱۹۲ کے تحت صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ متفق علیہ حدیث پیش کی جاچکی ہے کہ "اول مابدئ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم" (الی) "ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء" (الی) "حتیٰ جاء ہ الحق" یعنی اعلان نبوت سے قبل آپ ﷺ کے لیے وحی کا جو سلسلہ شروع کیا گیا وہ سچے خوابوں کی شکل میں تھا اس کے بعد آپ کو سب سے تنہائی میں بیٹھنا محبوب ہوگیا جس کے لیے آپ غارِ حراء میں خلوت فرماتے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد آپ کے پاس کھل کر وحی آئی۔ (وحی جلی نازل ہوئی) تو قبل از اعلانِ نبوت وحی خفی کی آمد حدیث کی چوٹی کی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ثابت ہوئی۔ والحمدللہ۔ اس سلسلہ کی کچھ روایات اور ہیں جو گذشتہ صفحات میں رکھنے سے رہ گئی تھیں جنہیں موقع کی مناسبت سے یہاں لایا جارہا ہے۔ پڑھیے۔

دلیل نمبر ۱۱ (جبرئیل ومکائیل علیہما السلام سے پیغام الٰہی):

ارشاد فرمایا: "مر علیّ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام وانا بین النائم والیقظان بین الرکن وزمزم فقال احمد ھما للاٰخر ھو ھو۔ قال نعم ونعم ھو لو لا انہ یمسح الاوثان الخ۔ یعنی (یہ زمانہ قبل از اعلانِ نبوت کی بات ہے کہ) میں مطاف کعبہ میں رکن اسود اور چاہ زمزم کے درمیان لیٹا یا بیٹھا ہوا تھا تھوڑی سی نیند کی کیفیت تھی کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کا مجھ سے گذر ہوا ان میں سے ایک نے میرے متعلق دوسرے سے کہا: کیا یہ وہی ہیں؟ انہوں نے جواباً کہا: ہاں ہاں وہی تو ہیں۔ (اگلے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ) ان کے نام پیغام ہے کہ بتوں کو ہاتھ نہیں لگانا۔ (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۸۹، بحوالہ ابونعیم عن الصدیقۃ)۔

دلیل نمبر ۱۲ (نُهِيْتُ اَنْ اَقُوْمَ عِنْدَ هٰذَا الصَّنَمِ):

یہ بھی زمانہ قبل از اعلانِ نبوت کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر اساف نامی بت کے پاس سے

ہوا۔ "فقال له بنو عمه مالك يامحمد؟ قال نهيت ان اقوم عندهذا الصنم" تو آپ کے چچازادوں نے آپ سے کہا محمد! آپ کو کیا ہوا کہ آپ اسے نہیں چھوتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھونا تو کجا مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے اور رکنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو: (الخصائص الکبریٰ، جلداول، صفحہ ۸۹، بحوالہ ابونعیم وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔

اسی تناظر میں یہ روایت بھی پڑھ لیجئے۔ حضرت زید بن حارثہ ﷛ جنہیں آپ ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا وہ قبل از اعلان نبوت کے زمانہ میں آپ ﷺ کی معیت میں کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ دوران طواف مشرکین اپنے بت اساف اور نائلہ کو چھوتے۔ میں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی انہیں چھوا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "لا تمسه" اسے مت چھوؤ لیکن میں نے یہ دیکھنے کے لیئے کہ آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے ایک بار پھر اسے چھوا تو آپ نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا: اَلَمْ تُنْهَ تمہیں ایک بار روکا نہیں گیا کہ یہ کام مت کرو۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ، جلداول، صفحہ ۸۹، ۹۰ بحوالہ حاکم وابونعیم وبیہقی عن زید بن حارثہ ﷛ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)۔

اقول: یعنی آپ کو جو وحی ہوئی آپ نے اپنے ظاہری دائرہ وسعت میں اپنے قریبی سے بھی اس پر عمل کرایا۔

دلیل نمبر ۱۳ (زمانہ قبل از اسلام میں وقوف عرفات):

حضرت جبیر بن مطعم ﷛ فرماتے ہیں میں نے زمانہ قبل از اسلام میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا "وهو يقف على بعير له بعرفات من بين قومه حتىٰ يدفع معهم توفيقا من الله له" کہ آپ نے حج کے مواقع پر اپنی قوم کے لوگوں میں رہتے ہوئے اپنے اونٹ پر تشریف فرما رہ کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یکسر مختلف انداز میں عرفات میں وقوف فرمایا البتہ واپسی ان کے ساتھ فرمائی۔ (الخصائص الکبریٰ، جلداول، صفحہ ۹۰ بحوالہ ابن اسحاق، بیہقی وابونعیم عن جبیر بن مطعم ﷛)۔

اسی طرح ربیعہ الجرشی ﷛ سے بھی مروی ہے ان کے لفظ ہیں: "رأيت رسول الله ﷺ واقفا في الجاهلية بعرفات فعرفت ان الله وفقه لذلك" یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمانہ قبل از اسلام میں عرفات میں وقوف فرماتے دیکھا تو مجھے یقین ہوا کہ آپ نے اس لیئے وقوف فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ (خصائص کبریٰ، جلداول، صفحہ ۹۰ بحوالہ مسند حسن، معجم بغوی، الصحابہ

للباوردی عنه ﷺ)

اقول: اگر آپ ﷺ کے متعلق ان کا یہ نظریہ زمانۂ جاہلیت میں تھا تو زمانہ قبل از اعلانِ نبوت میں اس شان سے آپ ﷺ کا شہرہ ثابت ہوا۔ اسلام لانے کے بعد ان صحابہ نے یہ نظریہ قائم کیا تو یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا کہ اس زمانہ میں آپ پر وحی خفی کا نزول ہوتا تھا۔ وللہ الحمد۔

دلیل نمبر ۱۴ تا ۱۹ (تصریحات ائمہ وعلماء اسلام):

۱۴: امام ابوبکر احمد بن حسین آجری (متوفی ۳۶۰ھ) علیہ الرحمۃ **سے:** ''الهمه مولاه عبادته وحده لاشريك له ليس للشيطان اليه سبيل يتعبد بمولاه الكريم خالصا حتى نزل عليه الوحى وامر بالرسالة'' یعنی مولیٰ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی ذات وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے طریقے القاء فرمائے جس میں شیطان کا کوئی دخل ناممکن تھا۔ حضور اپنے مولیٰ کریم کی خالص عبادت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ پر وحی جلی اتری اور آپ کو رسالت (تبلیغ احکام) پر مامور فرمایا گیا۔

ملاحظہ ہو۔ (کتاب الشریعۃ صفحہ ۴۵۱ طبع بیروت)۔

۱۵: علامہ علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ **سے:** ۔ علامہ رحمہ اللہ قونوی شرح عمدۃ النفسی کے حوالہ سے آپ ﷺ کی قبل از اعلان نبوت عبادت کے تناظر میں رقم طراز ہیں: ''کان فی مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بماهو الحق الذى ظهر عليه فى مقام نبوته بالوحى والكشوف الصادقة من شريعة ابراهيم عليه الصلاة والسلام وغيرها'' یعنی شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کی آمد (حکم تبلیغ) سے پہلے آپ ﷺ مقام نبوت پر فائز تھے اور مقام نبوت پر ہونے کے باعث آپ عبادت بھی وحی اور سچے کشفوں کی بناء پر فرماتے تھے جب کہ وہ وحی اور سچے کشف، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر رسل کرام علیہم السلام کی غیر محرف شریعتوں کے موافق ہوتے تھے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی)۔

اس سے تھوڑا سا پہلے علامہ رازی کا کلام پیش کر کے لکھا ہے: ''وهو المختار عند المحققين من الحنفية'' یعنی محققین احناف کا مختار بھی اس حوالہ سے یہی ہے کہ آپ ﷺ قبل از اعلان نبوت کسی شرع کے پابند نہ تھے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰)۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مذہب جمہور بتایا ہے آپ کے لفظ ہیں: ''ان العلما اختلفوا هل كان ﷺ قبل بعثته متعبدا بشرع من قبله اولا فقال الجمهور لم يكن متعبدا بشئى (الىٰ) وهو الذى عليه الجمهور (الىٰ) اذلو كان شئى لنقل'' یعنی علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ اپنے بعثت

سے پہلے، پہلی کسی شریعت کے پابند تھے یا نہیں؟ تو اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آپ سابقہ کسی شریعت کے پابند نہیں تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو متعلقہ شریعت والوں کی جانب سے اسے فخریہ نقل کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو:
(الفتاویٰ الحدیثیہ صفحہ ۱۵۳ طبع کراچی)۔

نیز ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ علی العالمین للنبھانی صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱ ما نصہ۔ ''ذھب اکثر المتکلمین و بعض الفقھاء من اصحاب الشافعی و ابی حنیفۃ الی انہ لم یکن متعبدا بشئی من الشرائع''۔ نیز فتاویٰ شامی جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۶۷، ۳۶۳ طبع کوئٹہ۔

معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ متکلمین نیز فقہاء محققین خصوصاً محققین احناف اسی کے قائل تھے کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ پر وحی اترتی تھی جس کے مطابق آپ عبادت فرماتے تھے۔

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ کیجئے: ''غایتہ انہ کان قبل البعثۃ علی تلک الحالۃ الجامعۃ بطریق الاجمال و بعد علی وجہ التفصیل فی مراتب الکمال'' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بہ طریق اجمال اس جامع کیفیت پر تھے اور اس کے بعد بہ طریق تفصیل مراتب کمال پر جلوہ گر ہوئے۔ (شرح الشفاء جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)۔

۱۶: علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) **سے**: ''و کان لہ علیہ الصلاۃ و السلام فی کل حال من احوالہ فیھا نوع من الوحی'' یعنی زمانہ قبل از اعلانِ نبوت میں بھی آپ ﷺ پر کسی نہ کسی شکل میں وحی کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ ملاحظہ ہو۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۱۳ صفحہ ۶۳ پارہ ۲۵ طبع ملتان)۔

نیز لکھا ہے: ''انہ ﷺ لم یزل موحی الیہ و انہ علیہ الصلاۃ و السلام متعبدا بما یوحی الیہ الا ان الوحی السابق علی البعثۃ کان القاءً و نفثاً فی الروع'' یعنی آپ ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا نیز یہ کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام عبادت بھی اسی کے مطابق کرتے تھے جو آپ پر وحی کی جاتی تھی۔ فرق یہ ہے کہ بعثت سے پہلے اترنے والی وحی القاء اور نفث فی الروع کی قسم کی تھی۔ (بعد بعثت وحی جلی تھی) ملاحظہ ہو۔ (روح المعانی پارہ ۲۵ جلد ۱۳ صفحہ ۸۲)۔

۱۷: حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: سورۂ انعام کی آیت کے الفاظ۔ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ کے تحت لکھتے ہیں: ''حضور ﷺ اس آیت سے پہلے بھی اتباع کر رہے تھے حتیٰ کہ بی بی حلیمہ کا داہنا پستان شریف چوسنا، بایاں نہ چوسنا، حلیمہ کے ہاں بچوں کے ساتھ کھیلنے سے انکار فرما دینا، پانچ چھ سال کی عمر شریف میں بتوں کے نام ذبیحہ کا گوشت نہ کھانا، حلیمہ کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے جانا اور یہ فرمانا کہ جب ہم

کھانے میں برابری کرتے ہیں تو کمانے میں بھی برابری کریں گے یہ سب اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ پر عمل تھا۔ وحی الٰہی اس زمانہ سے بلکہ اس سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ سے مراد صرف قرآن مجید نہیں بلکہ حضور ﷺ کی ساری وحی مراد ہے خواہ وہ قرآن ہو یا حضور کا الہام یا حضور کے دل میں القاء یا حضور کا خواب۔ بلکہ حضور کی وہ اطلاع جو صحابہ کرام کو خواب کے ذریعہ ہو جیسے نماز کی اذان جو صحابہ کرام کے خواب کے ذریعہ حضور کو بتائی گئی (الی) بہت سے احکام وہ ہیں جو قرآن کریم کے نزول سے پہلے حضور نے جاری فرمادیئے جیسے حکم وضو یا حکم غسل کہ قرآن کریم نے وضو اور غسل کا حکم نماز کی فرضیت کے برسوں بعد دیا مگر حضور انور نے اس پر عمل پہلے ہی کیا اور کرایا۔ الخ' ملاحظہ ہو۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۷ صفحہ ۸۰۹ طبع قدیم)۔

۱۸: حضرت غوث وقت سیدنا عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے:۔ ''فان جمیع القرآن انزل علی النبی ﷺ فی ذلک الموضع وھو المراد بقولہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ'' (جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۵۹) یعنی نبی ﷺ پر یکدم پورا قرآن مجید غارِ حراء میں نازل کیا گیا تھا۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الخ میں اسی کا بیان ہے۔ حضرت شیخ اکبر کے ارشاد میں قبل جبریل علیہ السلام کے لفظ بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۹: حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ **سے**:'' انہ ﷺ اعطی القرآن مجملا قبل جبریل علیہ السلام من غیر تفصیل الآیات والسور ''یعنی جبریل علیہ السلام کے وحی جلی کے لانے سے بھی پہلے آپ ﷺ کو اجمالی طور پر پورا قرآن دے دیا گیا تھا جبریل علیہ السلام اس کے بعد سورتوں اور آیتوں کی تفصیل لاتے رہے۔ (روح المعانی' جلد ۱۳' صفحہ ۵۸ طبع ملتان)۔

اقول: یعنی یہ اکابر صوفیاء کرام قبل از اعلان نبوت، وحی خفی در کنار من وجہ وحی جلی کے نزول کے بھی قائل تھے پھر اگرچہ یہ کشفی امر ہے تاہم اس کے رد میں کوئی صریح شرعی دلیل بھی نہیں ہے جو صوفیاء کرام خصوصاً شیخ اکبر کا دم بھرنے والوں کے لیے بہر حال حجت ہے۔ وللہ الحمد۔ اب پڑھئے آپ ﷺ کے چالیس سال سے پہلے نبی ہونے کے بقیہ دلائل۔

دلیل نمبر ۲۵۲ (بحوالہ تعریف نبی از امام شعرانی وغیرہم):

کچھ علماء نے نبوت کی تعریف ان الفاظ سے فرمائی ہے:'' ھو خطاب اللہ تعالٰی شخصا بقولہ انت رسولی واصطفیتك لنفسی ''یعنی نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے کسی بندے سے کہے تو میرا پیغمبر ہے اور میں نے تمہیں اپنے لیے منتخب فرمایا ہے۔ (الیواقیت والجواھر' صفحہ ۲۳۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اقول: اس تعریف کی رُو سے بھی آپ ﷺ کا ولادت باسعادت سے اعلان نبوت تک کے زمانہ

میں بھی نبی ہونا ثابت ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ولادت سے بھی پہلے ان لفظوں سے خطاب فرما چکا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے کتاب ہذا کے باب پنجم دلیل نمبر ۳۰ میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات شریف میں حضور کی جو شان رکھی اور بیان فرمائی اس میں یہ لفظ بھی تھے "انت عبدی و رسولی "یعنی محبوب! آپ میرے بندۂ خاص اور میرے پیغمبر ہیں۔ (جواہر البحار، جلد اول، صفحہ ۷ بحوالہ الشفاء للقاضی عیاض عن صحیح البخاری)۔

اقول: "رسولی" کے لفظوں کو "انت" سے ملائیں تو یہ "انت رسولی" ہوا نیز "عبدی" کے الفاظ کو بغور دیکھیں تو ان سے "اصطفیتك لنفسی" کا مفہوم واضح ہوا۔ علاوہ ازیں صفت اصطفاء کے ثبوت کے خصوصی حوالے بھی ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر باب چہارم میں آ چکا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰۳ (وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ):

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو ایک ورد تعلیم فرمایا جس میں یہ الفاظ تھے:

"امنت بکتابك الذی انزلت و نبیك الذی ارسلت الخ "میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جنہیں تو نے بھیجا۔ لیکن صحابی نے "و نبیك" کی بجائے "و رسولك" پڑھا یعنی تیرے رسول پر ایمان لایا جنہیں تو نے بھیجا تو آپ نے انہیں ٹوکتے ہوئے "و نبیک" کے لفظ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ (ملخصاً) (صحیح بخاری جلد ۲، صفحہ ۹۳۴، طبع کراچی عن البراء رضی اللہ عنہ)۔

اقول: گویا اس سے آپ ﷺ نے اس حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی کہ ولادت باسعادت سے چالیس سال کی عمر شریف تک آپ نبوت پر فائز تھے اس کے بعد اس دنیا کے اعتبار سے منصب رسالت پر جلوہ گری کا ظہور فرمایا جو "نبیك" اور "ارسلت" سے خوب ظاہر ہے۔

دلیل نمبر ۱۰۴ (نَقُوْمُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللہ ﷺ):

زمانہ قبل از اعلانِ نبوت کے ایک واقعہ میں ہے: "فسمع ملکین خلفه واحدهما یقول لصاحبه اذهب بنا نقوم خلف رسول اللہ ﷺ "یعنی مطاف کعبہ میں دو فرشتے آپ ﷺ کے جانب پشت میں کچھ فاصلہ پر کھڑے تھے آپ ﷺ نے ان کی گفتگو سنی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہہ رہا تھا، چلیں رسول اللہ ﷺ کے قریب آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ (خصائص کبریٰ، جلد اول، صفحہ ۹۰ بحوالہ ابویعلیٰ، ابن عدی، بیهقی، ابن عساکر عن جابر بن

عبداللہ رضی اللہ عنہما)۔

دلیل نمبر۱۵۵ (سَیَکُوْنُ فِیْ بَلَدِ کُنَّ نَبِی):

یہ اس وقت کی بات ہے کہ آپ ﷺ کی عمر شریف ابھی پچیس برس بھی نہیں ہوئی تھی۔ عورتیں ایک تقریب میں تھیں، وہاں ایک بت تھا اچانک بت کے اندر سے آواز آئی: ''یانساء تیما انہ سیکون فی بلد کن نبی یقال لہ احمد یبعث برسالۃ اللہ فایما امرأۃ استطاعت ان تکون زوجا لہ فلتفعل'' عورتو! تمہارے شہر میں عنقریب ایک نبی کا اللہ کے رسول ہونے کی صورت میں ظہور ہوگا تو تم میں سے جس سے ہو سکے وہ کوشش کر کے ان کی ازواج میں شامل ہو۔ عورتوں نے اسے کنکر مارے اور گالیاں دیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اسے اپنے دل میں رکھ لیا۔ بالآخر حضور کی زوجیت میں آئیں، ﷺ (ملخصاً)۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۹۲ بحوالہ ابن سعد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اقولُ: یعنی پتھر کے بتوں تک حضور کو قبل از اعلان نبوت نبی مان گئے، نہ معلوم چلنے پھرنے والے بتوں کو یہ مسئلہ کیوں نہ سمجھ آسکا؟

دلیل نمبر۱۵۶ (حرفِ آخر۔ ''فیصلہ نبویہ و عقیدہ صحابہ''):

آخر میں مہر تصدیق کے طور پر اس بارے میں خود رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے جو حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے انکار پر فیصلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تلوار کرتی ہے۔

چنانچہ باب سوم میں یہ حدیث مفصلاً لکھی جا چکی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مل کر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: ''متیٰ وجبت لک النبوۃ'' وفی روایۃ ''متیٰ کنت نبیا'' وفی اخریٰ ''متیٰ استنبئت'' یارسول اللہ! آپ نبی کب سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''وادم بین الروح والجسد'' میں اس وقت بھی نبی تھا جب ابوالبشر آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے۔ (یعنی ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے) اھ۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔ جلد دوم صفحہ ۲۰۱ طبع دہلی)۔ ورواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن میسرۃ الفجر وابن سعد عن ابن ابی الجدعاء والطبرانی عن ابن عباس وقال السیوطی ھذا حدیث صحیح۔ (الجامع الصغیر جلد دوم صفحہ ۹۶ طبع مکتبہ اسلامیہ سمندری)

نیز الخصائص الکبری جلد اول صفحہ ۳، ۴ طبع نوریہ رضویہ لائل پور بحوالہ احمد والبخاری فی التاریخ والطبرانی والحاکم والبیہقی وابونعیم والبزار وابن سعد عن میسرۃ الفجر والعرباض بن ساریۃ وابی ہریرۃ

وابن عباس والفاروق الاعظم وعامر الشعبی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نیز مشکوٰۃ المصابیح' صفحہ ۵۱۳' بحوالہ جامع الترمذی طبع اصح المطابع کراچی)۔

اقول: آپ ﷺ سے یہ سؤال صحابہ کرام نے کیا جن کے سامنے کم از کم ان سے ماضی قریب میں حضرت نے (علی الصحیح الراجح) چالیس سال کی عمر شریف میں اعلان نبوت فرمایا جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ بھی یہی تھا کہ نبی بننا اور ہے خود کو ظاہر کرنا چیزے دیگر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے اعلان نبوت کب فرمایا بلکہ پوچھا کہ آپ کو نبوت کب ملی پس اسی پس منظر میں آپ ﷺ کا مذکورہ الفاظ (وآدم بین الروح والجسد) سے جواب اس پر صریحاً دال ہے کہ آپ نے بعد از ولادت تا اعلان نبوت کے عرصہ کو بھی (نفی نہ فرما کر) اس میں شامل فرمایا جس کا گویا آپ سے مطالبہ کیا گیا جب کہ معرض بیان میں سکوت، بیان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث ہذا اپنے عموم کے حوالہ سے زمانہ قبل از اعلان نبوت کو بھی شامل ہوئی۔ بناء بریں زمانہ قبل از اعلان نبوت کا اس سے خارج کرنا، یا استثناء کرتے ہوئے اس کی نفی کرنا، تخصیص ہے جو دعوٰی ہے اور مخصص، مدعی ہے جب کہ دلیل کا لانا وظیفۂ مدعی ہے اس لیئے زمانۂ قبل از اعلانِ نبوت کو عموم حدیث سے جو خارج سمجھے اس کی دلیل پیش کرنا اسی کے ذمہ ہے۔

ہمارے مطالعہ کے مطابق ایسی کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث نہیں ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ میں بعد از ولادت تا اعلان نبوت، نبی نہیں تھا یا یہ فرمایا گیا ہو کہ عالم ارواح میں بالفعل نبی تھا اس کے بعد میری نبوت سلب کر لی گئی یا معطل کر دی گئی۔ (نعوذ باللہ) یہاں تک کہ میری ولادت ہوئی پھر چالیس سال تک تعطلی رہی یا چالیس سال کی عمر تک بالقوۃ نبی رہا اور اس کے بعد تحقیقاتیوں کی مہربانی سے بحال ہوا یا بالفعل نبی قرار پایا۔ (والعیاذ باللہ تعالٰی)۔(ومن ادّعٰی فعلیہ البیان بالبرھان ثم ان علینا جوابہ ان شاء اللہ الرحمن)۔

ضمنا دلیل نمبر ۱۸۷ (ائمہ شان وعلماء اسلام کا مسئلہ ہذا کے لیے حدیث ہذا سے استدلال):

بکثرت ائمہ شان اور علماء اسلام نے حدیث ہذا کو حضور نبی کریم ﷺ کے بعد از ولادت باسعادت وقبل از اعلان نبوت، بمعنی حقیقی نبی ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو بذات خود مستقل دلیل ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں: یہاں کتب کے نام ونشانات صفحہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ عبارات باب ہشتم میں آرہی ہیں۔

۱۔ تمہید امام ابوشکور سالمی صفحہ ۶۷ طبع حزب الاحناف لاہور باہتمام حضرت خلیفہ اعلیٰ حضرت سید ابو

البرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ تفسیر روح المعانی پارہ ۲۵، الشوریٰ جلد ۱۳ صفحہ ۶۰، ۹۲ طبع ملتان، از علامہ سید محمود الوسی بغدادی علیہ الرحمہ۔

۳۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد سوم صفحہ ۳۰۸ طبع ملتان، شرح الشفاء جلد اول صفحہ ۲۲۵، طبع مصر از علامہ علی القاری رحمہ اللہ۔

۴۔ ۵۔ لطائف المعارف صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴ طبع بیروت از علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ سبل الھدیٰ جلد ششم صفحہ ۶۳، از امام صالحی علیہ الرحمہ۔

۶۔ طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۲۱۹ طبع ضیاء القرآن لاہور، از علامہ سید ابوالحسنات محمد رحمہ اللہ علیہ برادر اکبر حضرت سید ابوالبرکات۔

۷۔ بشیر القاری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۲۶، طبع ملتان، از علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، تلمیذ صدر الشریعہ واستاذ محترم قائد ملت علامہ نورانی۔

۸۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۱۳، ۱۴ طبع لاہور، از علامہ جلال الدین امجدی تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ صاحب بہارِ شریعت۔

۹۔ رسائل نعیمیہ صفحہ ۲۷، ۴۷، ۳۷ نیز تفسیر نعیمی جلد ہفتم صفحہ ۶۰۳، جاء الحق صفحہ ۴۴۳ از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی تلمیذ و مرید رشید حضرت صدر الافاضل رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۱۰۔ ضیاء میلاد النبی ﷺ مطبوعہ ضیاء طیبہ کراچی، از استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول علامہ محمد منظور احمد فیضی سعیدی رحمۃ اللہ علیہ۔ تلمیذ غزالیٔ زماں۔

۱۱۔ اثبات علم الغیب جلد اول صفحہ ۵۱، از علامہ غلام فرید ہزاروی سعیدی علیہ الرحمہ تلمیذ غزالیٔ زماں۔

۱۲۔ علم القرآن صفحہ ۳۰، از علامہ الشاہ ابوالنصر منظور احمد صاحب مدظلہ العالی تلمیذ رشید حضرت غزالیٔ زماں علیہ الرحمہ والرضوان۔

۱۳۔ تبیان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۸۴۳، ۸۴۸، از علامہ غلام رسول سعیدی، معتمد خاص واستاذ بھائی مصنف تحقیقات (وغیرہم)۔

۱۴۔ امام علامہ محمد بن جعفر الکتانی جلاء القلوب، صفحہ ۳۸۵، از امام علامہ نابلسی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۱۵۔ بلکہ خود مصنف تحقیقات بھی بڑی شد و مد کے ساتھ مسئلہ ہذا کے لیے اس حدیث سے استدلال

کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (تنویر الابصار صفحہ ۲۲، ۲۳ مطبوعہ ۱۹۸۵ء)۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(بعد از ولادت وقبل از اعلانِ نبوت نبی ہونے پر تصریحات ائمہ وعلماء اسلام)

دلیل نمبر ۱۵۸ تا ۲۹۵:

بطور نمونہ بعض تصریحات وعبارات بلا تبصرہ حسب ذیل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک عبارت مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۵۸: امام ابو بکر آجری شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے: ''ان نبینا محمدا ﷺ لم یزل نبیا من قبل خلق آدم یتقلب فی اصلاب الانبیاء وابناء الانبیاء بالنکاح الصحیح حتیٰ اخرجه الله عزوجل من بطن امه (الی) حتیٰ نزل علیه الوحی وامر بالرسالة ''یعنی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے سے لے کر اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ نبی رہے آپ ہر دور میں اصلاب انبیاء اور اصلاب ابناء انبیاء علیہم السلام سے ارحام امہات میں نکاح صحیح سے منتقل ہوئے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے بطن پاک سے ظاہر فرمایا۔ (الیٰ) یہاں تک کہ آپ پر وحی جلی اتری اور آپ کو تبلیغ احکام کا حکم دیا گیا۔ اھ۔ (ملخصاً بلفظہ) ملاحظہ ہو۔ (کتاب الشریعہ صفحہ ۴۵۱ طبع بیروت)۔

۱۵۹: شیخ کبیر حضرت علامہ عبدالکریم جیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے: ''فلم یغفل عن الله تعالیٰ طرفة عین ولا فی الارحام والاصلاب لانه کان نبیا وهو فی الارحام والاصلاب والنبی لا یغفل عن الله تعالی الخ۔ یعنی آپ ﷺ پلک جھپکنے کی دیر جتنا بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوئے حتیٰ کہ جب ارحام واصلاب میں تھے تو بھی غافل نہیں ہوئے کیوں کہ آپ جب ارحام واصلاب میں تھے تو بھی اللہ کے نبی تھے جب کہ نبی اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ (جواہر البحار جلد اوّل صفحہ ۲۵۱)۔

۲۶۰: امام ابو شکور سالمی حنفی علیہ الرحمہ سے: ''لان النبی کان نبیا قبل البلوغ وقبل الوحی کما انه نبی بعد الوحی وبعد البلوغ والدلیل علیه قوله تعالیٰ فی قصة عیسیٰ علیه السلام وکان فی المهد صبیا، وجعلنی نبیا الخ'' (تمہید صفحہ ۶)۔

نیز ''روی عن رسول الله ﷺ انه سئل متیٰ کنت نبیا قال کنت نبیا وادم بین الماء والطین''۔ صفحہ ۶۷)۔

''ولان النبوة امر ثابت قبل الوحی من الانبیاء'' ۔ (صفحہ ۶۷)

یعنی نبی بلوغ کی عمر کو پہنچنے نیز وحی جلی کے اترنے سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے جیسا کہ بلوغ اور وحی کے بعد نبی ہوتا ہے کیوں کہ نزول وحی سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت ایک حقیقت ثابتہ ہے جس کی دلیل قصہءِ عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا** نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان: كنت نبيا الخ ہے۔

۲۶۱-۲۶۲: امام سبکی شافعی و امام سیوطی شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ **سے**:''وانما يتأخر البعث والتبليغ وكل ماله من جهة الله تعالى ومن جهة تأهل ذاته الشريفة وحقيقته معجل لاتأخير فيه وكذالك استنباؤه وايتاؤه الكتاب والحكم والنبوة وانما المتأخر تكونه وتنقله الى ان ظهر ﷺ''۔

ملاحظہ ہو: (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۴، ۵ بحوالہ التعظیم والمنة) عبارت کا مفہوم و ترجمہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

۲۶۳: امام ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ **سے**: حدیث عرباض رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''بل قد يستدل بهذا الحديث انه ﷺ ولد نبيا فان نبوته وجبت له من حين اخذ الميثاق منه حيث استخرج من صلب آدم عليه السلام فكان نبيا من حينئذ لكن كانت مدة خروجه الى الدنيا متأخرة عن ذلك وذلك لايمنع كونه نبيا قبل خروجه كمن يولى ولاية ويؤمر بالتصرف فيهما فى زمن مستقبل فحكم الولاية ثابت له من حين ولاية وان كان تصرفه يتأخرالى حين مجئ الوقت'' خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں جس کی دلیل حدیث عرباض وغیرہ ہے باقی آپ کا ظہور بعد میں ہونا آپ کے نبی ہونے کے منافی نہیں۔ (ملخصاً) (لطائف المعارف صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴)۔

۲۶۴: امام محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمۃ اللہ **سے**: علامہ ابن رجب کی منقولہ بالا عبارت کو استناداً نقل کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:''ويستدل بخبر الشعبى وغيره مما تقدم فى الباب السابق على انه ﷺ ولد نبيا '' یعنی روایت شعبی وغیرہ (وادم بين الروح والجسد) اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ پیدائشی نبی ہیں۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۸۳ نیز جلد ششم صفحہ ۶۳ نحوہٗ)۔

نیز فرماتے ہیں: لما ولد عيسىٰ قال انى عبد الله اتانى الكتاب وجعلنى نبيا فاخبر عن نفسه بالعبودية بالعبود به والرسالة ونبينا ﷺ وضع ساجداً وقد خرج معه نور اضاء له مابين المشرق والمغرب وقبض قبضة من تراب ورفع رأسه الى السماء وكانت عبودية عيسىٰ علیہ السلام المقال وعبودية محمد ﷺ الفعال ورسالة عيسىٰ علیہ السلام بالاخبار ورسالة محمد ﷺ بظهور

الانوار"۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعد پیدائش زبان مبارک سے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۔ جب کہ ہمارے نبی ﷺ نے پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کو سجدہ فرمایا، آپ کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوا جس نے مشرق ومغرب کے مابین کو روشن کردیا۔ آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور آسمان کی طرف سر مبارک کو اٹھا کر دیکھا۔ فرق واضح ہے کہ عبودیت عیسیٰ علیہ السلام جو اس وقت ظاہر ہوئی قولیہ تھی جب کہ حضرت ﷺ کی عبودیت عملیہ تھی نیز رسالت عیسی علیہ السلام اِخبار سے اور ہمارے حضرت ﷺ کی رسالت ظہور انوار سے منصۂ شہود پر آئی۔ (سبل الھدیٰ جلد اول صفحہ ۳۴۴)۔

۲۶۵-۲۶۶: امام علامہ نابلسی حنفی اور علامہ کتانی رحمہما اللہ تعالیٰ **سے**: امام علامہ محمد بن جعفر کتانی، امام علامہ سید عبدالغنی نابلسی حنفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "فکان نبیا ورسولا بالفعل عالما بنبوته ورسالته فی عالمی الحقائق والارواح کما مر ثم فی عالم الاجسام والذر واتصلت نبوته بجمیع الخلائق من غیر انقطاع الی زمن وجود جسده المکرم فبعث بجسده فی عالم الاجسام (الی) وبه یفهم معنی قوله علیه الصلاة والسلام کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد"۔

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ عالم حقائق سے لے کر عالم اجساد میں جلوہ گر ہونے تک ہر جہان میں برابر سے کسی انقطاع کے بغیر ہمیشہ ہمیشہ بالفعل نبی رہے۔ حدیث کنت نبیا وادم بین الروح والجسد بھی اس کی دلیل ہے۔ (جلاء القلوب جلد اول صفحہ ۳۸۵ طبع بیروت) نیز الحدیقة الندیه جلد اول صفحہ ۲۹، ۳۰ سے بھی یہ مستفاد ہوتا ہے۔

۲۶۷: علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت کا حوالہ دے کر ارقام فرماتے ہیں: "واذا کان بعض اخوانه من الانبیاء علیهم السلام قد اوتی الحکم صبیا ابن سنتین او ثلاث فهو علیه الصلاة والسلام اولی بان یوحی الیه ذلك النوع من الایحاء صبیا ایضاً ومن علم مقامه ﷺ وصدق بانه الحبیب الذی کان نبیا وادم بین الماء والطین لم یستبعد ذلك فتأمل ۔ یعنی جب آپ کے ہم مثل بعض انبیاء علیہم السلام بچپن میں دو یا تین سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز کئے گئے تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ پر بھی بچپن میں اس طرح کی وحی کی جائے جو آپ ﷺ کے مقام سے واقف اور آپ کی اس فضیلت کو مانتا ہے کہ آپ اللہ کے وہ حبیب ہیں جو اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے تو وہ اسے کبھی مستبعد نہیں سمجھ سکتا۔ تو سوچ لیجئے۔ (روح المعانی جلد ۱۳ صفحہ

۶۰، پارہ ۲۵ الشوریٰ طبع ملتان)۔

۲۶۸: ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے**:۔ اس امر کی مکمل بحث کے بعد کہ آپ ﷺ قبل از اعلان نبوت، سابق شرائع میں سے کسی شریعت کے پابند نہیں تھے۔ لکھتے ہیں: ''وفیہ دلالۃ علیٰ ان نبوتہ لم تکن منحصرۃ فیما بعد الاربعین کما قال جماعۃ بل اشارۃ الیٰ انہ من یوم ولادتہ متصف بنعت نبوتہ الخ ''یعنی کسی سابقہ شریعت کا پابند ہونے کی بجائے آپ ﷺ کا وحی پر عامل ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ چالیس سال کے بعد نبی نہیں بنے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنے یوم پیدائش سے وصف نبوت سے متصف اور نبی تھے۔ علماء کا ایک گروہ اسی کا قائل ہے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۰ طبع کراچی)۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (جلد سوم صفحہ ۳۰۸) میں نقل فرمایا: ''ویحتمل ان یکون نبیا قبل اربعین غیر مرسل '' یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ چالیس سال تک آپ نبی تھے اس کے بعد منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ (ملخصاً)

نیز اپنی آخری کتاب شرح الشفاء (جلد اول صفحہ ۲۲۵) میں لکھتے ہیں: ''ان اعطاء النبوۃ فی سن الاربعین غالب العادۃ الالٰھیۃ وعیسیٰ ویحیٰ علیھما السلام خصا بھذہ المرتبۃ الجلیلۃ کما ان نبینا ﷺ خص بما ورد عنہ من قولہ کنت نبیا وان ادم لمنجدل بین الماء والطین ''یعنی باقاعدہ سے منصب نبوت پر فائز فرمانے کے حوالہ سے سنتِ الٰہیہ یہ رہی کہ اس کے لیۓ چالیس سال کی عمر رکھی گئی مگر حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام اور ہمارے نبی ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام کو یہ رتبہ جلیلہ ان کے بچپن میں جب کہ ہمارے نبی ﷺ کو اس وقت عطا ہوا جس کا ذکر آپ کے اس ارشاد کنت نبیا الخ میں ہے۔ یعنی میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی معرض وجود میں نہیں آۓ تھے۔

۲۶۹: شیخ محقق حنفی، علامہ جامی حنفی، علامہ کاشفی حنفی رحمہم اللہ تعالیٰ **سے**: ان حضرات نے بالترتیب مدارج النبوۃ، شواہد النبوۃ اور معارج النبوۃ کے نام سے سیرت طیبہ پر کتب تحریر فرمائیں۔ جن میں بعد از ولادت باسعادت تا اعلان نبوت کے حالات مبارکہ بھی شامل ہیں۔ کتب کے نام سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ان حالات مبارکہ کو نبوت کا حصہ قرار دیا ہے جس سے ما نحن فیہ پر روشنی پڑتی ہے۔

۲۷۰-۲۷۱: امام قاضی عیاض مالکی اور علامہ نبہانی شافعی رحمۃ اللہ علیہما **سے**: آپ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پکار پکاری گئی کہ: ''قبض محمد ﷺ علیٰ مفاتیح النصرۃ ومفاتیح الربح ومفاتیح النبوۃ ''سنو! محمد (ﷺ) نے مدد، نفع اور نبوت کی چابیوں

پر کنٹرول حاصل کرلیا ہے۔(جواہر البحار جلد اول صفحہ ۸۳ بحوالہ الشفاء نیز حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۴)۔

۱۷۲: علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ **سے:**"ان اللہ اکرمہ بالسجدۃ عندالولادۃ والشھادۃ بانہ رسول اللہ ﷺ" اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ اعزاز بخشا کہ آپ نے اپنی ولادت باسعادت کے وقت اللہ تعالیٰ کو سجدہ فرمایا اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ﷺ۔(جواھر البحار جلد دوم صفحہ ۲۳۱)

۱۷۳: امام زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ **سے:** لکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے وقت ولادت باسعادت یہ الفاظ ارشاد فرمائے:"لاالہ الا اللہ وانی رسول اللہ" اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں۔ (زرقانی شرح مواہب جلد ہفتم صفحہ ۱۹۰)۔

۱۷۴: شیخ محقق حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے مزید:** تکمیل الایمان (مترجم اردو صفحہ ۱۱۶ طبع مکتبہ نبویہ لاہو) میں فرماتے ہیں:"انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کبھی معزول نہیں ہوتے۔اللہ تعالیٰ نے جو مراتب ودرجات رسالت انہیں عطاء فرمائے ہیں وہ ان سے کبھی نہیں چھینتا" اھ۔

اقول: مدراج جلد دوم صفحہ ۳ وغیرہ میں جگہ جگہ یہ تصریحات فرمائی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ اس جہان سے بالفعل نبی ہیں۔دونوں عبارتوں کو ملا کر نتیجہ یہ ہوا کہ حضور کی وہ نبوت بعد از ولادت باسعادت بھی باقی رہی۔بلکہ مصنف تحقیقات بھی اسے تسلیم کر چکے ہیں کہ شیخ اسی کے قائل ہیں۔ملاحظہ ہو۔(تحقیقات صفحہ ۲۰۷)۔

۱۷۵: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت حنفی قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ **سے:** دلیل نمبر ۸۷ کے تحت آپ کی یہ عبارت گذر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا اور یہ دعا فرمائی:"رب ھب لی امتی" میرے مالک! میری امت کو میرے طفیل بخش دے۔

نیز فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۳۰ سے یہ بھی گذر چکا ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام پہلے بھی اور اب بھی حضور کے امتی ہیں۔

نیز یہ بھی گذر چکا ہے کہ امام اہل سنت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے المعتقد میں سلب نبوت کے قول کو کفر اور قائل کو کافر قرار دیا۔اعلیٰ حضرت نے حاشیہ میں اس پر تنقید نہ فرمائی۔

نیز یہ بھی کہ سید عالم ﷺ کی نبوت تمام ادوار کو محیط ہے۔وغیرہ۔

مزید سنئے: حدائق بخشش میں فرماتے ہیں:

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں　　ذکر آیات ولادت کیجئے

نیز

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا   یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

نیز

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود   یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

۲۷۶: حضرت صدر الشریعہ حنفی صاحب بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ **سے**: آپ کے ارشادات بھی پیش کیے جا چکے ہیں کہ آپ سید عالم ﷺ کو عالم ارواح سے نبی مانتے نیز سلب نبوت کے قائل کو کافر سمجھتے ہیں۔

۲۷۷: مفتی اعظم ہند حنفی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: اپنے مجموعہ نعتیہ کلام ''سامان بخشش'' (صفحہ ۳۷) میں فرماتے ہیں: والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے۔

اور کسی نے یہ بھی کہا   خواب میں مجھ سے، آمنہ
پیٹ میں تیرے امت کا   سردار ہے اللہ اللہ

صفحہ ۳۷

نیز صفحہ ۹۹ پر فرماتے ہیں:

وقت ولادت تم نہیں بھولے وقت رحلت یاد ہی رکھے
اپنے بندے تم نے شاہا صلی اللہ علیک وسلم

۲۷۸: علامہ سید ابوالحسنات حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ''حضور ﷺ کمال نبوت پر اظہار نبوت سے قبل ہی پہنچ چکے تھے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا: کنت نبیا و آدم لمنجدل فی طینته ہم عہدۂ نبوت اس وقت حاصل کر چکے تھے جب کہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ (طیب الوردہ صفحہ ۲۱۹ طبع ضیاء القرآن لاہور)

۲۷۹: علامہ سید ابوالبرکات احمد حنفی قادری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) **سے**: آپ تمہید ابی الشکور سالمی کو بہت پسند فرماتے تھے حتیٰ کہ اسے درس نظامی کے نصاب کا حصہ بنایا، طلباء کو اس کا درس دیتے تھے اور محرک تھے کہ جملہ مدارس میں اس کو پڑھایا جائے آپ نے اس کا اردو ترجمہ بھی فرمایا جو مکتبۂ قادریہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے جسے حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید صاحب کے حکم و خواہش کے مطابق تصحیح تام کے بعد اپنی زیر نگرانی شائع فرمایا تھا۔ تمہید کی اس سلسلہ کی عبارات ابھی گذری ہیں لہٰذا اسے مستند سمجھنے کے ناطے سے وہ حضرت سید صاحب کا قول بھی قرار پائیں۔ ایک عبارت ملاحظہ کیجئے:

صفحہ ۱۸۳ پر ترجمہ لکھا ہے: ''نبوت جیسا کہ ہم نے بیان کیا انبیاء سے نزول وحی سے قبل بھی ثابت ہوتی ہے الخ''۔

۱۸۰: علامہ شرف قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے: اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس سلسلہ میں یہی نظریہ تھا کہ آپ ﷺ ولادت باسعادت سے اعلانِ نبوت تک کے زمانہ میں بھی نبی تھے۔

۱۸۱: حضرت غزالئ زماں چشتی صابری قادری حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان **سے:** امام اہل سنت ضیغم اسلام، محدث ومفسر اعظم حضرت غزالئ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعدد رسائل مبارکہ میں جگہ جگہ اس مسئلہ پر زور دیا ہے جن میں آپ کا رسالہ میلاد النبی ﷺ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ نیز ''خطبات کاظمی'' بھی لائق دید ہیں۔

۱۸۲: محدث پاکستان **علامہ سردار احمد چشتی صابری قادری** رحمۃ اللہ علیہ **سے:** پاسبانِ مسلک رضا قاسم فیض اعلیٰ حضرت حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسئلہ ہذا کے لیے حدیث ابی ہریرۃ اور حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے استدلال فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فوائد دورۂ حدیث صفحہ ۶۲، ۷۰)

نیز حاشیۂ مشکوٰۃ میں صراحۃً لکھا ہے عبارت باب ہشتم میں آ رہی ہے۔

۱۸۳: حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ: مواعظ نعیمیہ (جلد اول صفحہ ۱۴۳ وعظ نمبر ۲۷ طبع گجرات) میں لکھا ہے: ''حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش پاک اور رضاعت بلکہ خود آمنہ خاتون کے نکاح میں بہت عجائب وغرائب ہیں۔ اگر حضرت مسیح نے بچپن میں کلام فرمایا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے فرمایا: ''رب ھب لی امتی'' اھ۔

نیز صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴ میں ہے: ''حضور کی برکت سے حضرت حلیمہ کی خچر نے حلیمہ کو جواب دیا کہ مجھ پر ختم المرسلین ہیں، یہ ان کی طاقت ہے کہ میری رفتار تیز ہے'' اھ۔

تفسیر نعیمی (جلد ششم صفحہ ۲۹۴) میں لکھا ہے: حضور ﷺ دنیا میں آ کر رسول نہ بنے بلکہ رسول بن کر دنیا میں آئے۔ (الی) چالیس سال کی عمر شریف میں رسالت کا ظہور ہوا ہے نہ کہ رسالت کا وجود جیسے آج چھ بجے گجرات پر سورج کا طلوع ہو تو آفتاب کی ساری صفات پہلے سے موجود ہیں۔ گجرات پر ظہور چھ بجے ہے۔ الخ۔

اسی کے جلد چہارم صفحہ ۲۸۷ میں فرماتے ہیں: نیست کو ہست کرنا خلق کہلاتا ہے اور جو پہلے موجود ہوا سے اپنے کام یا پیغام کے لیئے کہیں بھیجنا بعثت الخ۔

اسی کے جلد ہفتم صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں: حضور کے لیئے نبوت ایسی لازم ہے جیسے سورج کے لیے روشنی یا آگ کے لیے گرمی۔ حضور ہر حال میں نبی ہیں بلکہ حضرت حلیمہ کی گود میں جناب آمنہ کے شکم میں نبی ہیں بلکہ عالم ارواح میں نبی ہیں چالیس سال کی عمر شریف میں اعلان نبوت فرمایا۔ نبوت اور اعلان نبوت، اظہار نبوت

میں فرق ہے۔

رسائل نعیمیہ صفحہ ۲۷۴، ۲۷۴ میں (رسالہ درس القرآن میں درس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ میں) لکھتے ہیں: ''سورج ہر وقت چمک رہا ہے مگر زمین کے کسی حصہ میں دن ہے اور کسی پر رات، اور جہاں دن ہے وہاں بھی کبھی سویرا ہے کبھی دوپہر کبھی شام۔ یہ فرق آفتاب کی حرکتوں کا ہے نہ کہ اس کی تابشوں اور نورانیت کا۔ اسی طرح حضور کی ولادت، ہجرت، مکی مدنی ہونا، وفات پا جانا، یہ حضور کی آمد و روانگی کے نام ہیں ورنہ حضور ولادت سے پہلے بھی نبی ہیں اور ابدالآباد تک نبی ہیں۔(الی) گویا رب فرما رہا ہے کہ تم تو چالیس سال کے بعد اپنی نبوت کا اعلان فرمانا مگر ہم پہلے ہی سے اعلان کرائے دے رہے ہیں سورج پیچھے نکلتا ہے مگر زہرہ تارا پہلے ہی اس کی آمد کی خبر دے دیتا ہے۔(الی) غرضیکہ زمانہ نبوت اور ہے اور زمانہ ظہور نبوت کچھ اور'' اھ۔ ملخصاً بلفظہ۔

اس سلسلہ کی ایک عبارت تفسیر نعیمی جلد ہفتم سے دلیل نمبر ۲۰۴ کے اواخر میں پیش کی جا چکی ہے۔ اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

۱۸۴: اجمل العلماء مفتی محمد اجمل سنبھلی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ''ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بہ نبوت تھے''۔ (ردّ شہاب ثاقب صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷)۔

۱۸۵: صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ہم نے بجائے نبوت، ظہور اس لیئے کہا کہ غار حراء کی اس وحی سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے ورنہ نبوت تو اس واقعہ سے ہزار ہا سال پیشتر عالم ارواح میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے''۔ (بشیر القاری صفحہ ۲۶)۔

۱۸۶: علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ''چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اگر اس کا مطلب یہ ہے تو صحیح ہے چالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا حکم ہوا تو حضور نے اعلان نبوت فرمایا اور اگر یہ مطلب ہے کہ چالیس سال کی عمر سے پہلے وہ نبی نہیں تھے اور اس سے پہلے کی زندگی، نبوی زندگی نہ تھی تو غلط ہے۔ (الی) حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی تھے''۔

حضرت مفتی صاحب موصوف نے اس مقام پر سائل کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے تو گمراہ ہے، گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۱۳، ۱۴ طبع لاہور)۔

۱۸۷: حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ **سے**: ''ثابت ہے کہ آپ ﷺ قبل بعثت بھی نبی تھے کسی نبی کے امتی نہ رہے''۔ (نزہۃ القاری جلد اول صفحہ ۲۴۱ طبع کراچی)

۱۸۸: استاذ العلماء علامہ فیضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ **سے**:۔ آپ نے بھی اس مسئلہ پر بہت زور

دیا ہے کہ آپ ﷺ بعد از ولادت با سعادت تا اعلان نبوت بھی نبی تھے۔ تفصیل کے لیۓ ملاحظہ ہو آپ کا خطبہ مبارکہ ''ضیاء میلاد النبی ﷺ'' مطبوعہ انجمن ضیاء طیبہ کراچی۔ اس کے کچھ اقتباسات پہلے پیش کئے جا چکے ہیں۔

۲۸۹: مصنف شہیر علامہ فیض احمد اویسی صاحب علیہ الرحمہ **سے**: ''دنیا میں تشریف لاتے ہی سر سجدہ میں رکھ کرامت کی خیر و بھلائی کی دعا کی''۔ (پڑھا لکھا اُمی صفحہ ۵۰)۔

نیز صفحہ ۶۷ پر لکھا ہے: ''حضور نبی پاک ﷺ جملہ مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے اور اسی وقت سے نبوت سے نوازے گئے اور عالم دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور بعد کو بھی نبوت سے موصوف تھے۔ ہاں چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اظہار و اعلان کیا۔ اس اظہار و اعلان سے پہلے (پیدائش سے لے کر تا اعلان) آپ کو اجمالی علم عطا کیا گیا تھا جوں جوں وقت آتا گیا آپ اس کا اظہار فرماتے گئے'' نیز صفحہ ۲، ۸۴۔ نحوہ۔

۲۹۰: علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی سعیدی رحمۃ اللہ علیہ **سے**: ''قرآن کے نزول کے آغاز سے بھی بہت پہلے آپ ﷺ نبی تھے۔ (آگے آیت میثاق النبیین نیز حدیث کنت نبیا الخ سے استدلال کیا ہے) ملاحظہ ہو۔ (اثبات علم الغیب جلد اول صفحہ ۵۱)۔

۲۹۱: علامہ ابوالنصر الشاہ منظور احمد صاحب مدظلہ **سے**:۔ ''جو رسول اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ فرما چکا ہو: ''کنت نبیا وادم بین الماء الطین'' (الی) بھلا اسے اپنی نبوت میں تردد کیسے ہو سکتا ہے''۔ (علم القرآن صفحہ ۳۰)۔

۲۹۲: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب سے: ''آپ کو بچپن میں نبوت عطا کر دی گئی تھی البتہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا''۔ (تبیان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۴۸۳) وغیرہ)۔

۲۹۳: علامہ مفتی محمد خاں قادری مدظلہ **سے**: فاضل شہیر اور معروف اہل قلم علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب جو مصنف تحقیقات سے تلمذ کی نسبت بھی رکھتے ہیں۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ مسئلہ ہذا میں سابقہ سیالوی صاحب کا خوب خوب ردّ بھی فرما رہے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔ شرح سلام رضا صفحہ ۳۹۲ طبع لاہور میں لکھتے ہیں: ''نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے خواہ وہ ماں کے شکم میں ہو''۔

۲۹۴: مولانا قاضی عبدالرزاق بھترالوی صاحب سے:۔ قاضی صاحب بھی مصنف تحقیقات کے تلامذہ سے ہیں انہوں نے بھی اپنی کتاب ''تذکرۃ الانبیاء'' میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ نبی پہلے سے تھے اعلان بعد میں فرمایا۔ پر لطف امر یہ کہ قاضی صاحب نے یہاں تنویر الابصار سے بھی اقتباس لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر مستقیم رکھے۔

۲۹۵: امام علامہ ابو الفیض الکتانی سے: آخر میں ایک فیصلہ کن حوالہ لیجئے دنیائے عرب کے عظیم عالم دین، امام علامہ ابو الفیض محمد بن عبد الکبیر الکتانی نے پیش نظر مسئلہ پر ایک بہت عمدہ کتاب لکھ کر ان لوگوں کا سخت ردّ فرمایا ہے جو چالیس سال تک آپ کو نبی نہیں مانتے نیز اس پر مفصل کلام فرمایا ہے کہ جب آپ ﷺ نبی پہلے تھے تو چالیس سال کے بعد بعثت کا کیا مطلب ہے نیز یہ کہ حدیث ''کنت نبیا وادم بین الروح والجسد '' اپنے حقیقی معنیٰ پر ہے بعد ولادت باسعادت تا اعلان نبوت سمیت تمام ادوار اور جملہ ازمنہ کو شامل اور محیط ہے۔ اسی میں صفحہ ۱۵۴ پر فرماتے ہیں کہ ولادت باسعادت کے بعد اعلان نبوت تک آپ کو نبی نہ ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ ''ان النبوۃ التی البسھا اللہ ایاہ سلبھا'' کہ اللہ نے آپ کو جو نبوت عطا فرمائی تھی اس نے اسے آپ سے سلب کر لیا اور چھین لیا یعنی سلب نبوت چونکہ محال ہے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ آپ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل جو بالفعل نبوت عطا فرمائی گئی تھی وہی باقی اور جاری رہی اور آپ چالیس سال کے بعد نبی بنے نہیں تھے بلکہ اپنی نبی ہونے کو ظاہر فرمایا تھا۔ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارك وسلم۔

کتاب کا پورا نام ہے۔

''الکشف والبیان عما خفی عن الاعیان من سرّ آیۃ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان'' فقط۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من کان نبیا وادم بین الماء والطین سید المرسلین حبیبنا محمد وعلیٰ الہ الطیبین واصحابه الطاهرین وعلینا معهم اجمعین۔

کتبہ الفقیر عبد المجید سعیدی رضوی بقلمہ

نزیل مکۃ المکرمۃ حفظها اللہ تعالیٰ

شب ۷ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ شب ہفتہ مطابق ۱۳ نومبر ۲۰۱۰ء بوقت ڈیڑھ بجے

نوٹ: ۲۸۳ خصوصی دلائل کی گنتی ہے جو کہ باب چہارم تا ہشتم سے ہے جب کہ عمومی دلائل اس پر مستزاد ہیں۔ جو پہلے تین ابواب میں مذکور ہیں۔ **والحمد للہ تعالیٰ۔**

نوٹ: خاکہ جواب ماہ مقدس رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ سے بھی پہلے تیار کر لیا تھا عشرہ مبارکہ اخیرہ میں سخت علیل ہو گیا۔ اس کے بعد دلیل نمبر ۱۲۳ تک تبییض کر کے محترم مولانا محمد صفدر علی صابر آف کبیر والا کو کمپوزنگ کے لیے ارسال کیا۔ اتنے میں سفر سعادت کے لیے روانگی ہوئی پس دلیل نمبر ۱۲۴ سے آخر تک بلدۂ طیبہ مکۃ المکرّمۃ میں تحریر کر کے مولانا موصوف کو ای میل سے ارسال کیا روزانہ کی جزوی نشستوں سے تقریباً ایک ہفتہ میں تکمیل ہوئی۔ ای میل کرنے کی سعادت عزیز محترم قاری غلام مصطفیٰ المعروف عبد القدوس صاحب (ابن اخ مکرم مولانا مفتی عبد الرحیم نقشبندی صاحب سندھ شہداد پور پاکستان) حال ساکن مکۃ المکرّمہ نے حاصل کی۔ میزبانی برادرم حاجی عبد الکریم صاحب نے فرمائی۔

فجزاھم اللہ کلھم خیراً۔